از مہر محمد حضرت حافظ ابو القاسم ...

۵ محرم ۱۳۲۳

يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر

یہ آیۂ شریف تاریخ وفات حضرت مولانا علیہ الرحمۃ ہے

الحمد للہ علی احسانہ کہ درین ایام فرخندہ فرجام نسخۂ نادرہ

اسمی

فتاوی رشیدیہ

حصہ اول

من تصنیف عالم اجل فاضل بے بدل مخزن اصول شریعت معدن

حقیقت اسرار حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث و فقیہ گنگوہی جعل اللہ مثواہ الجنۃ

عرضداشت ضروری

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فتاوی حضرت مولینا مرحوم کے جو ہمارے اور ہمارے احباب کے پاس موجود تھے اسواسطے کہ منافع عجیبہ و فوائد غریبہ رکھتے تھے مدت سے دل چاہتا تھا کہ ان کو طبع کراکر ہدیہ ناظرین کرین تاکہ نفع خاص اس کا عام ہو جاوے اور ہر طالب حق اپنا مدعا دلی حاصل کرے الحمد للہ کہ ہماری یہ مراد حاصل ہوئی۔ اس لئے ان فتوون کو طبع کرایا۔ اور نام اس مجموعہ نافع کا بہ لحاظ اسم گرامی حضرت مصنف قدس سرہ الشریف کے **فتاوی رشیدیہ** رکھا۔ ہمنے اس کو چند حصص پر منقسم کیا ہے تاکہ خریدنے مین آسانی ہو۔ پہلا حصہ ہدیہ ناظرین اور دوسرا زیر طبع ہے۔ اللہ تعالے ان سے اہل اسلام کو منتفع فرماوے۔ آمین یارب العالمین۔

تنبیہ

ان کل فتوون کی اصل ہمارے پاس موجود ہے جس صاحب کو کسی فتوی مین شبہ پیش آوے وہ رفع ہو سکتا ہے۔

التماس

جو فتوی مولینا کا کسی صاحب کے پاس ہو اور اوسکا طبع کرانا منظور ہو ارسال فرمائین۔

العارض

عزیز الدین و علی نظر غفرلہما مراد آباد محلہ ساہو

ناظرین قبل مطالعہ کتاب ہٰذا تصحیح اغلاط فرمالین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	بیٹھکر	بیٹھکر	۲۵	۳	استنفار	استیفار	۶۴	۱۵	مجکوجال	مجکوجال مفصل
〃	۱۱	پیراں	پیران	۲۸	۷	جائز	جائز	۶۸	۳۰	اکثر	اگر
۱۲	۱۵	جبوۃ	حیوۃ	〃	۱۲	نحل	نمل	۶۹	۱۸	یحبدو	یجدد
۱۶	۳	غر	غیر	〃	۱۳	صورت	سورت	۷۰	۸	رنع	رفع
〃	۸	انفاق	اتفاق	۲۹	۱۸	غمزہ	عمرہ	۷۳	۴	وہاں کے گیا	وہاں لوگ
〃	۱۲	ذکورذاکوہی	مذکورہ کوہی	۳۰	۲	مدکور	مذکور	۷۵	۱۹	حوالہ	حوالہ کا
〃	۱۵	ذوبحوبصیرہ	ذوالنحو بصیرہ	۳۲	حاشیہ ۱۰	جالمہ اللہ صاحب	علیم اللہ صاحب	۸۳	۱۰	قوبہ	توبہ
۱۸	۳	اومین	ادنمین				جالندھری	〃	۱۳	اورکفر	توکفر
〃	〃	ہتو	ہو	〃	۱۲	البرزیہ	البزازیہ	۹۲	۸	تتخذوا	لاتتخذوا
〃	۱۱	چاہئیے	چاہیئے	۳۴	۱۲	خزینہ	خبریہ	۹۶	۱۴	ہے	ہے اور
〃	۱۹	ر ا	سا	〃	۱۸	حرمثہ	حرمۃ	۹۷	۱۸	باجماعۃ	باجماع
۱۹	۶	یجور	یجوز	〃	〃	خیریۃ	خیریہ	۹۸	۱	جرا	جبرا
〃	〃	ذ	ۃ	۳۸	۱۴	صورت	سورت	۱۰۴	۹	خود	خواہ خود
〃	۹	دیا ئیکہ	بیا ئیکہ	۴۱	۱۶	تقصدوا	تقعدوا	۱۰۵	۱۳	معیتہ	معینہ
۲۱	۱۳	صومعہ خود خیب	صوم حبیب	۴۲	۵	ہین	مین	۱۰۶	۱۱	دافع بھی	رافع بھی
۲۲	۴	الاسان	الانسان	۴۸	۹	عادۃ	عبادۃ	۱۰۹	۱۲	بسس	لبس
〃	〃	صوم ما	صوما	۵۵	۱۴	دکر	ذکر	۱۱۰	۱۴	بحلی	بجلی
〃	〃	صدقہ	صدقتہ	۵۶	۱۶	قتیم	قیّم	۱۱۱	۱۴	شخین	شیخین
〃	۱۳	اغفرلی	اغفرلی	۵۸	۳	باطنی کا	باطنی را	〃	۱۷	شعبۃ الایان	شعبۃ من الایمان
〃	۱۴	واجرنی	واجبرنی	〃	۱۲	تسریعتہ	شریعتہ	۱۱۲	۱۷	لقاء ہم انی	لقایاہم فی
〃	۱۹	تشنید	تشہید	〃	۱۳	ادارادا	اداسے	〃	〃	باکتبنا	ماکتبنا
۲۳	۱۵	ساحم	ساقط	۶۰	۱	ایک اولیا	کل اولیا	۱۱۴	۳	ہناورزوا	ہناورہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۵	اوراد	اور اوراد	۱۳۱	۱۷	اومثل	مثل	۱۴۸	۱۶	امیرحسین	امیرحسن
۱۱۵	۴	جمیعہ	جمعہ	۱۳۵	۱	ابن	ابنی	۱۵۰	۸	زبان	زمان
۱۱۶	۱۶	امدہ	آمدہ	؍؍	؍؍	وغیرہ	سہیل وغیرہ	؍؍	۱۸	لعالی	تعالی
۱۱۷	۷	تسلیب	تقلیب	۱۳۹	۹	ناعدہ	قاعدہ	۱۵۲	۱	تحصیص	تخصیص
۱۱۸	۱۳	شینا	شئنا	؍؍	۱۵	اسانی	الثانی	؍؍	۲	ہوتی	ہوتی ہے
۱۱۹	۷	شینا	شئنا	۱۴۱	۱۶	لبجاری	ولبجاری	۱۵۳	۱۴	عنذکرذکر	عندذکر
۱۲۵	۱۲	النبیار	البنار	؍؍	۱۷	لیصرف	ولیصرف	۱۵۴	۱۴	وانکم	انکم
۱۲۹	۴	۴۰	۴	۱۴۳	۱۴	تعطیمی	تعظیمی	۱۵۵	۸	بدعۃ	بدعتہ
؍؍	۵	تنفید	تنفیذ	۱۴۴	۱۲	العشر	الشعیر	×	×	×	×

فہرست مضامین نافعہ فتاوی رشیدیہ حصہ اول

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ اس زمانہ
مین جو لوگ شہادت کاذبہ اِن الفاظ کے ساتھ دیتے ہین کہ مین خدا تعالے کو حاضر و
ناظر جان کر اس مقدمہ مین سچ کہونگا جہوٹ نہ کہونگا یا سچ کہا مینے جہوٹ نہ کہا یا سچ
کہتا ہون مین جہوٹ نہین کہتا ہون ہین - پہر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور
اوسکے خلاف کہا تو اس صورت مین یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر - اور ان الفاظ مذکورہ
فی الشہادۃ الکاذبہ اور اُن الفاظ مین جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زواجر مین
لکھے ہین او قال اللہ یعلم انّی فعلت کذا وھو کاذبٌ فیہ نسبۃ
اللہ سبحانہ الی الجہل اور نیز اوسکے قائل کو منسوب الی الکفر لکھا ہے اور ایسے
ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملحقات شرح فقہ اکبر مین لکھا ہی فی الفتاوی الصغریٰ
من قال یعلم اللہ انّی فعلت ھذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب
علی اللہ وایضاً لو قال اللہ یعلم انہ ھکذا وھو یکذب کفر اھ

(سوالات مرسلہ میرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب مرادآبادی)

یا دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں اگر ایک ہی صورت ہے تو بر بنائے قول ابن حجر
وملا علی قاری رحمہما اللہ تعالیٰ کے کاذب فی الشہادت کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں
اور اگر کچھ فرق ہے تو اونکے کلام کی کیا تاویل ہے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب فقط

الجواب فعل گزشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے جیسا علی قاری اور
ابن حجر نے کہا اور یہ کہنا کہ جھوٹ نہ کہونگا استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے اور جھوٹ
نہ بولنے کا وعدہ کرتا ہے بقولہ' اس مقدمہ میں سچ کہونگا یا بقولہ' سچ کہتا ہوں کیونکہ اگرچہ
یہاں زمانہ حال بولتا ہے مگر مراد زمانہ استقبال ہے کہ بعد اس بیان کے بیان واقعہ
کرتا ہے پس خلاف وعدہ کیا لہذا روایات علی قاری و ابن حجر سے فرق ہے۔ تیسری
شکل کہ اس مقدمہ میں سچ کہا اگر بعد اظہار کے یہ قول کہا تو البتہ یہ داخل روایۂ قاری و
ابن حجر میں ہے اور جو بعد اس قول کے اظہار کذب دیا ہے تو یہاں بھی مجازاً استقبال ہی
مراد ہے بہرحال در صورت مراد معنی استقبال کے کفر نہ ہوگا اور در صورت ماضی کفر ہے
اور داخل روایۂ مذکورہ سوال پہلی صورت میں یہ فاسق ہے نہ کافر فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ

الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

سوال تصور کرنا پیر کا یا اوستاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ
اوس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اوس ہی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگوں نے
تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں گو ترک اوسکا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے
اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدون اوس کے کام نہ چل سکے اور جو اوس حد سے بڑھ جاوے تو
البتہ ناجائز ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الجواب صحیح محمد یعقوب نانوتوی (مہر: محمد یعقوب)

سوال پہلا - تقوی کس کا حکم ہی اور فتوی کس کا حکم ہی اور ان دونون مین کیا فرق ہے اور ان دونون مین سے ہمپر کسپر عمل کرنا فرض ہے -

الجواب - فتوی یہ ہے جسکو علمائے بدلیل قرآن وحدیث جائز کہا اوسپر عمل کرے اگرچہ بعض وجہ سے اوس مین ممانعت بھی معلوم ہوتی ہو اور تقوی یہ کہ جہان شبہ ہو اوسکو بھی نکرے پہلی کو رخصت کہتے ہین اور دوسری کو عزیمت دونون حکم شرع کے ہی ہین - اور دونون مین جسپر عمل کرے درست ہے رخصت سے باہر نہ نکلے اور تقوی کرے تو بڑا اجر ہے

واللہ تعالے اعلم ؂

سوال دوسرا - شریعت اور طریقت دو ہین یا ایک اگر دو ہین توکس صورت سے اور اگر یہ دونون ایک ہین تو کیسے اور طریقت کا موجد کون ہے -

الجواب - دونون ایک ہین ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب مین حکم شرع کا داخل ہوکر طبعًا عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہی - دونون کا حکم قرآن وحدیث سے ہے ادنی درجہ شرع ہے اوسکا ہی اعلے درجہ طریقۃ کہلاتی ہے -

سوال تیسرا - اگرکوی صوفی بعض بعض کام خلاف شریعت کرتا ہو مثل مولود شریف بمعہ قیام و عرس بلا راگ وفاتحہ برآب طعام دست برداشتہ ونماز معکوس ومراقبہ برقبور بسورہ الم نشرح دبارچہ رنگین اسم آذر کوی بات کفر وشرک کی کرتا ہو تو فرماے کہ ایسے صوفی سے مرید ہونا اور اوسکی صحبت مین بیٹھنا جائز ہے یا نہین اور ایسے صوفی کو بوجہ اپنے مجاہدہ اور تہجد گزاری کے اور حب الہی کے محنت شاقہ کے کچھ کمال بھی حاصل ہوسکتا ہے یا نہین

الجواب - جو صوفی ہو اور خلاف شرع کام کرے وہ قابل بیعۃ کے نہین اور نہ وہ صاحب طریقۃ ہے بلکہ شیطان ہی - **شعر** خلاف پیمبر کسے رہ گزید ؂ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سعدی لکھ گئے ہین جسقدر امور آپنے لکھے ہین کوی جائز ہے کوی ناجائز مثلاً بارچہ رنگین مین کوی گناہ نہین یا قبر پر بیٹھکر سر جھکا کر کچھ پڑھے یہ گناہ نہین اور خلاف شرع کو کوی کمال ہووے تو کچھ عجب نہین کفار جوگیون کو بھی ہوجاتا ہے مگر وہ کمال کہ مقبولیت عند اللہ تعالے ہو حاصل نہین ہوسکتا فقط

سوال چوتھا۔ بعض بعض صوفیون کا یہ قول ہے کہ جسکا پیر کوئی نہین اوسکا پیر شیطان ہے اور پیران پیر صاحب کا قدم سب پیرون کی گردن پر ہے اور جب تک بندہ کا بندہ نہو تب تک خدا نہین ملتا تو اب یہ فرماے کہ ان باتون کا پتہ کہین طریقت اور تصوف مین بھی ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس قول کے یہ معنی ہین کہ جسکا کوئی راہ بتانے والا نہین وہ شیطان کی کہن مین ہے قرآن حدیث استاد باپ کوئی اگر دین نہ سکھاوے گا خود شیطان کی تقلید کرے گا سو یہ بات درست ہے پیر سے مراد یہ پیر مرجع نہین۔ باقی پیران پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد بزرگی بڑائی اونکی ہے اسمین کیا حرج ہے جو اون سے بڑے ہین اونکا قدم حضرت پیران پیر کی گردن پر ہے۔ اور بندہ کا بندہ ہونے کے معنی ہین کہ کسی خدا تعالے کے مقبول کا مطیع ہو کر عمل کرے یہ بھی درست ہے مگر ایسا لفظ ایسا بولنا اچھا نہین جو موہم برے معنی کا ہو۔ مگر اصل مراد درست ہے۔

سوال پانچوان۔ عالم بے عمل وہی ہے کہ اورون کو بتاوے اور آپ نکرے یا عالم بے عمل اور ہے یہ نہین۔

الجواب۔ عالم بے عمل جو تلقین کرے اور خود خلاف شرع کرے اگر لوگون کو وظائف نوافل تلقین کرے خود نکرے وہ برا نہین مگر واجبات کو ترک کرے ممنوعات کو کرے

وہ عالم بے عمل ہوتا ہے۔

سوال چھٹا۔ جو عالم کہ خوب کھاوے اور خوب پہنے اور نماز مین جماعت کی پابندی بھی نکرے چاہے جماعت ملے یا نہ ملے اپنے نفس کی خاطر مسائل کو تاویل کرے تو یہ عالم اچھا یا یہ صوفی بدعتی تہجد گزار حاجی وظیفجی بذکور الصدر اچھا فرماے۔

الجواب۔ میرے نزدیک یہ دونون بُرے ہین مگر عالم نفس پرور زیادہ بدہے صوفی مبتدع سے کیونکہ اوسکا گناہ لوگون کو بہت نقصان دیتا ہے۔ صوفی بدعتی کا کم نقصان دیتا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال ساتوان۔ غیر مقلدون مین کیا برائی ہے۔

الجواب۔ مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدون کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالےٰ اچھا ہے سب حدیث پر ہی عامل ہین مقلد ہو یا غیر مقلد فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال آٹھوان۔ اجماع امت اور قیاس مجتہد کا ماننا کہان سے واجب ہوا۔

الجواب۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ الحدیث اجماع کی قطعی ہونے کی دلیل ہے فاعتبروا یا اولی الابصار قیاس کی حجت ہے اور بہت دلائل ہین اہل علم پر واضح ہین۔ فقط

سوال نوان۔ تقلید شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے۔

الجواب۔ فاسئلوا اهل الذکر الایۃ اور نا اتفاقی اور لاابالی ہو جانا عوام کو بسبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اسمین انتظام عوام ہے فقط

سوال دسوان۔ صبح کو بعد فرائض کے دو سنتین اول کی اگر رہگئی ہون تو قبل

طلوع آفتاب پڑھ لے یا نہین آمین آپکی راے سے شریف کیا ہے اور سواے قول امام صاحب رحمہ کے آپ کو حدیث سے کیا ثابت ہوا آیا پڑھنا یا نہ پڑھنا۔

الجواب۔ بندہ کے نزدیک سب احادیث جمع کرکے راجح نہ پڑھنا ہی کہ صحت اس کی قوی ہے۔ فقط

سوال گیارہوان۔ اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت مین کھڑا ہو رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اوس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز مین تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز مین بھی کچھ فساد واقع ہوگا۔

الجواب۔ کچھ خرابی نہین آئے گی۔ ایسا تعصب اچھا نہین وہ بھی عامل سنت ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

سوال بارہوان۔ وکیل اور آجکل کے وکیل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری اور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہین کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہین چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہے فریق ثانی کی حق تلفی ہو جھوٹی گواہی دین اور دلواتے ہین صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آجکل کے وکیل ہین تو فرمائیے اونکے یہان کا کھانا اور اونسے محبت رکھنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس زمانہ کی وکالۃ اور محنتانہ حلال نہین اونکا کھانا بھی اچھا نہین مگر بتاویل فقط واللہ اعلم۔

سوال تیرہوان۔ جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نجاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہین ہے بلکہ اک کار خیر ہے ناحق مین ایسے راستہ خوفناک مین جاوین کہ بالجبار راستہ مین قافلے لٹ رہے ہین اور خوف

جان ومال کا ہے اور اسقدر روپیہ بھی صرف ہوگا اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھہ گنہگار ہوگا یا نہین۔

الجواب ۔ مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہین ترک ہوتا زیارۃ ترک کرنا کیون ہوا اور راہ ہر روز نہین لوٹتی۔ اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہین گر ہان واجب بھی نہین بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین وآمین بجہر سے زیادہ موجب ثواب وبرکۃ کا ہے اوس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کرین اور زیارۃ کو احتمال وہم سے بھی ترک کردیوین اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیوین کہ کون سا حصہ کمال ایمان کا ہی اور روپیہ خیرات مین صرف ہونا سعادت ہے۔ مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جسنے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا اوسکا ایمان ومحبت لائب ناقص ہے گو گنہگار نہو مگر اصل حبابۃ مین ہی کمی ایمان کی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہ دہوان ۔ فقرا کے یہان کشف کوئی بڑی بات ہے یا نہین۔

الجواب ۔ کوئی کمال معتبر نہین اگرچہ کمال ہو کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن وکافر مین۔ تو کمال تو ہوا مگر خیر سے خیر ہے اور شر سے شر فقط واللہ اعلم

سوال پندرہوان ۔ اہل عرب کا ہم پر کوئی حق ہے یا نہین اور کچھہ صدقہ کہ جو ہمکو میسر ہو اہل عرب کو دینا بہتر ہے یا اپنے ہموطن کو کہ جنکا ہم پر حق ہے۔

الجواب ۔ اپنے ہموطن کا دینا بہتر ہے عرب کے دینے سے جو مانگتے پہرتے ہین مگر جب وہان زیادہ حاجت ہو اور یہان کم حاجت ہو تو پھر عرب کو دینا بہتر ہے۔ احبو العرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فقط۔

سوال سولھوان - وہابی کون لوگ ہین اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تہا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد مین اور سنی حنفیون کے عقائد مین کیا فرق ہے۔

الجواب - محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیون کو وہابی کہتے ہین اونکے عقائد عمدہ تھے اور مذہب اونکا حنبلی تھا البتہ اونکے مزاج مین شدت تھی مگر وہ اور اونکے مقتدی اچھے ہین مگر ہان جو حد سے بڑھ گئے اونمین فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہین اعمال مین فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

سوال سترھوان - صبح کی اذان مین الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب مین صدقت وبررت کہنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہین۔

الجواب - یہ کہنا چاہیے ثابت ہے۔

سوال اٹھارھوان - ہر سال اپنے پیر یا اوستاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر پورے ہو جاوے تو ایک دن مقرر کرے اور اُس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اُس دن کھانا پکا کر تقسیم کراوے مساکین کو اور ختم کرے کلام اللہ قرآن کا تو یہ صوفیای کرام کے یہان اور ہماری شریعت مین کیا حکم جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب - کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ جس مین پیش نہو بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچیگا اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہذا بدعت ہے اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ فقط

سوال انیسوان - اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ مین نہین تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اسکا بدعت نہونا کیا سبب۔

الجواب مسجد کی کوئی صورت شرع مین مقرر نہین جیسی چاہے بنائے مگر ہان مشابہت کنیسہ و بیعہ وغیرہ سے نہو علی ہذا مدارس کی کوئی صورت معین نہین مکان ہو اسکا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعۃ ہوگا سوال بیسوان قرآن اور حدیث پڑھا کر اجرت لینا درست ہی یا نہین اور اگر درست ہے تو کس وجہ سے یا یہ متاخرین رحمہ کا فتوی ہے اگر ہے تو کسقدر لینے پر اور اوسکے لینے پر اس قسم کی تاویلات کرنا کہ ہم معقول کی پڑھائی لیتے ہین نہ کہ حدیث اور قرآن کی اور ہم مدرسہ مین جانے کی نوکری پاتے ہین نہ پڑہانے کی اور امام شافعی رح کے مذہب مین درست ہی آپکے نزدیک قرآن و حدیث پر اور امامت پر جائز ہے یا نہین اور ایسے معاملات مین ایسی تاویل کرنا درست ہے یا نہین اور سورہ بقر مین جو اللہ تعالے رکوع ۲۰ مین اور ۱۸ مین ارشاد فرماتے ہین اوسکے مصداق کون لوگ ہین الجواب اجرت لینا تعلیم علوم دین پر اصل حدیث سے نکلتا ہے اسی واسطے شافعی رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک درست ہی حنفیہ قدما منع کرتے تھے متاخرین نے شافعی صاحب کا مذہب اختیار کیا اور فتوی جواز کا دیا بسبب اندیشہ تلف علم کے تاویلات کی حاجۃ نہین ضرورۃ مین دوسرے مجتہد کا مذہب لینا جائز ہے آخر وہ بھی حدیث سے کہتا ہے سو قدیم مذہب حنفی تقوی ہے اور مذہب شافعی پر عمل فتوی ہے اشتراء بآیات اللہ حرام یہ ہے کہ روپیہ کے واسطے آیۃ کے معنی بدل دوین جیسا یہود کرتے تھے یہ اب بھی حرام ہی بالاتفاق تمام امۃ کے فقط واللہ تعالے اعلم سوال اکیسوان کسی پیر یا شہید یا اوستاد یا باپ کا قول خلاف شرع ہو مگر دنیاوی کوئی مصلحت ہو تو ماننا ہے یا نہین۔ الجواب خلاف شرع کسی کا قول ماننا درست نہین جو قول ماننا ہے بحکم شرع ماننا جائز ہے ورنہ ہرگز درست نہین فقط سوال بائیسوان منصور کہ جن کو زمانہ امام یوسف

صاحب موین سول دی گئی تھی اونکی نسبت آپ کیا فرماتے ہین کہ وہ کیسے تھے۔
الجواب منصور معذور تھے بیہوش ہو گئے تھے اونپر فتوی کفر کا دینا بیجا ہے اون کے
باب مین سکوت چاہیے اوسوقت دفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا فقط **سوال تیئسوان**
یزید کہ جسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہی تو وہ یزید آپکی راے شریف مین کافر ہے
یا فاسق **الجواب** کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہین یزید مومن تھا بسبب قتل کے
فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہین کافر کہنا جائز نہین کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہی فقط
سوال چوبیسوان عالم کہ کامرانی و تن پروری کند ؛ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند
یہ شعر واقعی سچ اور ٹھیک ہی یا صرف مضمون شاعری ہی ہے **الجواب** معنی شعر کے درست
مین تن پروری یہ ہے کہ اپنے نفع دنیا کے واسطے خلاف شرع بھی کرلیوے مونہ دیکھ کر
فتوی دیوے اور جو مباح کھانے پینے مین موافق حکم شرع کے عمل کرے اور مباحات لم
کرے وہ داخل شعر کے مضمون مین نہین ہوتا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال پچیسوان** صوفیہ
کرام کے یہان جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارہ اور حلقہ قیود
نہین بلکہ ویسے ہی اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہین بدعت ہین یا نہین **الجواب**
اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہین سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت
ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہین ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئتہ ثابت
ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہی اگرچہ اوسوقت مین نہ تھی سو یہ بدعۃ نہین
ہان ان ہیئات کو سنۃ ضروری خاصہ جاننا بدعۃ ہے اور اسکو ہی علماء نے بدعۃ لکھا ہے
سوال چھبیسوان کوئی قسم بدعۃ کی حسنہ بھی ہوتی ہی یا نہین **الجواب** بدعۃ کوئی حسنہ
نہین اور جس کو بدعۃ حسنہ کہتے ہین وہ سنۃ ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہی مطلب سب کا

واحد ہی فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال ستائیسوان** جمعہ کی نماز کا وقت امام اعظم صاحب کے نزدیک کئے بجے مستحب ہی گھنٹوں کا حساب لگا کر فرمائیے **الجواب** گرمی مین تاخیر کرنا اور جاڑے مین جلدی کرنا ظہر و جمعہ مین برابر ہے گھنٹہ کا حساب کوئی ضرور نہین جیسا مناسب حال ہو کرے اسمین کوئی توقیت نہین ہو سکتی فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال اٹھائیسوان عام کفار کے یہان کی عام نوکری جائز ہے یا نہین نصاریٰ کے یہان کی وہ نوکری کرنا کہ جسکی تنخواہ جنگی سے ملتی ہو جیسے طبیب وغیرہ تو یہ نوکری جائز ہے یا نہین **الجواب** کفار کی نوکری جسمین خلاف شرع نہو درست اور باقی ناجائز اور جنگی سے تنخواہ لینی طبیب کو درست ہے فقط

سوال اونتیسوان زبان سے کہے استغفر اللہ ربی اور توبہ وغیرہ کا دلمین کوئی اثر نہو تو یہ استغفار کچھ کفارہ گناہ ہوگا یا نہین **الجواب** استغفار زبانی مین ذکر زبان کا تو ہر حال حاصل ہے خالی ثواب سے نہین فقط

سوال تیسوان کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہین اور بدعت ہے یا نہین **الجواب** قرون ثلثہ مین بخاری تالیف نہین ہوئی تھی مگر اسکا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اسکی اصل شرع سے ثابت ہی بدعۃ نہین فقط

سوال اکتیسوان بعض بعض صوفی قبور اولیا پر چشم بند بیٹھتے ہین اور سورہ الم نشرح پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگون سے فیض ہوتا ہی اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہین **الجواب** اسکی بھی اصل ہی اسمین کوئی حرج نہین اگر بہ نیۃ خیر ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال بتیسوان کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤن پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہین **الجواب** تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہی اور پاؤن چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے فقط

سوال تینتیسوان

قبور پر عورت کو جانا منع حرام مگر مکہ شریف اور مدینہ منورہ مین کل زیارات پر عورت
جاتی ہین اسکی کیا وجہ ہے **الجواب** عورتون کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع
کرتے ہین بسبب فساد کے اور جو فساد نہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین مین اسی پر
عمل ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال چونتیسوان** رنگین کپڑے پہنا نیلا تہمت باندہنا
موٹی تسبیح رکھنا بال سر کے بڑہانا اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤن کا یہ فعل ہے تو اسمین کوئی
قباحت ہے یا نہین **الجواب** ان ہیئات مین کوئی معصیت نہین بری نیت سے برا حلیہ
سے بچنا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال پینتیسوان** بعض بعض صوفی یہ کہتے ہین کہ
جب تک بندہ کا بندہ نہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے **الجواب** اسکا جواب پہلے لکھا گیا
کہ معنی درست ہین مگر بظاہر لفظ موہم ہین اسواسطے یہ الفاظ نہ کہے فقط **سوال چھتیسوان**
بعض بعض صوفی یہ کہتے ہین کہ جسوقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف
لیگئے ہین اوسوقت بڑے پیر صاحب نے کندہا دیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جا اے محی الدین تیرے قدم سب اولیاؤ کی گردن پر تو اب یہ فرماویں کہ اسکی
کہین اصل بھی ہے یا نہین **الجواب** یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور اسکا واضع ملعون ہے
فقط واللہ تعالے اعلم **سوال سینتیسوان** اولیاء اللہ اپنی قبرون مین زندہ ہین یا مردہ اور اگر
زندہ ہین تو ہماری آواز سنتے ہین یا نہین **الجواب** روح کو حیوۃ ہوتی ہے قبر مین سب کی روح
زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع مین اختلاف ہے بعض مقر ہین بعض منکر فقط واللہ تعالی اعلم
سوال اڑتیسوان کوئی متولی مسجد یا خادم مسجد ایسا ہو کہ جب ہم اس مسجد مین آجاوین جماعت
نہ کہڑی ہو بلکہ بیٹہے رہین تم اگر کوئی اجنبی شخص وقت نماز معمولہ مسجد پر آجاوے امام کے مصلے کے
تکبیر جماعت کے واسطے کہدے تو وہ متولی مسجد خفا ہو اور کہوے کہ تو نے میری تکبیر اور لے

[illegible]

قضا کرادی ابھی تو وقت بھی نہ تھا تو تے بغیر ہمارے تکبیر کیون کہی تو ایسا شخص متولی یا
حافظ یا عالم کہ جسے نماز کو اپنے قبضہ مین کیا ہو نہ یہ کہ متولی پابند نماز ہو تو ایسا شخص گنہگار
ہے یا نہین **الجواب** جو ایسا شخص متولی ہے کہ اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے
وہ گنہگار ہے اور ایسون کا انتظار بھی درست نہین ہان عوام مسلمین کا انتظار درست ہے
بشرطیکہ دوسرون کو جو حاضر ہو چکے ہین تکلیف نہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجاوے مگر رئیس اور
دنیا دارون کا انتظار نکرے وقت پر جسب یا اکثر حاضر ہو گئے نماز پڑھ لیوے فقط واللہ
تعالے اعلم **سوال اونتالیسوان** جو امام مسجد ایسا ہو کہ جسوقت تک مسجد مین ایک یا دو شخص
مخصوص نہ آجاوین چاہے جماعت کا وقت معمولہ بھی گذرنے کے قریب ہو اور وقت مین بھی
تاخیر ہوتی ہو مگر اپنے دنیاوی نفع کے باعث یا ملاقات کے سبب سے اُن اشخاص کا انتظار
کرے بغیر اونکے جماعت مین تاخیر کرے تو اوسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے **الجواب**
اگر بوجہ دنیا کے کسی دنیا دار رئیس کا انتظار کرتا ہی اور حاضرین کی رعایۃ نہین کرتا تو امام مکبر
گنہگار ہے مگر نماز اوسکے پیچھے ہو جاتی ہے **سوال چالیسوان** امام مسجد کو یا واعظ مسجد کو
اختیار ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے امام جماعت اولی نہ بننے دے یا واعظ اور کسی واعظ کو اپنی
مسجد مقبوضہ مین وعظ نہ کہنے دے ایسا مختار ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہین
الجواب امام مسجد اور واعظ اگر کسی کو امام نہ ہونے دے وعظ نہ کہنے دے کسی مصلحت
شرعیہ اور رفع فساد کے واسطے تو درست ہی کہ انتظام کی بات ہی دوسرے شخصون کو بھی اُنکی
رعایۃ چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ دوسرے کی جگہ مین بدون
اذن کے امام نہ بنے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال اکتالیسوان** فنا فی الشیخ اور فنا
فی الرسول کیا ہوتا ہے اور کہان سے ثابت ہے اور اسکی نسبت صوفیہ رح کیا فرماتے ہین

الجواب یہ دونون لفظ اصطلاح مشایخ کے ہین اتباع کرنا اور محبتہ کا غلبہ لوجہ اللہ تعالےٰ ہونا ہے اسکی اصل شرع سے ثابت ہی فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ فقط **سوال بیالیسوان** جمعہ مسجد مین جمعہ کی نماز ڈہائی بجے ہوتی ہی اور مسجدون مین جمعہ کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو فرماے کہ کہان جمعہ پڑھے جو ثواب زیادہ ہو **الجواب** جامع مسجد مین بسبب کثرۃ آدمیون کے زیادہ ثواب ہے اگر گرمی کے موسم مین ہی تو ڈہائی بجے تک وقت اچھا ہوتا ہے وہین جمعہ پڑھے اور جاڑے کے موسم مین بہتر ہے کہ دیگر مسجد مین پڑھ لیوے کہ احتمال ایک مثل سے وقت نکل جانے کا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال تینتالیسوان** رمضان شریف مین مسجدون کو آراستہ کرنا اور تراویح کے وقت اور روزون کی نسبت روشنی کرنا زیادہ کیسا ہے **الجواب** مساجد کا صاف کرنا تو بہتر ہی مگر روشنی انداز سے زائد کرنا اسراف ہی اور زیادہ روشنی بسبب کثرۃ آدمیون کے ہے کہ حاجتہ ہی تو درست ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال چوالیسوان** کسی عالم یا فقیر سے مرید ہونا کوئی ضروری بات ہے یا مستحب ہے **الجواب** مرید ہونا مستحب ہے واجب نہین فقط **سوال پینتالیسوان** بادشاہ یا نواب کو نذر دینا کیسا ہے اور جو پیر یا ولی کی نذر کی جاتی ہی وہ کیسی ہے **الجواب** بادشاہ نواب کو ہدیہ دیا کرتے ہین اگر رشوۃ یا وجہ معصیتہ کے نہین تو محض اخلاصمندی ہے تو درست ہے اور بزرگون کو بھی جو دیتے ہین وہ ہدیہ ہے درست ہی اور جو اموات اولیار کی نذر ہے تو اوسکے اگر یہ معنی ہین کہ اسکا ثواب اونکی روح کو پہونچے تو صدقہ ہے درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب اونکے نام پر ہے تو حرام ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال چھیالیسوان** اکثر آدمی شجرہ خاندان کا ہر صبح و شام پڑھتے ہین یہ کیسا ہے **الجواب** شجرہ پڑہنا درست ہے کیونکہ اوسمین توسل اولیار کے حق تعالےٰ سے دعا کرتے ہین اسکا کوئی حرج نہین فقط واللہ

تعالےٰ اعلم - کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۱۱ ہجری نبوی صلعم

رشید احمد

استفتاء

کیا فرماتے ہین علمای دین متین اور مفتیان شرع رسول سید العالمین درباب تقلید شخصی آیا یہ واجب ہی یا جیسا غیر مقلدین معاذ اللہ گمان کرتے ہین شرک یا بدعۃ ہے بینوا اور مصفا بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ **الجواب** تقلید مطلق فرض ہی لقولہ تعالےٰ فاسئلوا اہل الذکران کنتم لا تعلمون الآیۃ حق تعالےٰ نے اس آیۃ مین مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے اور تقلید کیا دو فرد ہین ایک شخصی کہ سب مسائل ضرور یہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کرلیوے اور آیۃ بسبب اپنے اطلاق کے دونون قسم تقلید کو متضمن ہی لہذا دونون قسم تقلید کی مامور من اللہ تعالےٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہین اور جس فرد تقلید پر کوی عمل کریگا حق تعالےٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور ومفروض من اللہ تعالےٰ ہے شرک یا بدعۃ کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے کیونکہ حق تعالےٰ کی مخالفۃ مین خدا تعالےٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہین جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہان مطلق حکم فرمایا ہے مکلف کو مختار فرمادیا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہین خارج مین وجود نہین ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن مین خارج مین موجود ہوتا ہی مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہین جدا نہین پایا جاتا بلکہ افراد کے ضمن مین ہی خارج مین ہوتا ہے ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہو اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہین ہوسکتا بلکہ تقلید جہان کہین ہوگی یا شخصی کے ضمن مین یا غیر شخصی کے ضمن مین ہوگی لہذا دونون قسم مین مکلف مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اور عہدہ امر سے فارغ ہوئے پس مامور من اللہ تعالےٰ کو بدعۃ یا

شرک کہنا خود معصیت ہی بلکہ دراصل دونون نوع تقلید کے جواز مین یکسان ہین مگر اسوقت
مین کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہواے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل راے برایہ کا
اور تقلید غیر شخصی اونکی ہوا و اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز و اجرار کا ہو جاتا ہے اور موجب لاابالی
پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشنیع کا شان مسلمین و ائمہ مجتہدین مین اونکے
واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ و فساد کا باہم مسلمین مین ہوتا ہے چنانچہ یہ سب مشاہد
ہے لہذا ایسے وقت مین تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہان پر مفاسد برپا ہوتے
ہون درست نہین رہا اور فقط شخصی امتثال امر فسئلوا کے واسطے تعیین و تشخص بحکم شرع
ہوگئی ہے کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اسکی محافظۃ بھی فرض اعظم ہے
قال اللہ تعالے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الآیۃ ان اللہ لایحب الفساد الآیۃ
اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہین لہذا محافظۃ اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع
ان مفاسد و شنائع کی ضرورت سے ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری
شق کو جو معین و مقوی اس فرض اعظم کا اور دافع شنائع مذکورہ کو ہی کو اختیار کرنا عین حکم
شارع علیہ السلام ہوگیا ہے چنانچہ قراۃ قرآن شریف کی سبعۃ احرف مین مخیر تھی اور باجماع
صحابہ حضرت عثمان رض نے اوسکو منع کرکے ایک لغۃ قریش مین منحصر کر دیا اور یہ محض رفع نساد
و تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا صحیح بخاری اسکی شاہد ہی اور خود فخر عالم علیہ السلام نے قتل ذوالخویصرہ
کے باب مین جو واجب القتل بسبب کلمات کفر و گستاخی فخر عالم علیہ السلام کے تھا فرمایا تھا دعہ فان الناس
یقولون ان محمدا یقتل اصحابہ او ادر یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا لاغیر الحاصل ایسے وقت
نازک مین تقلید شخصی واجب مشخص ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے البتہ
اگر کہین یہ فساد غیر شخصی مین نہ پایا جاوے تو وہ بھی مامور علے التخییر ہے مثل شخصی کے پس وہ منع

سوالات مرسلہ عزیز الدین صاحب از مراد آباد ۱۳۱۱ھ

ہوگیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اوسکو بدعۃ یا شرک کہنا جہل محض ہے واللہ تعالی اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۲ ذالحجہ ۱۳۱۱ ہجری

رشید احمد

سوال شروع سورۃ توبہ کے بسم اللہ شریف نہونے کا کیا سبب ہی یا سورہ توبہ اور سورہ انفال ایک سورۃ ہین تو اس صورت مین فاصلہ کیون ہی اور نام انکے علیحدہ علیحدہ کیون مقرر ہوئے اور اگر دو ہین تو بسم اللہ شریف اسپر کیون نہین لکھی گئی اسواسطے کہ شروع ہر سورۃ پر بسم اللہ شریف ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑہے تو جائز ہے یا نہین اور جواز مع الکراہتہ ہے یا بدون کراہتہ اور بعض شخص جو بوقت شروع سورہ توبہ کے یہ دعا پڑہتے ہین یہ ثابت بالسنۃ ہی یا نہین اور وہ یہ ہے اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب الجبار ولللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین

الجواب حدیث ابو داؤد مین ہی کہ حضرت عثمان نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی تھی اور توبہ اخیر مین اور آپ علیہ الصلوۃ نے نہ فرمایا کہ یہ دو سورۃ ہین یا ایک اور قصہ دونون کا شبیہ تھا لہذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی کہ شاید انفال کا جزو ہو اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دو سورۃ ہون لہذا فصل بلا تسمیہ کے کر دیا ہے اور بسم اللہ اگر اسپر کوئی پڑہے بلا کراہتہ درست ہے اور یہ جو معمول بعض کا ہی کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ مذکور سوال پڑہتے ہین اسکی کوئی اصل معتبر نہین اور دوسری روایۃ جو حضرت علی سے نقل کرتے ہین وہ چندان معتبر نہین وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمان سے نقل ہوئی معتبر ہے فقط واللہ تعالے اعلم

سوال جو کہ کتاب تقویۃ الایمان مین دربارہ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ و بوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اوسکے اوپر اور جو اسکی مثل اور امور ہین اور قسم کہانا بغیر اللہ اور شگون بد لینا اگر کسی شخص سے

صادر ہووین تو اوس شخص کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفارونکا اوس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** افعال شرکیہ بعض ایسے ہین کہ شرک محض ہین اور بعض ایسے ہین کہ مشرک لوگ اونکو کرتے ہین اور تاویل اونمین ہوسکتی ہے پس پہلی قسم کا فعل جیسا سجدہ بت کو کرنا زنار ڈالنا ہے ان امور سے تو مشرک ہوگیا اور سب معاملات مشرکین کے اوس کے ساتھ کرتے ہین اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے مگر ایسے اس سے خروج عن الاسلام نہین ہوتا کیونکہ شرک بعض اصل شرک اعلی درجہ کا ہے اور بعض کم اس ہی واسطے شرک دون شرک کہتے ہین تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقۃ شرک نہین جیسا قسم لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریا کو شرک فرمادیا لہذا یہ سب افعال جونکہ صورۃ شرک کی ہین اونکو شرک فرمادیا ہے اونکے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہین ہوجاتا فقہا نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل مین اگر ننانوے احتمال کفر کے ہون اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اوس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن ہی کہنا چاہیئے فقط واللہ تعالی اعلم **سوال** جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر اور مردود کہتا ہو تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق اگر وہ کافر ہے تو اوس کے ساتھ معاملہ کفارونکا سا کرنا جائز ہے یا نہین موافق اوس فتوی کے جو مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلوی کا ہے اور اوس پر چند علما کی مہرین ہین وہ یہ ہے کہ جو کوئی مولوی محمد اسمعیل صاحب ولی کامل کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور مصداق ہے حدیث من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربۃ فقط محمد اکبر علی خان - اسی طرح اور بہت علماے دہلی کی مہرین ہین تو موافق اس فتوی کے اوس کے ساتھ معاملہ کفارون کا سا کرنا جائز ہے یا نہین فقط **الجواب** مولانا محمد اسمعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہین بتاویل کہتے ہین اگرچہ وہ تاویل اونکی غلط ہے لہذا اون لوگون کو کافر کہنا اور معاملہ کفار کا ر اکرنا چاہیئے

جیساکہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علما ء کافر نہین کہتے حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی کو رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کافر کہتے ہین پس جب بسبب تاویل باطل کے اونکے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسمعیل کی تکفیر سے بطریق اولے کافر نہ کہنا چاہیے فقط واللہ تعالے اعلم **سؤال** مذہب حنفیہ مین امامت عالم کی اولے تر ہے قاری سے لیکن اگر قاری عالم اور ضروریات دین سے بخوبی واقف ہو اور عالم قاری نہو عالم کی امامت سے قاری کی امامت اولی ہے یا نہین **الجواب** اگر عالم واقف مسائل صلوٰۃ کا قرآن کو مایجوز بہ الصلوٰۃ پڑھتا ہے تو اوسکو ہی امام بنانا چاہیے اور جو قرآن ایسا نہین جانتا تو امامت اوسکی درست ہی نہین ہوئی کہ رکن نماز کا قرأۃ ہے قرآن جب غلط پڑہا تو نماز فاسد ہوئی ایسی حالت مین قرآن صحیح پڑھنے والا امام ہو اگرچہ تھوڑے مسائل سے واقف ہو چہ جائیکہ بخوبی واقف ہو مگر مراد قاری سے یہ معروف قاری نہین کیونکہ یہ اعلے درجہ ہی یہ فرض نہین غرض مایجوز بہ الصلوٰۃ تصحیح الحروف ہے کہ زائد عامۃ الکتب واللہ تعالے اعلم **سؤال** تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۶ مطبوعہ مطبع فاروقی مین حدیث نقل فرماتے ہین ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا مین ایک شہر مین جسکا نام حیرہ ہے سو دیکھا مین نے وہانکے لوگون کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا مین نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لایق ہین کہ سجدہ کیا جاوے اونکو پھر آیا مین پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا مین نے کہ گیا تھا مین حیرہ مین تو دیکھا مین نے ان لوگون کو کہ سجدہ کرتے ہین وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لایق ہو کہ سجدہ کرین ہم تم کو سو فرمایا مجکو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اوسکو۔ کہا مین نے نہین فرمایا تو مت کرو **ف** یعنی مین بھی ایکدن مرکر مٹی مین ملنے والا ہون تو کیا سجدہ کے لایق ہون الخ تو یہان پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے

کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا
صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں ملجانا ثابت ہوتا ہے اسکا کیا جواب ہے
مفصل ارقام فرمائیے **الجواب** مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی
زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑکر خاک ہو کر زمین ہی
بن جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے ملجانا تو یہاں مراد
دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں
چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کرلیتی ہے اور نیچے مردہ کے مٹی سے جسد معہ
کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا۔ اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں فقط واللہ
تعالیٰ اعلم **سوال** تذکیر الاخوان کے صفحہ پانچ میں ہے کہ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ آل
عمران میں اور مت ہو انکی طرح جو علیحدہ علیحدہ ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ
چکے انکو صاف حکم اور انکے واسطے بڑا عذاب ہے جسدن سفید ہونگے بعض منہ اور سیاہ ہونگے بعض منہ
سو وہ جو سیاہ ہوے منہ انکے کیا تم کافر ہوگئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب بدلا اس
کفر کرنے کا۔ اسکے فائدہ میں ہے کہ بہت گروہ فرقہ فرقہ ہوگئے چنانچہ یہود و نصاریٰ تہتر بہتر
فرقے ہوگئے اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں جدا نہیں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی
بنے الخ اور صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں پھر کسی نے آپکو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے
نقشبندی کسی نے سہروردی کسی رفاعی ٹھیرالیا الخ تو اس جگہ پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے
کہ ان خاندانوں کو ان فرقوں میں شامل جو فرمایا تو اسکی کیا وجہ ہے اور یہ مضمون صحیح ہے
یا غلط **الجواب** مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد و اعمال کے بدعت ہے جیسا
روافض و خوارج عقائد میں اپنے اہواء سے مختلف ہوگئے ہیں تو اسی طرح اس زمانہ کے قادری

وحشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ مین اور اعمال ناجائز مین مختلف ہوکر ہر ایک نے خلاف شرع کو اپنا طریقہ مقرر کرلیا ہے کہ اگر عالم اونکو کسی عقیدہ باطلہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروع سے منع کرے تو کہتے ہین کہ ہم قادری ہین مثلاً ہم کو جسطرح اپنے بزرگون سے پہونچا اوسکو ہی حق جانتے ہین اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عقائد و اعمال سب بزرگان دین کے موافق سنت کے تھے ان لوگون نے احداث بدعات کیا ہے پس ایسے اہل طریقہ کو وہ مثل بہتر فرق کے فرماتے ہین نہ ان اہل اللہ لوگون کو جو ان خاندان کے مقبول متبع سنت ہین کیونکہ اونکا کوئی فرقہ سوائے اہل سنت کے نہین اور کوئی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہین یہ خود ایک فرقہ کا ہی فقط نام ہر ایک کا جدا ہے واللہ تعالے اعلم۔ **سوال** صوم ۲۷ رجب کا ثبوت حدیث سے ہے یا نہین اور فضائل اعمال مین تو حدیث ضعیف قابل عمل ہوتی ہے نہ کہ ثبوت اعمال مین لایق قبول ہو اور اگر ہوسکتی ہے تو اوس کو تحریر فرمادین **الجواب** فضیلت صوم رجب کی کسی حدیث صحیح سے منقول نہین رجب و غیر رجب برابر ہین مگر بعض احادیث سے اشہر حرم کی کچھہ فضیلت ثابت ہوتی ہے پس چارون ماہ حرم برابر ہوئے سوائے ایام معدودہ کے جکی فضیلت ثابت ہوئی ہے بعد اس کے اگر ضعیف روایہ سے فضیلت صوم خود رجب کی ثابت ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے کیونکہ صوم خود عبادۃ ہے مگر جب صوم رجب کو مثل واجب کے جانا جاوے تو اوسوقت بدعۃ ہوجاوے گا پس ثبوت صوم کا تو مطلق فضیلت صوم نفل سے ثابت ہے اور پھر اشہر حرم کے صوم سے ثابت ہے اور فضل خاص اگر ضعیف روایۃ سے ہو تو اوس پر عمل درست ہے جب تک اسکو موکد و واجب نہ جانا جاوے فقط واللہ تعالے اعلم

سوال کھانا تیار کرنا واسطے تصدق موتے کے بلا تعین یوم کے فقرا و مساکین کو جمع کرکے کھلا دینا یا تقسیم کردینا جائز ہے یا نہین مدلل ارقام فرمادین **الجواب** بلا تعین

کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک ناجائز نہیں ثواب اوسکا میت کو پہونچتا ہے باتفاق البتہ عبادۃ بدنی مین خلاف امام شافعی رحمہ اور امام مالک رحمہ کا ہے مالی مین کسی کا خلاف نہین قال فی الہدایہ الاصل فی ہذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ او صوما او صدقۃ او غیرہا الخ فقط واللہ تعالے اعلم

سوال ذکر جہر مذہب حنفیہ مین جائز ہے یا نہین مدلل ارقام فرمائے

الجواب ذکر جہر مین حنفیہ کی کتب مین روایات مختلفہ ہین کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت مین اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اسکی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواے کون فیصلہ کرسکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالے اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیہ ودون الجہر الآیۃ دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنی درجہ ہے قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی سے رفق کو فرمایا ہے گویا بہا چلانے سے منع کیا اور متعلق آیات و احادیث بہت جواز پر دال ہین فقط واللہ تعالے اعلم

سوال جلسے اور قومے مین یہ الفاظ کہنا فرائض ہون یا نوافل جائز ہے یا نہین اللہم اغفرلی وارحمنی واہدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی جلسے مین اور قومے مین ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔

الجواب یہ کلمات فرض نفل مین سب مین درست ہین مگر امام کو فرائض مین نہ کہنا چاہیے کہ مقتدیون پر تسویل صلوۃ کی کلفت ہوتی ہے تنہا ہو تو کہے کہ نماز مین اذکار مسنونہ اولٰے ہین فقط واللہ تعالے اعلم

سوال حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کتاب مالابدمنہ مین فرماتے ہین وانگشت خنصر وبنصر از دست راست عقد کند و وسطی و ابہام را حلقہ کند وانگشت شہادت راکشادہ دارد وتشہد بخواند ووقت شہادت اشارت کند

یہ عبارت موافق مذہب امام صاحب ہی یا نہین اس سے ابتداءً رفع سبابہ شروع
التحیات سے معلوم ہوتا ہے لہذا وقت شہادت کے رفع کیا جاوے یا اول ہی
مرقوم فرمائے **الجواب** بعض علمای حنفیہ اول کھولکر ہاتھ رکھتے ہین اور وقت اشارہ
کے عقد کرتے ہین اسکا پتہ بھی حدیث سے ملتا ہے اور علی قاری نے لکھا ہے کہ اول
ہی عقد کر کے ہاتھ رکھے یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے دونون طرح پر عمل درست ہی فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** شادی مین وقت نکاح کے خرمون کا لٹانا اور لوٹنا جایز ہے
یا نہین اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو کہ موید لوٹنے چھوارون کی ہے معتبر ہے یا نہین
اور فقہا کا اسمین کیا مذہب ہے ارقام فرمائے **الجواب** ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری
نہین اگرچہ ایسا لوٹنا درست ہو گر یہ روایۃ چندان معتمد نہین اور اسکے لوٹنے سے اکثر چوٹ
آجاتی ہے مسجد کے نکاح مین بے تعظیمی مسجد کی بھی ہوتی ہے لہذا حدیث ضعیف پر عمل کر کے
موجب اذیۃ مسلم کا ہوتا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہین اور اس
روایۃ کو لوگون نے ضعیف لکھا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** گوٹہ کناری جس کو
عورات کپڑون پر لگاتی ہین اوسکا استعمال مردون کو بھی بقدر چار انگشت یا دو انگشت
کے کپڑونپر درست ہے یا نہین اگر اوسکا کپڑا بنا ہوا پہنے تو جائز ہے یا نہین **الجواب**
گوٹہ کناری چار انگشت تک مردون کو جائز ہے خواہ کپڑے کے ساتھ بنا ہوا ہو خواہ
ٹانک دیا ہو خواہ بدون سینے کے کپڑے سے متصل کر دیا ہو اسمین وزن کا اعتبار
نہین بلکہ مساحت کا اعتبار ہے چار انگشت درست اور زائد ممنوع ہی فالص چاندی کا
پترہ بھی یہی حکم رکھتا ہے کذا فی کتب الفقہ **سوال** لباس سرخ کا استعمال مردونکو
کرنا سواے کسم کے خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً لول مخمل وغیرہ کے جائز ہے یا نہین اور

نماز مین اوس سے کوئی نقصان واقع ہوگا یا نہین محقق مذہب اس مین کیا ہے اور
حضرت مولانا شاہ محمد اسحق صاحب رحمہ نے اربعین مین تحریر فرمایا ہے کہ حماویہ مین لکھا ہے
روایۃ کی حسن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ دُور رہو رنگ سرخ سے
کہ رنگ سرخ زینت شیطان ہی اور تا کیر الاخوان حصہ دوسرے تقویۃ الایمان مین مد ... یث
نقل فرماتے ہین اخرج الترمذی وابو داؤد عن عبد اللہ بن عمر قال مر رجل و علیہ ثوبان
احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ سرخ
بالکل ممنوع ہے کہ آپ نے اوسکے سلام کا جواب نہین دیا اسمین صحیح مذہب کیا ہے بل... ل
ارقام فرمائے الجواب سرخ غیر معصفر مین روایات مختلفہ ہین اور ہر ایک جانب
دلائل مذکور ہین احوط مطلقاً سرخ کا ترک ہی اور رخصۃ جواز استعمال سوائے معصفر کا
ہے جو مسئلہ اول قرن سے مختلف ہو اوسکا فیصلہ نہین ہوسکتا اس حدیث مین جو
ثوبان احمران وارد ہے اسکو مجوزین معصفر پر حمل کرتے ہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال[۵۵] رنگ زرد سوائے زعفران کے مثل تن وغیرہ کے استعمال کرنا بالخصوص
مردون کو جائز ہے یا نہین الجواب علیٰ ہذا زرد رنگ سوائے مزعفر کے مردونکو
مختلف فیہ ہے راجح اسمین جواز ہے اور سرخ و زرد کی بحث مردون کے ہی واسطے
ہے عورتون کو سب درست ہی لہذا علی الخصوص مردون کو جو درج سوال ہے یہ نا جائز ہے
فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال[۵۶] دیو اسلائی گندک کی جس سے چراغ روشن کرتے ہین اور
بوقت روشن کرنے کے اوس سے بدبو نکلتی ہے مسجد میں جلانا درست ہی یا نہین الجواب
جس شی مین بدبو ہو اوس کو مسجد مین لیجانا اور بدبو کا مسجد مین پیدا کرنا منع ہے یہانتک
پیاز کھا کر بدبو دہن کے ساتھ دخول مسجد کو حرام لکھا ہے پھر گندک کی بدبو مسجد مین پھیلانا

کسطرح درست ہوگا چراغ خارج مسجد روشن کرکے لیجاوے یا موم کی دیا سلائی سے روشن کرے فقط واللہ تعالے اعلم سوال ۱۷ ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہی اوسمین اپنے استظہار حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملایا جاوے تو جائز ہے یا نہین الجواب احیار حق کے واسطے کذب درست ہی مگر تا امکان تعریض سے کام لیوے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے فقط سوال ۱۸ اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اوسکی بیعزتی ہوتی ہو تو اوس کو جھوٹ بولکر چھڑا لینا جائز ہی یا نہین عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہین الجواب اسکا بھی جواب یہی ہے اور احیاء العلوم مین ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدون کذب کے نجاۃ نہو تو کذب کو فرض لکھدیا ہے فقط واللہ اعلم سوال ۱۹ حقوق العباد جو مسلمانون کے گناہ ہوتے ہین اوسکا بدلہ تو یون ہو جاویگا کہ اوسکی نیکیان صاحبِ حق کو دلائی جاوینگی اور در صورت نیکیان نہونے کے اُس صاحبِ حق کے گناہ اوس کو دیے جاوینگے اگر کافر کا حق ہی تو اس صورت مین کیا معاملہ مسلمان کے ساتھ کیا جاوے گا۔ الجواب حقوق کفار کے عوض عذاب کیا جاویگا کہ خلاف حکم حق تعالے کے کیا اور کفار کو کچھ نہ ملے گا چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا مین مخاصمہ ذمی کافر کی تکلیف دہی مین کرونگا کما قال واللہ تعالے اعلم سوال ۲۰ اگر کہین سے خبر تحقیقی اس بات کی آوے کہ وہان چاند اتنے اشخاص معتبر نے دیکھا اور شخص معین جسکو وہ اشخاص جانتے ہین وہ اونکو ایک تحریر اپنی و نیز گواہی گواہان سے مزین کرکے بھیجے تو وہ تحریر قابل سماعت ہوگی یا نہین۔ اور جو تحریر اسطرح پر ہو تو قابل قبول ہے یا نہین اور اگر تار کہین سے آوے کہ چاند ہوگیا وہ معتبر ہے یا نہین الجواب تحریر بخط جو مثل دستور کے لکھا آیا از طرف فلان بنام

فلان مثلاً اور مکتوب الیہ اوس کو پہچانتا ہے اور اوسکا ہی خط ہے تو اوسکا لکھنا خبر رویۃ ہلال کی بین معتبر ہوگا اور اوسپر عمل کرنا درست ہوگا اور تار کی خبر بھی مثل تحریر کے ہے مگر وساطۃ کفار کے موجب عدم قبول ہو جاتی ہے ورنہ تحریر خط اور خبر تار کا ایک حکم ہے کذا الفہم من کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم

سوال ۲۱ ایک شخص ایسا ہی کہ اوس سے دین کے بہت فائدے ہین مثلاً کلام اللہ وحدیث وتفسیر وغیرہ پڑھاتا ہو اور جس مسجد مین رہتا ہے اوس سے آباد ہے آیا اوس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولیٰ ہے یا یہ شغل اوسی کے

الجواب اگر یہان رہنے سے اُس عالم کے دین مین کوئی نقصان نہین اور خلق کو اوسکے نفع دین کا ہے تو اوسکا یہان رہنا ہجرۃ عرب کیطرف سے بہتر ہے واللہ تعالے اعلم۔

سوال ۲۲ یزید کہ جسنے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ کو شہید کرایا وہ قابل لعن ہے یا نہین گو کہ لعن کرنے مین احتیاط کرے بہت اکابر دین در باب لعن یزید تحریر فرما چکے ہین چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہین کہ شب شہادت کو سُنے ایک آواز غیب سے کہ کوئی کہتا تھا **شعر** ایہا القاتلون جہلا حسینا ؛ ابشروا بالعذاب التذلیل ؛ قد لعنتم علےٰ لسان ابن داود ؛ وموسیٰ وحامل الانجیل ؛ کذا فی التحریر الشہادتین وصواعق محرقہ۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء مین تحریر فرماتے ہین قال صلے اللہ علیہ وسلم من اخاف اہل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین رواہ مسلم۔ وکان سبب خلع اہل المدینۃ لہ ان یزید اسرف فی المعاصی اور دوسری جگہ فرماتے ہین **فقتل** وجیء براسہ فی طست حتی وضع بین یدی ابن زیاد لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد ومعہ ویزید۔ اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی اور ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہ رحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہین چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی

صفحہ ۱۱۹
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات مین فرماتے ہین وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن
جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابو یعلی در کتاب خود معتمد الاصول بسند خود از صالح بن
احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر مردم گمان می برند کہ ما مردم یزید
را دوست میداریم احمد گفت کہ اے پسر کسے کہ ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد او را
دوستی یزید چگونہ روا باشد و چرا لعنت نکردہ شود بر کسیکہ خدا بروے در کتاب خود لعنت کردہ
صفحہ ۲۰
گفتم در قرآن کجا بر یزید لعنت کردہ است احمد گفت فہل عسیتم ان تولیتم الخ اور نیز مکتوبات
مین ہے غرضیکہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت میشود پس او مستحق لعن ست اگرچہ در لعن
گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی آنست واللہ اعلم
ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے بھی قائل تھے اور بعض حضرات
اکابر دین لعن کو جائز نہین فرماتے ہین اسواسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہین ہے
قابل لعن نہین لہذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہین مدلل ارقام فرماوین۔

الجواب اسقدر تطویل سوال مین بیفائدہ کی ہے حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنۃ
کرتا ہے اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اوسپر پڑتی ہے ورنہ لعنۃ کرنیوالے پر رجوع کرتی ہے پس
جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہو جاوے اوسپر لعنۃ کرنا نہین چاہیے کہ اپنے اوپر عود لعنۃ کا
اندیشہ ہے لہذا یزید کے وہ افعال ناشایستہ ہرچند موجب لعن کے ہین مگر جسکو محقق اخبار
سے اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور اونکو مستحسن و جائز
جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ تو لعن کے جواز کے قائل ہین اور مسئلہ یون ہی ہے
اور جو علما اسمین تردد رکھتے ہین کہ اول مین وہ مومن تھا اوس کے بعد ان افعال کا وہ
مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہوا تحقیق نہین ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز

نہین لہذا وہ فریق علمار کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہین اور یہ مسئلہ
بھی حق ہے پس جواز لعن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت مین ہے
کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے مین کوئی حرج نہین لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ
سنتہ نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہین تو خود مبتلا ہونا معصیتہ کا اچھا نہین
فقط واللہ تعالے اعلم۔ سوال نذر لغیر اللہ یعنی مرغا بکرا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر
یا نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اگر وہانکے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کرین
تو اوسکا خریدنا اور صرف مین لانا جائز ہے یا نہین درصورت علم یا بلا علم کے ارقام فرماوین
الجواب جو مرغ و بکرا وغیرہ کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہین اور کافر مجاور لیتا ہے
تو اوسکا خریدنا درست ہے کہ کافر مالک ہوجاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے
وہ مالک نہین ہوتا اوسکا خریدنا درست نہین اور یہ سب جواب اوس حالت مین ہے کہ علم ہو
اوسکے چڑھاوا ہونے کا اور بدون علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے واللہ اعلم۔ سوال بسم اللہ
شریف کو ختم قرآن شریف مین سورہ نحل کے سوا کہ جو جزو قرآن ہے اوس کو سورہ اخلاص
ہی پر پڑھنا چاہیئے یا اور کسی صورت پر بھی پڑھنا بالتخصیص درست ہے الجواب بسم اللہ ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ کے نزدیک قرآن کی آیۃ ہے اور کسی سورۃ کا جزو نہین۔ اوسکو ایکبار خواہ کہین
پڑھدیوے درست ہے خصوصیۃ قل ہو اللہ کی نہین جہان چاہے پڑھدیوے البتہ یہ
عقیدہ کرنا کہ سوائے قل ہو اللہ کے اور کسی سورۃ پر درست نہین بدعت ہوگا ورنہ کچھ حرج
نہین فقط واللہ تعالے اعلم۔ سوال مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ
عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاصکر روز عاشورہ مین بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہین ارقام
فرماوین الجواب غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہین کہ حکم صبر کرنے کا اور

غم کے رفع کرنے کا ہی تعزیہ و تسلیہ اس ہی واسطے کیا جاتا ہے تو اوسکے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادۃ حسین کا ذکر مجمع کرکے سواے اسکے مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ اونکا حرام ہی لہذا اعقاد مجالس غم کسی کا درست نہین فقط واللہ تعالے اعلم

سوال قربانی اگر میت کی طرف سے کیجاوے بموجب اوسکی وصیت کے یا بغیر وصیت کے اوس گوشت کو اپنے صرف مین لانا اور اقربا کو تقسیم کرنا چاہیئے یا صرف فقرا و مساکین کو ہی تقسیم کردینا چاہیئے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کی طرف سے قربانی کرے تو اوسمین سے اپنے صرف مین لانا درست ہے یا نہین الجواب قربانی کسی میت کی طرف سے یا فخر عالم علیہ السلام کی طرف سے یا کسی شیخ و مقرب کی طرف سے کرنا درست ہے مگر جو بوصیۃ ہو اوسکا گوشت سب کا سب فقرا کو تقسیم کرنا لازم ہے اور جو خود اپنی طرف سے کرتا ہے اوسکا حال مثل اپنی قربانی کے ہے چاہے خود کھاوے چاہے ہبہ دیوے چاہے مساکین کو دیوے فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم

سوال معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہی مکروہ ہے یا حرام۔ الجواب معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز مین اوس کو موجب سرور اور باعث مودۃ اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہین بدعۃ ہو اور مکروہ تحریمہ اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذا معانقہ جیسا بشرط خود دیگر ایام مین ہی ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی راے سے کرنا بدعت ضلالہ ہی فقط واللہ تعالے اعلم سوال احادیث مین جو وعید مرتکب بدعات کی وارد ہوئی ہین کہ فرائض و نوافل و صوم و حج و عمرہ و جہاد وغیرہ اوسکا مقبول نہین ہے وہ کونسی بدعات ہین اور بعض احادیث مین آیا ہے کہ جو محبت رکھتا ہے اہل بدعت سے

ضائع کرتا ہے اللہ تعالے عمل اوسکے اور نکال لیتا ہے نور ایمان دل اوسکے سے
اور بعض احادیث مین آیا ہے کہ اہل بدعت تمامی خلقت سے بدتر ہین اور بعض احادیث مین
آیا ہے کہ اہل بدعت جہنم کے کتے ہین وہ کونسی اور کس درجہ کی بدعات مین ادنی درجہ کی
کونسی بدعت ہے اور اعلیٰ درجہ کی کونسی ہے ارقام فرماوین **الجواب** جس بدعت مین ایسے
شدید وعید ہین وہ بدعت فی العقائد ہے جیسا روافض خوارج کی بدعت ہے اور دیگر بدعات
جو اعمال مین ہین اوسکو بھی بعض کتب مجالس الابرار مین کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی بدعت صغیرہ
نہین مگر حق یہ ہے کہ بدعت علی قدر المفسدہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے تشکیک اوسمین بھی حاصل کر
پین تم سے بچنا سب سے ضروری ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**۲۹ - قبرستان
مین اگر کوئی شخص امامت کرے اور پیش نظر اوسکے کوئی قبر ہو تو سترہ کرلیوے مگر پیش نظر مقتدیون
کے قبر ہو تو نماز مقتدیون کی جائز ہوگی یا نہین اور سترہ امام کا اس صورت مین مقتدیون کو
کافی ہوگا یا نہین **الجواب** قبرستان مین نماز پڑھے تو سب کے واسطے امام اور
مقتدی کے سترہ کی حاجت ہے سترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرور حیوان اور
انسان کے واسطے مین کافی ہے اور قبور کا حضور مشابہ بت پرستی کے ہے اس
مین کفایہ نہین ہے ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے فقط واللہ تعالی اعلم
سوال۳۰ روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن مین حاجت سے زائد جائز ہے یا نہین
الجواب حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام و اسراف ہے اور ایسی برکت کے
وقت مین زیادہ موجب خسران کا ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
سوال۳۱ پڑھنا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا بطور ورد یا برائے قضائے
حاجات یا اوسمین اثر جانکر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کرکے اور اون سے اپنی حاجات طلب

کرے تو یہ دونون صورتین کفر وشرک کی ہین یا نہین کیونکہ منادی مستقل الاستعانت ہدد شیخ مذکور ٹہرینگے اور حق سبحانہ تعالی واسطہ پڑیگا اور اوس کو اکثر علما کفر وشرک فرماتے ہین چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مجموعہ فتادی مین فرماتے ہین از چنین وظیفہ احتراز لازم و واجب اولا ازین جہت این وظیفہ متضمن شیئاً للہ ہست و بعض فقہا از ہمچو لفظ حکم کفر کردہ اند چنانکہ در در مختار مینویسد کذا قولہ شیئاً للہ قیل یکفر عبارت مذکورہ مین لفظ عام ہے عقیدہ حضور کی قید نہین لہذا ان دونون صورتون مین کفر وشرک ہے یا ایک صورت مین اور دوسری صورت مین کس قسم کا گناہ ہے اور لفظ یا حاضر کے واسطے بولا جاتا ہے یا حاضر وغائب دونون کے واسطے **الجواب** اسکا ورد کرنا بندہ جائز نہین جانتا اگرچہ شرک نہین لیکن مشابہ بشرک ہی اور بعض فعل مشابہ بشرک ہوتے ہین اور صغیرہ ہوتے ہین کہ شرک کلی مشکک ہی کہ اوسکے افراد قلۃ وکثرۃ معصیۃ مین متفاوت ہین مثلاً قسم بغیر اللہ تعالے کو حدیث مین شرک فرمایا ہے معہذا وہ گناہ صغیرہ ہے پس ورد اسکا مشابہ بشرک ہی کہ غیر اللہ تعالے سے طلب حاجات ہی مگر جو شخص ان کلمات مین یا اثر جانکر پڑہتا ہے وہ کافر ومشرک نہوگا اگرچہ معصیۃ سے خالی بھی نہوگا اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جانکر پڑہے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالے اطلاع کردیتا ہے اور باذنہ تعالے شیخ حاجت برائی کردیتے ہین بھی مشرک نہوگا باقی مومن کی نسبۃ بدظن ہونا بھی معصیۃ ہے اور جلدی سے کسی کو کافر مشرک بتادینا بھی غیر مناسب ہے اور ایسے موہم الفاظ کا پڑھنا بھی بیجا ومعصیۃ ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

ف

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط آپکا آیا حال معلوم ہوا

علم دین کی برابر کوئی چیز نہین اگر کسی کو نصیب ہو جاوے جہانتک ہو کوشش کرکے
پڑہو تمہارے خط مین کوئی بات جواب طلب نہین معلوم ہوتی کہ کیا تھی اگر وظائف کے
باب مین استفسار تھا تو یہ سب وظائف درست ہین مگر وظیفہ یا شیخ عبد القادر کا زیادہ
اچھا نہین جانتا اسکو ترک کردو باقی سب اوراد اپنے کرتے رہو اور طالب علمی مین اگر وظائف
پڑہوگے تو سبق کس طرح یاد ہوگا اگر پڑہنے کے واسطے اوراد کو موقوف کرو تو بہتر ہے
بعد فراغت قدر ضروری علم کے شروع کردینا اور ذہن حافظہ جیسا خداتعالے نے کسی کا بنا دیا
بنگیا اب اسکی کشائش اوسکے ہی اختیار ہے۔ پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء
کا کھانا مضر ہے بندہ بھی آپ کو دعا مین شریک کرتا ہے اور ذہن کے واسطے سورۃ فاتحہ
کو ۲۱ بار پانی پر دم کرکے پی لیا کرو فقط والسلام۔ مرسلہ از گنگوہ ۹۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء۔
اقول اس کلام کا پڑہنا کسی وجہ سے جائز نہین اگر شیخ قدس سرہ کو عالم الغیب و متصرف
مستقل جانکر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے بقولہ تعالے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها
الا هو الآیۃ ودیگر نصوص قال فی البزازیۃ وغیرہا من الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ
حاضرۃ تعلم کفر ومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بہ کفر کذا فی
البحر الرائق انتہی من مائۃ المسائل اور جو یہ عقیدہ نہین تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت
مین گو یہ ندا شرک نہو مگر مشابہ بشرک ہے اور جو لفظ موہم معنی شرک ہو اوسکا بولنا بھی
ناروا ہے بقولہ تعالے لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا اور بقولہ علیہ السلام لا تقولوا ما شاء
اللہ وما شاء فلان ولیکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان الحدیث حالانکہ صحابہ کی نیت مین
کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہوگئے پھر
عوام اسکے ورطہ شرک وگناہ مین مبتلا ہوتے ہین۔ تفسیر عزیزی مین بیان وجوہ شرک

بنام مولوی علیم الدین صاحب از حضرت مولانا صاحب قدس سرہ

مین لکھا ہی ازانجملہ کسانیکہ درذکر دیگر آنرا باخدا تعالے ہمسر میکنند وازانجملہ اند کسانیکہ دردفع بلا دیگر انرا مےخوانند وہمچنین درتحصیل منافع بدیگران رجوع مے نمایند بالاستقلال نہ آنکہ توسل بآن دیگران نمایند اور بُرظاہر ہی کہ دعوۃ اس کلام کی داخل ہردو قسم مین ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالے اس سے تحصیل برکاۃ وتقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اسکو تکرار کرتے ہین ہان کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہین بلکہ دعا واستعانت ہی مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعا کو توسل سمجھ گئے توسل کی صورت یہ ہی یا اللہ بجاہ شیخ عبدالقادر شیئًا للہ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغہ دعا یا شیخ اعطنی شیئًا یہ توسل کسطرح ہوسکتا ہے معہذا لفظ شیئًا للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اوسکے معنی یہ بھی ہوسکتے ہین کہ کچھ حق تعالے کو دو اسواسطے کہ لفظ لام کا معطی لہ پر آتا ہی یہ معنی تو اشد شرک ہین دوسرے معنی یہ ہین کہ شیخ مجکو بوجہ اللہ تعالے کے کچھ دو سواس معنی مین اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اوسکی توجیہ وہ ہی جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا جسکا مطلب یہ ہی کہ بعض اولیا کو حق تعالے آلہ تکمیل وارشاد خلق بناتا ہے کہ اوس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہین نہ کہ اولیا خود متصرف مستقل بنتے ہین اور ظاہر ہی کہ جب وہ آلہ ٹھیرے تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا واستعانت طلب کرنا شرک ہے پس ایسی صورت مین متصرف حقیقی کو چھوڑکر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہتہ شرک نہین ندا ودعا کرنا دوسری شی ہے کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اوس سے مستفاد ہوتا ہی شتان بینہما مثلاً

نور بواسطہ شمس کے آتا ہے مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم
وتصرف منادی کے ہے پس اس عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہوا غایت
تعجب ہے کہ اگر گاہ اولیا کو بطور کشف باذن اللہ تعالے ہو جاوے تو اوس سے ہر وقت
باستقلال علم وتصرف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے پس ایسی عوۃ بہر حال یا شرک جلی
یا خفی یا لغو مشابہۃ بشرک ہوکر حرام و ناجائز ہوگی کسی وجہ جواز کا شائبہ اسمین نہین
ہوسکتا اب استدلالات مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہین
حالانکہ توسل کی کوئی صورت نہین کما مر اور شاہ ولی اللہ صاحب نے طریقہ بعض جیلانیہ کا
بیان کیا ہے اس سے اجازت وشرعیۃ کا فہم محض غلط ہی اور تحکم اور شاہ عبدالعزیز
صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہوگیا کہ ندا کو ہرگز جائز نہین فرماتے بلکہ شرک
لکھتے ہین اور جو وہ فرماتے ہین اوس سے جواز نداطلب ہرگز مستفاد نہین ہوسکتا
علے ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی ندا اور استعانۃ اولیا سے نہ حیات مین روا ہے نہ بعد
موت اور جو صاحب خزینہ کی عبارت مجیب نے نقل کی ہے کہ یا شیخ عبدالقادر فہو ندار
واذا اضیف الیہ شیئاللہ فہو طلب شئ اکراما للہ تعالے فما الموجب بحرمتہ جب تک
اوسکے سابق لاحق کا حال معلوم نہو اوسپر حکم نہین ہوسکتا سلمنا اگر اوسکی مراد یہی ہے جو مجیب
نقل کرتے ہین تو وہ فتوی اوسکا مردود ہے نصوص قطعیہ و روایات فقہاء معتبرین کہ سابق
لکھا گیا کہ ندا غیر اللہ کی بہرحال ناجائز ہے اور شیئاللہ کے معنی موہم شرک ہین اگرچہ
نیت داعی کی قبیح معانی کی نہو تاہم درست نہین یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگرچہ
موجب حرمۃ خیریۃ کو معلوم نہوا مگر نصوص و روایات سے ہم ثابت کرچکے پس جو فتوے
خلاف نصوص وروایات صحیحہ کے ہو وہ قطعا مردود ہوگا واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

پڑھنے والا اس جملہ کا تقریبًا اور شہرت دینے والا اسکے جواز کا اعتقادًا آثم بلکہ مشرک
ہے۔ اسکی حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۷۱ مین موجود ہے

قال و منہا ای من مظان الشرک انہم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجہم من شفاء المریض و
غناء الفقیر و ینذرون لہم یتوقعون انجاح مقاصدہم بتلک النذور و یتلون اسماء
ہم رجاء برکتہا فاوجب علیہم ان یقولوا فی صلاتہم ایاک نعبد و ایاک نستعین وقال تعالی
ولا تدعوا مع اللہ احدا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل المراد
ہو الاستعانۃ لقولہ تعالی بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون انتہی اور قاضی ثناء اللہ
صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحۃ ارشاد الطالبین مین ذکر کیا ہے مسئلہ انچہ جہال
می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ
جائز نیست شرک و کفر است حق تعالی می فرماید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم
انتہی اور اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب کی تقریر کے بعض حواشی مین صراحۃ اسی مضمون کا
وال ہے میگوید سوال اگر کسے نام سوائے خدا تعالی را بطریق تقرب ورد سازد از
مسلمانی بیرون گردد جواب اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان می سازد مشرک گردد
انتہی ملخصا اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے اور شہرت جواز کی دینی
علاوہ شرک کے ایک اور وبال ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم فقط

ہذا الجواب صحیح محمد قاسم علی عفی عنہ مرادآبادی

الجواب صحیح

لقد صح الجواب
احقر محمد حسن عفی لہ

اصاب من اجاب
محمد احتشام الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
بشیر احمد شاہ عفی عنہ

لقد اصاب المجیب
احمد حسن دیوبندی عفی عنہ

المجیب مصیب
احقر الزمن محمود حسن غفرلہ

اسکی کل صورتین گناہ سے خالی نہین کسی مین شرک ہے اور کسی مین ایہام شرک لہذا اسکا رواج دینا جائز نہین - عبدالرحمن - وظیفہ مجملہ مروجہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کسی طرح جائز نہین فقط واللہ اعلم خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی - واقعی اموات کو بذریعہ شیئاً للہ ندا کرنا یا شرک ہے یا اندیشہ شرک ہے اور مسلمان کو دونون امر سے اجتناب لازم ہے محمود عفی عنہ دیوبندی - خادم الطلبہ حقر الزمن احمد حسن الحسینی الرضوی نسباً والچشتی الصابری مشرباً والحنفی مذہباً والامروہی مولداً ومسکناً اغفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

(اسیر احمد ٢٩٤) **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اس معاملہ مین کہ ایک قوم مین چند چودھری مقرر ہوے برادری مین یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لادے یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے تو اوسکے اوپر پچیس روپیہ جرمانہ ہو - دیگر جو بھاجی تقسیم ہو برادرانہ اوسکو جو واپس کرے پھر جرمانہ دے - دیگر جو دوبارہ بھاجی اوس کی کیا چاہے چودھری یا اور کوئی برادری کا پھر جرمانہ دے جرمانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہونے پاوے تھا جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کردیتے تھے تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی کھڑے ہوکر مانگنے لگا کرتے تھے اور بعض آدمی پہلی ہولین کو کسی رنج کے باعث نہین لیجاتے ہین اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا انتظام اچھا ہوگیا ہے اور جرمانہ کرکے بعد دس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کردیا ہے تو اس صورت مین جرمانہ کرنا ازروے شرع جائز ہے یا نہین - دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی چند جگہ سے واپس آئی عورتون نے واپس کردی مرد اوسکے موجود تھے بعدازان ایک چودھری نے مکرر بھاجی بھیجی یہ بات قایم ہوچکی تھی کہ جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا پھر جرمانہ دے گا بعدازان ان چند آدمیون کو چودھریون نے

پنچایت کے روبرو بلایا دریافت کیا کہ تمہارے یہان سے بھاجی کیون واپس آئی اوس
نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہین تھے صبح کو ہم کو خبر ہوئی
ہم باہر وباہر بازار چلے گئے بعد مین بھاجی تقسیم ہوئی گھر مین اونھون نے لاعلمی سے واپس
کردی ہمارا کچھ قصور نہین ہے اور بھائی اگر قصور مند تصور فرماتے ہین تو اللہ کے واسطے ہمارا
قصور معاف فرماؤ آیندہ انشاء اللہ ایسا نہوگا اسکے اوپر چودہریون نے کچھہ غور نفرمایا عمرو نے
اونکی طرف سے عرض کیا کہ بھائیو حب اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا معاف فرمادیتے
ہین تو بھائی بھی انکی خطا اللہ کے واسطے معاف کردین تو اسکے اوپر تمام برادری کے
سامنے ایک چودہری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ ورسولؐ معاف کردیتے ہین گر پنچ
معاف نہین کرسکتے ہین عمرو یہ کلمہ سنکر خاموش ہورہا اوسوقت ان آدمیو نپر فی کس عہ جرمانہ کردیا
اور جن چودہری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی اوس سے چشم پوشی اختیار کی تو اس صورت مین
اونکو ظالم یا ناانصاف کوئی کہدے آیا جائز ہے یا نہین اگر کسی نے کہدیا ہو تو اوسپر جرمانہ
کرنا یا اوس کو جرمانہ دینا جائز ہے یا نہین از روے شرع شریف **الجواب** یہ چودہریون
کے قواعد ہی خلاف شرع ہین چودہری اور سب لوگ اسکے قبول کرنیوالے بے انصاف اور
ظالم ہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد] الجواب صحیح حکیم ابو القاسم
محمد عبد الرشید انصاری سہارنپوری عفی عنہ۔ الجواب صحیح ابو الحسن عفی عنہ۔ جواب جو حضرت
مولانا مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے درست ہے اور یہ
واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہوکر قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور
برادری کا دستور العمل اوسکو قرار دے نہایت مذموم ہے اور اس گناہ سے زائد ہے کہ ایک
شخص اس حرکت کا مرتکب ہوا اہل اسلام کا خطاوار ہونا کسی امر مین اور بات ہے اور قواعد

خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر سے سرکار سے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا دو
جاے تعجب نہین کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہین مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع
قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہی احمد علی عفی عنہ **استفتا** کیا فرماتے ہین علماے دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نماز تراویح یا اور کوی نماز لوگون کو پڑہاتا ہے
اور ہر رکعت میں کئی سورتین پڑہتا ہے اور ہر سورۃ کے اول مین بسم اللہ بھی جہر سے کہتا ہے
تو ہر سورۃ کے ساتھ نماز مین بسم اللہ کا ملانا جائز ہے یا نہین اور نماز جہری مین بسم اللہ
آواز سے پڑہنا افضل ہے یا آہستہ پڑہنا فضیلت رکھتا ہے اور اکثر حافظون کا یہ دستور ہے
کہ نماز تراویح مین کسی سورۃ کے اول تمام قرآن مین بسم اللہ نہین پڑہتے صرف سورہ اخلاص
کے اول بسم اللہ پڑہتے ہین سو یہ فعل اونکا ٹھیک ہی یا نہین اور اگر ہر سورۃ کے اول نماز تراویح
مین بسم اللہ نہ پڑہی جاوے تو کچھ حرج ہے یا نہین بسم اللہ کے نہ پڑہنے سے قرآن کی قراۃ
کامل ہوگی یا ناقص رہے گی بینوا توجروا **الجواب** مذہب حنفیہ مین بسم اللہ کا آہستہ
پڑھنا سنت ہی اور جہر سے پڑہنا ترک اولی ہی اور تراویح مین جو قرآن کا ختم ہوتا ہے اوسمین
بھی مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے مگر حفص قاری جکی قراۃ اب ہم لوگون مین شائع ہے
اونکے نزدیک بسم اللہ جزو ہر صورت کا ہے اور جہر سے پڑھنا اونکے نزدیک ضرور ہے پس اگر
اقتداے اونکے کوی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑہے تو مضائقہ نہین جیسا بعض قراۃ کا
دستور ہی تو اس حالت مین قرآن کا کامل ہونا حفص کے نزدیک جہر بسم اللہ پر موقوف ہے
اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک دفعہ کہین جہر سے بسم اللہ پڑہنا بس ہے بہرحال ہر دو طرح
درست ہے ایسے امور مین خلاف و نزاع مناسب نہین کہ سب مذاہب حق مین ہین فقط واللہ تعالی
اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد] یہ قول ٹھیک ہے اور لاریب احادیث سے بھی

دونون باتین ثابت ہین یعنی بسم اللہ کا پڑہنا نماز مین جہرا بھی آیا ہے اور سرا بھی ہان
اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہراً پڑہنا متروک ہو رہا ہے تو یہ سنت مردہ کے حکم مین ہے
پس اس کو رواج دینے مین امید ہے کہ سو شہیدونکا ثواب ملے پس اولی یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے
ساتھ نماز مین پڑہا کرین خواہ وہ فرض نمازین ہون جنمین قرأۃ جہر کے ساتھ پڑھی جاتی
ہے جیسے فجر عشا و مغرب خواہ تراویح کی نماز ہو حمید اللہ عفی عنہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ

حمید اللہ عفی عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ
مین کہ ایک شخص نے کسی عورت غیر محرمہ کا سوائے اس مدت کے کہ جو بچون کے لئے
دودہ پینے کی شرع مین مقرر ہے دودہ پیا تو اوس شخص کا اس عورت دودہ پلانے والی
سے نکاح جائز ہے یا نہین اور سوائے اس عورت کے اوسکی بہن یا دختر وغیرہ سے جو نسبًا
حرام ہین نکاح جائز ہوگا یا نہین بینوا توجروا الجواب اگر بعد دو برس تمام ہونے کے
دودہ پیا ہے تو اس دودہ پینے سے رضاعت ثابت نہین ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت
کی دو سال ہے پس اب اس پسر کو اس عورت سے اور اوسکے اقارب سے کوئی علاقہ
بسبب شیر کے پیدا نہین ہوا اسکا نکاح اس عورت سے اوسکی اولاد وغیرہ سے سب
درست ہے کذا فی عامہ کتب الفقہ واللہ تعالی اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد

جواب صحیح ہے کیونکہ حدیث کے موافق ہے حمید اللہ عفی عنہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ حمید اللہ عفی عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ مٹی کا تیل مسجد مین روشن کرنا
کیا حکم رکھتا ہے بینوا توجروا الجواب مٹی کا تیل مسجد مین جلانا مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ
اسمین بدبو ہوتی ہے اور ہر بدبو شی کا مسجد مین داخل کرنا ممنوع ہے حدیث مین ہے
کہ جو کوئی پیاز لہسن خام کھاوے مسجد مین داخل نہو وے اور علاوہ ازین کپڑے و بدن

بنام مولوی عزیز الدین صاحب مرادآبادی …

کی بدبو کے ساتھ مسجد مین آنے کو منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ملائکہ اذیت پاتے ہین جسسے اذیت پاتے ہین انسان لہذا اس تیل کے جلانے مین بھی چونکہ جن و انس و ملائکہ کو اذیت ہے اسکا جلانا حرام ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] الجواب صحیح عنایت الہی عفی عنہ الجواب صحیح ابو الحسن عفے عنہ اس تیل کا جلانا مساجد مین البتہ مکروہ ہے ابو الحسنات حبیب الرحمن عفے عنہ الجواب صحیح والمجیب نجیح ابو القاسم محمد عبد الرشید انصاری سہارنپوری فقط

بنام شیخ … الدین صاحب … طالب علم …

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم آپکا یہ پرچہ آیا بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جانتا تھا محقق نہین لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بیشک تھا علی ہذا دیگر قتلہ حسین کا حال ہے اور جس شخص کو تحقیق ہوگیا ہے کہ اس نے اس فعل کو برا جانکر کیا اور توبہ نہین کی وہ کافر نہین کہتے احتیاطاً مگر فاسق پر لعن کرنے کو جائز کہتے ہین سو یہ مسئلہ تاریخ دانی سے تعلق رکھتا ہے مسئلہ مین سب کو اتفاق ہے فقط والسلام مورخہ جمعہ ۲۲ محرم

بنام عزیز الدین صاحب مرادآبادی …

از بندہ رشید احمد عفے عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا حال دریافت ہوا تم مصطگی کا استعمال کرو جوارش بناکر یا سفوف کرکے اور اسمین دو چند شکر سفید ملاکر حق تعالے نفع دیویگا اور ہزارہ روزہ رجب کا جو مشہور ہے اسکی اصل احادیث سے کچھ نہین نکلتی مگر حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کی غنیۃ الطالبین مین لکھا ہے وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہین اگر ضعیف پر عمل کرلیوے فضائل مین درست کہتے ہین فقط والسلام مورخہ ۲ شعبان روز چارشنبہ - از بندہ رشید احمد عفے عنہ بعد سلام مسنون آنکہ چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہوسکتی ہے جب مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلان

کاتب عدل کا خط ہی آمین کوئی انحراف نہین ہوا تو اوسپر عمل درست ہے کتاب القاضی جیسی توکید توثیق ضرور نہین اور امام ابو یوسف رح نے خود وہ قیود کتاب القاضی مین بھی کم کردی ہیں بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دحیہ کلبی کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہین ہے اور نہ آپکو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا علی ہذا ارسال نامجات آپکے زمانہ مین اور خلفا کے زمانہ مین کہین دو دو گواہ کہین نہین گئے فقط والسلام۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیۃ کے بدعت ہے اور امرد لڑکون کا پڑھنا راگ مین بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے معہذا مشابہ بفعل یہود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے ایصال ثواب بدون اس ہیئۃ کے درست ہے اور جس ضیافۃ مین امور غیر مشروع ہون وہان جانا بھی ناجائز ہے اور جسکا مال حرام ہے خواہ فاحشہ ہو یا مرد مسلم اوس کے ہاتھ بیع کرنا اوس مال حرام کے عوض حرام ہی کیونکہ کل کو حرام کردیتا ہے اگر اچھے مال سے خرید کرے درست ہے فقط والسلام مورخہ ۱۱ محرم روز چہارشنبہ۔

مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم بعد السلام علیکم عرض آنکہ۔

آیت وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزا بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الخ مین شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ وبدعات وضلالات ثابت ہوتی ہے یا نہین۔ زید کہتا ہی ہرگز نہین بلکہ مجالس کفر واستہزا کو فرمایا ہے دیگر امور کو اسکے تحت مین داخل کرنا تحریف کلام اللہ شریف ہے لہذا مقولہ زید صحیح ہے

یا نہین اور تفسیر معالم مین تحت آیت جو قول حضرت ضحاک منقول ہے قال الضحاک

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ہذہ الآیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الے

یوم القیامۃ یہ زید کے مقولہ کے منافی ہے یا نہین فقط ازبندہ رشید احمد عفی عنہ

السلام علیکم اس آیۃ سے یہ عدم شرکۃ مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے اسطرح کہ

استہزاء بکتاب اللہ حرام ہے فلہذا یہ بات خلاف حکم حرام مین جیسا کہ اونکی شرکۃ کو

حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کے یہی معنی تفسیر ضحاک کے ہین کہ کل مبتدع

کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعۃ کا شریک ہونا حرام ہے فقط آپکا فہم درست ہے والسلام

مورخہ ۲ شعبان روز چہار شنبہ۔ ازبندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ

مجلس مولود مروج خود بدعۃ ہے اور اوس مین قیام کو سنۃ موکدہ جاننا بھی بدعۃ ضلالہ

ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود مین حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ

جانتا ہے تو شرک نہین ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علما وصلحاء کا ہاتھ چومنا

مباح ہے اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے جنکے نزدیک

سماع موتیٰ ثابت ہے وہ جائز کہتے ہین اور جو انکار سماع کا کرتے ہین وہ نعوذ کہتے ہین اور

بعض کہتے ہین کہ سنۃ سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہین لہذا بدعۃ ہے۔ بندہ کا

نزدیک مختلف فیہا مسائل مین فیصلہ نہین ہوسکتا ہے البتہ احوط کو پسند کرتا ہون فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روز سہ شنبہ ۲ صفر از گنگوہ۔ ازبندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ

فرمایند تہجد کا کوئی طریق خاص نہین آپکی عادۃ تھی کہ بعد نصف شب کے اوٹھتے اور

وضو کرکے اول دو رکعۃ خفیفہ پڑھ کر پھر دو دو رکعۃ کی نیت کرکے قرآن کثیر اوس مین

پڑھتے تھے گاہ آٹھ رکعۃ یہ اکثر ہوا گاہ دس رکعۃ گاہ چھ رکعۃ اور بعد رکعات

بنام عزیز الدین صاحب مرادآبادی سنہ ۱۳۰۶ھ

بنام تاج احمد صاحب مرادآباد سنہ ۱۳۱۱ھ

بنام تاج احمد صاحب مرادآبادی سنہ ۱۳۱۸ھ

تہجد کے وتر پڑھتے تھے فقط جب تکبیر فجر کے فرض کی ہو تو سنتہ چھوڑ کر فرض
مین شریک ہو جاوے مگر جو سنتہ کو ایسی جگہ پڑھ سکے کہ سبکی نظر سے غائب ہو
اور جماعۃ کی ایک رکعۃ بھی ملجاوے تو سنتہ پڑھ کر شریک ہو مسجد مین سنتہ ہرگز
نہ پڑھے اور سنتہ رہ جاوین تو بعد آفتاب چڑھنے کے چاہے پڑھ لیوے ورنہ ضرور
نہین جہان جمعہ درست ہے وہان احتیاط الظہر کی کچھہ حاجۃ نہین اور جہان جمعہ
درست نہین وہان فرض ظہر کے جماعۃ سے پڑھے جمعہ نہ پڑھے - انگریزکی عملداری
جمعہ کو مانع نہین مرادآباد مین جمعہ درست ہوتا ہے احتیاط ظہر نہ پڑھو فقط والسلام
مورخہ دوشنبہ ۱۵ صفر - ازبندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ
فرمایند آپکا خط لطلب بیعۃ کے آیا سو بندہ تم کو اتباع سنتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر بیعۃ کرتا ہے سب امور موافق شریعۃ کے کرتے رہو اور پنجگانہ نماز اور اوراد
و الفہ مین چست رہو اگر کسی وقت فرصۃ اور کچھہ حرج نہو تو ملاقات کا مضائقہ نہین ورنہ
دور قریب سب محبۃ مین یکسان ہے اگر وظیفہ ورد کی حاجۃ ہو تو دوسرے وقت
بتایا جاوے گا فقط والسلام مورخہ ۴ - رمضان - ازبندہ رشید احمد عفی عنہ
السلام علیکم آپکا خط آیا جواب یہ ہے کہ تراویح مین سورہ اخلاص کو مکرر کرتے ہین
اسواسطے کہ ایکبار مین قرآن کی سورۃ ہونا نیتہ کرتے ہین اور دوبار کہ اس خیال سے
پڑھتے ہین کہ جو کچھہ کی غلطی قرآن مین واقع ہوئی اوسکا جبر نقصان ہو جاوے کہ ثلث
قرآن وصفۃ رحمن تعالے شانہ ہے بعض کتب فقہ مین بھی یہ لکھا ہے پس مضائقہ نہین
اور مکرر پڑھنا کسی سورۃ کا حرج نہین مگر اس کو سنتہ نہ جانے اور مکرر پڑھنا کسی آیۃ کا
تو حدیث سے بھی ثابت ہے کسی وجہ سے مگر اس وجہ خاص سے سراجیہ کتب فقہ مین

لکھا ہے اور کوئی ضروری امر نہین چاہیے نہ پڑھے البتہ ضروری اور سنت جان کر پڑھنا بدعۃ ہو جاوے گا ۱۲ جو مکروہ وقت مین نماز ہووے اوسکا اعادہ چاہیے اگرچہ عصر کو بعد مغرب ہی پڑھے کہ جبر نقصان ہو جاتا ہے ۱۳ امانۃ کو بلا اذن صرف کرنا خیانۃ ہے گناہ ہوگا ۱۴ جماعۃ کو چھوڑ کر دوسری مسجد مین کہ لوری نماز امام کے ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعۃ مسلمین سے ظاہر ہے اور دوسری جگہ کا ملنا محتمل اور اس مسجد کا حق تلف ہوتا ہے اور صورۃ تہمۃ واعراض فقط والسلام میرا سلام مسنون جملہ عنایت فرمایان کو نام بنام پہونچادین فقط والسلام مورخہ یکم شوال روز یکشنبہ

بنام حافظ محمد عاشق صاحب مرادآبادی ۱۳۱۱ھ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم آج کارڈ جوابی آپکا آیا اگرچہ لایق اخذ بیعۃ نہین ہون مگر حسب درخواست آپکے اپنے حضرت مرشد سلمہ کی طرف سے اخذ بیعۃ کر آپکو داخل سلسلہ کرتا ہون آپ صلوۃ خمسہ کو خوب لطمانیۃ وجماعۃ اپنے وقت پر ادا کرتے رہین اور ممنوعات شرعیہ اور بدعاۃ سے اجتناب رہے اور معاملات کو حسب سنۃ ادا کرتے رہین یہی خلاصہ بیعۃ کا ہے اور اس ہی واسطے بیعۃ ہوتے ہین فقط والسلام مورخہ دویم ذالحجہ روز پنجشنبہ۔

مرسلہ ملح احمد صاحب مرادآبادی ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

جناب مولانا صاحب معظم مکرم السلام علیکم بعدہٗ فقیر حقیر واج احمد آپسے چند باتون کے جواب کا طلبگار ہے اگر آپ سے مدعا حاصل ہو جاوے تو کریمی ہے امید قوی ہے کہ آپ جواب سے محروم کمترین کو نفرماوین گے۔ کتاب تقویۃ الایمان کا حال دریافت کرنا چاہتا ہون وہ کیسی کتاب ہے اوس کو اچھا سمجھنا اور اوسکا درس کرنا اور اوسپر عمل کرنا کیسا ہے اور مولانا محمد اسحاق صاحب کو برا سمجھنا اونکو کافر و مردود بتانا اور حقیر سمجھنا کیسا ہے مولوی صاحب اگر کسی کے ان باپ نماز جماعت ووعظ سننے کو منع کرین تو اوس کو

چھوڑ دے یا اونکے کہنے کو رد کرے مولویصاحب مجھ عاجز کے واسطے دعا کیجیے اور کچھ
کوئی دعا تعلیم فرمائیے جس کے ورد سے وسواس ہونے دور ہوں اور اللہ تعالیٰ
کی محبت دل میں پیدا ہو اور عشق حضرت رسول اللہ صلعم کا نصیب ہو۔ آپ سے
اللہ واسطے عرض کرتا ہوں فقط والسلام۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا تمنے حال بزرگان دین پوچھا ہے لہذا
جواب لکھتا ہوں کہ کتاب تقویۃ الایمان نہایۃ عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوۃ و اصلاح
ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اوس میں ہے اوسکا مولف ایک
مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحق دہلوی ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالیٰ
کے سے تھے جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق
تعالیٰ کا ہے فقط اور اگر کسی کا باپ یا والدہ جماعۃ نماز سے منع کرے یا وعظ
سننے سے کسی عالم مقبول متدین کا منع کرے تو قول والدین کا ہرگز نہ مانے بلکہ ان
کاموں کو کرتا رہے اور دفعہ وسوسہ شیطانی کے واسطے لاحول اور استغفار پڑھا
کرو فقط والسلام۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون آنکہ
آپکا خط درباب جواز جمع بین الصلوتین پہونچا۔ جواب یہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ
رحمہ کے نزدیک دو نماز کا جمع کرنا کسی حالت میں درست نہیں مگر ہاں جمع صوری
اسطرح کہ ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھے پھر ذرا صبر کرے جب عصر کا وقت داخل
ہو جاوے تو عصر اول وقت میں ادا کرے۔ تو اسطرح درست ہے ایسا ہی مغرب
آخر وقت اور عشا کو اول وقت پڑھے تو اسطرح جمع کرنا عذر مرض سے درست ہے
ورنہ درست نہیں فقط والسلام مورخہ شنبہ ۸ صفر۔ استفتا۔ کیا فرماتے ہیں

علماے دین و مفتیان شرع متین درین باب کہ یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا واحکام ماتم و نوحہ وگریہ وزاری و بیقراری کے برپا کرنا اور اگر گھر مجالس شہادت نامہ منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام مین شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاصکر روایات ضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان ایام مین ہر سال کوشش ہوئی کہ اسکی مثل وعظ مین نہین ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی مین ایصال ثواب وصدقات کرنا اور تعین آب طعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے اور ہر غنی اور فقیر کو اوسکا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اوسکو نہ لیوے تو مطعون کرین اور برا جانین اور فی الجملہ ریا کو اسمین بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت مین امید ثواب کی ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ کل امور بدعات و معصیۃ مین یا نہین بینوا توجروا ۱۶۔ محرم ۱۳۱۲ھ **الجواب** ذکر شہادۃ کا ایام عشرہ محرم مین کرنا بشابہۃ روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے فی الحدیث نہی عن المراثی الحدیث اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب مین حرام ہے تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعۃ ضلالہ ہے علی ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے اسپر طعن کرنا فسق ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

از بندہ **رشید احمد** گنگوہی عفی عنہ بعد از سلام مسنون آنکہ آپنے مسئلہ امکان کذب کو استفسار فرمایا ہے مگر امکان کذب باین معنی کہ جو کچھہ حق تعالے نے حکم فرمایا ہے اوسکے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اوسکو نہ کریگا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ کا قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہین اور علماے امت کا

بھی یہ ہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون سے ادخال نار کا ہے مگر ادخال جنۃ فرعون پر
بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اوسکو نہ دیوے گا اور یہ ہی مسئلہ مبحوث عنہ وقت
مین ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہین اوسکو اعدا نے دوسری طرح پر بیان
کیا ہوگا اوس قدرۃ اور عدم ایقاع کے امکان ذاتی و ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہین
فقط والسلام۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب سلمہ
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند لا صلوۃ الا بحضور القلب مین حضور قلب مطلق واقع
ہوا ہے اور مطلق کا قاعدہ ہے کہ اگر ادنی سے ادنی بھی اوسکی پائی جاوے تو
امتثال امر ہو جاتا ہے پس ادنے حضور یہ ہے کہ نماز پڑھنا جانے اور تکبیر تحریمہ
مین نیت نماز کی ہو اور ہر رکن مین یہ جان لے کہ فلان رکن کرتا ہون پس فرض
ادا ہوا کہ مطلق حضور کی ادنے فرد موجود ہے اسیواسطے اگر اول سے آخر تک
کسی رکن مین سو گیا تو وہ رکن ادا نہین ہوتا پس فرض نماز تو اسقدر حضور سے ادا ہوتی
ہے اور کمال کی تہا نہین والسلام۔ **سوال** شرح شریف مین فضائل استغفار
کے بہت آئے ہین اور قرآن شریف اور احادیث شریف مین جابجا اوسکی تاکید
و ترغیب ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے آیا توبہ
مراد ہے اور توبہ استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ گناہون سے
توبہ نہین کرتے اور کبائر و صغائر مین مبتلا ہین وہ اگر استغفار کرین تو کس طور سے کرین
اور کس نیت سے کرین اور اونکو فوائد اور فضائل استغفار کے کیسے حاصل ہون یا
بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہین اور فضائل اور نتائج اوسکے بغیر توبہ کے حاصل نہین
ہوتے اور استغفار لفظ ندامت معاصی بغیر توبہ کا حاصل کرنے کافی ہوگی یا نہین اور

استغفار کفار کی کہ قرآن شریف مین وارد ہی جیسے کہ فرمایا ہے وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے فقط **الجواب** توبہ استغفار ایک شئی ہے اللہم اغفرلی کہین استغفر اللہ کہین الٰہی میری سب گناہون سے توبہ ہے یہ کہین یا جس عادت سے چاہین کہین فقط دل مین نادم ہونا ہی استغفار ہے۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے وہ لوگ کفار غفرانک غفرانک مین کہا کرتے تھے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال عبادت نافلہ بہتر ہے یا اطاعت والدین اور جو شخص اپنے والدین کی اطاعت نکرے وہ فاسق ہے یا نہین اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے یا نہین **الجواب** اطاعۃ والدین کی امر مباح مین واجب ہی اور واجب عادۃ نافلہ سے مقدم ہے پس اگر خدمت والدین سے فرصت نہو تو نوافل کو ترک کرنا لازم ہے اور جو عقوق والدین کرے وہ فاسق ہے امامۃ اوسکی مکروہ تحریمیہ ہے فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعن کرنے والے کو برا نجانے بلکہ اوسکی تعریف کرے اور اوسکو بزرگ ہی جانے وہ شخص بدعقیدہ ہے یا نہین۔ **الجواب** طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہی اور جو شخص طعن کرنیوالے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے اور اگر طاعن مین کوئی صفۃ دینی ہو اور اس وجہ سے اس صفۃ مین اوسکو بزرگ جانے تو معذور ہے اگر اس صفۃ طعن کو اوسکی برا جانتا ہے اور اگر بوصف اس صفۃ شنیع طعن کے اچھا جانے تو وہ بھی مثل اوسکے ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان مین تہجد اور اداہین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہین **الجواب** جماعۃ نوافل کے سواے اون مواقع کی

[illegible]

کہ حدیث سے ثابت ہین مکروہ تحریمہ فقہ مین لکھاہے اگر تداعی ہوا ور مراد تداعی
چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے پس جماعۃ صلوۃ کسوف تراویح استسقار کی درست
اور باقی سب مکروہ ہے کذا فی کتب الفقہ **سوال** ہر حافظ قرآن کو ہر ماہ رمضان
مین محراب سنانا سنت موکدہ ہے یا نہین اور حافظ کو محراب سنانے مین زیادہ
ثواب ہے یا نہین **الجواب** تراویح مین قرآن سنانا اور سننا سنتہ ہے
مگر ہر حافظ پر موکد نہین کہ سب پڑہا کرین اگر کوی جدا پڑھے جب بھی درست ہے
اسکے ترک سے عتاب نہوگا مگر قرآن کا پڑہتا رہنا چاہیئے فقط **سوال** نمازی
کے روبرو جوتیون کا موجود رہنا کہ جو مستعمل ہون موجب کراہت نماز ہے یا نہین
الجواب مصلے کے آگے اگر جوتہ مستعمل رکھا ہے اسکی کوی کراہۃ منقول نہین
لہذا کچھ حرج نہین **سوال** منصور کہ جنکو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپکے نزدیک
ولی ہین یا نہین اور اگر ولی ہین تو یہ کونسی منزل مین تھے قرب نوافل مین یا
فرائض مین اور اگر ولی نہین ہین تو کس دین مین ہین **الجواب** بندہ کے نزدیک
وہ ولی تھے اور منازل ولایۃ سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگون کے درجات
جاننا کام میرا اور آپکا نہین اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلے اپنے
حال سے فقط **سوال** اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد کو یا گنگوہ کو یا اجمیر
یا پیران کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہین اور بعض لوگ
کہتے ہین کہ جسوقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کرے زیارت
کا قصد کرکے نجاوے آیا یہ بات اونکی صحیح ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذہب
اور کس دین کے ہین اور علماء سنت والجماعۃ کا اسمین کیا حکم ہے **الجواب** ز

بزرگان کے واسطے سفر کرکے جانا علماے اہل سنۃ مین مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہین اور بعض ناجائز دونون اہل سنۃ کے علما ہین مسئلہ مختلف ہے اسمین تکرار درست نہین فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدون سے محال ہے فقط **سُوال** مولود شریف اور عرس کہ جسمین کوئی بات خلاف شرع نہو جیسے کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپکے نزدیک جائز ہے یا نہین اور شاہ صاحبؒ واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہین **الجواب** عقد مجلس مولود اگرچہ اوس مین کوئی امر غیر مشروع نہو مگر اہتمام و تداعی اوسمین بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ مین درست نہین علی ہذا عرس کا جواب ہے بہت اشیا ہین کہ اول مباح تھی پھر کسی وقت مین منع ہو گئی مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے فقط **سُوال** بیعت ہونے سے یعنی کسی پیر کے مرید ہونے سے مقصود اصلی کیا ہے اور بغیر ہوئے واصل الی اللہ ہونا ممکن ہے یا نہین **الجواب** مراد بیعت سے تحصیل اخلاص اور نور اسلام کا تجلیہ ہے اور یہ بدون شیخ کے بھی حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ اکثر یہی ہے کہ کسی کے توسل کی ضرورت ہے **سُوال** تصور شیخ کہ جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مجدد صاحبؒ اسکے موید ہین اور مولوی اسمعیل صاحب دہلوی اس کو حرام اور کفر و شرک بتاتے ہین آپکے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر اور شرک **الجواب** نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اوسکے ساتھ نہو۔ جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال و تصور کرتا ہے مگر جب اوسکے ساتھ تعظیم اوس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مریدین جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا لہذا قدما اوسکی تجویز کرتے تھے کہ اوسمین خلط معصیۃ کا نہ تھا اور متاخرین نے اوس کو حرام کہا

تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہوا ہے فقط **سوال** سیوم یعنی
تیجہ جو موتا کے واسطے کیا جاتا ہے تو اوسمین کیا برائی ہے اگر تعین تاریخ اوسکا موجب
فساد ہے تو یہ اگر دور ہو جاوے مثلاً پہلے روز ہو یا دوسرے یا چوتھے یا پانچوین یا
چھٹے روز ہو شمار کے واسطے نخود نہون خرمہ ہو یا املی کے بیج ہون یا تسبیح ہو یا اور کوئی
چیز ہو اور اوس مین مال بھی یتیمون کا صرف نہو تو بھی جائز ہے یا نہین **الجواب**
اگر بلا تعین یوم کے جمع ہوکر ختم قرآن کرین یا کلمہ طیبہ اور ایصال ثواب اوسکا کرین
تو جائز ہے اکثر علما کے نزدیک اگرچہ علامہ مجد الدین فیروزآبادی اجتماع میت کے
ایصال ثواب کو بھی بدعت لکھتے ہین سفر السعادۃ مین فقط **سوال** نعت یا حمد کی
غزل عاشقانہ کہ جسمین کوئی کذب اور لغو نہو بلند آواز سے کہ جسمین تشبیب و فراز بھی
طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہین **الجواب** ایسے اشعار کا پڑھنا بحسن صوت
درست ہے اگر اوس سے کوئی مفسدہ پیدا نہو فقط **سوال** سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم ہمارے کس بات مین مثل مین کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت مین حضور ہماری مثل
ہین صرف نبوت کا فرق ہے یا یہ کہ حضور کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے
اور اگر بالفرض افضل ہے تو کسقدر جیسے کہ بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے بھی
کچھ کم و بیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہماری بشریت
سے اسقدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ تو یہ قول اوسکا قابل تسلیم ہے
یا نہین **الجواب** نفس بشر ہونے مین مساوات ہے اگرچہ آپکی بشریۃ ازکی و اطیب ہے
اور بڑا بھائی کہنا بھی اُس نفس بشریۃ کی وجہ سے ہے نہ یہ بشریۃ کی افضلیۃ ایسی ہے
چونکہ حدیث مین خود آپنے ارشاد فرمایا تھا کہ مجکو بھائی کہو باین رعایۃ تقویۃ الایمان

مین اس لفظ کو لکھا ہے نہ باین وجہ کہ آپکی بشریۃ کا فضل بڑے بھائی کے فضل کا
قدر ہے اس کلمہ پر نافہمون نے غل مچادیا ورنہ لعد حق تعالے کے فخر عالم کو
افضل واکمل خود وہ لکھتے ہین فقط سوال ۲۷ رجب کو روزہ رکھنا کہ جسکو ہزاری
کہتے ہین اور مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ہزار روزون کا ہوتا ہے اور حضرت
بڑے پیر صاحب بھی شاید اسکو ایسا ہی لکھتے ہین آپکے نزدیک جائز ہے یا نہین
اور اگر کسی نے یہ روزہ رکھ لیا تو اس کو توڑ دینا چاہیئے یا نہین اور اگر کوئی شخص
بدعۃ بتاکر اس روزہ کو تڑوادے تو گنہگار رہوگا یا نہین اور ۲۷ رجب کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ عظام سے روزہ رکھنا ثابت ہے یا نہین الجواب
ستائیسوین رجب کا روزہ رکھنا جائز ہے کہ ہر روز روزہ نفل درست ہے سوا ے
پانچ روز منہی کے اس وجہ سے فضیلۃ اوسکی صحاح احادیث مین نہین ہے فقط
سوال فاسق کی تعریف کرنی جائز ہے یا نہین اور وہ کونسا فسق ہے کہ جسکے فاعل
کی اقتدا درست نہین اور فاسق معلن کی تعریف کرنے والا گنہگار ہے یا نہین۔
الجواب فاسق کی تعریف درست نہین مگر جو کسی خاص اوسکے امر کی مدح کرے
جو فسق سے تعلق نہین رکھتی اور اوسکے فسق کی موید بھی نہین تو مضائقہ نہین اور مطلقًا
فاسق کی امامۃ مکروہ ہے اور فاسق کی ایسی تعریف کہ اوسکے فسق کی مدح ہووے
گنہ اور حرام ہے فقط سوال اتفاقًا اگر مرشد مین اور والدین مین کوئی نقیض و
نزاع واقع ہوجاوے اور باہم صلح کرانا بھی ممکن نہو تو کیا کرے اور کس کی طرفداری
کرے درانحالیکہ مرشد کہتے والدین کو چھوڑ دے اور والدین کہین مرشد کو
چھوڑ دے اور یہ مرشد بھی کامل ہو اور خلاف شرع بھی کوئی کام نکرتا ہو الجواب

اگر مرشد حق کہے تو اوسکا چھوڑ نا گناہ ہے والدین کی اطاعۃ اوسمین نکرے اور لکاین والدین کی خدمۃ اور امر مباح کا تسلیم کرنا بھی واجب ہے ترک اوسکا گنہ ہے مرشد کے کہنے سے گنہ بھی نہ کرے فقط **سوال** صوفی کو علم وافر کی ضرورت ہے یا صرف مسائل ضروریات روزمرہ ہی سیکھ لینا کافی ہین اور سالک کو طلب حق کے واسطے تعلیم اور تعلم قرآن و قرآن وحدیث وفقہ اور کثرت نوافل کے کافی ہوجائینگے یا بغیر اُن باتون کے کہ جو صوفیہ کرام نے مقرر و تعلیم فرمائی ہین کام نہ چلے گا **الجواب** قدر حاجۃ کے علم صوفی کو ضرور ہے کہ فرض و واجب عقائد و عبادات سے مطلع ہوجاوے تبحر علم کا ضرور نہین اور طلب راہ حق کے واسطے قرآن وحدیث و فقہ کافی ہے مگر تحصیل نسبتہ بدون شیخ کے حاصل ہونا شاذ نادر ہے اگرچہ ممکن ہے اور بعض کو حاصل بھی ہوجاتا ہے فقط **سوال** ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہوین کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکا کر غربا اور امرا سب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل مین یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور مین جو یہ گیارہوین کرتا ہون یا توشہ کرتا ہون کہ جو منسوب ہی بفعل حضرت بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شاہ عبد الحق صاحبؒ کے ہرگز ان حضرات کی نذر نہین کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہون صرف اس غرض سے کہ یہ حضرت کیا کرتے تھے انکے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر و برکت ہی اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جلّ شانہ وہ حرام ہے کبھی حلال نہین ہی تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے عقیدہ والے کو گیارہوین یا توشہ کرنا جائز ہی یا نہین اور موجب برکت بھی ہے یا نہین اور اس کھانے کو مسلمان دیندار تناول فرمائین یا نہین **الجواب** ایصال ثواب کی نیۃ

سے گیارہوین و توشہ کرنا درست ہی مگر تعین یوم وتعین طعام کی بدعت اُسکے ساتھ
ہوتی ہے اگرچہ خاص اس تعین کو ضروری نہین جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالۃ کا
ہوتا ہے لہذا تبدیل یوم وطعام کرا یا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہین فقط **سوال**
کوئی مرید اپنے شیخ پر یا کوئی غیر شخص کسی غیر پیر پر کوئی شرعی اعتراض کرے تو وہ
شیخ اپنے معترض کو جواب بہ نرمی تمام دے یا بجائے جواب ناخوش ہوجاوے
اور بالفرض اگر یہ شیخ اپنے معترض کو جواب کافی نہ دے گا کہ جس سے معترض کی
تسکین ہوجاوے تو گنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** جواب نرمی سے بھی درست ہے
بعض مواقع مین اور غصہ سے بھی درست ہے بعض محل مین اور بعض مضمون فہمایش
کے قابل ہوتے ہین بعض نہین لہذا ہر شخص اور ہر موقع اور ہر فعل کا جدا معاملہ ہے اسکا
جواب کلی نہین ہوسکتا فقط **سوال** ایک شخص ہمیشہ صوم داودی رکھتا ہے اور تہجد
اور نوافل بھی کل پڑھتا ہے اور درویشی بھی خوب کرتا ہے اور اچھا کھاتا ہے اور
اچھا پہنتا ہے اور چار نکاح بھی اسنے کئے ہین اور یاد خدا بھی ہروقت کرتا ہے اور
ایک شخص نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اپنے والدین سے اور اپنی زوجہ سے
تعلق کامل رکھتا ہے اور درحقیقت اوس کو اپنے والدین اور اپنے متعلقین کا ہونا
بھی بار ہے اور یہ شخص عاقل ہے نہ مجذوب بلکہ اسکے ذہن مین یہ بات سماگئی ہے کہ
سواے یاد خدا کچھ باقی نہ رہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہو نہ مال ہو نہ کھانا ہو نہ اہل وعیال
ہو نہ والدین ہون نہ عزیز وقریب ہو کسی سے کچھ تعلق نہو نہ تہجد ہو تلاوت ہو یاد خدا ہو
اور کچھ نہو سب سے کنارہ ہو تو اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ ان دونون شخصون مین
کون شخص زیادہ بہتر ہے اور یہ شخص دوم کہ جسنے بالکل تعلقات دنیوی ترک کردئے

ہین اس سے اسکے متعلقین اور والدین کی حق تلفی کا کچھ مواخذہ ہوگا یا نہین اور
یہ بھی ملحوظ خاطر مبارک رہے کہ اسکے والدین اور متعلقین کے کمانے کے واسطے جائداد
قدیمی بہت موجود ہے انکو کسی بات کی تکلیف نہین ہے۔ **الجواب** حق تلفی کا مواخذہ
بزرگ سے بھی ہووے گا اور ہر شخص کا حال متفاوت ہے اسکا فیصلہ نہین ہوسکتا کہ
کون افضل ہے افضل وہ ہے کہ جسکا تقرب الی اللہ تعالے زیادہ ہو بعض کو تعلقات
مانع ہین اور بعض کو مانع نہین بلکہ بعض کو معین ہین اور پھر نسبت کا تفاوت ہے پس ایسے
امور کا فیصلہ ممکن نہین اس ہی سبب سے حالات مشائخ کے بھی مختلف رہے ہین فقط
سوال [۲۱] شریعت کہ جس کو علم سفینہ اور طریقت کہ جس کو علم سینہ کہتے ہین فی الحقیقة
یہ ایک چیز ہین یا دو اگر یہ ایک ہی ہین تو فقط علم ظاہر سے ہی تزکیہ کیون نہین
ہوجاتا اور ہر عالم صوفی کیون نہین ہوتا اور ہر صوفی کو عالم ہونا کیون شرط نہین ہے اور
جو حضرت علم ظاہری کے مجتہد ہوے اونھون نے طریقت کا اجتہاد کیون نفرمایا مثلاً
حضرت امام اعظم صاحب رح شریعت کے امام ہین اور خواجہ معین الدین چشتی رح طریقہ
کے مجتہد ہین کہین اسکے برعکس نہین سنا گیا صوفیہ کرام نے جو اشغال اذکار اذکا
مراقبہ ذکر جہر و کرارہ رگ کیماس کا پکڑنا تصور شیخ نسر ہین لگانا چلہ کرنا حبس دم وغیرہ
وغیرہ بہت سے امر تعلیم فرماے کہین یہ بات نہین سنی گئی کہ امام اعظم صاحب رح
نے بھی کوئی بات اس قسم کی کہین کسی کو تعلیم فرمائی ہو یا حضرت خواجہ صاحب رح نے کسی
مسئلہ شریعت مین اجتہاد فرمایا ہو یا اونکو کوئی شخص امام اور مجتہد جانے یا امام صاحب
کو کوئی شخص طریقت کا امام جانے بلکہ بعض علما کو تو تصوف کے ہونے سے ہی انکار ہے
میری غرض ہرگز نہین کہ طریقت شریعت کے خلاف ہے یا امام صاحب علم طریقت نہین جانتے

تھے یا حضرت خواجہ صاحب شریعت نہین جانتے تھے معاذ اللہ منہا۔ مثلاً حضرت
اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سراپا انوار سے
فیضیاب نہوئے تھے اور کوئی عالم بھی ایسے نہ تھے کہ اپنے زمانہ کے امام ہوتے۔
لیکن انکو فیض باطنی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اسقدر عطا ہوا تھا کہ وہ اصل
اسلے اللہ ہوے اور تمام صوفیون کے سرحلقہ اور اہل سلسلہ اور مقتدا ہوے اور
انسے انشاء اللہ تعالےٰ تا قیامت سلسلہ جاری رہے گا اگر طریقت علم ظاہری کی ہی
وجہ سے ہوتی تو سلسلہ رویہ مین غالباً بہت سے آدمی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ سے علم ظاہری مین زیادہ ہوئے ہونگے تو اس قیاس سے جو عالم زیادہ فاضل ہو
وہی مرتبۂ ولایت مین زیادہ ہونا چاہیے اور یہان اس کے برعکس معاملہ ہے۔ اس مین
ایک صوفی صاحب یہ جواب دیتے ہین کہ یہان علم ظاہری کا کچھ تعلق نہین ہے انکو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت تھی لہذا یہ بڑے لوگ ہوے اور جن کو اولیاء اللہ
سے نسبت ہوگی وہ اوسی ہی درجہ کے ولی ہونگے مثلاً حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت
صابر صاحبؒ و حضرت نظام الدین رح وغیرہم یہ سب لوگ عالم اور بڑے فاضل تھے
لیکن انسے اسوقت تک علم ظاہری کا کوئی سلسلہ نہین سنا گیا اور طریقت مین یہ
اہل سلسلہ ہین ہزارہا عالم فاضل انکے سلسلۂ طریقت مین موجود ہین مگر زمرۂ علما مین انکا
کہین پتہ نہین اور نیز ابن تیمیہ اور ابن قیم محدث کہ جو نقاد حدیث مین بڑے فاضل ہین
لیکن انسے کوئی سلسلہ صوفیون مین نہ چلا بلکہ زمرۂ صوفیون مین انکا کہین نام نہین لیا
گیا وجہ ہے حالانکہ طریقت اور شریعت ایک ہون اور ایک اسمین سے صوفی ہو اور ایک
اسمین سے عالم ہو یہ کیا معنی۔ امام محمد غزالی رح شافعی ہین اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح

حنبلی ہین بڑے پیر صاحب حنبلی ہین لیکن یہ لوگ حنفی صوفیونکے بھی مقتدا ہین اور اہل نسبت کو برابر انسے فیض ہوتا ہے اورکبھی بلحاظ مذہب کا اسمین نہین ہوتا مولانا روم فرماتے ہین ؎ علم حق در علم صوفی گم شود ؛ این سخن کے باور مردم شود ؛ یعنی اس بات کا آدمیون کو کب یقین آئیگا کہ علم حق صوفیون مین ہی اور یقین نہ آنے کی وجہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی جانتے ہین کہ خدا صاحب کا جو علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ ارشاد ہے وہ کتابون پر ختم ہوگیا ہے جو کچھ ہی وہ علما ظاہر ہی جانتے ہین اور یہان اسکے برعکس معاملہ ہے علم شریعت علما کو عطا ہوا اور علم طریقت فقرا کو عطا ہوا اور اگر مولانا کی غرض یہ نہوتی تو یون فرماتے کہ علم حق در علم عالم گم شود اور مصرع ثانی کی کوئی ضرورت نہین تھی۔ ہر عالم صوفی ہوتا تو کیا معنی بلکہ بہت سے عالم تو صوفیونکی روایت بھی نہین لیتے مثلاً اگر کسی فقط عالم سے پوچھا جاوے کہ اہل نسبت کو قبر اولیا پر مراقبہ ہونا کیسا ہے اور دل مین مرشد کا خیال جمانا اور اسکا تصور کرنا جائز ہے یا نہین تو وہ عالم صاحب بے محابا یہ فرما دینگے کہ یہ شرک ہی کفر ہی گور پرستی اور تصور پرستی ہے اور ہرگز یہ خیال نفرما دینگے کہ پہلے صوفی ہی اسکو رکن اعظم فرما چکے ہین ہم صرف حرام ہی پر اکتفا کرلین شرک اور کفر بتانے مین تو بہت سے آدمی مرتکب کفر ہو جائین گے تو اب ایسے علما کو بھی کیا صوفی جانین نہین نہین بلکہ اوسکا جواب یہ ہی کہ بھائی شریعت اور چیز ہی اور طریقت اور چیز ہی یہ حضرات جو فرماتے ہین انکا بھی فرمانا بجا ہے جو شخص واقف طریقت نہو اہل نسبت نہو واقعی وہ یہی کہے گا کہ حسیّت پرستی ہے اور تصور پرستی ہے اور جو اہل مذاق ہو تو اوسکو بیشک ان باتون سے فیض ہوتا ہے چنانچہ صوفیہ چشتیہ کی بہت کتابین ان مقدمات مین مملو ہین اکثر صوفیہ فرماتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہے پھر شریعت اور طریقت کو ایک چیز کیسے

جانینگے۔ حضرت مولانا مخدومنا وہادینا حاجی محمد امداد علی صاحب سلمہ اپنے کلمات پند ونصیحت مین فرماتے ہیں کہ بعد ادائے فرائض و واجبات وسنن شغل باطن گذارد برزیادتی اوراد ونوافل نہ پردازد بلکہ شغل باطنی کا فرض دائمی بداند اگر کسی فقط عالم سے کہ جو صوفی نہو یہ مسئلہ دریافت کیا جاوے توبیشک وہ کہدیگا کہ نماز افضل العبادت ہے ہروقت اسی مین رہنا چاہیئے نوافل سے قرب ہوتا ہے اور شغل باطن چیز ہی کیا ہے صرف صوفیونکی باتین ہین تواب ہم اوسے سوائے اسکے اور کیا کہین کہ بھائی وہ عالم صاحب اس راہ سے واقف نہین شغل ایسی چیز ہی کہ بعض اوقات مین جمیع عبادات سے بہتر ہوتا ہے اور جو نجانے اوسکا کہنا خلاف ثواب نہیں یہ چاہتا ہون کہ شریعت اور طریقت کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے اور فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہین یا دو۔ اور اسمین صوفیہ کیا فرماتے ہین **الجواب** اس سوال کو بے فائدہ اسقدر طول دیا گیا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ علم شریعۃ وعلم طریقۃ ایک ہی ہی اور شریعۃ وطریقۃ بھی ایک ہی ہے جب آدمی کو حکم شریعۃ معلوم ہوا علم شریعۃ حاصل ہوا اور جب کنہ اس حکم کی معلوم ہوئی وہ علم طریقۃ ہوا اور عمل قدر ادا اداے فرض وواجب کے بتکلف نفس کرنا عمل شریعۃ کہلاتا ہی اور جب اخلاص وحب حق تعالے تہ دل مین ساری ہوگئی اوسکو عمل طریقۃ کہتے ہین جب تک کشاکش علم وعمل کی ہے شریعۃ ہے جب طمانیت ہوگئی وہ طریقۃ ہے ابتدا اور انتہا کا فرق ہی جیسے اصل شی کے واحد ہونے کو خیال کیا ایک کہا اور یہ بھی درست ہی جیسے اول آخر کا تفرقہ کیا دو کہدیا یہ بھی صحیح ہے حضرات صوفیہ دونوں کو واحد ہے اور ائمہ مجتہدین بھی صاحب طریقۃ ہوتے مگر اس فن کی تحقیق مین مصروف نہوئے اور کہ ظاہر شریعۃ فرض تھا اوسکا شرح کرنا زیادہ ضرور جانا اگرچہ طریقۃ سے خوب ماہر تھے

کہ طریقہ احادیث سے ہی ثابت و مستنبط ہے اور اکثر ائمہ طریقہ عالم تھے مگر وہ علماء
شرع کی تحقیق مین مصروف نہ ہوے کہ ایک جماعت علما کی اون مین تھی وہ کافی تحقیق
فنون نے باطنی شرع کی تحقیقات لکھی ہر ہر فن کو ایک ایک جماعت نے لیا اور بعض اولیا
جو قدر ضرورۃ علم رکھتے تھے وہ ماہر دقائق دقائق طریقہ کے تھے مگر دونون امر کو
تحریر نہین کیا بہرحال بعض علما دونون علم کے محقق و متبحر تھے اور بعض ایک کے اور بعض
دونون مین دوسرے سے کم تھے اسکے تفاوت سے سمجھ لینا چاہیے مگر ضروری علم شرع
سے سب واقف تھے کہ بجز امتثال حکم شرع کے عمل مقبول نہین ہوتا اور بدون قبول
عمل کے ولایۃ نہین ملتی فقط واللہ تعالے اعلم سوال ۲۲ یہ قصہ مشہور ہین کہ جسوقت
حضرت بڑے پیر صاحب کو قبر مین دفن کیا اور نکیرین آئے تو بڑے پیر صاحب نے
نکیرین کا ہاتھ پکڑ لیا اور بجاے جواب دینے سوال کرنا شروع کئے اور نکیرین کو اسکا
جواب دینا غیر ممکن تھا مجبوری نکیرین نے جناب باری مین جاکر عرض کیا کہ الٰہی ماجرا یہ ہے
جناب باری سے ارشاد فرمایا کہ بیشک تم اوسکا جواب نہ دے سکوگے اور تمہارے
واسطے خوب ہوا جو اوسنے تمہین چھوڑ دیا اور دوسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت
بڑے پیر صاحب کی خدمت مین گئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکا نہین ہوتا۔ بڑے
پیر صاحب نے فرمایا کہ جا تیرے سات بیٹے ہونگے چنانچہ اوسکے سات بیٹے ہوے
اور حالانکہ اوسکی تقدیر مین ایک لڑکا نہین تھا۔ اور تیسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ہر ماہ نو
قبل رویت سے بڑے پیر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوتا اور یہ کہتا کہ مجھہ مین اے
اسقدر خدا صاحب نے نقصان رکھے ہین اور اسقدر نفع رکھے ہین۔ اور چوتھا قصہ
یہ ہے کہ ایک روز آپ منبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے تھے یکایک کھڑے ہوگئے اور فرمایا

کہ ایک اولیا کی گردن پر میرا قدم ہے اور اوسوقت جسقدر اولیا جمع تھے سب نے
پاے مبارک بڑے پیر صاحب کے اپنی گردن پر رکھ لیے اور حلقہ اطاعت در گوش
کیا اور ایک ولی نے اس بات کا یقین نہین کیا اور اسپر کچھ اعتراض کیا انکا حال تباہ و
برباد ہوگیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آپکے نزدیک یہ قصہ صحیح ہین یا غلط
اور جو علما ایسے قصون کو صحیح بتلاتے ہین اونکی کیا دلیل ہے اور جو علما انکو خلاف بتاتے
ہین اونکی کیا حجت ہے اور حضرت مخدومنا و دینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر رحمہ
اللہ تعالے جو ضیاء القلوب صفحہ ۱۹ قرب نوافل مین ارشاد فرماتے ہین کہ اما قرب نوافل
اینست کہ صفات بشریہ سالک ازوے زائل گردد و صفات حق تعالے بروے
ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند مردہ را و بمیراند زندہ را باذن اللہ تعالے اور قرب فرائض
ایسی ہی زیادہ نعمت ہے اللہ صاحب جسے نصیب فرماوے اور حضرت محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار مین فرماتے ہین کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے
وہ ہوجاوے۔ اب سائل یہ عرض کرتا ہے کہ ممکن نہین کہ بندہ خدا صاحب کے کسی کام
مین دخل دے سکے بندہ چاہے کسی مرتبہ مین ہو بندہ ہے ہر وقت عاجز ہے مگر یہ
مرتبہ قرب نوافل کا اور عارف کا حضرت بڑے پیر صاحب کو حاصل ہوگیا تھا یا نہین۔
اور جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہوگئے ہون اوسے ایسے قصون کا وقوع ہوجانا کیون غیر ممکن
ہے اور خدا صاحب تقدیر کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہے یا نہین اور کبھی کبھی بندہ پر
خدا صاحب بباعث کسی عتاب یا انعام اپنے کے اوسکی تقدیر کے خلاف کردیتے ہین یا
نہین۔ یا خدا صاحب کسی بندہ کے حق مین کسی بندہ خاص کی سفارش مان کر یا اوس کے
اعمال کی وجہ سے اوسکی تقدیر کے خلاف کردیتے ہین یا نہین مثلاً نیک آدمی کی عمر بڑہادی

ہونا یا ظالم کی عمر کم ہوجانا یا بباعث سئیات مفلسی آجانا یا بباعث خیرات بلاؤن کا رد ہوجانا وغیرہ وغیرہ اور حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قصے مشہور ہین کہ جس کو اونھون نے فرمایا کہ کیا تو اندھا ہے تو وہ فورًا اندھا ہی تھا اور جس کو فرمایا کہ کیا تو مرگیا ہے تو وہ فورًا مُردہ ہی ہو گیا غرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے فضل الہی سے اوسکا وہی فورًا ظہور ہوجاتا تھا تو یہ قصے بھی صحیح ہین یا خلاف اور وہ فرشتہ کہ جن کو نکیرین کہتے ہین انکا مرتبہ زیادہ ہے یا اولیا سے عظام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا **الجواب** حکایات بزرگون کے اکثر جہلا نے غلط بنا دئے ہین اور اگر کوئی واقع صحیح ایسا ہو کہ مفہوم نہو وے تو شطحیات کہلاتے ہین جس کے معنی فہم مین کسی کے نہین آتے اوس کو نہ قبول کرے نہ رد کرے سکوت کرے اور جو امور خلاف قاعدہ شرع کے ہین اونکو رد کرنا چاہیئے یا سکوت کرے اگر مصلحت ہو اور قرب فرائض قرب نوافل کا فہم اسکے اہل کا رتبہ ہے بندہ اس سے عاری ہے باقی یہ کہ حق تعالے اولیاء کی قبولیت کے واسطے اکثر دعا اونکی قبول کرتا ہے یہ اونکی کرامۃ ہے مُردہ زندہ کرنا خود خرق عادۃ و کرامۃ ہے حق تعالے ہی کرتا ہے مگر نظاہر کسی ولی نبی کا ذریعہ ہو جاتا ہے لہذا کرامۃ و معجزہ کہلاتا ہے فقط **سوال**[۲۳] مولانا روم فرماتے ہین ؎ ہست قدرت اولیا را از الہٰ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؎ اسکا کیا مطلب ہے اور اس شعر کے مصداق اولیاء اللہ ہوتے ہین یا نہین **الجواب** کرامۃ اولیاء حق ہے اور کرامۃ خرق عادۃ کو کہتے ہین جب حق تعالے چاہے اولیا سے ایسا امر کرادیوے یہ ہی مطلب شعر کا ہے فقط **سوال**[۲۴] ایک شخص جماعت کا بلکہ تکبیر اولیٰ کا پابند ہے اب اتفاقًا اوس کو کسی وقت تکبیر اولے نہین ملی اور وقت مین بھی اسقدر گنجایش نہین ہے کہ دوسری مسجد مین جاکر شریک تکبیر اولیٰ ہو

اب مجبوراً اوس کو سب وقت ہونا پڑا اب وہ یہ چاہتا ہے کہ مین کوئی کام ایسا کرون تاکہ مین
مجکو دنیا وما فیہا کے برابر ثواب ہو جاوے جسے مین سمجہون کہ گویا میری تکبیر اولی گئی ہی نہین
تو وہ کونسا کام ایسا کرے کہ جس سے تکبیر اولی کے جانے کی تلافی ہو جاوے اور اگر نماز
قضا ہو جاوے تو سوائے روزہ کے اور کونسا کام ایسا کرے کہ جس سے اوس کے ثواب
کی تلافی ہو جاوے گویا نماز قضا ہوئی ہی نہین **الجواب** نیت سے ثواب تکبیر اولی کا مل گیا
ہے اور قضا نماز کرنے سے تلافی فوت صلوۃ کی ہو جاتی ہے فقط **سوال** زید عمرو سے
مرید ہے اور عمرو بکر سے مرید ہے اور بکر خالد سے مرید ہے اب ولید زید سے مرید ہونا
چاہتا ہے اور خالد کو کہ جو زید کے دادا پیرون مین ہین خوش عقیدہ اور بزرگ نہین جانتا
اب استفسار طلب یہ امر ہی کہ یہ شخص ولید زید سے مرید ہو کر کچھ فیضیاب بھی ہو سکتا ہے
یا نہین درانحالیکہ خالد کو برا جانتا ہی اور اپنے دل مین خالد کی جانب سے کچھ بغض شرعی بھی
رکھتا ہے۔ **الجواب** اگر زید کو کامل جانتا ہے اور فی الواقع زید مین کمال ہے تو
یہ شخص زید سے فیضیاب ہو سکتا ہے فقط **سوال** ایک شخص کے جس وقت دل مین
آتا ہے تو یون کہتا ہی کہ الہی جس قدر مجہسے نیکیان تمام عمر مین ہوئی ہون مین نے انکا ثواب
اپنے والدین کو بخشا ایک شخص نے یہ بات سنکر اوس سے کہا کہ یون اموات کو ہرگز ثواب
نہین پہونچتا تا وقتیکہ کوئی چیز خاص ایصال ثواب کے واسطے نہ پڑہی جاوے تو یہ کہنا
اوس شخص کا صحیح ہے یا نہین اور اس طرح سے ثواب بھی پہونچتا ہے یا نہین **الجواب**
ثواب ہر طرح پہونچ جاتا ہے قول مانع کا صحیح نہین فقط **سوال** ایک شخص تین مرتبہ قل
شریف پڑھ کر اپنے والدین کو بخشدیتا ہے زید نے یہ بات سنکر اوس شخص سے کہا کہ تم
تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر تمام زمانہ کے مسلمانون کی روح کو بخشدیا کرو ہر ہر فرد بشر کو

ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے گا اور تمھارے والدین کے ثواب مین کچھ کمی نہ آئیگی
اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانون کو معہ میرے والدین کے اگر ایک ایک
ختم قرآن کا ثواب ملے اور میرے والدین کے ثواب مین کمی نہ ہو تو سب مسلمانون کی نیت
نیت کرلیا کرون گا ورنہ مجکو کچھ ضرورت نہین کہ مین اپنے والدین کا ثواب کا ٹکڑا اورون
کو دون آمین بات صحیح مسئلہ کیا ہے اجواب میرے اوستادونکا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ
ثواب تقسیم ہوکر پہونچتا ہے نہ سب کو پورا پورا اور اس باب مین کوئی روایۃ حدیث کی
صحیح نہین فقط واللہ تعالے اعلم سوال تقویۃ الایمان مین کوئی مسئلہ قابل نہین
باطل اوس کے مسائل صحیح اور علماء دین کو مقبول ہین اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی
اسمعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیونکے روبرو بعض
مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپنے بھی کہین یہ بات سنی ہے یا محض افترا ہے
اور جو شخص مولانا مرحوم کا معتقد نہو اور اونکو خوش عقیدہ اور بزرگ نہ جانے وہ بدعتی
اور فاسق ہے یا نہین اور مولوی صاحب شہید مقلد تھے یا عامل بالحدیث اور اگر مقلد تھے
تو کونسے امام کے حنفی تو شاید نہون چونکہ سنا ہے کہ رفع الیدین اور آمین بالجہر کرتے تھے
اور اکثر غیر مقلد مولانا موصوف کو عامل بالحدیث بتلاتے ہین اور اسی وجہ سے اونکو زیادہ
مانتے ہین اور انھین کے قول کو زیادہ سند مین لاتے ہین بہ نسبت اور علما کے اور انھین کو
اپنے زمانہ کا مجتہد بتاتے ہین حالانکہ اس زمانہ مین اور بہت سے علما و عظام موجود تھے
اور انھین کو اکثر موقع پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے
ہین اور اکثر مسائل حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہین مانتے اور انکے کل مسائل
مقبول جانتے ہین ان باتون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمعیل صاحب مقلد نہین تھے

عامل بالحدیث تھے اور بعض علما یہ فرماتے ہین کہ نہین مقلد تھے غیر مقلد ہرگز نہین تھے
بعض یہ کہتے ہین کہ انکو مرتبہ اجتہاد کا تھا سو وجہ سے اونھون نے تقلید نہین کی اسکا کیا حال
عال جو ہو تحریر فرمادیجئے اور مولوی صاحب کے عقیدہ مین اور محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ
مین کچھ فرق تھا یا یہ دونون صاحب ایک ہی مسلک کے ہیں اور حضرت سید صاحب شہید
رحمۃ اللہ علیہ کہ جو اونکے مرشد ہین یہ بھی عامل اور مقلد تھے یا نہین اور حضرت سید صاحب
کے خلفا مین اور بھی کوئی انسے زیادہ لایق خلیفہ ہوا یا سب سے زیادہ سر برآوردہ یہی حضرت تھے
اور جو مسائل تقویۃ الایمان مین مختلف ہین اونپر عمل کرے یا کرے اور مولوی صاحب موصوف
سے سلسلہ صوفیت کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ مولوی صاحب خود سید صاحب سے
بیعت ہوئے ہیں اور انسے بھی آدمی غالبًا مرید ہوئے ہونگے۔ اور مولوی صاحب ممدوح علما
مین شمار کئے گئے ہین یا صوفیہ مین **الجواب** بندہ کے نزدیک سب مسائل اوس کے
صحیح ہین اگرچہ بعض مسائل مین بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا اونکا بعض مسائل سے محض
افترا اہل بدعۃ کا ہی اور اگر اونکو بزرگ جانتے جھوٹے تھے حالات اونکے سکر تو معذور ہے
اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہی اور وہ یہ فرماتے تھے کہ
جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اوسپر عامل ہون ورنہ ابوحنیفہ رحمہ کی رائے کا مقلد
ہون اور سید صاحب کا بھی یہی مشرب تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجکو حال
معلوم نہین اور نہ خلفاء سید صاحب کا اور مولوی اسمعیل صاحب وعظ ورد بدعۃ مین مصروف
رہے پھر جہاد مین جاکر شہید ہوگئے سلسلہ بیعۃ کا کہان جاری کرتے اور تمام تقویۃ الایمان پر
عمل کرے فقط **سوال** ۲۹ بعض اشخاص جو قت التحیات مین بیٹھتے ہین اول ہی سے
انگشت شہادت اوٹھالیتے ہین حتی کہ سلام پھیرین حالانکہ حنفیونکا یہ مذہب ہے کہ جب

تشہد پر پہونچے تب اونگلی اوٹھاے بعدہ مین پست کرلے اسمین صحیح قول کیا ہے
اور حنفی کو کسوقت سے کسوقت تک اونگلی اوٹھانا چاہیے اور اسمین امام اعظم
صاحب کیا فرماتے ہین **الجواب** تشہد پر انگشت کو اوٹھادے اور سلام تک
اوٹھاے رکھے فقط **سوال** العلم حجاب الاکبر اسکے کیا معنی ہین سالک کی جسوقت
علم کی جانب توجہ ہوگی وہ اوس راہ سے محروم رہ جاے گا علم کو کیا اسوجہ سے حجاب
کہا ہے اگر علم بھی اسوجہ سے حجاب ہوگیا تو نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حج اور اطاعت
والدین بلکہ کل کام دارین کے سواے یاد الہی حجاب ہو جانا چاہئین اور یہان صرف
علم کی ہی نسبت فرمایا ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ علم پڑھنے سے دو عالمون مین باعث
اختلاف راے نقیض اور جھگڑے واقع ہو جاتے ہین اور لڑنا اور جھگڑے کرنا تو فعل ہے
جو چاہے سو کرے اسمین علم کا کیا قصور ہے بلکہ اختلاف راے علما تو رحمت ہی اور اگر
اسکے یہ معنی ہین کہ درمیان بندہ اور معبود کے علم کا ایک حجاب حائل ہی تاوقتیکہ علم کا
حجاب طے ہو جاوے یعنی علم نہ سیکھ لے خدا نہ ملے تو یہ معنی صوفیہ نے اسکے ہرگز نہین لیے
اس معنی سے تو تاکید نکلتی ہی اور یہان یہ مقصود ہے نہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہان
مراد علم سے علم دنیوی مثل معقول اور فلسفہ وغیرہ ہے تو یہ بھی نہین ہوسکتا چونکہ صوفیہ
اور علما علم دین کو علم کہتے ہین نہ اور فنون کو اور اگر یہ کہا جاے کہ یہ قول صوفیہ کا
نہین ہے تو یہ بھی نہین ہوسکتا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہرگز انکار مت کرو
کہ علم حجاب نہین ہے علم بیشک حجاب اکبر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ علم جو
ارشاد ہے خدا اور رسول کا اگر یہی حجاب اکبر ہوگیا تو بے حجاب کونسی چیز ہوگی اس مین
باریکی کیا ہے اور صوفیہ نے کس معنی کر اس کو حجاب کہا ہے **الجواب** اس فقرہ کے

یہ معنی ہیں کہ اپنا جاننا کہ میں بھی اہل ہون یہ حجاب ہے جب تک اپنی خودی و تکبر و عجب کو نہ فنا کردیوے محجوب ہی مثل شیطان کے اور جب خود اپنے آپ کو لاشیٔ جان لیوے اور اپنے سب کمالات کو محض موہبۃ حق تعالی کی جان گیا اور تیرہ دل مین اپنی حقیقۃ کھلگئی حجاب رفع ہوگیا مراد علم سے اپنی خودی ہے فقط واللہ تعالی اعلم

۲۳ سوال نشہ فروش کو واسطے فروخت مسکرات کے مکان یا دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہین اور اسمین حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے۔ الجواب اصح اور فتوے اسپر ہے کہ نہ دیوے فقط

۲۴ سوال جمعہ کی نماز اور ظہر کی نماز کا وقت ایک ہی ہے یا نہین اور جمعہ کی نماز ظہر کی وقت سے کچھ پہلے پڑھنا سنت ہے یا دونون مساوی وقت ہین۔ مثلاً جو شخص ظہر کی نماز دو بجے پڑھتا ہے اوس کو جمعہ کی نماز ایک بجے پڑھنا مستحب ہوگی یا دو ہی بجے الجواب جمعہ و ظہر کا وقت ایک ہے مگر جمعہ کو ذرا پہلے پڑھنا کہ لوگ سویرے کے آئے ہین اونکو جلد فراغۃ ہو جاوے تو بہتر ہے فقط

۲۵ سوال - سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شخص بغیر حاضر و ناظر جاننے پکارے اور مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھے ۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم ؛ زمہجوری برآمد جان عالم ؛ جائز ہے یا نہین

الجواب ایسے اشعار مین شرک تو نہین مگر عوام کو موجب اضلال کا ہوجاتا ہی لہذا کسی کے روبرو نہ پڑھے اور یا مین خیال پڑھے کہ حق تعالے اس میری عرض کو پیش فخر عالم علیہ السلام کے کردیوے فقط

۲۶ سوال شفق سفید تک وقت مغرب کا رہتا ہی یا نہین اکثر فقہاء حنفیہ تو فرماتے ہین کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت ہی اسکے بعد عشا کا وقت ہے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مین فرماتے ہین کہ بعد شفق سرخ کے عشا کا وقت ہو جاتا ہے قول اصح یہی ہے اب تردد یہ ہے کہ شفق

سفید مغرب مین داخل ہی یا عشا مین اور علما حنفیہ کے نزدیک قول مفتی بہ کیا ہے۔
الجواب یہ مسئلہ مختلفہ ہی امام صاحب اور اونکے صاحبین مین احوط یہ ہے کہ دونون کی رعایت رکھے اور بعض نے فتوی صاحبین کے قول پر لکھا ہے جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا فقط شرح وقایہ مین بھی شرح پر فتوی دیا ہے فقط **سوال** سمع اور غنا اور راگ یہ تینون ایک ہی چیز ہین یا غیر اور یہ تینون چیزین بلا مزامیر کے سننا جائز ہین یا نہین درانحالیکہ گانے والا انکا موافق قواعد موسیقی کے گاوے **الجواب** یہ ہر سہ الفاظ ایک معنی رکھتے ہین بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے اگر گانے والا محل فساد نہو اور مضمون راگ کا خلاف شرع نہو اور موافق موسیقی کے ہو تو کچھ حرج نہین فقط **سوال** مسجد کے اندر بباعث دہوپ یا بارش بیٹھ کر وضو کرنا درانحالیکہ پانی بھی وضو کا صحن مسجد مین پھیلے جائز ہے یا نہین اور مسجد کے اندر بیٹھ کر مسجد کی دیوار سے تیمم کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** مسجد کے اندر وضو کرنا کہ غسالہ مسجد مین گرے حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اور تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بھی بعض کتب فقہ مین مکروہ لکھا ہے فقط
سوال - داڑہی کے بال برابر ہو جانے کی غرض سے کچھ تھوڑے کترواد دینا باوجودیکہ داڑھی بھی ایک مشت سے کم ہو جائز ہے یا نہین **الجواب** مجموعہ داڑھی کا ایک مشت سے کم نہو اگر بعض بال کم ہون حرج نہین فقط **سوال** سر برہنہ اور پا برہنہ رہنا سنت ہی یا نہین اور بعض صوفی ان افعال کو سنت جانکر کرتے ہین سو یہ افعال فی الحقیقت سنت ہین یا نہین **الجواب** احیاناً پا برہنہ ہونا مضائقہ نہین ورنہ آپ علیہ السلام اکثر اوقات نعلین یا موزہ پہنتے تھے اور سر برہنہ ہونا احرام مین تو ثابت ہی سوائے احرام کے بھی احیاناً ہو گئے ہین نہ دائما چلتے پھرتے فقط

سوال پیتل کے برتن مین کہ جو بلا قلعی کا ہو کھانا پینا بمذہب امام ابو حنیفہؒ جائز ہے
یا نہین اور کپڑے مین چاندی سونے کے بٹن لگا کر استعمال کرنا حنفیہ کے نزدیک
جائز ہے یا نہین **الجواب** پیتل کے ظروف مین کھانا درست ہے مگر اوسکے لئے نہین اور اگر
مشابہت کفار ہنود سے ہو تو بسبب مشابہت کے منع ہے فقط **سوال** سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم سے کبھی بلا عمامہ کے بھی نماز پڑھنا ثابت ہی یا نہین اور حضور نے کبھی بلا عمامہ نماز
باجماعت کبھی پڑھی ہے یا نہین **الجواب** اسکا صریح ثبوت اسوقت بندہ کو معلوم نہین ہوا
مگر احرام کی حالت مین سر برہنہ نماز پڑھنا محقق ہے لیکن ہذا نماز فرض مرض موت مین
بلا جماعۃ پڑھی ہو ورنہ جماعت سے ہی پڑھتے تھے فقط **سوال** جنازہ خارج مسجد
ہو اور اوسکی نماز پڑھنے والے اکثر خارج مسجد ہون اور بعض بباعث دہوپ یا بارش
خاص مسجد مین ہون تو بمذہب حنفیہ جائز ہے یا نہین اور اگر اکثر خاص مسجد مین ہون اور
بعض خارج مسجد ہون تو بھی جائز ہے یا نہین اور اگر جنازہ بھی خاص مسجد مین ہو اور سارے
نمازی بھی بباعث دہوپ یا بارش خاص مسجد مین ہو جائز ہے یا نہین **الجواب** نماز
جنازہ کی مسجد مین پڑھنا ہر حال مین مکروہ لکھا ہے فقط **سوال** ایک شخص کو نماز پڑھنے
مین اکثر یہ خیال ہوتا ہی کہ مین نے الحمد شریف نہین پڑھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بیچ
کا قاعدہ نہین کیا کبھی یہ خیال ہوتا ہی کہ سجدہ ایک کیا ہی دوسرا نہین کیا کبھی یہ خیال
ہوتا ہے کہ نیت ہی نہین کی اس سبب سے اکثر اوسکو نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا
پڑتے ہین اور نماز مین قسم قسم کے تخیلات باطلہ پیدا ہوتے ہین اسکا کیا علاج ہے اور
ایسے شخص کو بار بار نیت توڑنا اور سجدہ سہو کے کرنا چاہئین یا نہین **الجواب** ایسے امور
خطرات پر التفات نکرے ظن غالب پر عمل کرے فقط **سوال** روافض سے اس کھنا

اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی ادا کرنا اور اوسکی دعوت کرنا اور اوسکے یہان دعوت کھانا باوجودیکہ اوسے دین و دنیا کا کوئی مطلب نہو جائز ہے یا نہین اور جو شخص بلا ضرورت روافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہی اور سقات کو اوسکی بیعت مین اکل شرب بلا کراہت جائز ہے یا نہین **الجواب** روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودة کا حرام ہی مگر بسبب معاملہ ناچاری کے معذور ہے اور اونسے مودة کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے فقط **سوال**[٤٤] کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا کہ جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہین **الجواب** درست ہے احیاناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولے رکھے ہین فقط **سوال**[٤٥] زید مرحوم نے ایک مسجد بنائی اور عمرو اوسکا متولی ہے اور بکر اوسکا امام ہی اور خالد اوسکا خادم ہے اور اوس مسجد کی آمدنی اخراجات مسجد سے بہت زیادہ ہی اور بعض ایسے خرچ ہوتے ہین کہ اونکو متولی مسجد مذکور سے امام مذکور ہرچند کہتا ہے لیکن متولی بباعث کفایت شعاری بالکل خیال نہین کرتا مثلاً پنکھا یا گھڑی یا خادم مسجد کی تنخواہ کی قلت یا مثل اوسکے ایسی حالت مین امام مذکور بعض آمدنی مسجد سے بطور خود بلا اطلاع متولی کچھ وصول کرکے صرفہائے مذکور مین خرچ کرے جائز ہی یا نہین درانحالیکہ متولی مذکور کو اگر خبر ہوگی تو اندیشہ ہے کہ وہ خفا ہوگا کہ تمنے ہماری بلا اجازت کیون تحصیل کی اور کیون خرچ کیا **الجواب** امام کو بدون رضا متولی کے کہین صرف کرنا آمدنی مسجد کا درست نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد] **سوال**[١] اس حدیث

ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا امر دینہا رواہ ابو داؤد مین مراد شروع صدی ہے یا آخر اور علامات مجدد کے کیا ہوتے ہین

ف مولانا ... عزیز الرحمن صاحب دیوبندی ... ما مراد ... سرخم

جس سے وہ پہچانا جاوے اور تمام عالم میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے یا انکی جگہ جہاں
ضرورت تجدید کی ہو اور ایک شخص اوسکے اوقات میں احیا یا مجدد ہونا بھی ضرور ہے یا نہیں اور اس
تا سنہ ہجری تک کون کون مجدد اور کہاں کہاں ہوئے اور صدی حال کا کون مجدد
اور کہاں ہے مفصل ارقام فرماویں **الجواب** راس سر کو کہتے ہیں لہذا مجدد شروع
صدی میں ہو جاوے گا مگر جو شروع صدی ہے وہ آخر پہلی صدی کا بھی ہے پس انتہا
اوسکی کوئی آخر کہہ دیوے تو ہو سکتا ہے ورنہ جب صدی میں ہووے گا اوسکی ابتدا میں
ہو گیا تا کہ آخر تک تجدید کا اثر ہے اور علامت اوسکی یہی ہے کہ اوسکی تقریر تحریر سے اور
سعی اور کوشش سے بدعات منع ہو ویں سنت کا شیوع اور مردہ سنن کا احیا ہووے
اور احیا یا مجدد ہونا اوسکے نام میں ضرور نہیں نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور انکا
علی التعیین جاننا محقق نہیں ہوا اپنے ظن و تخمین سے بعض علما نے جس کو عالم محقق دیکھا
مجدد اوس کو ٹھیرا لیا چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی صدی اول پر عمر بن
عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگوں نے لکھا ہے دوسری صدی کی تمامی پر کسی نے شافعی
رحمہ اللہ کو کہا کسی نے دوسرے کو کہا علی ہذا اگر کوئی محقق قول نہیں اور جلال الدین
سیوطی نے کچھ اسمیں لکھا ہے بندہ کے نزدیک وہ قول اسلم ہے جسنے یہ کہا کہ مجدد صدی
کا ایک عالم ہونا ضرور نہیں ہر وقت میں دو چار دس بیس پچاس سو کا مجموعہ ہو یا
ایک ہو لہذا بعد ہر صد سال کے جماعت متفرقہ عالم میں ہوتی ہے اور سب کی سعی اصلاح
دین میں ہوتی ہے انکو قدر اپنے علم و رتبہ کے حصہ تجدید کا ملتا ہے فقط واللہ تعالی اعلم
مگر کسی کو مقرر معین نہیں کہہ سکتے فقط واللہ تعالی اعلم حقیقۃ الحال رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
سوال اعادہ کرنا سرور فرحت کا بدون تجدید نعمت حقیقی کے آیا جائز ہے یا

نہین اور یہ دلائل جو مجوزین مولود زمانہ پیش کرتے ہین مثل صوم عاشورہ کہ شکریہ
و موافقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مین رکھا گیا تھا اور ابتک جاری ہے اور صوم
دوشنبہ کہ بوجہ یوم ولادت و یوم نزول قرآن شریف مین رکھا گیا تھا اور ابتک
جاری ہے اور مثل اعادہ عقیقہ کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت کے
کیا تھا حالانکہ آپکے دادا حضرت عبدالمطلب آپکا عقیقہ کر چکے تھے لہذا روایات
مذکورہ سے اثبات اعادہ سرور ہوتا ہے یا نہین اور نیز روایت عقیقہ صحیح ہی یا ضعیف
ارقام فرماوین **الجواب** اسکا جواب مفصل چار پانچ مستقل رسالہ بنتا ہے اسکی تحقیق اور
جواب براہین قاطعہ مین دیکھو فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال**
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در الثمین فی مبشرات النبی الامین مین جو
اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہین۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی صلے اللہ علیہ
وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیء اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ
بین الناس فرایتہ صلے اللہ علیہ وسلم بین یدیہ ہذہ الحمص متبہجا بشاشا فقط عبارت
مذکورہ سے نظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بتعین یوم ولادت ایصال ثواب باسرور ولادت
مین اطعام الطعام وغیرہ چونکہ شاہ صاحب قدس سرہ کے معمولات مین سے تھا جائز
و مستحب ہے اور باعث خوشنودی آنحضرت صلعم اور جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی
اجتماع صلحاء یوم ولادت مین اور اطعام الطعام کو مستحسن لکھتے ہین حسن المقصد مین جو
وجہ مبنائین استحسان مولود مروجہ زمانہ پر استدلال کرتے ہین اور قاعدہ شرع سے
ایسی تعینات و تخصیصات حد بدعات مین شامل ہوتی ہین لہذا معہ توضیح عبارت مذکور

کے جواب سے سرفراز فرماوین فقط الجواب ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے کوئی تاریخ ووقت شرع سے موقت نہین روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہی پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب مین اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال مین ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہین سب کے نزدیک درست ہی پس شاہ عبد الرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجۃ نہین لاسکتا اپنے بدعۃ زمانہ پر اور خبر دہ طعام ایصال ثواب کا تھا کہ صلۃ بالنبی کا لفظ موجود ہے اسمین نہ کوئی سرور ولادۃ کا کلمہ ہے نہ اجتماع ذکر ولادۃ کے واسطے پس اس مین کوئی حجۃ جواز مولد کی نہین اور سیوطی کے وقت مین بھی ہماری زمانہ جیسی بدعۃ نہوئی تھی براہین قاطعہ کو دیکھو اس مین سیوطی کا مقصد بمفصل لکھا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم سوال علے ہذا فیوض الحرمین مین شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہین وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم یذکرون ارہاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاہدہ قبل بعثتہ فرائت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا ببصر الروح فقط للہ اعلم کیف کان الامر بین ہذا وذاک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد وبامثال ہذہ المجالس ورایت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ عبارۃ مذکورہ مین جواز واستحسان شرکت مجلس یوم ولادت وذکر دلائل ولادت ومشاہدہ انوار ملائکہ ثابت ہوتا ہے اور اس سے جواز مولود زمانہ پر حجت لائی جاتی ہے لہذا یہ حجت لانا اونکا درست ہی یا نہین مع مطالب عبارت مذکورہ کے

ارقام فرمادین الجواب فیوض الحرمین مین حاضری مولد النبی ہین کہ مکان ولادہ
آپکا علیہ السلام ہی لکھا ہے وہان ہر روز زیارۃ کے واسطے لوگ جاتے ہین یوم
ولادۃ بھی لوگ جمع تھے اور صلوٰۃ و ذکر کرتے تھے نہ وہان تداعی سے اہتمام طلب کیے
تھے نہ کوئی مجلس تھی بلکہ وہان کے لوگ خود بخود جمع ہوکر کوئی درود پڑھتا تھا کوئی ذکر
معجزات کرتا تھا نہ کوئی شیرینی نہ چراغ نہ کچھ اور نفس ذکر کو کوئی منع نہین کرتا فقط واللہ
تعالےٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ سوال راگ کس کو کہتے ہین اور مکروہ ہے یا حرام
اگر اشعار مثل مولانا جامی و مولانا نظامی و مولانا سعدی و مولانا روم رحمہما وغیرہم کے پڑھے
جاوین توکس طور سے راگ مین ہو جاوین اور کس طرح پر بلا راگ ارقام فرماوین الجواب
راگ کہتے ہین اچھی آواز کے ساتھ کچھ کہنے کو خواہ شعر ہو جامی و نظامی وغیرہا کا علیہم الرحمۃ
خواہ اور کوئی کلام ہو یہ ترجمہ غنا کا ہے اردو مین اور لوگون کے نزدیک راگ جب ہوتا
ہے کہ آواز کو بے موقع گھٹا بڑھا کر کچھ کہین سواس طرح کہ لفظ اپنے موقع پر رہین اور خوش
صوت ہو قرآن و حدیث کا بھی پڑھنا درست بلکہ مستحب ہے اور البتہ اگر لفظ کم زیادہ ہیچے
جاوین درست نہین مگر اشعار مین کچھ حرج نہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد گنگوہی
عفی عنہ سوال رنگ انگریزی پڑیا کا جو کسم ہین آتا ہے رنگنا کپڑے کا اس سے
درست ہے یا نہین اگر نا جائز ہے تو بوجہ رنگت کے یا کسی اور وجہ سے ارقام فرماوین
الجواب رنگ انگریزی مین شراب پڑتی ہے لہذا اس رنگ کا استعمال درست
نہین اور یہ امر واقف لوگون سے معلوم ہوا ہے واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
سوال سایۂ مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہین اور جو ترمذی نے
نوادر الاصول مین عبد الملک بن عبد اللہ بن وہب سے اونھون نے ذکوان سے

کہ رسول اللہ صلعم کا سایہ نہین پڑتا تھا سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع
ارقام فرماوین **الجواب** یہ روایۃ صحاح کتب مین نہین اور نوادر کی روایۃ کا بندہ
کو حال معلوم نہین کہ کیسی ہے نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابو عیسی ترمذی کی فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** جنات کا سر پر آنا اور ستانا کہین شیخ سدو و اللہ بخش وغیرہ
مشہور ہین اور تکالیف پہونچاتے ہین اور خبیث بھوت وغیرہ بھی ادنکو کہتے ہین ان امور کی
شرعا کچھ اصل معتمد بھی ہے یا واہی باتین ہین مفصل ارقام فرماوین **الجواب** شیخ سدو
اور اللہ بخش دونون جن ہین لوگون کو ستاتے ہین خبیث بھوت پری دیو جن سب
ایک چیز کا نام ہے سر چڑھنا اور تکلیف دینا جنات کا حق ہے فقط واللہ تعالے اعلم
سوال جو شخص مجالس غیر مشروعہ مین شریک ہووے اور مال خرچ کرے اور اوس کو
مستحسن اور حلال جانے کہ جنکی حرمت نص صریحہ سے ثابت ہے مثل ناچ وغیرہ
و مجالس عرس در روشنی وغیرہ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر کیونکہ افعال ممنوعہ
حرام کو حلال جانتا ہے **الجواب** ایسا شخص فاسق ہے کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیے
اور فعل مسلم کی تاویل کرکے اسلام سے خارج نہ کرے جہانتک ہوسکے لا نکفر احدا من اہل
القبلۃ ائمہ مجتہدین فرماگئے ہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** یہ تعینات جیسے ربیع الاول
مین کونڈا اور عشرہ محرم مین کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی اور گیارھوین اور
توشہ اور سہ منی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چادر پر لیجانا مذکورہ بالا مین
طعام کی تخصیص اور ایام کی تعین کر اسکے خلاف ہرگز نہون بدعت اور حرام مین یا نہین اور
اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہال ان معاملات مین نہایت
بشتیہ بہ کفر و شرک کو پہونچے ہوے ہوتے ہین نفع ضرر و توقع منافع اسپنے

نقشبندیہ سید نواب شاہ فقط

اپنے مرادات کی طلب انہین کیجاتی ہے تو ایسے لوگون اور ایسے عقائد کی نسبت حکم کفر و شرک کا کرنا درست ہے یا نہین ارقام فرماوین۔ **الجواب** یہ تعینات بدعت ضلالہ ہین اور طعام مین اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے اور جو بنام ان اکابر کے ہے تو داخل ما اہل بہ لغیر اللہ مین ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہین ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے جیسا اوپر کے جواب مین لکھا گیا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۱۱] کانچ کی چوڑیان جو عورتین پہنتی ہین جائز ہین یا نہین **الجواب** درست ہین قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** [۱۲] مسجد کا فرش لوٹے وغیرہ دیگر مسجد مین ضرورتًا لیجانا اور بعد رفع ضرورت واپس کردینا یا نکرنا جائز ہے یا نہین ارقام فرماوین **الجواب** ایک مسجد کا مال دوسری مسجد مین لیجانا درست نہین مگر جو دینے والا دیتے وقت اجازۃ دیوے تو مضائقہ نہین کہ وہان حاجۃ روائی کرکے واپس کردوین مگر جو نا کارہ اشیا ہوون اور خراب ہونے کا احتمال ہو تو بقیمت دوسری مسجد مین دیدوین تو درست ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۱۳] اگر متولی و مہتمم مسجد آمدنی مسجد کو دیگر مال مین خلط کرلیوے یا خرچ کرلیوے کہ ضرورت مسجد مین وقت پر صرف کردونگا تو یہ تصرف جائز ہے یا خیانت مین داخل ہوگا ارقام فرماوین **الجواب** یہ تصرف ناجائز ہے اور خیانۃ مین داخل ہے ضمان اسکا متولی کے ذمہ پر واجب ہے اور گنہ بھی ہووے گا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۱۴] نوٹ کی خرید و فروخت کمی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہین بالتفصیل ارقام فرماوین **الجواب** نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہین مگر اس مین حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے

جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا نا جائز ہے یہ تفصیل اسکی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال جو جانور قبروں پر یا تھان یا نشان جھنڈے پر چڑھائے جاتے ہیں مجاور یا کوئی اور اونکو پکڑ کر اگر بیع کرے تو اونکا خریدنا حلال ہے یا حرام اور خود چڑھانے والے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے خواہ کوئی لیجاوے اور اس قسم کے جانور بحیرہ وسائبہ میں داخل ہیں یا نہیں اور بحیرہ وسائبہ حلال ہیں یا حرام مفصل ارقام فرماویں۔

الجواب جو جانور مالک نے کسی بت یا تھان و قبر کے نام پر چھوڑا وہ ملک چھوڑنے والے سے نہیں نکلتا پھر اوس کو اگر کوئی پکڑ کر بیع کر دیوے اور مالک منع نکرے تو اوسکا خریدنا مباح ہے اور وہ حلال ہے اور جو جانور مجاور کو قبض کرا دیا اور تملیک مجاور کی کردی وہ حرام ہے اوسکو خریدنا نچاہیئے کہ وہ معصیتہ کی نیتیہ سے مجاور کے پاس آیا ہے اوسمیں حرمتہ معصیتہ کے سبب عقد ہبہ کی ہو گئی ہے اور بحیرہ وسائبہ کا حکم وہی ہے جو اوپر کی شق میں لکھا گیا کیونکہ بحیرہ وغیرہ کا کوئی مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ بت کے نام چھوڑ دیتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام مدلل ارقام فرماویں **الجواب** دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے اکثر دار الاسلام کہتے ہیں اور بعض دار حرب کہتے ہیں بندہ اسکا فیصلہ نہیں کرتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال - عدم سوال قبر مخصوص شہدائے مقتولین سے ہی ہے یا ہر قسم شہداء کے اور اولیاء اللہ بھی بمرتبہ شہداء اور داخل تحت آیۃ بل احیاء عند ربہم ہیں یا نہیں کیونکہ وہ مجاہد فی النفس ہیں کہ یہ جہاد اکبر ہے فقط **الجواب** اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور شمول آیۃ بل احیاء عند ربہم کے ہیں اور سوال قبر نہ ہونا شہداء

سے بندہ کو معلوم نہین مگر ہان حدیث مین آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی
جاتی ہے اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے فقط واللہ تعالے اعلم
۱۸ سوال سماعت موتی ثابت ہی یا نہین درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہی
اور تلقین بعد دفن ثابت ہی یا نہین فقط الجواب یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالے
عنہم سے مختلف فیہا ہی اسکا فیصلہ کوئی نہین کر سکتا تلقین کرنا بعد دفن کے اسپر ہی
مبنی ہے جسپر عمل کرے درست ہی فقط واللہ تعالے اعلم ۱۹ سوال صلوۃ الرغائب
رجب کے اول جمعہ کی شب کو اور صلوۃ نصف شعبان اور صلوۃ الضحی بہیئت مخصوصہ
ثابت ہین یا نہین درصورت عدم ثبوت اسکا فاعل کس درجہ کا گنہگار رہوگا کبیرہ
یا صغیرہ کا فقط الجواب یہ نمازین باین قیود جو مروج ہین بدعۃ ضلالۃ ہین
جسکا مآل کبیرہ کا ہے اگرچہ نفس صلوۃ نفل مندوب ہی شرح اسکی براہین قاطعہ مین
دیکھو فقط واللہ تعالے اعلم ۲۰ سوال جس مقام پر تفسیر مصر حسب فقہا صادق نہ آتی ہو مثل
قریہ وغیرہ یا جس مصر مین حاکم اور نائب بھی نہو کہ اجراے حدود شرعیہ کرے اور کفار
وہان کے مانع احکام شرعیہ بھی نہون تو وہان جمعہ عیدین قایم کیا جاوے یا نہین
اگر ایسی جگہ قایم کر لین تو صحیح ہوگا یا ظہر ذمہ باقی رہیگی اور حدیث لاجمعۃ ولا
تشریق الا فی مصر جامع صحیح ہے یا ضعیف الجواب یہ حدیث قول حضرت علی رضی
اللہ تعالے عنہ کا صحیح ہے اور اسپر ہی عملدرآمد حنفیہ کثرہم اللہ تعالے کا ہے قریہ مین نماز
جمعہ ادا نہین ہوتی کسی حال البتہ قصبہ یا شہر مین اگر غلبہ کفار کا ہو اور اپنا امام خطیب
مقرر کر کے جمعہ ادا کرین جیسا اب مروج ہے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے ظہر ساقط ہو جاتی ہے
فقط واللہ تعالے اعلم ۲۱ سوال لوتا مع چاندی کے درست ہین یا نہین اگر درست

ہین توکس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہین فقط **الجواب** جو تمام
چاندی سونے کے درمختار مین درست لکھے ہین اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے
اور گھڑی چاندی کی درست نہین گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور جو تمام تابع کپڑے کے مین
مثل گوٹہ ٹھپہ کے فقط **سوال**[۲۲] سالگرہ بچون کی اور اوسکی خوشی مین اطعام الطعام کرنا جائز
ہے یا نہین **الجواب** سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہین معلوم
اور بعد چند سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالے کھلانا بھی درست ہے فقط **سوال**[۲۳] ابتدائے
مکتب مین بسم اللہ بچون کی خاص چار سال اور چار ماہ اور چار روز ہی مین کرنا ثابت
اور جائز ہے یا نہین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سن شریف ابتدا انشراح صدر
کیا تھا ارقام فرماوین **الجواب** ابتداء مکتب کی کوئی قید نہین اور شرح صدر اول
چار سال کی عمر مین تھا فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد]

سوال ناف کے تلے ہاتھ نماز مین باندھنا سنت ہین یا اوپر ناف کے اگر کوئی
ناف کے اوپر باندھے توکیا غیر مقلد ہو جاوے گا اور بعد جمعہ کے سنت چار رکعت پڑھنی
چاہیے یا چھ رکعت اور نماز جنازہ مین سورۂ فاتحہ اگر قراءۃ کی نیت سے پڑھ لیوے گا
توکیا گنہگار ہوگا اور اعتکاف اگر پورے دس روز کا نہین کیا تو ادائے سنت ہوئی
نہین فقط — از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط آیا جواب یہ
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے اور اس مسئلہ مین خلاف شافعی صاحب رحمہ اللہ
کے اوپر مستحب فرماتے ہین اگر کسی نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھ لئے تو اتنی حرکت سے
غیر مقلد نہین ہوتا۔ بعد جمعہ کے چار رکعۃ سنت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے
نزدیک ہین اور امام یوسف نے چھ رکعۃ فرمائی اول چار پھر دو جس پر عمل کرے

سوال از مرزا [illegible] صاحب مرادآبادی ۱۰ شعبان ۱۳۱۱ھ

؎ نماز جنازہ مین سورۂ فاتحہ پڑھنا بہ نیۃ قراءۃ امام صاحب رحمہ منع فرماتے ہین
بطور دعا مضائقہ نہین اگر قراۃ کی نیۃ سے پڑھ لیوے گا تو گنہگار بھی نہو گا کیونکہ
محدثین اور شافعی صاحب رحمہم کے نزدیک سُنۃ ہے لہذا گنہگار نہو گا ؎ اعتکاف
مسنون تو پورے دس رات دس دن کا ہوتا ہے یا نوروز کا اگر چاند ۲۹ دن کا ہو اور
اگر خیال ادائے سنۃ کا نہین تو جسقدر چاہے کرلیوے فقط والسلام مورخہ ۲ شعبان روز شنبہ

از بندہ **رشید احمد** عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ کارڈ جوابی آج آیا آج ہی
جواب لکھتا ہون اور اس سے پہلے کوئی خط نہین آیا - اگر کسی پر دس بیس روزہ رمضان
کے عمداً توڑنے کے سبب کفارات ہون اگرچہ چند رمضان کے ہون تو سب کا ایک کفارہ
آتا ہے ہر یک روزہ کا جدا نہین ہوتا - بعد ختم قرآن کے دعا مانگنا مستحب ہے خواہ تراویح
مین ختم ہوا ہو خواہ نوافل مین خواہ خارج نماز پڑھا ہو کہ بعد عبادۃ کے نماز ہو یا ذکر ہو
اجابۃ کی توقع ہے اور جو کچھ کنز العباد وغیرہ مین لکھا ہے وہ قابل اعتبار نہین حدیث سے
یہ ثابت ہے کہ بعد تلاوۃ قرآن کے اور بعد ختم قرآن کے وقت اجابۃ کا ہے لہذا ختم
بعد تراویح بھی اسمین داخل ہے اگر اس وقت کی دعا کو واجب اور ضروری جانے تو بدعۃ
ہے اوس کو ہی شاید کنز العباد وغیرہ مین بدعۃ کہا ہو واللہ تعالے اعلم اور ایک دفعہ
بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا ختم مین چاہیئے حنفیہ کے نزدیک خواہ فاتحہ کے ساتھ پڑھ
لیوے خواہ کسی اور سورۃ کے ساتھ فقط والسلام مورخہ ۲۹ - رمضان روز چارشنبہ

سُوال جماعت دوسری کرنا جائز ہے یا نہین اور دوسری جماعۃ کے ہوتے ہوئے
اکیلے نماز پڑھنا کیسا ہے **سُوال** امامت قاری کی بہتر ہے یا عالم کی **سُوال** کسی کا
کپڑا دھوبی کے پاس سے جاتا رہے اور وہ دھوبی کسی کا کپڑا اوس کو بدلکر دیدے اوس

کپڑے کو لینا اور اوس سے نماز درست ہی یا نہین **سوال** بعض لوگون کو بندہ نے
اکثر دیکھا ہے کے بعد نماز فرضونکے ہاتھ سر پر رکھ کر دعائین پڑہتے ہین ارشاد فرماوین
کہ وہ کیا دعا ہین فقط از بندہ **رشید احمد** عفی عنہ السلام علیکم جماعۃ دوسری
کرنا اوس مسجد محلہ مین جہان نمازی معین ہین مکروہ ہے تنہا نماز پڑھنا بہتر ہی دوسری
جماعۃ کی شرکت سے مگر فساد ہونے کا اندیشہ ہو تو وہان نہ پڑھے دوسری جگہ چلا جاوی
اگر عالم ایسا قرآن پڑھتا ہی جس سے نماز ہوجاوے تو قاری کو امام ہونا چاہیے
اور جو ایسا قرآن پڑھتا ہے کہ نماز فاسد ہو تو قاری امام ہووے اگر کپڑا دہوبی کے
یہان بدلا گیا تو اگر اپنا کپڑا اچھا ہے اس کپڑے سے یا مساوی ہے اس سے نماز پڑھنا
اور استعمال کرنا اسکا درست ہی اور اپنا خراب تہا یہ اچھا آیا تو درست نہین بعد تحقیق تمام
اگر نشان نہ لگے تو خود حاجتمند ہی تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کر دیوے بعد فرضون کے

مقدم راس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے بسم اللہ الذی لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم اللہم اذہب
عنی الہم والحزن اسکی تصحیح کسی عالم سے کرا لینا زیر زبر کی درستی وہ کر دیوینگے فقط والسلام
سہ شنبہ دوشنبہ یکم جمادی الاولے **استفتاء** کیا فرماتے ہین علمای دین و
مفتیان شرع متین ان مسائل مین جو حسب صراحت ذیل عرض کئے جاتے ہین - اول
زید پیری و مریدی کا پیشہ کرتا تھا قضائے الہی سے فوت ہوگیا - مرید لوگون نے
زید کو ایک جلیل القدر بزرگ سمجھ کر وقت دفن کرنے کے قبر مین ہر چہار طرف پتھر لگا کر
دفن کیا اور پھر حسب دستور زمانہ حال زید کی قبر کی چار دیواری پختہ بنائی - دوم مرید
لوگ زید کی سالانہ برسی کرتے ہین یعنی ایک تاریخ مقرر کر کے کسی دوسرے بزرگ کی
خانقاہ مین سب مرید جمع ہوتے ہین وہان پر خلیفہ زید کا مریدان حاضرین کو توجہ

دیتا ہے اور نیز ظاہر کرتا ہے کہ زید اسوقت جلسہ ہذا مین تشریف لائے بلکہ شریک جلسہ ہذا ہین اور فلان فلان ارشاد فرماتے ہین شرعًا امورات مذکورۃ الصدر درست ہین یا خلاف اور جو شخص امورات مذکور کا مرتکب ہوا اوسکا امام بنانا درست ہے یا نہین اور وہ شخص کس درجہ مین ہے فتوے مفصل بشرح ارقام فرمایا جاوے۔

الجواب قبرین پتھر لگانا مکروہ ہے اور فقہا نے صراحۃً اسکو منع لکھا ہے اور مولانا محمد اسحق دہلوی مہاجر رحمۃ اللہ تعالے کہ تمام ہندوستان کے علمای محدثین کے استاد و استاد زادہ نواسے و شاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے ہین اپنے مسائل اربعین اور مایۃ مسائل مین اسکو منع لکھتے ہین الفاظ اربعین کے یہ ہین پختہ ساختن قبر و تعمیر بر او کنب و چہار دیواری و چبوترہ نزد قبر جائز نیست اور عرس کے باب مین بھی جواب یہ ہے کہ منع ہے اربعین مین مولانا ممدوح لکھتے ہین مقرر ساختن روز عرس جائز نیست در تفسیر مظہری مینویسد لایجوز مایفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا انتہی اور یہ ہفوات کہ شیخ جلسہ مین حاضر ہے اور یہ امر فرماتا ہے اگرچہ بتاویل صحیح شرک نہین مگر منجر بشرک اور باعث فساد عقیدہ عوام ہے تو یہ امر بھی بدعۃ و ضلالۃ گناہ سے خالی نہین بسبب انجام شرک کے لہذا یہ سب امور ممنوع و خلاف سنۃ ہین۔ اگر مرتکب و منسوب ان امور کا اصرار کرے اور ترک نکرے تو امام بنانا اوسکو منع ہے گو اوسکے پیچھے نماز ادا ہوجاتی ہے جب تک فساد عقیدہ اوسکا محقق نہو اور بندہ مولانا محمد اسحق مرحوم کے فتاوی سے یہ نقل کرتا ہے اگر کسی کو شبہہ ہو دونون رسالہ مذکورہ بالا کو مطالعہ کرلیوے اور نصوص حدیث و فقہ کو نقل نہین کرتا کہ اونکے مطالعہ سے عوام بلکہ خواص ہمارے زمانہ

رشید احمد

بس قاصر میں فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب — فخرالدین عفی عنہ گنگوہی
الجواب صحیح والمجیب مصیب — گل محمد
الجواب صحیح — سرور علی شاہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور

الجواب صحیح — حبیب الرحمن مدرس مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور
ہذا الجواب صحیح — محمد اسمعیل مدرس مدرسہ عربی دیوبند
جواب سوالات صحیح ہیں — عنایت الٰہی عفی عنہ

جواب صحیح ہے اللہ تعالے ان قبائح کے مرتکب کو اجتناب کی توفیق دیکے اتباع سنت پر قایم رکھے مشتاق احمد عفی عنہ ۔ جواب صحیح ہے اور اس عبارت سے گریز بھی کمال درجہ گمراہی ہے احمد علی عفی عنہ اخوانپوری واردحال سہارنپور ۔ الجواب صحیح فضل الرحمن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح — خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند
ہذا الجواب صحیح وبنکرہ فسیح — محمد مراد عفا اللہ عنہ از مظفر نگر
صحیح الجواب — تصدیق احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

المجیب مصیب — محمد اسحاق امبہوری عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی
الجواب صحیح — محمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی
الجواب صحیح — عبدالرزاق

الجواب صحیح — بندہ محمود عفا عنہ دیوبندی
جواب صحیح ہے — محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری
الجواب صحیح — بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح — محمد یعقوب علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند
الجواب صحیح — غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند
اصاب من اجاب — محمد حسین عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح ۔ حبیب الرحمن عفی عنہ دیوبندی ۔ من اجاب اصاب محمد شبیر احمد عفی عنہ ۔ تام شد

استفتاء کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ مین کہ زید کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے وحی سے معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہمت منافقین سے بری ہین اور حضرت یوسف علیہ السلام فلان مقام پر ہین اور عمرو کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے وحی کے یہ علم نہ تھا فرمائے کہ زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک ہے یا عمرو کا اگر زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک نہین ہے تو عمرو کو زید کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جائز ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے جواب اسکا بحوالہ کتب احادیث و روایات فقہ حنفیہ کے صاف صاف تحریر فرمائے بینوا و توجروا

الجواب قبل نزول وحی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور علی ہذا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ کو کچھ معلوم نہ تھا بعد وحی کے معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ اضطراب و حیرانی کیون ہوتی پس عقیدہ عمرو کا درست ہے اور زید کا غلط ہے پس اگر عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپکو حق تعالے نے علم دیا تھا تو خطا صریح ہے ایسا سمجھنا اور کفر نہین اور جو یہ عقیدہ کہ خود بخود آپکو علم تھا بدون اطلاع حق تعالے کے تو اندیشہ کفر کا ہے لہذا پہلی شق مین امامت درست ہے دوسری شق مین امام نہ بنانا چاہیئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے اور تاویل کرے فقط واللہ تعالی اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — (مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الجواب صحیح محمود حسن غفر لہ

المجیب مصیب محمد اسمعیل بیگ عفا عنہ

ہذا الجواب حق والحق بالاتباع حقیق — (مہر: محمد عبد الرشید)

الجواب صحیح — (مہر: محمد اسمعیل صانہ الجلیل)

(مہر: بنیظ ... ۱۳۰ شگفتہ محمد گل)

الجواب صحیح محمد جان علی

... مرادآبادی ... [illegible]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھپر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ خداوند تعالے نے میری برئیۃ اور عصمۃ نازل فرمائی اور بعد اسکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین متہمین کو سزا کا فرمانا چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن و ہویدا ہے یہ دلیل بیّن ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل نزول وحی کے علم نہ تھا پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہی واللہ اعلم وعلمہ اتم

محمد ابو الفضل عفا عنہ

محمد ابو الفضل ١٢

مسہور فضل محمد امام محمد

اصاب من اجاب جولی حسان مرادآباد

محمد احتشام الدین عفی عنہ

محمد احتشام الدین ١٢٩٢
خادم الموحدین ہجری

فی الحقیقت اعتقاد عمرو صحیح و درست ہے اور عقیدہ زید مخالف نصوص ہی اور ایک قسم کی بہتان وافترا نسبت جناب رسالت مآب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کے ہے اللہ تعالے اسکو ہدایت فرماوے

فقط محمد قاسم علی عفی عنہ

محمد قاسم علی ١٢٩٢
ملقب مولانا ...

امام و مفتی شہر مرادآباد

اصاب من اجاب

محمد دایم علی عفے عنہ

محمد دایم علی ١٢٩١

چونکہ عرف میں علم یقینی ہی کو علم کہتے ہیں پس ثبوت تردد وحی سے پیشتر نفی علم کے لیئے کافی ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل وحی کے علم برائتہ نہ تھا چنانچہ حدیث افک سے علم کا نہونا عمدہ طورسے ثابت ہے

حررہ عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ

فی الواقع عقیدہ عمرو نہایت صحیح و درست موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے ہے اسلیے کہ جو کچھہ رسول کو معلوم ہوتا ہے وہ بغیر وحی کے معلوم ہی نہیں ہوسکتا پھر زید کا کہنا کہ قبل وحی کے دونوں پیغمبر علیہما السلام کو قصۃ معلوم تھا بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔

محمد ہدایت العلی عفے عنہ لکھنوی

محمد ہدایت العلی

تمام شد

سوال کونڈا کرنا حضرت کا اور سحنک حضرت فاطمہ کی رضی اللہ عنہا اور کھچڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبد الحق رحمہ کا اور دلیا خواجہ خضر کا کرنا اور ان مین کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے۔ **الجواب** ایصال ثواب بلاقید طعام ایام کے مندوب ہے اور قید تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص کے ساتھ ایصال ثواب ہو تو طعام حرام نہین ہوتا گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا کیسا ہے **الجواب** ۲۷ رجب کے روزہ کی فضیلت صحاح احادیث مین ثابت نہین مگر غنیہ مین سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے لکھا ہے اوس کو محدثین ضعیف کہتے ہین حدیث ضعیف سے ثبوت نہین ہوسکتا ہے نفس روزہ جائز ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نبی بخش پیر بخش سالار بخش مدار بخش ایسے نامونکا رکھنا کیسا ہے **الجواب** ایسے نام موہم شرک ہین منع ہین اسکا بدلنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ورق قرآن کے کسی شخص کے پاس موجود ہون اگر اونکی بے تعظیمی ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہیئے **الجواب** گھول کر پانی یا کسی شئی مین پی لیوے یا ادب کے ساتھ پارچہ پاک مین لپیٹ کر کسی ایسی جگہ کہ پامال نہوتی ہو دفن کردے فقط

سوال سرخ پڑیا کے رنگ کا کپڑا اور سرخ لول کا استر لگانا درست ہے یا نہین اور اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہین **الجواب** پوڑیا کا رنگ تو بسبب نجاست شراب کے مرد عورت کو دونون کو درست نہین اور مردوں کے واسطے سرخ رنگ سواے معصفر کے مختلف بین علماء حنفیہ مین ہے احتیاط ترک ہے مگر فتوے بعض علماء کا جواز پر ہے اگر اسپر عمل کرے تو بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال ایک شخص

نماز پڑھتا ہے اور وہ انگوٹھی یا ہی کی یا روپیہ غلطانہ مین مقبول آیا نماز پڑھنے کی
حالت مین یاد ہوا اب وہ کیا کرے نماز توڑ کر لاوے یا نہین اور وہ یہ بھی جانتا ہے
کہ مجکو گم شدہ چیز ملجاوے گی **الجواب** اگر احتمال گم ہونے اور نہ ملنے کا غالب ہے
تو نماز کو توڑ کر لانا جائز ہے ورنہ نماز کو تمام کرے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**
دعا مین بحق رسول اللہ و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہین بعض فقہا و محدثین منع کرتے ہین
اسکا کیا سبب ہے **الجواب** بحق فلان کہنا درست ہے اور معنی یہ ہین کہ جو تونے
اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اوسکے ذریعہ سے مانگتا ہون مگر معتزلہ اور
شیعہ کے نزدیک حق تعالے پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلان کے یہی معنی مراد
رکھتے ہین اسواسطے معنی موہم اور مشابہ معتزلہ کے ہوگئے تھے لہذا فقہا نے ایسا
لفظ کا بولنا منع کردیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیون کے ساتھ تشابہ ہوتا
فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** مسجد کی کوئی چیز اپنے صرف کے لئے لانا بعد کو رکھنا
جائز ہے یا نہین **الجواب** مسجد کا مال اپنی حاجت مین لاکر صرف کرنا درست نہین
اس مین گنہگار ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱
مین ہے (یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے
چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے مولانا علیہ
نے کیا مراد لیا ہے **الجواب** اس عبارۃ سے مراد حق تعالی کی بے نہایت بڑائی ظاہر
کرنا ہے کہ اوسکی سب مخلوقات اگرچہ کسی درجہ کا ہو اوس سے کچھ مناسبت نہین رکھتی
کمہار لوٹہ مٹی کا بناوے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اوسکو احتیاط سے رکھے
مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی ساداہ کسی وجہ سے لوٹہ کو کمہار سے نہین ہوتی

پس حق تعالیٰ کی ذات پاک جو خالق محض قدرة سے ہے اوس کے ساتھ کیا نسبة ودرجہ خلق کا ہوسکتا ہے چمار کو شاہنشاہ وتیلے سے اولاد آدم ہونے مین مناسبة ومساواة ہے اور شاہنشاہ نہ خالق ورازق چمار کا ہی تو چمار کو تو شاہنشاہ سے مساواة بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالیٰ کے ساتھ اسقدر بھی مناسبة کسی کو نہین کوئی عزة برابری کی نہین ہوسکتی فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر ومعزز وبے نہایة عزیز ہین کہ کوئی مثل اونکے نہوا نہ ہوگا مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے مقابلہ مین وہ بھی بندہ مخلوق ہین تو یہ سب حق ہی مگر کم فہم اپنی کج فہمی سے اعتراض بیہودہ کر کے شان حق تعالیٰ کو گھٹاتے ہین اوراسکا نام حب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکھتے ہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** عورت کو حالت عدت زوج مین اپنے والد کی عیادت کو جانا جائز ہے یا نہین **الجواب** عیادة پدر کے واسطے خروج معتدہ کا گھر سے درست نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** حالت جنابة مین کلام اللہ شریف ایک مقام سے دوسرے مقام پر رکھنا جائز ہے یا نہین **الجواب** جنابت کی حالت مین مصحف شریف کا اوٹھانا جزدان مین یا کسی شی سے پکڑکر درست ہی اور مس کرنا حرام ہی اگرچہ دوسری جگہ رکھنے کے واسطے ہو فقط **سوال** ہندوستان دارالحرب ہی یا دارالسلام **الجواب** ہندوستان کے دارالحرب ہونے مین علماء کا حال مختلف ہین اسمین بندہ فیصلہ نہین کرنا فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** یزید پر لعنة کرنے مین جو علما تحقیق کرچکے ہین کہ وہ تائب نہین ہوا لعن کو جائز کہتے ہین اور جن کو یہ تحقیق نہین ہوا وہ سکوت ومنع کرتے ہین یہ احوط ہے فقط واللہ

تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سوال** نوشہ کو سسرال کی طرف سے جو جوڑہ ملتا ہے
اوسمین گوٹہ ٹھپکہ بھی لگا ہوتا ہے اوسکو پہننا درست ہے یا نہین **الجواب** اگر گوٹہ ٹھپکہ
چار انگشت ہے تو یہ لباس مرد کو درست ہے اگر زیادہ ہے تو ناجائز ہے گوٹہ ٹھپکہ تُشتیہ پہننا
مرد کو مطلقاً چار انگشت تک کا جائز ہے نکاح ہو یا بغیر نکاح فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال کفار کے میلون مین مثل گنگا وہردوار وغیرہ مین جاکر مال فروخت کرنا درست
ہے یا نہین اگر قرضدار ہو اور امید فروختگی مال کی ہو کہ قرض ادا ہو جاوے گا تو کیا
کرے **الجواب** ہرگز جانا درست نہین گناہ کبیرہ ہے اگرچہ قرضدار ہو اور امید
فروخت مال اور نفع کثیر کی ہو مطلقاً شرکت ایسے مواقع کی حرام ہے فقط **سوال** تصور
کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ مین کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم اونکا تصور باندھتے ہین تو
وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتے ہین ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے
الجواب ایسا تصور درست نہین اسمین اندیشہ شرک کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال اشعار اس مضمون کے پڑھنے یارسولِ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ + میری تم سے فریاد ہے + کیسے ہین **الجواب** ایسے
الفاظ پڑھنے محبت مین اور خلوت مین باین خیال کہ حق تعالیٰ آپکی ذات کو مطلع فرما دیوے
یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہین اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے
شرک ہین اور مجامع مین منع ہین کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہین لہذا مکروہ ہونگے
فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** صلوٰۃ غوثیہ اکثر مشائخون مین مروج ہے اوسکا پڑھنا جائز
ہے یا نہین **الجواب** بندہ اسکو پسند نہین کرتا اور نہ جائز جانے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال ایک شخص کو مرض قطرہ ہے اگر حالت نماز مین قطرہ نکل جاوے تو نماز توڑے

یا نہین اگر وسواس اس امر کا ہوتا ہو تو کیا کرے **الجواب** اگر قطرہ نکلا خود نماز فاسد ہوگئی یہ کیا توڑے گا مگر ان جو وسوسہ ہوا تو نہ توڑے بعد نماز دیکھ لیوے اگر نکلا ہے تو اعادہ کرلیوے ورنہ نماز ہوگئی فقط **سوال** کفار کو سلام کرنا جائز ہے یا نہین اگر کسی ضرورت کے سبب ہو **الجواب** کفار سے سلام نکرے مگر بضرورۃ مباح ہے فقط **سوال** ایک شخص مسجد مین آیا حالت جماعت مین جب تک وضو کیا امام نماز ختم کرکے قعدہ مین تھا وہ شریک قعدہ نہین ہوا دوسری مسجد مین پوری جماعت کے واسطے چلا گیا لہذا اس مسجد کے نکلنے اور شریک جماعت نہونے سے گنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** اس نماز کو چھوڑکر دوسری جگہ جانا گناہ ہے گویا اعراض کیا صلوۃ سے لہذا اس صلوۃ مین شریک ہونا چاہیئے کہ صورۃ اعراض نہووے فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد **سوال** میلاد شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس صورۃ سے جائز ہے یا نہین استفسار کیا فرماتے ہین علمای دین اس بارہ مین بلا مقرر کیے دنکے میلاد مبارک پڑہوانا یا پڑھنا اور بلا راگ یا راگنی کے نظم پڑھنا جسمین جھوٹ (؟) امیز نہووے اور اس نظم مین سوائے تعریف سچی کے اور کوئی کلمہ تو یا صنم یا کنھیا وغیرہ کا نہووے اور تعظیم وقت ولادت کے کھڑا ہونا اس خیال سے کہ وقت پیدا ہونے نبی صلعم کے ملائکہ مقربین کھڑے ہوئے تھے اور ستارے جھک گئے تھے اور ایام شیر خوارگی مین چاند آپ سے باتین کرتا تھا اور پیدا ہوتے وقت بعض دریا خشک اور بعض جاری ہوگئے تھے اور دیوانخانہ نوشیروان بادشاہ کا جسکے کنگورہ گر گئے تھے دہشت سے اور شیاطین خوف سے پہاڑون مین جا چھپے تھے اور طرح طرح کی کرامتین ظاہر ہوئین تھین جسکی روایتین معتبر موجود ہین اگر کھڑا ہو جاوے تو کیسا ہے اور

سوال القاسم ... محمدی صاحب برادر درود ... احمد صاحب ... ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

اور بایں خیال کہ ذرا سے حاکم کو دیکھ کر سب آدمی کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ عقیدہ مَن
وقت حضرت کو خبر ہوجاتی ہے کہ فلاں امتی نے ایسا کیا آپکو حیاۃ ابدی جانکر تعظیم کرنا
پیدایش کے ذکر پر جائز ہے یا نہیں اور سنا ہے کہ آپکے پیر صاحب حاجی امداد اللہ صاحب
بھی مولود سنتے ہیں جواب تفصیل سے فرمائے **الجواب** مجلس مولود کا مفصل براہین
قاطعہ میں دیکھو اور حجۃ قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول و فعل شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے اور اقوال مجتہدین رحمہم سے ہوتی ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ فرماتے
تھے (جب اونکے پیر سلطان نظام الدین قدس سرہ کے فعل کی حجۃ کوئی لاتا کہ وہ ایسا
کرتے ہیں تم کیوں نہیں کرتے) کہ فعل مشائخ حجۃ نباشد اور اس جواب کو حضرت سلطان اولیا
بھی پسند فرماتے تھے لہذا جناب حاجی صاحب سلمہ کا ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بیجا ہے
فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد **سوال** ایک شخص زانی
اور شرابی ہے اوسکی بیوی اوسکے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور اولاد حرام کی ہوئی یا
حلال کی **الجواب** یہ شخص فاسق ہے نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں
ہوتا لہذا نکاح قایم ہے اور اولاد حلال ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** بعض علما
کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات و ثواب ہوتی
ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط **الجواب** یہ روایۃ صحیح
نہیں فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** ایک امام نماز پڑہا رہا ہے وضو ٹوٹ گیا تو کیا کرے
الجواب از سر نو وضو کرکے نماز پڑہاوے کہ نبار کے مسائل سے لوگ واقف
نہیں ہوتے اور استیناف اولی بھی ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** انگریزی
پڑھنا اور پڑہانا درست ہے یا نہیں **الجواب** انگریزی زبان سیکھنا درست ہے

بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہو اور نقصان دین میں اوس سننے سے نہ آوے فقط
سوال آریہ سماج کا لیکچر سننا اوس موقع پر کہ سڑک پر ہو رہا ہو ایک کھلے
مکان میں کھڑا ہو جاوے تو گناہ تو نہین ہے الجواب آریہ کے وعظ کو سننے
کا احتمال فساد دین کا ہے مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع فقط
واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی سوال بازار میں ایک عورت آرہی ہے
یک بیک اوس پر نگاہ جا پڑے تو گناہ تو نہین ہے الجواب فوراً نگاہ کو روک
لیوے تو گناہ نہین اگر دوبارہ قصداً دیکھے گا تو گناہ ہے فقط سوال مکان رہن
لیکر اوسمین رہنا یا کرایہ کو دینا جائز ہے یا نہین الجواب مکان رہن مین رہنا
حرام ہے فقط سوال ہزار بار گناہ صغیرہ وکبیرہ کئے اور ہزاروں بار توبہ کی ہے
اور پھر قصد تھا کہ اب گناہ نکرونگا مگر پھر شیطان نے کرا دیا اب پھر دل سے توبہ
کرتا ہے تو قبول ہوگی یا نہین الجواب توبہ جب خالص دل سے کرے گا قبول ہوگی
خواہ کتنی ہی بار ٹوٹ گئی ہو فقط سوال بروقت نکاح چھوارے لٹانا جائز ہے یا نہین
الجواب چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہین مگر اسوقت مین نہ چاہیے
کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو فقط سوال سر کے بالون مین بوجہ گرمی کے پان
کھلوانا جائز ہے یا نہین اسواسطے کہ بالون مین گرمی معلوم ہوتی ہے اون کے
کھلوانے سے گرمی نکل جاتی ہے الجواب سارے سر کے بال منڈا دے
یا سارے سر کے رکھے بعض کا رکھنا اور بعض کا منڈانا منع ہے فقط واللہ
تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

سوال استعانت از اہل قبور خواہ قبور انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام ہون سنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرون مشہود لہا بالخیر میں صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سے
ثابت ہے یا نہیں در صورت عدم ثبوت بدعت و ممنوع بموجب روایات ذیل ہوگی یا نہ
اگر نہیں تو ثبوت جواز کیا ہے اور در صورت اختلاف بدعت و جواز اولیٰ کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "اللہم انا کنا نتوسل بنبیک ونحن
الآن نتوسل بعم نبیک" اور امام ابن قیم اغاثہ میں روایت فرماتے ہیں "ثنا علی بن
حسین انہ رأی رجلا یجیٔ الی فرجۃ کانت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل فیہا
فیدعو فنہاہ وقال الا احدثکم حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا تتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم" و ایضا
ولقد جرد السلف الصالح التوحید وحموا جانبہ حتی کان احدہم اذا سلم علی النبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم اراد الدعاء استقبل القبلۃ وجعل ظہرہ الی جدار القبر ثم دعا وقال
سلمۃ بن وردان رأیت انس بن مالک یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ثم یسند ظہرہ الی جدار القبر ثم یدعو ونص علی ذلک الائمۃ الاربعۃ انہ یستقبل
القبلۃ وقت الدعاء حتی لا یدعو عند القبر وایضا وکیف یکون دعاء الموتی والدعاء
عند قبورہم والاستشفاع بہم شرعا وعملا صالحا وتصرف عنہ القرون الثلثۃ"
المفضلۃ بنص الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم یفوز بہ الخلوف الذین یقولون
ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون" وایضا "وکذلک التابعون کان عندہم من قبور
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالامصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد
منہم ولا دعوہ ولا دعوا بہ ولا دعوا عندہ ولا استشفعوا بہ ولو کان ذلک منہم لنقل فیکون
ذلک فضلا حرمہ خیر القرون وجہلوہ وظفر بہ الخلوف وعلموہ" اور قاضی ثناء اللہ صاحب

علیہ الرحمۃ فرماتے ہین و دعا آنہا خواستن حرام ست **الجواب** اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہین کہ مایۃ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحق مرحوم دہلوی کی دیکھے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا استعانہ کے تین معنی ہین ایک یہ کہ حق تعالے سے دعا کرے کہ بحرمۃ فلان میرا کام کردے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس مین کسی کو کلام نہین دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات مین جو آیا ہے اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانہ نہین بلکہ عباد اللہ جو صحرا مین موجود ہوتے ہین اونسے طلب اعانۃ ہے کہ حق تعالے نے اونکو اس ہی کام کے واسطے وہان مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہین ہے اس سے حجۃ جواز پر لانا جہل بے معنی حدیث ہے تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلان تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالے میرا کام کردیوے اس مین اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتے اسکے جواز کے مقر ہین اور مانعین سماع منع کرتے ہین سو اسکا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع مین کسی کو خلاف نہین ہے اسی وجہ اونکو مستثنی کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارۃ قبر مبارک کے شفاعۃ مغفرۃ کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانۃ ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتے کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے معہذا سلام کرنے کو کوئی منع نہین کرتا بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے اس مین بحث مناسب نہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ف: حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

سوال۔ قبور کا پختہ بنانا اور اوپر عمارات وقبہ و روشنی وفرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہین قابل بیان نہین حالانکہ امور مذکورہ کے منع شد ہین احادیث صحیحہ وارد ہین اور فاعلین پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کی لعنت فرمائی ہے گر پھر لوگ تکذیب احادیث کرکے اپنے فعل کی حجت پر قبور انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولیاء کرام صحابہ وائمہ مجتہدین کو پیش کرتے ہین اور منع احادیث وسنت کو منکر انبیاء واولیا کہتے ہین اور درپے ایذارسانی ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ حرمین اور عرب مین جاکر خلاف شرع انکو نہین کہتے کیا قرآن احادیث وہان پر نہین ہے لہذا عرض ہے کہ عرب وحرمین مین اگر علما امور مذکورہ کا منع ہونا بیان نکرین تو یہ کیا حجت جواز ہوسکتا ہے الجواب ہرگاہ کہ احادیث مین ممانعت ان امور کی وارد ہے پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہین ہوسکتے اور اعتبار قرآن و حدیث واقوال مجتہدین کا ہے نہ افعال خلاف شرع کا اگر عرب مین اور حرمین مین امور غیر شرعیہ خلاف کتاب وسنت رائج ہوگئے تو جواز اونکا نہین ہوسکتا اور جو وہان ان بدعات کو کوئی منع نکرسکے تو یہ حجہ جواز کی نہین ہوسکتی اسپر سکوت کی کوئی وجہ نہین کتاب سنۃ سے رد کرنا چاہئے فقط واللہ تعالے اعلم سوال صلوۃ جنازہ وسجدۂ تلاوۃ وغیرہ طلوع واستوا وغروب شمس مین درست ہے یا نہین درصورت عدم جواز اگر پڑھ لیوے تو ادا ہوگا یا نہین الجواب عین طلوع واستوا وغروب مین نماز جنازہ سجدۂ تلاوۃ کروہ تحریمہ ہے معہذا اس وقت مین اگر پڑھ دیوے تو ادا ہوجاتا ہے اور ذمہ سے سقوط ہوجاتا ہے بشرطیکہ اسی وقت تلاوۃ آیۃ کی ہوئی اور جنازہ حاضر ہوا اور جو پہلے وقت مکروہ سے سجدہ کی آیۃ پڑھے اور جنازہ آیا

مکروہ وقت مین ادا کیا تو ادا نہین ہوتا دوبارہ پڑھنا چاہیئے فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم **سوال** چور و دیگر ظالم وغیرہ اگر کسی کو مار ڈالین تو مظلوم شہید ہوگا یا نہین اور اگر مظلوم کے ہاتھ سے چور وغیرہ مارے گئے تو یہ گنہگار ہوگا **الجواب** چور اور ظالم اگر مظلوم کے ہاتھ سے مر گئے تو شہید نہین ہوتے بلکہ فاسق مرتے ہین اور مظلوم مارا گیا تو شہید ہوا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** زید کہتا ہے کہ مصائب مین صبر اور راحت و خوشی مین شکر کرنا چاہیئے کہ اسکا امر قرآن و حدیث مین وارد ہے اور عمرو کہتا ہے کہ نہین بلکہ مصائب امراض وغیرہ مین شکر کرنا چاہیئے یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا تھا یہ نعمت ورثہ انبیاء علیہ السلام کی حرمت ہوئی ہے اور راحت و عیش مین صبر کرنا چاہیئے کہ یہ عیش دنیا کا کفارون کا حصہ ہے لہذا قول کسکا صحیح ہے **الجواب** تکالیف مین صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا چاہیئے اور تکالیف پر راضی ہونا اعلے درجہ کے اولیاء کی شان ہے جو اپنے ارادہ سے فنا ہو رہے ہین وہ دوسری شان ہے اور صبر و شکر بلا و نعمت پر دوسری شان ہے فقط واللہ تعالے اعلم اسمین دونون قول بجاے خود صحیح ہین اور علے الاطلاق سب افراد مین دونون بجا ہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** کتب اصول مین قاعدہ مقرر ہے کہ حکم مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق کرنا اپنی راے سے تعدی حدود اللہ اور حرام ہے اسی کو بدعت بھی کہتے ہین مثلاً مجلس مولود کہ اہل بدعت نے مطلق ذکر اللہ تعالے خواہ امر و نہی و دیگر سیر و حالات ہون مقید کرکے علیحدہ ایک مجلس ٹھیرالی ہے اسم اسمی لہذا بدعت و حرام ہوئی یا قیام مجلس مولود مین کہ مطلق ذکر اللہ تعالے و ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مندوب ہے۔ مگر خاص ذکر مولود ہی پر مقید کرنا

بدعت ہو گیا یا ایصال ثواب الے المیت کہ مطلق تھا بلا تعئین و تخصیص کے کہ سب
جا ہو کر و اہل بدعۃ نے اوسکو مقید بقیود کر لیا ہے یہ تعدی حدود اللہ اور بدعت
ہے علی ہٰذا التقلید مجتہدین مسائل اجتہادیہ مین کہ حکم شارع علیہ السلام مطلق ہے جا ہے
جس فرد ماموربہ پر بالتعئین عمل کرے جس اہل ذکر مجتہدین سے چاہے دریافت کرکر
کوئی قید شارع نے مقرر نہیں فرمائی جو مقید کر لیا جاے البتہ نوع واحد پر عمل بوجہ
سہولت و اصلاح عوام بلا لزوم عقیدہ وجوب مضائقہ نہیں کہ یہ مطلق ہی ہے
گر وجوب مقرر کرنا تعدی حدود اللہ ہو کر حرام ہو گا اور صرف مصلحتاً عمل کرنے کو
وجوب کا عقیدہ کر لینا تغیر حکم شرع ہے اور مثلاً جو لوگ جہال مجتہدین کو برا کہیں
وہ خود فاسق ہین مگر حکم شرع کو اونکی وجہ سے مقید کرنا داخل تعدی حدود اللہ
ہو گا ورنہ لازم ہو گا کہ جو جہال محدثین و حدیث کی توہین کرین اونکی وجہ سے
وجوب شخصی کو غیر شخصی کہ دیا جاوے مگر ایسا نہیں لہذا شخصی غیر شخصی کہ دونوں
مامور اور داخل حکم مطلق ہین برابر جانئے اور کسی مصلحت سے ایک پر ہمیشہ عمل کرنے کو
مناسب مندوب جانئے اور عقیدہ وجوب و ضروری کا نہ رکھے تو وہ معصیب ہے
یا نہیں **الجواب** تقلید شخصی اور غیر شخصی دونون مامور من اللہ تعالے ہین
جسپر عمل کرے عہدۂ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے در اصل یہ مسئلہ درست ہے
اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسری پر عمل کرے اس مین در اصل کوئی عیب
نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے پس فی الواقع اصل یہی ہے لہذا
جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہین وہ بھی گنہگار ہین کہ مامور من اللہ تعالے کو حرام کہتے
ہین اور جو بدون کسی حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ مامور کو

حرام بتاتا ہی دونون ایک درجہ کے ہین اصل ہین اور سائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعۃ ہے یہ قول اوسکا صحیح ہے مگر حکم شرع سے خواہ اشارۃً ہو یا صراحۃً اگر مقید کرے تو درست ہے پس اب سنو کہ تقلید شخصی کا مصلحۃ ہونا اور عوام کا اس مین انتظام رہنا اور فساد وفتنہ کا رفع ہونا اسمین ظاہر ہی اور خود سائل بھی مصلحۃ ہونے کا اقرار کرتا ہی لہذا یہ استحسان اور عدم وجوب اوسی وقت تک ہے کہ کچھ فساد نہو اور تقلید غیر شخصی مین وہ فساد وفتنہ ہو کہ تقلید شخصی کو شرک اور ائمہ کو سب وشتم اور اپنی رائے فاسد سے رد نصوص ہونے لگے جیسا کہ اب مشاہد ہو رہا ہے تو اوسوقت ایسے لوگون کے واسطے غیر شخصی حرام اور شخصی واجب ہوجاتی ہے اور یہ حرمۃ اور وجوب لغیرہ کہلاتا ہی کہ دراصل جائز ومباح تھا کسی عارض کی وجہ سے حرام اور واجب ہو گیا تو اس سبب فساد عوام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کر خرابی دین مین پیدا کرتا ہے خود مولوی محمد حسین بٹالوی ایسے مجتہدین جہلا کو فاسق لکھتے مین پس اس رفع فساد کے واسطے شخصی کا واجب ہونا اور غیر شخصی کا ایسے جہلا کے واسطے حرام ہونا اور عوام کو اس سے بند کرنا واجب ہوا اور اسکی نظیر شرع مین موجود ہے لہذا یہ تقلید مطلق کی نص سے کی گئی ہے نہ بالرائے دیکھو کہ جناب فخر عالم علیہ السلام نے قرآن کا پڑھنا ہفت زبان عرب مین حق تعالے سے جائز کرایا اور علے سبیل البدل کسی لغۃ مین پڑھو جائز ہوا اور اس وسعۃ کو آپنے علیہ السلام بڑی مشقۃ وسعی سے حلال کرایا اور حق تعالے نے اجازۃ فرمائی مگر جب اس اختلاف لغات کے سبب باہم نزاع ہوئی اور اندیشہ زیادہ نزاع کا ہوا تو باجماعۃ صحابہ قرآن شریف کو ایک لغۃ قریش مین کر دیا گیا اور سب لغات جبراً موقوف کر دئے گئے کہ جملہ دیگر

نفات کے مصاحف جلادے اور حبر اکتبین لیے گئے دیکھو یہان مطلق کو مقید کیا
گر بوجہ فساد امت کے اب اجبکہ تقلید غیر شخصی کرنے مین فساد ظاہر ہے اسمین
کسی کو بشرط انصاف انکار نہوگا تو اگر واجب تقلید شخصی کو کہا جاوے اور غیر شخصی کو
منع کیا جاوے تو یہ بالراے نہین بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع
فساد واجب ہر خاص عام پر ہے الحاصل جو کچھ سائل نے لکھا وہ درست ہے مگر یہ اعراد قیت
تک ہے کہ فساد نہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ مین
جو بچشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب تقلید شخصی کا بالراے نہین بلکہ بالنصوص ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ عصر اگر ایک مثل پر پڑہ لیجاوے تو ہو جاویگی
یا قابل اعادہ ہوگی **الجواب** ایک مثل کا مذہب قوی ہے لہذا اگر ایک مثل پر
عصر پڑہے تو ادا ہو جاتی ہے اعادہ نکرے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اگر
حالت مرض و سفر وغیرہ مین جمع بین الصلوتین کر لیوے تو جائز ہے یا نہین کیونکہ
شدت مرض و سفر سخت کی تکالیف مین فوت ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور اسکے
جواز پر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا مسلک بھی ہے کہ مصفی شرح
موطا مین فرماتے ہین مختار فقیر جواز ست وقت عذر و عدم تجویز بغیر عذر۔ اور مولانا
عبدالحی صاحب مرحوم بھی جواز کے قائل ہین مجموعہ فتاوی مین لہذا ایسے عذرات مینا
آپکے نزدیک بھی جواز ہے یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ عمل کرنے مقلد کا دوسرے
امام کے مذہب پر ہے تو وقت ضرورۃ کے جائز ہے عامی کو کیا اوسکو سب کو حق
جاننا چاہیے اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے مین دشواری ہو تو دوسرے
امام کے قول پر عمل کر لیوے اسقدر تنگی نہ اوٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا

ہو جاتا ہے فقط یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہے جیسا اوستاد اساتذنا شاہ ولی اللہ رحمہ نے لکھا ہے فقط سوال بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تشہد مین صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی کی بجاے السلام علی النبی صیغہ غائب سے بدل لیا تھا چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور فتح الباری و عینی وغیرہ شارح حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسکی روایت فرماتے ہین لہذا جبکہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ تعلیم خطاب کو بدل دیا اور پسند نکیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو یا نا جائز ہے یا اولے نہین بہرحال صلوۃ و سلام مین یا تشہد مین خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تہا یا نہین جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر نہین ہے تو وجہ کیا ہے

الجواب اگر کسیکا عقیدہ یہ ہے کہ علیہ الصلوۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہین وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علے النبی کہے اور جبکا عقیدہ یہ ہے کہ سلام صلوۃ آپ کو پہونچایا جاتا ہے ایک جماعۃ ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث مین آیا ہے تو دونون طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہین کسی مصلحۃ کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جاوے جب بھی حرج نہین کہ مقصود حکایۃ ہے دیکھو کہ حیات فخر عالم علیہ السلام مین بھی لوگ دور دور اپنے بیوت مین اور مکہ اور بلاد بعیدہ مین خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہان خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہان تھا نہ یہان بلکہ آپکو وہان بھی ملائک پہونچاتے تھے اور اب بھی لہذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضرور نہین اور اس مین

تقلید بعض صحابہ کی ضرور نہین ورنہ خود آپ علیہ الصلوۃ ارشاد فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب مت کرنا بہرحال صیغہ خطاب رکھنا اولی ہے کہ اصل تعلیم اسی طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحساناً تھا نہ وجوباً اسی واسطے جملہ فقہاء ائمہ اربعہ کے متمذہب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہین اور تبدیل صیغہ کی ضرورۃ نہین لکھتے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** ایسی مسجدین کہ لوگ وہان بدعات و ممنوعات وغیرہ مثلاً تثویب بعد اذان کہتے ہون جانا اور نماز جماعت مین شریک ہونا چاہیئے یا نہین کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما ایک مسجد مین تثویب سنکر چلے آئے تھے اور فرمایا تھا کہ نکلو اس بدعتی کی مسجد سے چنانچہ ترمذی شریف اور فتح القدیر و بحر الرائق وغیرہ مین ہے روی عن مجاہد قال دخلت مع عبد اللہ ابن عمر مسجدا وقد اذن فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر رضی اللہ من المسجد وقال اخرج بنا من ہذا المبتدع اور فتح القدیر بحر الرائق عینی شرح کنز وغیرہ مین ہے روی ان علیا رضی اللہ عنہ رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ہذا المبتدع من المسجد

الجواب یہ بدعۃ فی العمل تھی اگرچہ گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ولے نہین مگر چونکہ اوس زمانہ مین اتقی الناس بہت تھے اور جگہ جگہ ایسے شخص متقی کا اقتدا حاصل ہو سکتا تھا اور کوئی حرج نہ تھا تو آپ چلے آئے مگر اب یہ امر نہین تو ایسے جزوی امور پر تشدد مناسب نہین خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی تھی جب مدینہ مین آیا تھا حالانکہ وہ فاسق تھا لہذا اب بھی ایسے نازک وقت مین ایسے جزوی امور پر ترک جماعۃ کرنا موجب زیادہ نزاع کا ہے اس پرہیز رکھے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** رجوع امام صاحب مذہب ائمہ ثلاثہ

وصاحبین رحمہما اللہ ایک مثل ظہر ثابت ہے یا نہین **الجواب** رجوع امام صاحب کا
بندہ کو معلوم نہین بلکہ خود امام صاحب کی ایک روایۃ اس باب مین موجود ہے
اور یہی مذہب صاحبین کا ہے لہذا یہ مذہب قوی ہے مگر رجوع کی روایۃ بندہ
کو معلوم نہین لہذا اگر کوئی حنفی ایک مثل پر عمل کرے ملام نہین اگرچہ احوط عصر کا
بعد دو مثل کے اور ظہر کا قبل ایک مثل کے پڑھنا ہے فقط واللہ تعالے اعلم
سوال سفر السعادت مین درباب صوم رجب فرماتے ہین و رجب را روزہ داشتن
نہی فرمودہ وایضا و درباب روزہ رجب وفضل آن چیزے ثابت نشدہ بلکہ
کراہیت وارد شدہ عبارت مذکورہ سے مطلق رجب مین روزہ رکھنا منع و مکروہ
معلوم ہوتا ہے یہ ہی صحیح ہے یا مراد اس سے کوئی خاص روزہ ہے جس کو ہزاری
وغیرہ کہتے ہین **الجواب** رجب کا روزہ رکھنا مباح و جائز ہے مگر خصوصیۃ کسی
تاریخ کی کرنا یا اوس کو مسنون اور دیگر ایام سے افضل جاننا یا زیادہ موجب
ثواب جاننا اوس کو مکروہ و بدعۃ لکھتے ہین ورنہ جیسا تمام سال ہے رجب بھی
ایک ماہ ہے فقط واللہ تعالے اعلم اور ہزاری لکھی کچھ نہین اسی وجہ سے بدعۃ لکھا
ہے فقط از پانی پت نہم شعبان ۱۳۱۱ھ یوم شنبہ مشفق مہربان میان عزیزالدین
سلمہ از عبد الرحمن عفی عنہ بعد سلام مسنون واضح ہو کہ مین بیماری متعلقین اور
معالجہ چشم خود کی فکر مین چند ماہ سے تھا اسی وجہ سے خط و کتابت بند ہے اب بھی
مین پرہیز مین ہون جو مسئلہ سہل اور کم غور کا ہوتا ہے اوسکا جواب لکھتا ہون
اور زیادہ خط و کتابت نہین کر سکتا کیونکہ حکیم صاحب کی طرف سے کام کرنے کی
مناہی ہے تمہارے مسئلون کا جواب یہ ہے نماز پڑھنے مین گھنٹہ کا اعتبار نہین ہے

زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر ایک مثل کے اندر اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہیے اور سوائے سایۂ اصلی کے ایک مثل کے بعد بروایت مفتی بہ وقت نماز عصر ہو جاتا ہے اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا عصر کی نماز بعد ایک مثل کے ہو جاتی ہے اعادہ کی حاجت نہیں ہمنے اوستادون سے یہی سُنا ہی کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل نہیں اور سب نفل روزونکی برابر ہے فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب العبد حبیب الرحمن بقلم عبد السلام غفر لہم شعبان ۱۳۱۳ھ یوم شنبہ از پانی پت عبد السلام عفی عنہ کا سلام مسنون

سوال ۱۴۹ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کیا عند المحدثین موضوع ہے اگر نہیں ہی تو یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹی بناوٹی ایک زٹل ہی اور بے دینی اور بد مذہبی ہے گستاخی نسبت حدیث اور گناہ ہے یا نہیں **الجواب** یہ حدیث موضوع نہیں اور اسکی تائید دوسری حدیث سے موجود ہی اختلاف امتی رحمۃ پس گستاخانہ کلام کرنا خود جزۂ حصہ بد دینی کا ہے اور بناوٹی کہنا گناہ نہیں زٹل کہنا اسکا اگر فسق ہو تو عجب نہیں کہ میاکی نسبت حدیث کے ہے فقط واللہ تعالے اعلم

سوال ۱۵۰ کتنی مقدار مسافت سفر مین نماز قصر کرنا چاہیے حسب احادیث صحیحہ **الجواب** چار برید جسکے سولہ سولہ میل کی تین منزل ہوتی ہین حدیث موطا امام مالک سے ثابت ہوتی ہے مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہے فقط واللہ تعالے اعلم

سوال ۱۵۱ فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے **الجواب** فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہین مگر یہ سب تقریبی امور ہین اصل میل اس مسافۃ کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہی وقت اور محل اور راے کے اعتبار سے واللہ تعالے اعلم

سوال ۱۵۲ مکان وغیرہ ایسے لوگون کو کرایہ پر دینا کہ جو

شراب و دیگر محرمات اوس مین فروخت کرتے ہون یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اوس مین کرین یا کفار کہ وہ اوس مین بُت پرستی کرین منع اور داخل اعانت علی المعصیۃ ہوگا یا نہین **الجواب** ایسے کو کرایہ دینا مکان کا درست نہین حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرایہ دینا گناہ نہین گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتوی اسپر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کی ہے لا تعاونوا علی الاثم والعدوان فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** [۱۷] کیا تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے آیا قول زید صحیح ہے یا نہین **الجواب** احتکار کی حرمت اوس وقت ہے کہ عامہ کو ضرر ہونچاوے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہو کر گرانی کا انتظار کرے فقط ورنہ درصورت دونون امر کے نہونے کے گناہ نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** [۱۸] گردن کے بال منڈانا درست ہین یا نہین اور یہ سر مین شامل ہے یا الگ ہے اگر الگ ہے تو کس مقام سے اور داڑھی کا خط بنوانا جائز اور ثابت ہے یا نہین اور پنڈلی اور ران کے بالون کا مونڈنا درست ہے یا نہین **الجواب** گردن جدا عضو ہے اور سر جدا لہذا گردن کے بال منڈانا درست ہے سر کا خطرہ علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے اوس سے نیچے گردن ہے فقط ریش کا خط درست کرانا درست ہے اگر کسی کے بال رخسار پر بے موقع ہون اور نہ منڈانا اولےٰ ہے اور پنڈلی اور ران کے بال کا دور کرنا درست ہے کہ آپ علیہ السلام تمام بدن پر سوا سر چہرہ کے نورہ کرتے تھے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** [۱۹] کتب مخبر مذہب و مبتدعین وغیرہ کی تجارت و طبع و اشاعت کرنا کہ اوس مین ابطال

مذہب حق اور تائید مذہب باطلہ ہوتی ہے منع ونا جائز ہے یا نہین **الجواب**
ایسی کتب کی تجارۃ حرام ہے کہ وہ خود معصیۃ کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے۔
فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** اشیا مسجد فرش وغیرہ بعد خراب ہوجانے یا تو ے
زائد ہونے کے دوسری مسجد مین صرف کرنا قیمتًا یا بلاقیمتًا جائز ہے یا نہین اور
تیل مسجد حجرہ مسجد مین جلانا جائز ہے یا نہین کیونکہ دینے والا کچھ تصریح حجرہ کی
نہین کرتا ہے **الجواب** فرش بوریہ وغیرہ مسجد کا جب مسجد مین اوسکی حاجۃ نرہے
یا ٹوٹ کر خراب بیکار ہو جاوے تو مالک کا ہو جاتا ہے مالک جسنے اول ڈالا تھا
تو وہ چاہے فروخت کر کے اس مسجد مین صرف کردیوے یا دوسری مسجد مین
دیدیوے خود کام مین لاوے اسپر فتوی بعض علما نے دیا ہے اور تیل مسجد کا
حجرہ مین جلانا درست نہین عام لوگون کی نیۃ مسجد مین جلانے کی خاصۃ ہوتی ہے
اگر دینے والا تصریح حجرہ مین جلانے کی کردیوے تو درست ہے ورنہ در اصل عرفًا
خاص مسجد مین دینا غرض ہوتا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال**[۱۲۱] نکاح باین شرط
کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دیدونگا خواہ اس لفظ کو عقد مین لایا ہو یا دل مین رکھا
ہو یا نا کحہ نا کیسے اور سے کہا ہو نا جائز ہے یا نہین **الجواب** نکاح بشرط طلاق بعد
یکماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کیجاوے اور جو دل مین ارادہ
ہے عقد مین ذکر نہین ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود مین اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے فقط
واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** کوڑئین و مروج پیسہ ثمن مین داخل ہین یا نہین اور
سلم انمین جائز ہے یا نہین **الجواب** خر مہرہ اور فلوس نقود مین داخل نہین
عند الشیخین رحمہما اسکی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد رحمہ فلوس کو نقد فرماتے ہین اور

اورسلم کو اسمین ناجائز کہتے ہین اگرچہ یہ سلم حسب مذہب شیخین درست ہی مگر موجب
تہمۃ کا اورعوام کے نزدیک سبب طعن کا ہی تواحتیاط چاہیئے فقط **سوال**[۲۳] بھنگی مسلمان
کہ جسکا پیشہ پاخانہ اوٹھانے اوراوسکی بیع ہی ہوتی ہی اوسکے یہان کا کھانا اوراوسکا مال
تعمیر مساجد مین صرف کرنا منع ہے یا نہین **الجواب** پاخانہ اوٹھانے کی اجرت مباح ہے
وہ مال بھی حلال ہی اگرکوئی فساد عقد مین نہو لہذا تعمیر مساجد مین صرف کرنا بھی درست ہی اوسکی
اجرۃ صفائی مکان کی ہی پاخانہ کی قیمت نہین جو شبہ کراہتہ کا ہو فقط واللہ تعالی اعلم
سوال[۲۴] اجرت پرختم کلام اللہ شریف کرانا ایسے لوگون سے جنھون نے محض اپنی روزی
اسکو ہی ٹہیرالیا ہے ناجائز ہے یا نہین **الجواب** قرآن کے پڑھانے کی اجرۃ کے
جواز پر توفتوی متاخرین کا ہے سواسمین کیا تکرار ہی مگر ایصال ثواب کرنے کو پڑھکر اجرۃ
لینا حرام ہے کہ اجرت علے الطاعۃ ہے تعلیم کی اجرۃ توضرورۃ جائز کی گئی ہے ایصال
ثواب مین نہ ضرورۃ ہی نہ کوئی حرج دنیا و دین کا متصورہی فقط واللہ تعالے اعلم
سوال[۲۵] جماعت کے اوقات معینہ کے قبل اگر کچھ لوگ جماعت کرلین خواہ معینہ جماعت
کے یہ لوگ ہون خواہ باہر کے توانکی جماعۃ ہوگی یا معینہ اوقات والون کی **الجواب**
مسجد محلہ مین حق امام ومؤذن واہل محلہ کا ہی اورجماعۃ کرنا اونکو ہی لایق ہے لہذا اگر
دوسرے لوگ جماعۃ کرین گے تو ثواب جماعۃ کا نہوگا اورجماعۃ اولے اہل محلہ کی ہوگی
اگر انکو جلدی ہے تو دوسری جگہ جاکر جماعۃ کرلیوین فقط واللہ تعالے اعلم اور اگر یہ
بھی اس ہی محلہ کے ہین اورچند آدمی ہین جب بھی یہی حکم ہے فقط **سوال**[۲۶] اگر تنہا نوافل
وغیرہ مین رفع یدین محض بخلوص نیت اتباع ومحبت کے کرلیا کرے کہ یہ سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ وعمل صحابہ ومحدثین ومجتہدین وبعض احناف رحمہما اللہ تعالے

سے ثابت ہے تو ایسی صورت مین اجازت ہوسکتی ہے یا نہین الجواب مقلد حنفی کے نزدیک باتباع اپنے امام کے یہ فعل نکرنا چاہیئے کہ اونکے نزدیک اس مین احتمال نسخ ہے اور منسوخ پر عمل درست نہین ہوتا مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انگشتری سونے کی اور حریر پہنکر منسوخ فرمادیا اب کوئی باتباع حدیث اس عمل کو کرے تو کب حلال ہوگا پس ایسا ہی اس فعل پر عمل کرنا حنفی کو نہین چاہیئے البتہ اگر محقق عالم ہے اور استحباب اس فعل کا جزم مثل قول امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہو تو اگر کرلیوے تو مضائقہ نہین مگر اتباع حدیث کی بہت سے امور مین اس فعل مشتبہ کے کرنے مین کیا بڑا ثواب امید کیا جاتا ہی جو انجام اسکا فساد ہو اور بفعل مستحب ترک واجبات کرنا پڑے اور تواتر سے اسکا ثبوت اولا محل کلام ہی ثانیا متواتر قفل بھی تو منسوخ ہوجاتا ہی نفس تواتر سے جواز عمل نہین ہوجاتا بہرحال صحابہ مین یہ مسئلہ مختلف ہوچکا ہی۔ عدم رفع بھی بہت صحابہ کا مذہب ہے لہذا غیر رافع بھی متبع حدیث وصحابہ کا ہی فقط واللہ تعالے اعلم سوال ؎ رفع سبابہ مین عقد شروع قعود وتشہد سے اور رفع وقت شہادت کے سنت صحیحہ سے ثابت ہی یا نہین باوجود ثبوت اسکے عامل کو برا جاننا اور لامذہب کہنا کیسا ہی اور یہ مذہب حنفیہ مین بھی ثابت ہی یا نہین الجواب عمل رفع سبابہ کا تشہد مین سنتہ ہی اسکے عامل کو برا جاننا زبون امر ہے تعالی اوس کو ہدایۃ فرماوے اور حنفیہ بھی اسکی سنیتہ کے مقر ہین اسپر لامذہب کہنا سخت نازیبا ہے فقط سوال ؎ سورۂ فاتحہ صلوۃ جنازہ مین پڑھی یا نہین اور اگر تکبیر آخرین مین بھی بجائے دعا پڑھ لے تو جائز ہے یا نہین الجواب یہ مسئلہ مختلفہ ہی امام صاحب حدیث سے ممانعۃ قرأۃ قرآن کی نماز جنازہ مین ثابت کرتے ہین اگر دعا کی طرح پڑھے

درست ہے توجب نہی اور جواز دونون حدیث سے ثابت ہین اور مسئلہ مختلفہ تو ایسے فعل کو کرنا کیا ضروری ایسے افعال کرکے لامذہب مشہور ہونا ہوتا ہی اتقوا مواضع التہم خود حکم شارع علیہ السلام کا ہے مستحب مختلفہ کو ادا کرکے فساد برپا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۲۹ **سوال** صلوۃ جنازہ اگر بسبب عذر مطر وغیرہ مسجد مین پڑھ لیجاہے تو درست ہی یا نہین **الجواب** عذر کے سبب کہ جگہ بسبب مطر کے نہو اگر پڑھ لیوے تو مضائقہ نہین ورنہ یہ بھی مسئلہ مختلفہ ہے اسکو کرکے محل طعن بننا لایق نہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۳۰ **سوال** اگر قضا رچند صوم رمضان کے سبب کفارات ہون خواہ دو رمضان کے جمع ہون تو کفارہ ایک ہی کافی ہوگا یا ہر ایک صوم کا علیحدہ اور اگر طالب علمی مین کفارہ نکر سکے تو بعد فراغ علم درست ہی یا نہین **الجواب** کفارات مین تداخل ہوجاتا ہی اگر دس روزہ رمضان کے خواہ ایک ماہ خواہ چند سال کے جمع ہون تو ایک کفارہ کافی ہے اور اگر بعد فراغ طالب علمی کے کفارہ دیوے تو بھی درست ہی مگر جب تک طاقت صوم کی ہے اطعام جائز نہوگا فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۳۱ **سوال** بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہوجاوے یا سنت پڑھکر درصورت پڑھنے کے کس جگہ خارج وغائب مسجد یا داخل مسجد اور درصورت شریک جماعت ہوجانے کے بعد فرض کے سنت پڑھے یا نہین **الجواب** اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ مین نہین تو شریک فرض کی جماعت کا ہوجاوے شرط ادا سنۃ کی ایسی حالت مین یہ ہی کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پالیوے اور جماعت کے روبرو کھڑے ہوکر پڑھنا سخت معصیت ہی اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہین بھی نہ پڑھے بلکہ اگر پڑھنا چاہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھے کہ نفل ہوجاوینگے

بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقًا منع حدیث مین فرمایا ہے یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** مال حرام مثلا بذریعہ سود و زنا ولہو تماشا ڈہول تاشا و تجارت ممنوعات شراب وتصویر وغیرہ سے حاصل کیا ہو ایسے مال کے عوض بیع کرنا اور مشتری کو اوس مال کا لینا حرام ہے یا حلال **الجواب** جسکا مال حرام ہے اوسکے ہاتھ اگر حلال اپنا مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا حلال نہین ہوجاویگا حرام شی ہر جگہ حرام ہی رہتی ہے البتہ مالک کے پاس اگر پہونچ جاوے تو حلال ہوجاویگی کہ وہان اول بھی حلال تھی پہر وہان جاکر بھی حلال ہوجاوے گی کہ وجہ حرمت کی رفع ہوگئی ورنہ جہانتک وہ پہونچے گی حرام ہی رہے گی جب تک مزیل حرمت اوسکا نہ ہوجاوے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** بال سر کے گردن کے نیچے لٹکا لینا جسکو کاکلین بھی کہتے ہین جائز ہے یا نہین اور کاکلون کو جو فعل یہود اور منع حدیث مین فرمایا ہے اسکے کیا معنی ہین اور بال کانون سے نیچے رکھنا جو سنت سے ثابت ہین اسکے کیا معنی ہین اور کاکل بمعنی فعل یہود اور مشابہت عورات سے ہین یا نہین **الجواب** بال سر کے جہانتک چاہے بڑھالیوے درست ہین مگر بعض سر کا مُنڈانا اور بعض کا رکھنا مشابہۃ یہود ہے یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بال بڑھانا نہ یہ کاکل ہے اور نہ یہ ممنوع ہے فقط واللہ تعالے اعلم کاکل بمعنی حلق بعض و ترک بعض فعل یہود کا اور منع ہے اور بال بڑھانا جو سنۃ سے ثابت ہے وہ منع نہین اونکو کاکل کہنا اصطلاح جدیدہ ہے اور مشابہۃ عورتون کی جب ہوویگی کہ عورتون کی طرح چوٹی گوندہے ورنہ کوئی مشابہۃ نہین نہ کراہۃ فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جو لوگ کہ حضرت مولانا محمد اسمعیل شہید علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد کہتے ہین کہ مجتہدین رحمہما اللہ کی تقلید نہین

کرتے تھے آپکے نزدیک یہ قول صحیح ہے یا نہین اور مولانا صاحب مرحوم کی تالیفات
سے اس امر کی تصریح ہوسکتی ہے یا نہین **الجواب** بندہ نے جو کچھ سُنا ہے
مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اوسپر عمل کرتے
تھے اگر نہ ملتی تو امام ابوحنیفہ رحمہ کی تقلید کرتے تھے واللہ تعالے اعلم اور بندہ نے
اونکی زیارت نہین کی جو مشاہدہ اپنا لکھون اور اونکی تصانیف سے بھی غالبا
یہی نکلے گا واللہ تعالے اعلم ۳۵ **سوال** اگر بوجہ نملنے پانی یا مٹی کے وضو و تیمم نکر
تو نماز کس طور پر پڑہنی چاہیئے یا قضا کرلیوے **الجواب** اگر ایسا موقع ہو جاوے
تو وہان تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کرلیوے یہ مذہب امام صاحب
علیہ الرحمۃ کا ہے فقط واللہ تعالے اعلم ۳۶ **سوال** چیتے وغیرہ سباع جانورون کے
چمڑون پر بیٹھنے اور سوار ہونے سے جو احادیث کثیرہ مین ممانعت فرمائی گئی ہے چنانچہ
ترمذی شریف مین ہے ان النبی صلے اللہ علیہ سلم نہی عن جلود السباع ان تفترش انتہی
اور ابو داؤد مین ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس جلود السباع
والرکوب علیہا اور نسائی مین ہے نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میاثر النمور و نہی
عن جلود السباع انتہی ان احادیث کا مطلب کیا ہے کیونکہ بالعموم عوام و خواص اسکو
مصلی بناتے ہین و دیگر ضروریات بستر فرش وغیرہ مین استعمال کرتے ہین بالخصوص
اہل علم و فضل اور کوئی کراہت تک بھی نہین خیال کرتا لہذا وجہ عدم کراہت درصورت
جواز استعمال کیا ہے **الجواب** استعمال غیر مدبوغ جلد سباع کا تو حرام ہے
اور لبعد دباغت کے استعمال اوسکا مکروہ تنزیہی ہے بوجہ عادت متکبرین کے اور اثر
بد جانور کی اور استعمال اونکا ترک اولے جائز ہے حرام نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال مساجد کے بلند کرنے اور زیب زینت و نقش و نگار طلائی و نقرئی وغیرہ جو کچھ عوام کرتے ہیں احادیث صحیحہ کثیرہ میں اسکی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت دی گئی ہے چنانچہ ابو داؤد میں ہے ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ لہذا حسب احادیث امور مذکورہ ممنوع و حرام ہونگے جبر اگر جواز یا استحباب جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر ہو تو ارقام فرماوین **الجواب** فخر و ریا مساجد کا اونچا کرنا حرام ہے اور جو شوکت و ابہت اسلام کے واسطے کرے مباح ہے جیسا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے کیا کسی صحابی نے اوپر انکار و رد نفرمایا اگرچہ آثار سابق کی بنا کو مستحسن جانتے تھے یہی دلیل جواز کی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال یہ مضمون شعر ع محمد سر قدرت ہے کوی رمز اسکی کیا جانے ٭ شریعت میں تو بندے حقیقت میں خدا جانے ٭ محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفےٰ جانے ٭ کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے ٭ خدا و مصطفےٰ کے کنہ میں ادراک عاجز ہے ٭ محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفےٰ جانے ٭ وہی ہے ایک دریا اوسکی موجیں دو عالم میں ٭ غریق قلزم عرفان ہو تو جب یہ ماجرا جانے ٭ احد نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا ٭ بھلا بغیر سطح کوئی اوسکا مرتبہ جانے ٭ چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا ٭ شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا ٭ اسمیں الوہیت و رسالت میں فرق نہیں جانتے اور یہ ظاہر کفر ہے لہذا انکا پڑھنا بالخصوص مجمع عوام میں اور نیز عقیدہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا فسق ناجائز ہے اور در صورت جواز مطلب کیا ہے فقط **الجواب** ان اشعار کے معانی اگرچہ بتاویل درست و صحیح ہو سکتے ہیں مگر چونکہ بظاہر موہم شرک ہیں اس لئے عوام کے روبرو تو انکا پڑھنا موجب فتنہ کا ہے اس سے حذر کرنا چاہیئے اور پڑھنے والے

انکے مجالس عوام مین گنہ گار ہوتے ہین لہذا پرہیز انکا حرام ہے فقط واللہ تعالی اعلم
سوال [۳۹] اگر قرض باوجود قصد و فکر و کوشش کے بوجہ افلاس ادا نہو سکے اور انتقال
کر جاوے تو اوسپر حق العباد رہے گا یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہوگا **الجواب** ایسی حالت
مین اوسکے ورثہ کو دین اوسکا دیوے کہ وہ وارث مالک ہو گئے ہین اور جو دینے
کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالے چاہے معاف کرا دیوے
یا اعمال اوس کے دلا دیویگا اوسکی مشیۃ مین ہے خالص نیۃ ولے کے واسطے معافی کا حکم
حدیث سے معلوم ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۴۰] اکثر ادویات انگریزی مثل
عرق وغیرہ جو طیار ہوکر آتا ہے لظاہر اوس مین اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر
کے باوصف قلت مقدار جو مضایقہ شراب سے ہے اور بعض واقف لوگون سے بعض
عرق و بسکٹ وغیرہ مین اختلاط شراب معلوم ہوا بھی ہے۔ ایسی حالت مین استعمال اوسکا
منع ہے یا نہین **الجواب** جسمین خلط شراب یا نجس شی کا ہے اوسکا استعمال
باوجود علم کے حرام ہے اور لاعلمی مین معذور ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۴۱] جو نان پاؤ
یا بسکٹ وغیرہ بخمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کہانا اوسکا ناجائز ہے یا نہین
الجواب یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایۃ نجاستہ و حرمۃ کی ہے اور شیخین کی
جواز کی تحقیق اور فتوی دونون جانب فرمائی ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** [۴۲]
کافر یا فاسق کی مدح اگر اوسکی صفات حمیدہ مثل حسن خلق و صدق و حیا وغیرہ کے
کہ حدیث شریف مین وارد ہے الحیا شعبۃ الایمان درست ہے یا ممنوع و حرام
بوجہ حدیث شریف اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالے واہتز لہ العرش **الجواب**
بتخصیص یہ کہنا کہ فلان شخص مین یہ صفۃ اچھی ہے اگرچہ وہ کافر ہے تو بظاہر جائز

معلوم ہوتا ہی فقط واللہ تعالیٰ اعلم البتہ مدح مطلق کرنا گناہ ہی کہ اسمین تعظیم فاسق کی ہوتی ہے اور ہم کو حکم اونکی توہین کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** قبرستان مین صلوۃ جنازہ پڑھنا درست ہی یا نہین **الجواب** قبورمین اگر نماز جنازہ کی پڑہ دیوے تو درست ہی مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال صلوۃ جنازہ معہ جوتہ پڑہنا درست ہے یا نہین بالخصوص زمین نجس پر **الجواب** اگر جوتی پاک ہے تو نماز جنازہ درست ہی ورنہ درست نہین ایسا ہی حال زمین کا ہی پس زمین ناپاک پر کھڑے ہوکر بھی درست نہ ہووے گی فقط اور زمین خشک ہوکر پاک ہوجاتی ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ **سوال** بعض حضرات صوفیہ و بزرگان دین کے احوال جو سُنے جاتے ہین والعلم عنداللہ کہ وہ اپنے نفس پر تکالیف شاقہ دشوار یا مشقتین اوٹھاتے ہین مثلاً ٹاٹ زنجیرین پہنا خصی کرڈالنا جنگلون مین نکلجانا تختی مین پڑنا ترک نکاح ترک لباس ترک طیبات لحم وغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کرلینا کہ جو حسب شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہین اور مصائب سختی مین ڈالنا ممنوع کیونکہ آیۃ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا اور قول ان الدین یسر کے خلاف ہے البتہ یہ رہبانیت یہود و نصاریٰ مین تھی سو اللہ تعالیٰ نے اوسکی مذمت فرمائی قال اللہ تعالیٰ ورہبانیۃ ابتدعوہا ماکتبنا علیہم الآیۃ اور ابوداؤد مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم فتلک بقایاہم فی الصوامع والدیار رہبانیۃ ابتدعوہا ماکتبنا علیہم انتہی جبکہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹہیرے تو اونکے باعث کمال تو کیا بلکہ زوال ہوگا بعض کو سُنا ہی کہ بارہ برس چاہ مین لٹکے رہے اور دریا مین چھ ماہ سرا مین اور

چھ ماہ گرما مین دہوپ مین پڑے رہے ان امور سے سمجھ مین نہین آتا کہ نماز وغیرہ حوائج دین و دنیا کس طرح ادا ہوئی ہونگی کیونکہ یہ احوال بزرگانِ اہلِ دین کے لوگ بیان کرتے ہین عوام جہال صوفیونکا کیا ذکر اور کیا پوچھنا لہذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباع سنت واتباع شریعت پر موقوف ہے خلاف اسکے ہرگز نہین ہوسکتی اگرچہ کیساہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہین پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہین چہ جائیکہ اونکو کمال ماناجاوے پھران امور کو اولیا ءاللہ کی طرف نسبت کرنا اور کمال معتبر جاننا چاہیئے یا خلاف قرآن و حدیث جانکر انکو رد کرے

الجواب بزرگانِ دین نے جو مجاہدات کئے ہین کوئی ایسا امر نہین کیا جس سے کوئی بہرو سے شرع کے اوس پر طعن کر سکے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ اور مخالفۃ نفس و شیطان کی کرنا خود جہاد اکبر ہے نص سے یہ ثابت ہے پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ و مباحات لباس وراحۃ وغیرہ کو اونھون نے ترک کیا تھا تاکہ نفس اونکا تقاضا معصیتہ سے باز رہے اور امارہ اونکا مطمئنہ ہوجاوے خود فخر عالم علیہ السلام نے بعض اوقات مرغوب شی کو ترک کردیا ہے اور صحابہ نے بھی اور بحکم اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا لذائذ کو نہین کھایا اور خود زینت مکان کرنے سے حضرت علیہ السلام نے فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا پر رنج ظاہر کیا تو اشارۃً ثابت فرمادیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑین درست ہے اور آپ کا علیہ الصلوۃ فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے اِن مباحات کو ترک کرنے سے اجازۃ نکلتی ہے اور بزرگون نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کرلی ہو مریض اگر بسبب مرض کی کوئی شی ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے

اوسکو نہ کہا دے تو کچھ ملامت شرع کی نہین اور نہ وہ محرّم ہوتا ہے ایسا ہی بزرگون نے
طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجہ باطنی اخلاق نفس کے نہ بوجہ تحریم کے اور خصّی
ہونا اور دریا مین پڑا رہنا بترک صلوۃ وغیرہ یہ بزرگون سے نہین صادر ہوا کسی احمق نے
بزرگون پر یہ تہمت لگائی ہے ہان اگر چاہ مین لٹکے اور دریا مین کسی وقت سزا سے نفس کے
واسطے گرے تو نماز فرائض اور اوراد کو بوجہ احسن ادا کرکے یہ کام کیا ہوگا ورنہ تمام مشاق
اصلاح وتکمیل صلوۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے اوسکو کیسے ترک کرتے یہ غلط تہمت ہے
اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا بوجہ اپنی شہوۃ پر اعتماد کے کہ معصیت سرزد نہوگی
اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت مین اور مال حرام سے بچنے کو کہ نفقہ حلال کا پیدا
کرنے مین زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع
ہوتے تھے تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہین بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے
کہ نکاح نکرے پس یہ طعن شرعًا بالکل خطا رفہمی و ناواقفیۃ دین کے قواعد سے ہے۔
بہرحال اونکا مجاہدہ باشارہ نصوص تھا اور اس مجاہدہ کے سبب اونکو قوۃ روحانی اور
تہذیب اخلاق ونفس حاصل ہوتی تھی لہذا یہ اونکے حق مین عبادۃ تھا اور ترک مباح پر
کوئی گناہ وعتاب نہین ہوتا البتہ مباح کو حرام کرنا بدعۃ ومخالفۃ ہے سو اونسے یہ امر ہرگز
سرزد نہین ہوا ترک مباحات بطور معالجۂ امراض نفس کے ہوا ہے پس اُن اکابر کے جملہ
افعال عین کمال تھے اور عین موافقۃ حکم شرع کے ہے ع کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اگر قریہ مین جمعہ پڑھ لیوے
بانوجہ کہ احادیث مین وارد ہے اور محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ تعالے کا وہ مذہب ہے
تو ہوجاوے گا یا گنہگار رہوگا اور ظہر ذمہ باقی رہے گی **الجواب** قریہ مین جمعہ حنفیہ

کے نزدیک ادا نہین ہوتا تو اونکے نزدیک تو یہ مین جمعہ نہ پڑھے کہ اونکا جمعہ درست
نہین ہوتا اور نہ ظہر ذمہ سے ساقط ہوتی ہی اور جماعۃ نماز جمعہ کی نفل نماز کی جماعۃ ہوکر
کراہتہ تحریمہ ہوتی ہی کہ جماعۃ نوافل کی بتداعی مکروہ تحریمہ ہی فقط الذیہ حسب مذہب شافعی
بعض محدثین کے جمعہ ادا ہوگیا اور ظہر ساقط ہوگئی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** رسالہ
ہفت مسئلہ مطبوعہ نظامی جوکہ حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالے سے منسوب ہوکر شائع ہوا ہے
یہ نسبت حاجی صاحب سلمہ کی غلط ہے یا نہین کیونکہ اوس مین تائید اہل بدعت اور
اہل حق علمای محققین کی مخالفت ہی مفصل کیفیت سے جو ہو ارشاد فرمادین۔
الجواب رسالہ ہفت مسئلہ مین مسئلہ امکان کذب وامکان نظیر مین توکوی امر ایسا
نہین لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اسکی بحث سے احتراز لکھا
ہے تو اسمین کسی اہل حق کی مخالفۃ نہین اور مسئلہ تکرار جماعۃ مین بسبب اختلاف
روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ مین مخالفہ کرنا مناسب
نہین اور مسئلہ ندار غیر مین صاف صاف حق لکھا ہی کہ ندار غیر اگر حاضر وعلم غیب جانکر
کرے گا تو شرک ہوگا اور جو بے اسکے شوق مین کہا ہی تو معذور ہے گنہگار نہین اور
جو بدون عقیدہ شرکیہ کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید اونکو حق تعالے خبر کردیوی تو خلاف محل
نص مین خطاء وگنہ ہے مگر شرک نہین اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوۃ سلام مخاطبہ
فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہونچانا تو وہ خود ثابت ہی سو یہ سب حق ہے اسمین کوی
اہل حق مخالف اسکے نہین کہتا اب رہے تین مسئلہ قیود مجلس مولود کے اور قیود
ایصال ثواب کی اور عرس بزرگان کا کرنا سو اسمین وہ خود لکھتے ہین کہ دراصل یہ
مباح ہین اگر انکو سنتہ یا ضروری جانے بدعۃ ولتعدی حدود اللہ تعالے اور گناہ ہی اور

اور بدون اسکے کہنے مین وہ اباحۃ لکھتے ہین ہم لوگ منع کرتے ہین تو وجہ یہ ہے کہ اونکو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہین کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہین لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہین اور ہم لوگون کو عادۃ عوام سے محقق ہوگیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنۃ جانتے ہین لہذا ہم بدعۃ کہتے ہین پس فی الحقیقت مخالفۃ اصل مسائل مین نہین ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسا امام صاحب نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم کیا بسبب اختلاف صابی کے ہوا ہے کہ امام صاحب کے وقت اون کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت مجوس جیسا پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہین بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ہے ایسا ہی دیگر مسائل مین ہے پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ مین سمجھ لو ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعۃ کے نہین ہین کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے معہذا لکھتا ہون کہ یہ رسالہ اونکا لکھا ہوا نہین کسی نے لکھا اور اونکو سُنا دیا اونھون نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحۃ کی تصحیح کر دی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہوئی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اس عبارت مائۃ مسائل سے انعقاد مجلس مولود کا اثبات کرنا صحیح ہے یا نہین و قیاس عرس بر مولود غیر صحیح ست زیراکہ

در مولود ذکر ولادت خیر البشر ست و آن موجب فرحت و سرورست و در شرع اجتماع

برائے فرحت و سرور کہ خالی از منکرات و بدعات باشد آمدہ الخ **الجواب** اس عبارۃ سے نفس ذکر ولادۃ کی اباحۃ و سرور کا جواز معلوم ہوتا ہے نفس ذکر ولادۃ مندوب ہے اوسمین کراہۃ قیود کے سبب آئی ہے خلاف عرس مروج کے کہ وہ خود قیود کا ہی نام ہے اگر اوس وقت مین مجلس مولود ایسے حال پر ہوتی جیسے اب

وبقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷

ہوتی ہے تو آپ مثل عرس کے اوس کو بھی حرام لکھتے اوسوقت مین یہ مجلس نہین ہوتی
تھی فقط واللہ تعالے اعلم معہذا وہ خود بدعۃ لکھتے ہین فقط واللہ تعالے اعلم

۴۹ **سوال** حفظ کلام اللہ شریف مین بوجہ کثرت مداولت پڑھنے ومس کرنے کلام اللہ شریف کے باوضو رہنا یا کپڑے سے مس کرنا ہرچند احتیاط رکھی جاوے تاہم ہروقت دشوار ہوتاہے ایسی صورت مین کسی طرح سے رخصت ہوسکتی ہی یا نہین **الجواب** طفل نابالغ تو معذور غیر مکلف ہی مس مصحف بلا وضو اوس کو درست ہوگا مگر بالغ کو اجازۃ نہین ہوسکتی پس باوضو ہو یا ثوب وغیرہ سے تقلیب اوراق کرے فقط واللہ تعالے اعلم

۵۰ **سوال** جو افعال قبیحہ مثل نذر غیر اللہ یعنی گیارہوین توشہ وغیرہ وندائے غیر اللہ یعنی یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وسجدہ وطواف قبر واستعانت غیر اللہ وتسمیہ غیر اللہ یعنی عبد النبی وحلف غیر اللہ وشگون بد وغیرہ اگر فاعل کا عقیدہ شرک کفر کا ہے کہ باستقلال حاضر وناظر عالم الغیب جانکر کرتا ہے تو مشرک اور اگر عقیدہ شرکیہ نہین تو اوس کے حق مین یہ افعال حرام وگناہ کبیرہ کے ہونگے یا نہین چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ مایۃ مسائل مین درتحت امور ذیل فرماتے ہین وبعض افعال اگرچہ شرک حقیقی کہ کفر ست نیستند لیکن مشابہ افعال مشرکان وبت پرستان اند ازان افعال ہم اجتناب واحتراز لازم چنانچہ مردمان روبروے علما وعظما تقبیل زمین می کنند کنندہ این افعال وآنکس کہ راضی باین فعل باشد ہر دو گنہگار می شوند کہ این فعل حرام وگناہ است الخ

الجواب ان سب امور مین جیسا کہ مایۃ المسائل مین لکھا ہے وہی بندہ کی طرف سے جواب ہے اوسمین بندہ موافقۃ رکھتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[مہر: رشید احمد]

استفتاء کیا فرماتے ہین علمای دین اس

مسئلہ مین کہ ذات باریتعالے عز اسمہ موصوف بصفت کذب ہی یا نہین اور خدا تعالے جھوٹ بولتا ہی یا نہین اور جو شخص خدا تعالے کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے بینوا توجروا **الجواب** ذاتِ پاک حق تعالے جل جلالہ کی پاک و منزہ ہی اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالے اوسکے کلام مین ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہین ہی- قال اللہ تعالے ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالی کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہ وہ کذب بولتا ہی وہ قطعًا کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امتہ کا ہی وہ ہرگز مومن نہین تعالے اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہی کہ خدا تعالے نے مثلًا فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن مین جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اسکے خلاف ہرگز ہرگز نہ کریگا مگر وہ تعالے قادر ہے اسبات پر کہ اون کو جنت دیدیوے عاجز نہین ہوگیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نکرے گا- قال اللہ تعالے ولو شئنا لآتینا کل نفس ہدٰیہا ولاکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اس آیہ سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالے چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہی اوسکے خلاف نکرے گا اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہین وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علمای امتہ کا ہی چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالے ان تغفر لہم الخ لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہی ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہین اور یہ ہے عبارت اوسکی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ

واللہ اعلم بالصواب کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فی ان اللہ تعالے ہل یتصف

حرسہ اللہ تعالے من آفات الزمن ۱۲

بصفة الكذب ام لا ومن يعتقد انه يكذب كيف حكمه افتونا ماجورين **الجواب**
ان الله تعالیٰ منزہ من ان یتصف بصفة الکذب ولیست فی کلامه شائبة الکذب
ابدًا کما قال الله تعالیٰ ومن اصدق من الله قیلا ومن یعتقد ویتفوہ بانه تعالیٰ
یکذب فهو کافر ملعون قطعًا ومخالف الکتاب والسنة واجماع الامة تعالیٰ الله عما یقول
الظالمون علوا کبیرا نعم اعتقاد اہل الایمان ان ما قال الله تعالیٰ فی القرآن فی فرعون
وہامان وابی لهب انهم جهنمیون فهو حکم قطعی لا یفعل خلافه ابدًا لکنه تعالیٰ قادر علی ان
یدخل الجنة ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل هذا مع اختیاره قال الله تعالیٰ ولو شئنا
لآتینا کل نفس ہداها ولکن حق القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین
فتبین من هذا الآیة انه تعالیٰ لو شاء لجعلهم کلهم مومنین ولکنه لا یخالف ما قال وکل
ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وهو فاعل مختار فعال لما یرید هذا عقیدة جمیع علماء الامة
کما قال البیضاوی تحت تفسیر قوله تعالیٰ ان تغفر لهم الخ وعدم غفران الشرک مقتضی
الوعید۔ فلا امتناع فیه لذاته والله اعلم بالصواب کتبه الاحقر رشید احمد گنگوہی
عفی عنه [مہر: رشید احمد]

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ

الحمد لمن هو به حقیق ومنه استمد العون والتوفیق ما اجاب به العلامة رشید احمد المذکور
هو الحق الذی لا محیص عنه وصلی الله علی النبیین وعلی آله وصحبه وسلم امر برقمه خادم الشریعة
راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان الله
لهما [مہر: محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال] رقمه المرتجی من ربه کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیة
بمکة المحمیة غفر الله له ولوالدیه ومشائخه وجمیع المسلمین [مہر: محمد سعید بن محمد بابصیل] الراجی العفو من
الواهب الوطیة محمد عابد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیة ببلد الله المحمیة مصلیا مسلما

ہذا وما اجاب به العلامة رشید احمد فیه الکفایة وعلیه المعول لان الحق الذی لا محیص عنه

رقمه الحقیر خلف بن ابراہیم خادم افتاء الحنابلة بمکة المشرفة حامدا مصلیا مسلما

(مہر) خلف بن ابراہیم — (مہر) الشیخ حسین محمد عابد بن المرحوم

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا
در مسئلہ امکان کذب بہ رفع شبہات مولوی نذیر احمد خانصاحب رامپوری

شبہ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنے مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہو اور اسکے احکام ہی غلط ہوں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔" + از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خانصاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار یہ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ

جواب واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنے آپنے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ط وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو درباب وقوع وعدم وقوع خلاف وعید کے جسکو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اسکی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باریتعالے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اسکے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اسکا نہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شئ ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اسکو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیہ کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باریتعالے ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اسکی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زمان قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک دو مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا الآیۃ اور دوسری جگہ فرمایا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ الآیۃ آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اسکا خلاف ہو تو کذب لازم آوے مگر آیت اول سے اسکا تحت قدرت باریتعالے داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باریتعالیٰ جل علاء

کیون نہو وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ احادیث کو دیکھیے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلا ہی ہو چکے پر جو کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدا بے پاک مجبور نہیں اسلئے نظر بقدرت وجلال کبریائی لرزاں ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات جنکی شان مین لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ فرماتے رہے وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ او کما قال اللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل فقط مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم مراداباد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ ۱۱— اس لئے محض خیرخواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام دیتا ہون تاکہ مجکو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسرے صاحبون کو التباس اشتباہ سے نجات ہو ظاہر ہے کہ یہ امور و اعمال جس ہیئت وکیفیت سے مروج وشائع ہین اکثر عوام بالخصوص جہلاء ہندوستان اونکے سبب انواع انواع مفاسد اعتقادی وعملی مین مبتلا ہو جاتے ہین جنکا تجربہ ومشاہدہ ہر عاقل فہیم منصف کر سکتا ہے مثلاً مولد مین بعض قیود کو موکد سمجھنا اور ترک قیود سے دل تنگ ہونا ایصال ثواب کے طرق مین علاوہ تاکد قیود کے اگر اولیاء کی روح کو ہو تو اونکو حاجت روا سمجھنا اور ترک التزام مین اونسے ضرر رسانی کا خوف کرنا اور اگر عام اقارب کی روح کو ہو تو اکثر قصد نام آوری ہونا اور طعن وتشنیع سے ڈرنا اور سماع مین زیادہ مجمع اہل لہو باطل کا ہونا اور امارد ونساء سے اختلاط اعراس مین اول تو فساق وفجار کا مجمع ہونا اور یہ بھی نہو تو ادا رسم کی ضرورت کو قرض دام کرنا پڑھنے والون کا اکثر طعام وشیرینی کے لئے یا وجاہت داعی کی وجہ سے پڑھنا نداء غیر اللہ مین بعض کم فہمونکا منادی کو خبیر وقدیر جاننا کام پورا ہو جانے پر اونکو فاعل ومتصرف سمجھنا۔ جماعت ثانیہ سے اکثر جماعت اولی مین سستی کرنا حقہ رذیل مین جماعت اولی کو فوت کر دینا اور اسپر متاسف نہونا اخیر کے مسئلون مین بار ہتیا لے کسیر عجز کا اعتقاد کر لینا اور اسیطرح کے بہت سے مفاسد ہین جنکی تفصیل استقراء وتتبع سے معلوم ہو سکتی ہے سو حضرت ممدوح ہرگز ہرگز ان مفاسد یا اونکے مقدمات واسباب کو جایز نہین فرماتے حضرت ممدوح پر ایسا گمان کرکے علی الاطلاق ان امور کے جواز پر تمسک کرنا یا حضرت ممدوح کو سوء عقیدت کر لینا حضرت مرحوم کے کمال اتباع شریعت اور اونکی تقریر دلپذیر کی غرض سے ناواقفی ہے۔ خلاصہ ارشاد حضرت ممدوح کا یہ ہے کہ جن قیود کے ساتھ یہ امور لوگون مین شایع ہین وہ بدعت ہین کیونکہ اس رسالہ مین مصرح ہے کہ غیر دین کو دین مین داخل کرنا بدعت ہے سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہین مؤکد کرتے ہین وہ ہی غیر دین کو دین مین داخل کرنیوالے ہین اس مرتبہ مین مانعین حق پر ہین اور بلا التزام قیود ورسم ولزوم مفاسد جیا نا کر لینا اور جیانا نہ کرنا مباح ہے اوسکو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے وہی اس حد مین جواز حق پر ہین یعنی دونکو آپنے حق پر فرمایا چنانچہ بعض اکابر مخصوصین کے پاس جو حضرت مرحوم کا والانامہ مہری آیا تھا اوسمین یہ لفظ موجود ہین کہ نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہین اسیطرح دیگر باقی مسائل مین تفصیل ہے جو اصول شرعیہ مین غور کرنے سے مفہوم ہو سکتے ہین اس توضیح کے بعد کسی کو اشتباہ والتباس کا محل باقی نہین رہ سکتا اگر رسالہ ہذا کی کوئی عبارت اس تقریر مذکور کے خلاف پائی جاوے وہ اس خادم کی عبارت کا قصور سمجھا جاوے اور حضرت صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم کو بالکل مبرا اور منزہ اعتقاد کیا جاوے۔ وما علینا الا البلاغ ۔ ۱۲

ربیع الاول ۱۳۱۶ ھ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ماہ ستمبر ۹۸ء

استفتاء کیا فرماتے ہین فقہا و محدثین اس باب مین کہ جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے شہید ہوئے تھے اون کو مردود کہنا اور بے ایمان کا فر کہنا درست ہے یا نہین اور اگر نادرست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو ایک کتاب تصنیف مولانا مرحوم کی ہے اوسکا مطالعہ کرنا اور پڑہنا اور پڑہانا اچھا ہے یا برا **الجواب** مولوی محمد اسمعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی بدعت کے اوکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنیوالے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال مین رہے آخرکار فی سبیل اللہ جہاد مین کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالی فرماتا ہے ان اولیاءہ الا المتقون اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت مین لاجواب ہے استدلال اوسکے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہین اوسکا رکھنا اور پڑہنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اوسکے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اوسکا قصور فہم ہے کتاب اور مولف کتاب کی کیا تقصیر بڑے بڑے عالم اہل حق اوس کو پسند کرتے ہین اور رکھتے ہین اگر کسی گمراہ نے اوس کو برا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۲۹۱

المجیب مصیب واقعی حضرت مولانا مرحوم مغفور کو جو شخص کافر و مردود کہے وہ فاسق ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سباب المومن فسوق وقتالہ کفر اور کتاب تقویۃ الایمان واسطے درستی ایمان کے اکسیر اعظم ہے مگر جہلا کو چاہیئے کہ اوسکے مضامین اہل حق سے معلوم کرین تاکہ بوجہ جہالت اپنی کے حق رسی سے محروم ہوکر زبان طعن و طنز کی نسبت کتاب مسلم

ارشاد حضرت مولانا [illegible] صاحب [illegible] مرادآبادی

سے نہ کہولین فقط محمد قاسم علی عنہ — امام و مفتی شہر مرادآباد

استفتا رکیا فرماتے ہین علماے دین متین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین
کہ پڑھنا آخر جمعہ کو ماہ رمضان المبارک مین الوداع الوداع یا شہر رمضان اور الوداع
الوداع یا سنت التراویح اور اشعار فارسی یا اردو یا عربی کا ہر جمعہ مین یا آخر جمعہ ماہ
رمضان المبارک مین درصورتیکہ عوام الناس خطبۂ الوداع آخر جمعہ رمضان المبارک کو سنت
بلکہ قریب واجب جانتے ہون کیسا ہے آیا حسب زعم اونکے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے
بدعت ہے بدلایل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا۔

الجواب یہ خطبہ بدعۃ ہے کہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لہا بالخیر مین خطبہ مین منقول
نہین علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ موکد جاننا کسی امر مستحب کو بھی دخل
تعدی حدود اللہ اور بدعۃ ضلالہ ہے چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی مین خطبہ
پڑھنا مکروہ ہے بہرحال یہ فعل عوام جہلا خطبا رکا اور سنت جاننا اسکا بدعۃ ضلالہ واجب الترک ہے
فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

استفتا رکیا فرماتے ہین علماے دین درین مسئلہ کہ علم غیب صفات رحمان
وقدوس جلشانہ مختصہ سمجہا جاوے یا ہر کسی کے ہو یا نہ بینوا توجروا **الجواب** علم غیب
خاصہ حضرت حق سبحانہ جل شانہ خاصۃ الشی مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ عقیدۂ فقیر
ہمین ہے فقیر غلام فرید بقلم خود ساکنہ کوٹ مٹھن و چاچڑان ریاست بہاولپور۔
از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد از سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ کو آپکے کارڈ کا مضمون
معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ الجواب علم غیب خاصہ حق تعالی ہے
اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہین فقط

سوالات مرسلہ عزیز الدین صاحب مراد آبادی ۱۰ محرم ۱۳۱۱ھ

والسلام مورخہ ۱۴ ذی الحجہ بروز جمعہ [رشید احمد] سوال اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہین یعنی اگر ایک بلدہ مین رویۃ الہلال ہوجاوے اور دوسرے مین اوسکی خبر متحقق طور پر بطریق موجب مثل تحریر خطوط معتبر اس درجہ کی کہ ظن حاصل ہوجاوے اور شبہ باقی نہ رہے قرائن سے صداقت ہوجاوے کیونکہ غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل فقہاء لکھتے ہین یا خبار مین کہ جو ایسے ہی درجہ کی ہو اور خواہ رویۃ الہلال رمضان المبارک ہو یا شوال یا ذی الحجہ یا دیگر کسی ماہ کی **الجواب** اختلاف مطالع صوم اور افطار مین تو ظاہر روایۃ مین معتبر نہین مشرق کی رویۃ مغرب والون پر ثابت ہوجاوے گی اگر حجۃ شرعیہ سے ثابت ہووے مگر قربانی اور صلوۃ عید ذی الحجہ اور حج مین معتبر ہوگا کما حققہ فی رد المحتار فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** اگر رویۃ الہلال رمضان المبارک کی ثبوت شہادت واحدہ ہوئی تو بعد گذرنے تیس دن کے رویۃ الہلال شوال بسبب غبار ابر نہو تو افطار درست ہی یا نہین اور درصورت عدم غبار و مطلع صاف کے کہ تیس دن پورے ہوچکے کہ کوئی مہینہ اکتیس کا نہین ہوتا اور شہادت بھی بطور موجب شرعیہ ہوچکی تھی اور موافق امام محمد علیہ الرحمۃ بھی ہے تو افطار درست ہوگا یا نہین **الجواب** ایسی حالت مین بعد تیس کے غبار ابر اگر ہو تو افطار بالاتفاق درست ہی اور مطلع صاف اگر ہو تو شیخین رحمہما کے قول پر عمل کرے اگر کسی نے امام محمد رحمہ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ ملام نہین ہوسکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** اگر مملوکہ قبرستان مین مالک نے قیمت تدفین قبر ورثہ میت سے لے لی ہو دوبارہ سہ بارہ بعد منہدم ہوئے قبرونکے یا بحالت موجودگی ویا عدم موجودگی وارثان میت وہ مالک زمین خود منہدم کرکے قیمت لے لیوے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہین **الجواب**

جب مالک زمین نے قدر قبر زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین ملک ورثہ میت کی ہوجاوے گی پھر مالک کو بیع کرنا اوسکا حلال نہووے گا مگر باذن ورثہ میت کے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اگر کسی نے زکوۃ و دیگر صدقہ واجبہ و نافلہ کا وکیل کردیوے کہ اس کو اپنے انتظام سے صرف کردینا پھر اگر خود وکیل بھی کہ وہ بھی اہل حاجۃ ہے اوس مین سے سب یا بعض لے لیوے تو درست ہی یا خیانت مین داخل ہی **الجواب** اگر زکوۃ دینے والے نے وکیل کو عمومًا اجازت دی کہ جہان چاہے محل پر صرف کردے تو بشرط مصرف ہونے کے وکیل خود بھی لے سکتا ہے اور جو مراد دینا غیرون کو ہے تو خود لینا درست نہین فقط واللہ تعالے اعلم کذا فی کتب الفقہ **سوال** اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ یعنی روپیہ کے پیسے اور پیسو نکے روپیہ کرلیوے ضرورتًا درست ہے یا خیانت مین داخل ہے **الجواب** امین کو تصرف کرنا درست نہین خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہوجاوے گا فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال ابن حدیث ترمذی شریف النفقۃ کلہا فی سبیل اللہ الا البنیاء فلا خیر فیہ مین مطلق بنار کو فلا خیر فیہ مین داخل فرمایا ہے مگر بعض بنار تو ضرورت پر مبنی ہوتی ہے اگر وہ بھی فلا خیر فیہ مین داخل ہوی تو بڑی دشواری واقع ہوگی یا بنار زائد از حاجت مراد ہوگی **الجواب** جو بنار حاجۃ سے زائد ہو یہ حدیث اوسمین وارد ہوئی ہے جیسا بعض آدمیون کو زائد از حاجۃ بنا رکا شوق ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال تصور شیخ و شغل برزخ جو براے جمعیت خاطر و دفع خطرات مشائخ زمانہ کرتے ہین اور اوسکو رکن طریقت و واجبات سے جانتے ہین کہ بدون اسکے حصول فیوض و برکات محال ہین لہذا ایسی صورت مین یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر مین

کسی صحابی و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ تعالے علیہم سے ثابت ہر گز نہین کیونکہ جب
ایسا ضروری ہوا تو صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہونگے اور جو زمانہ خیر القرون
مین اسکا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہوسکتا ہے گو عقیدہ شرک
تک نہ پہونچا ہو **الجواب** اس شغل مین متاخرین صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت
ہوگئی لہذا متاخرین علماء نے اسکو منع فرمایا اور اب علما متاخرین کے قول پر عمل چاہئے
اس شغل کی کچھ ضرورۃ نہین اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا فقط واللہ تعالے اعلم
رشید احمد عفی عنہ **سوال** حضرت خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ؎ خلق میگوید
کہ خسرو بت پرستی میکند ٭ آرے آرے میکند با خلق عالم کار نیست ٭ شعر مذکور کا مطلب
کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے اور بت پرستی سے کیا علاقہ تھا شاید کوئی اصطلاح ہوگی اگرچہ
حسب ظاہر تو خلاف معلوم ہوتا ہے **الجواب** حسب اصطلاحات شعراء مطلب صحیح ہے
بت پرستی سے مراد اونکی تابعداری محبوب کی ہوتی ہے تو محبوب اونکے سیدی شیخ
نظام الدین قدس سرہ تھے اونکی اطاعۃ اطاعۃ حق تعالے کی تھی فقط واللہ تعالی اعلم
سوال یہ قول بعض حضرات صوفیہ رحمہ اللہ کہ لا الہ الا اللہ اگر بطریق صوفیہ کے کہا جاوے
تو عاقبت مین نافع ہوگا ورنہ نہین تو کیا محض اقرار باللسان وتصدیق بالقلب جو
ہر خاص و عام پر فرض ہے نافع نہوگی تاوقتیکہ خاص صوفیہ کے طور پر نہو ہان وہ ایک اعلے
درجہ ہوگا نہ کہ نافع ہی نہو لہذا یہ قول صحیح ہے یا نہین **الجواب** یہ قول بھی بجائے خود
صحیح ہے اور معنی بھی صحیح ہین مگر اس سوال کے جواب کی نہ مجکو لیاقت ہے نہ سائل لائق
ہے نہ اسکا جواب قرطاسی ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ
کلمہ پڑھے معنی سمجھ کر نافع ہووے گا بفضلہ تعالے فقط **سوال** یہ قول کہ حضرات

اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری دیدار رب العزت تعالے شانہٗ کرتے ہین غلط ہے یا صحیح **الجواب** یہ قول اونکا صحیح نہین بلکہ ماوّل ہے اگر کسی کامل سے منقول ہے اور مردود ہے اگر کسی جاہل سے مروی ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماوین **الجواب** دونون مین فضیلت ہے من جہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہی اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالے نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکراللہ ذکرا کثیرا مطلق کی فرد مین ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہین باعتبار ذاکر اور وقت اور کیفیتہ اور ثمرات کے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

سوال یہ طریقہ جو اکثر عوام مین مروج ہے کہ اگر کلام اللہ شریف ہاتھ سے گر جاوے تو اوسکی برابر وزن کرکے گندم و جو وغیرہ مساکین کو صدقہ کرتے ہین اور اس خاص طریقہ کو ضروری لازم جانتے ہین اگرچہ قرض کی نوبت ہو لہذا یہ خاص طور بالخصوص کیسا ہے اگرچہ صدقہ دیوے **الجواب** یہ امر کہین ثابت نہین اختراع عوام کا ہے البتہ صدقہ دیدینا ایسی حالت مین اچھا ہی کہ صدقہ سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے مگر واجب نہین بشرط قدرۃ کے صدقہ کر دیوے خواہ کچھ ہو خواہ کسیقدر ہو سواے اس کے دیگر قیود سب لغو بے اصل ہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہین کہ فرائض واجبات تجویز کرکے اوسکے فدیہ مین جو گندم وغیرہ مقرر ہوتے اونکے عوض ایک کلام اللہ شریف دیکر سب سے بری الذمہ ہو جاتے ہین لہذا الطریق مروجہ ثابت اور جائز ہی یا نہین **الجواب** یہ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانون

کے واسطے مقرر ہوگیا ہی حق تعالیٰ نیتہ سے واقف ہے وہان حیلہ کارگر نہین مفلس کے واسطے بشرط صحۃ نیۃ ورثہ کے کیا عجب ہی کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنیہ کا ہی فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سوال** العیال ثواب مین نیت سب اموات کی کرے توسب کو برابر ہونچے گا یا تقسیم ہوکر ہونچے گا **الجواب** یہ ثواب سب پر تقسیم حصہ رسد ہوگا جیسا ظاہر ہے اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا ثواب جیسا مشہور ہے کوئی روایۃ صحیح انکی بندہ کو معلوم نہین واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سوال** اولیاء اللہ کو عالم کی سیر کرانا مثلاً مکہ کرمہ و مدینہ منورہ بلا اسباب ظاہری کے یہ ممکن اور کرامات سے ہے یا نہین ایسی بات کا اگر کوئی انکار کرے توگنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** یہ کرامات اولیاء سے ہوتی ہے اور حق ہے کہ کرامۃ خرق عادۃ کا نام ہے اسمین کوئی تردد کی بات نہین اسکا انکار کرنے والا انکار کرامۃ کا کرتا ہے اور کرامات کا حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنۃ کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

سوال مسجد بنانا قبرستان مین یا دیگر کوئی مکان حجرہ وغیرہ برلے راحت رسانی درست ہی یا نہین **الجواب** جو قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے اوسمین مکان یا مسجد بنانا درست نہین کہ وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہی خلاف شرط واقف کے کوئی تصرف درست نہین کذا فی العالمگیریہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

از بندہ **رشید احمد** عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط آپکا اوسوقت مین گنگوہ ہونچا جب مین دیوبند تھا اس لئے جواب مین دیر ہوئی بندہ آپکے واسطے دعا کرتا ہے آپکے سفر حج کی خبر سے مسرور ہوا حضرت کی خدمت مین نیازمندانہ حاضر ہونا اور اگر کوئی امر خلاف طبیعت دیکھو تو سکوت اختیار کرنا اور مین بخیریت ہون آنکھونکا حال بدستور ہے

فقط والسلام اور وہان چند آدمی بدوضع جمع ہین اونسے مت الجھنا اپنے عقائد واعمال جیسے یہان ہین ویسے ہی رکھنا اور حافظ احمد حسین صاحب سے میرا سلام کہنا اور اونسے ملنا فقط والسلام مورخہ ۷ جمادی الثانی روز دوشنبہ

بنام حافظ عبدالرحیم صاحب مرادآباد ۷ شوال ۱۳۱۳ھ

الجواب

مسئلہ ۲۴ / ۷۲ ———— مسئلہ ۲۴ / ۱۲۰

ماں	بیوی	بھائی	بہن	بیٹی	بیٹی	باپ	زوجہ	اخوات ہم	دختر	پسر ۲
۴/۱۲	۳/۹	۲	۱	۸/۲۴	۸/۲۴	۴/۲۰	۳/۱۵	محروم	۱۷	۶۸/۳۴ ۴۴

شرعاً صورۃ مندرجہ مسئلہ اولی مین ترکہ متوفی بعد تقدیم ماحقہ التقدیم از اداے دیون وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ وغیرہ کے بہتر سہام پر اور ترکہ متوفے مسئلہ دوم مین ایکسو بیس سہام پر منقسم ہوکر اوس مین سے بتفصیل مندرجہ حصص نوشتہ اسامی دی جاوینگی یعنی بارہ سہام ماں کو اور نو بیوی کو اور دو بھائی کو اور ایک بہن کو اور چوبیس چوبیس سہام ہر دو دختران کو مسئلہ اولے مین اور بیس سہام باپ کو اور پندرہ زوجہ کو اور سترہ دختر کو اور چوبیس چوبیس ہر دو پسران کو مسئلہ ثانیہ مین دیئے جاوینگے فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد عفے عنہ

[مہر: رشید احمد]

سوال دعا کرانا اہل قبور سے ممنوع ہے جیساکہ ایضاح الحق مین مولانا شہید مرحوم شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہین ونیز بحکم فتوی رئیس العلما حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کہ استمداد را بمعنی طلب دعا از اموات از جنس بدعات شمردہ اند باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ در زمان حضرت عمر رض اعرابی طلب دعا و استسقاء از مزار مبارک جناب رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام نمودہ پس باوجود تحقیق این امر مذکور دران قرن بنابرانکہ مروج درآن قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ اند الخ اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم بھی اربعین مین فرماتے ہین

مرسلہ حافظ عبدالرحیم صاحب از مرادآباد ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

وحق آنست کہ انکار فقہار عام ست از آنکہ استمداد از قبور انبیار کنند یا از قبور غیر ایشان
ہمہ جائز نیست یا جائز ہے اگر جائز ہے تو جواز مع دلائل مفصل کے ارقام فرماوین
الجواب از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ کی آنکہہ مین
پانی آیا ہوا ہے اسواسطے مین لکہنے پڑہنے سے معذور ہون دوسرے کے ہاتہ سے
لکہواتا ہون اسوجہ سے مختصر لکہتا ہون۔ اگر آپکی تسلی ہوجاوے تو بہتر ورنہ بندہ معذور
ہے۔ قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اسطرح میرا کام کردے تو یہ تو
حرام اور شرک بالاتفاق ہی اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب مین
اختلاف ہی منکرین سماع اسکو لغو ناجائز کہتے ہین اور مجوزین سماع جائز جانتے ہین
اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب مین لکہا ہی بندہ مختلف فیہا مسائل
مین فیصلہ نہین کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہون فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** قومہ
جلسہ مین دعا مسنونہ پڑہنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یہ قول صحیح ہی
یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ صحیح معلوم نہین ہوتا ہے فقط **سوال** صفر کے آخر چار شنبہ
کو اکثر عوام خوشی و سرور وغیرہ اطعام الطعام کرتے ہین شرعاً اسکا کیا ثابت ہے
الجواب شرعاً اسکا کچہہ بہی ثبوت نہین جہلار کی باتین ہین فقط **سوال**
صلوۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑہتے ہین جائز ہے یا نہین اور صلوۃ معکوس و صلوۃ ہول بہی جائز
ہے یا نہین **الجواب** صلوۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہین اور صلوۃ معکوس فی الحقیقہ
نماز نہین بلکہ مجاہدہ ہے اور صلوۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہین فقط
سوال شبینہ یعنی کلام اللہ شریف ایک شب مین تراویح مین پڑہنا ثابت ہی یا نہین
بالخصوص ایسی حالت مین کہ ادائے حروف بترتیل حتاکہ تصحیح الفاظ تک نہین ہوتی اور

مقتدیون پر بار تطویل وریاء وشہرت علاوہ لہذا ایسی صورت مین جائز ہے یا نہین
الجواب قرآن شریف کا ایک رات مین ختم کرنا بصورت تصحیح الفاظ وغیرہ جائز ہے
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک رات مین ختم کرنا ثابت ہے اور اگر قرآن ترتیل
کے ساتھ نہین پڑھا مگر الفاظ صحیح پڑھے گئے تو اسطرح پڑھنے مین ثواب کم ہوگا اور بار تین
ثواب زائد اور ریاء تو فرائض مین بھی ممنوع ہے تراویح پر کیا موقوف ہے اور مقتدیون
کو اگر اسطرح پڑہنا دشوار ہوتا ہے تو نہ پڑہین فقط **سوال** ایسا تالاب جو گرمیون مین کسقدر
خشک ہوجاتا ہو اور ایام بارش مین طویل وعریض مگر کسی موسم مین عشر در عشر سے کم نہین رہتا
اور اسمین اکثر نجاسات مثل بول وبراز وشہر کا پانی وغیرہ بھی شامل ہوتا رہتا ہے لیکن
تاہم اوصاف ثلثہ مین تغیر نہین آتا بلکہ ہرطرح صاف رہتا ہے لہذا یہ طاہر ہے یا نجس
الجواب یہ تالاب طاہر ہے اور ہرگز نجس نہین ہر موسم مین پاک رہتا ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** اختلاف مطالع رویۃ ہلال رمضان شریف یا شوال یا
ذی الحجہ وغیرہ مین معتبر ہے یا نہین اور تحریر خط یا تار معتبر کر اپنے قرائن سے تصدیق
ہوجاوے اور شبہ مطلق نہ رہے ایسے معاملہ مین معتبر ہے یا نہین **الجواب** اختلاف
مطالع صوم وافطار مین معتبر نہین اور سوائے اسکے معتبر ہے یہ ظاہر روایۃ ہے
اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم وافطار مین بھی معتبر ہے اور تار مثل خط کے
ہے اگر تار وخط مین ذرائع عدول ہونگے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہین ہوگا فقط واللہ تعالے
اعلم **سوال** میت پر جو حقوق اللہ مثل فرائض وواجبات کے ہون اگر وارثان ادا
کرین تو ساقط ہوجاوینگے یا نہین اور طریقہ اسقاط مروجہ عوام جو حیلہ وغیرہ کرتے
ہین اسکا وجود خیر القرون مین تھا یا نہین باوجود نہونے کے بدعت ہے یا نہین

الجواب حقوق الٰہیہ تو اداے حقوق سے ادا ہو سکتے ہین اور حقوق بدنیہ جیسے نماز
روزہ تو اگر ہر نماز روزہ کے بدلے نصف صاع گیہون اور ایک صاع جو ادا کرتے سے
امیدوار ہی انشاء اللہ تعالے باقی رہا یہ اسقاط مروجہ محض لغو اور بیہودہ حیلہ ہی اور
اسکا خیر القرون مین کچھ اثر نہین ہی واللہ تعالے اعلم **سوال** اکثر عورتین جو بعض صوفیون
سے بیعت ہوتی ہین بلا حجاب بے پردہ سامنے آتی ہین اور ہاتھ مین ہاتھ دیکر
بیعت ہوتی ہین اور کچھ عیب نہین سمجھا جاتا ہے اور خود یہ بیعت بھی رسمی ہوتی ہے
کیونکہ خود شرک و بدعت مین مبتلا ہوتی ہین نماز تک نہین پڑہتین چہ جائیکہ طریقت
اور اسپر فخر ہوتا ہے اور جو عورتین بیعت نہین ہین انکو طعن کیا جاتا ہے لہذا ایسی بیعت
ہونا حرام ہے یا نہین **الجواب** ایسے پیر سے بیعت ہونا حرام ہے اور ایسی بیعت
بھی حرام اور پیر کے ہاتھ مین ہاتھ دینا غیر محرم عورتون کو حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بوقت بیعت عورتون کا ہاتھ نہین پکڑتے تھے فقط واللہ تعالے اعلم۔

سوال ایک مکان مین چند قبرین پختہ و خام ہین اگر صاحب مکان اوس جگہ
قرآن شریف پڑہا کرے نہ بنیت قراۃ علے القبر کہ جسکو فقہاء منع کرتے ہین تو جائز
ہے یا نہین اور احکام قبر بعد منہدم ہونے کے بدل جاتے ہین یا نہین **الجواب** وہان
قرآن پڑہنا جائز ہے اور جب قبر منطوس ہو جاوے نام و نشان نہ رہے تو بعض احکام
بدل جاتے ہین واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۲۷ ذی الحجہ
روز چارشنبہ (مہر: رشید احمد) **سوال** نماز مین فوق ناف ہاتھ باندہنا سنت سے
ثابت ہی یا نہین باوجود ثبوت اسکے عامل کو برا جاننا ولا مذہب کہنا کیسا ہی حالانکہ خود
ہدایہ مین محققین علماء صوفیہ اسکے عامل و ترجیح و توسیع کے قائل ہین چنانچہ حضرت میرزا

مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں ہے و دست را برابر سینہ می بستند
و میفرمودند کہ این روایت ارجح است از روایت زیر ناف اگر کسے گوید کہ درین صورت
خلاف حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم مے آید گوئیم بموجب قول ابی حنیفہ رضی اللہ
تعالے عنہ اذا اثبت الحدیث فھو مذھبی از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم
نمے آید بلکہ موافقت در موافقت ست انتہی اور امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میزان
میں اولویت کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وضع تحت صدرہ اولے وبذلک حصل الجمع
بین اقوال الائمۃ رضی اللہ عنہم انتہی اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شرح موطا میں فرماتے ہیں مترجم گویا رضی اللہ عنہ وارضاہ کہ جمہور علما بوضع یمنے
بر یسرے قائل اند باز اختلاف کردند شافعی فوق ناف مے نہد و ابوحنیفہ زیر ناف
و این ہمہ واسع و جائز است اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تنویر العینین میں فرماتے
ہیں والوضع تحت السرۃ وفوقہا متساویان لان کلا منہما مروی عن اصحاب النبی
صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی توسیع کے قائل ہیں
مدارج النبوۃ میں **الجواب** فوق ناف و زیر ناف دونوں طرح ہاتھ باندھنا اگر از روے
دیانت ہے تو جائز ہے اور اگر ہواے نفسانی سے کرے گا تو ناجائز ہے واللہ تعالے
اعلم **سوال** ملفوظات حضرت میرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔
عجب ست کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند و احوال رواۃ آن معلوم
است و بچند واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطا را بران راہ نیست بعمل نمے آرند و روایت
فقہ کہ ناقلان آن قضاۃ و مفتیان اند و احوال ضبط و عدل آنہا معلوم نیست و بزیادہ
از دہ واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطا و صواب از شان اوست معمول گردیدہ است ربنا لاتواخذنا

ان نسینا او اخطانا انتہی اس عبارت کی وجہ سے وہ لوگ جو باوجود احادیث صحیحہ غیر منسوخ کے جنکی شہادت عند المحدثین اہل فن ثابت ہوگئی ترک کرکے دیگر کتب و اقوال کہ اونکا حال بضبط نا قلان ثابت نہین عمل کرتے ہین حضرت میرزا صاحب قدس سرہ کو غیر مقلد و برا کہتے ہین یہ قول اونکا گناہ اور ناحق ہی یا نہین اور عبارت مذکورہ صحیح ہی یا نہین **الجواب** یہ عبارت صحیح ہے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے کہ جو تمام احادیث کی صحت و سقم سے واقف ہو اور دلائل ائمہ مجتہدین و فقہا سے بھی واقف ہو بس یہ عبارت کچھ غیر مقلدون کو مفید نہین اور اس عبارت کی وجہ سے حضرت میرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد و برا کہنے والا فاسق ہی واللہ تعالے اعلم **سوال** احادیث مین جو تغنی بالقرآن کو محمود و مستحسن فرمایا گیا ہے بالخصوص اس حدیث مین لیس منا من لم یتغن بالقرآن اسمین گویا واجب اور اسکے ترک کو حرام کردیا گیا ہے لہذا مراد تغنی بالقرآن سے حسن صوت بے تکلف بلا زیادتی کمی الفاظ ہے یا موسیقی و مطربان کیونکہ اقوال فقہا مختلف ہین بعض مطلق ممنوع کہتے ہین بعض مطلق اجازت دیتے ہین اگرچہ قوانین موسیقی ہو بعض بے تکلف طبع و سماحت جواز و لموسیقی و مطربان عدم جواز کے لہذا استطاب حقیقہ مؤید لقول ثالث ہے یا نہین **الجواب** اس حدیث مین مراد حسن صوت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے اور ایسی طرح تغنی کرنا کہ حروف مین زیادت و کمی نہو جائز بلکہ مستحسن ہے اور ایسی طرح پر پڑھنا کہ حروف مین کمی زیادتی پیدا ہو جاوے جائز نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ جنازہ مسجد مین موجب احادیث صحیحہ چنانچہ ابوداؤد مین ہے عن عائشۃ قالت واللہ ما صلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے سہیل بن البیضاء الا فی المسجد انتہی ایضاً قالت واللہ لقد صلے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم علی ابن النبی بیضاء فی المسجد اخیہ انتہی درست ہی یا نہین درصورت عدم جواز
دلیل صحیح کیا ہی اور یہ حدیث ابو داؤد من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ صحیح ہی
یا نہین کیونکہ صاحب سفر السعادت فرماتے ہین گاہ بیرون مسجد وگاہ اندرون مسجد
وہر دو جائز ست وحدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من صلی علے جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ غلط ست وصواب آنست کہ خطیب بغدادی
روایت کردہ وگفتہ کہ در اصل فلا شئی علیہ ست وبعض ائمہ حدیث سے گویند این حدیث
خود ضعیف ست چہ از افراد صالح مولی التوأمہ ست ونماز بر ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ در مسجد
گذارند بحضرت جمیع مہاجرین وانصار واز کسے انکار وارد نشدہ انتہی اگر کوئی پڑھ لے
تو ہو جاویگی یا قابل اعادہ ہوگی **الجواب** نماز جنازہ کی مسجد مین ادا کرنے مین علما
کا اختلاف ہی امام صاحب کے نزدیک روا نہین اور حدیث ابو ہریرہ حسن ہے
غلط اور ضعیف نہین اور اس حدیث صحیحین سے اسکی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے نجاشی پر
نماز مسجد سے باہر تشریف لاکر پڑھی اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ مسجد مین پڑھ لے
تو نماز ادا ہوگی اعادہ ضرور نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** سورۂ فاتحہ صلوٰۃ
جنازہ مین کہ حسب احادیث صحیحہ مسنون ہی چنانچہ عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف رضی اللہ
تعالے عنہ قال صلیت خلف ابن عباس علے جنازۃ فقرأ فاتحۃ الکتاب فقال لتعلموا
انہا سنۃ وحق رواہ البخاری ونسائی انتہی وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال السنۃ
فی الصلوٰۃ علے الجنازۃ ان یقرأ فی التکبیر الاولے بام القرآن مخافتۃ ثم یکبر ثلثا والتسلیم
عند الآخرۃ رواہ النسائی اور محققین علماء بھی اسکی سنیت وفضلیت کے قائل ہین خصوصًا
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین ومن السنۃ

قراۃ فاتحۃ الکتاب لانہا خیر الادعیۃ واجمعہا اللہ تعالے عبادہ فی محکم کتابہ اور ملا علی
قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی استحباب کے قائل ہین بنا بر احتیاط مذہب شافعی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کے چنانچہ رد المحتار مین ہے وقول ملا علی القاری ایضا یستحب قراتہا بنیۃ الدعاء
خروجا من خلاف الشافعی اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ
مین فرماتے ہین لہذا برعایۃ ادلہ مذکورہ فاتحہ پڑھنا ہی اولی ہے یا نہین الجواب نبیۃ
فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ نماز جنازہ مین احیانًا بجواز پڑھی ہے ورنہ معمول ضرور تھا
کیونکہ امام صاحب قرآن کی ممانعت حدیث سے ثابت فرماتے ہین البتہ بطور دعا پڑھنا
مضائقہ نہین ہے واللہ تعالے اعلم سوال [سلہ] لباس احمر بغیر معصفر خواہ ٹول ومخمل وغیرہ
مردون کو درست ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصفے شرح موطا
مین فرماتے ہین وکروہ نیست لباس مصبوغ بمشق ونحوہ آن در حق مردان ودر حق زنان
واللہ اعلم یا نہین الجواب لباس احمر غیر معصفر مرد کو پہننا جائز ہے علے سبیل الفتوی
اور ترک اولے ہے بنا بر تقوی اور معصفر مرد کو مکروہ تحریمی ہے فقط واللہ تعالے اعلم
سوال تحدید صاع ومد بوزن ہندوستان سو روپیہ کے سیر سے معتبر کیا ہے
اور یہ جو ترجمہ اثاثہ مین مولوی محمد احسن صاحب مرحوم لکھتے ہین کہ مد شرعی رطل کی
تہائی کی برابر ہے یعنی سو روپیہ بھر کے سیر سے قریب ڈیڑھ پاؤ کے ہوتا ہے اور صاع
ایک رطل وتہائی رطل کے قریب یا ڈیڑھ سیر کے قریب ہوتا ہے قول مذکورہ صحیح ہے
یا نہین الجواب [۹۲] باؤن کے سیر سے یعنی چہرہ شاہی باؤن روپیہ کی برابر سیر
ایک صاع تین سیر کا ہوتا ہے اور مد اوسکی چوتھائی ہے اور یہ مد وصاع بمذہب
حنفی ہین اسکے موافق آپ حساب کر لین اور تولہ دو تولہ کی کمی زیادتی شرعًا معتفہ

سلہ سوال استعمال لباس احمر ... جواب ...

نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** معجزہ قدم شریف یعنی سنگ مرمر ہوکر نقش قدم ہوجانا چنانچہ بکثرت دیکھا جاتا ہی کہ لوگ لئے پھرتے ہین احادیث صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے یا نہین **الجواب** کتب احادیث سے تو اسکا پتہ نہین چلتا البتہ قصیدہ ہمزیہ مین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ معجزہ نقش قدم شریف کا ظاہر ہوا ہی لیکن آجکل جو لئے پھرتے ہین انکا اعتبار نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** تو تام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دئے جاوین دوسرے یہ کہ سوراخ کرکے معہ زنجیرون کے داخل کپڑے مین کئے جاوین کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہین یہ دونون صورتین جواز مین یکسان ہین یا نہین **الجواب** تو تام چاندی کے دونون طرح درست ہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جو لوگ وضو مین ہر ہر عضو پر اذکار دعائین پڑھتے ہین آیا کوئی اصل معتبر اسکی ہے یا نہین **الجواب** جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہین انکی کوئی سند صحیح نہین ہے فقط لیکن روایات قابل عمل مین فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۲۷ ذالحجہ روز چہارشنبہ

رشید احمد ۱۳۰۱

جناب مولانا صاحب معظم مکرم دام ظلکم آپکی خدمت عالی مین بعد سلام مسنون الاسلام کے التماس ہی کہ بندہ کو آپکی خیر و عافیت مطلوب ہی لہذا امیدوار ہون کہ سوالات کے جوابات سے بندہ کو مشرف فرمائے فقط خادم العلما رونانج احمد **سوال** جسکے ذمہ روزہ کفارہ کے ہون طلب علم مین ہو یا حفظ کلام اللہ مین اگر روزہ رکھتا ہی تو طلب علم مین نقصان ہوتا ہے اور اگر نہین رکھتا ہے تو اسکا مواخذہ سخت ہوتا ہی کہ کفارہ کے روزہ اوسکے ذمہ ہین اگر بعد طلب علم کے رکھ لے تو درست ہی یا نہین **سوال** جس شخص کے پاس مال نصاب ہو اور وہ اوس مال کی کوئی شی مثل مکان وغیرہ خرید لے تو اوس مال پر زکوۃ ہوگی یا اوسکی

سوالات مرسلہ مولوی حاجی احمد صاحب مرادآبادی ۱۳۰۱ھ

آملی پر **سوال** وقت ظہر مثلین تک رہتا ہی یا نہین مذہب حنفیہ مین اگر نہین رہتا
تو جو ظہر مثلین مین پڑھے تو قضا پڑھے یا ادا اور بعد مثل کے عصر اگر پڑھے تو ہوگی
یا نہین اور سایہ اصلی کی پہچان خلاصہ طور پر ایسے قاعدہ کلیہ سے کہ ہر جگہ وہ قاعدہ
دل نشین ہو ارقام فرماوین **سوال** اگر کسی کو کوئی عذر مثل مرض وغیرہ کے ہو تو جمع بین الصلوتین
جائز ہے یا نہین کیونکہ وہ حالت مرض سخت وغیرہ مین نہ پڑھ سکے گا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب
موطا کی شرح مین فرماتے ہین مختار فقیر جواز ست وقت عذر و عدم جواز بغیر عذر اور مولانا
عبد الحی صاحب مرحوم بھی جواز کو لکھتے ہین اپنے فتاوی مین تو اگر ایسے وقت مین جمع بین الصلوتین
کرلے تو جائز ہے یا نہین اور نماز ہوجاویگی یا نہین **سوال** قبرون کو پختہ کرانا اور عمارات
بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ انکے منع مین حدیثین صحیح وارد ہین اور لعنت فرمائی ہی حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے تو پھر کیا باعث ہی جو خود حضرت ہی کا مزار مبارک پختہ رفیع الشان
بنا ہوا ہے اور رنگین بھی ہوئی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور اماموں کی
بھی پختہ بنی ہین کیا کچھ خصوصیت ہی یا کچھ مصلحت ہی دین و دنیا کی اگر کوئی منع کرے تو نہین
مانتے اور غلط بتاتے ہین آپکی خدمت مین عرض ہی کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو اونپر حجت
ہو کیونکہ حدیثون کا صاف انکار لازم آتا ہے اور اگر اونسے کہین کہ حجت تو قرآن حدیث
سے ہے تو وہ کہتے ہین کہ ہم ایسی باتون کو نہین مانتے۔ **سوال** جو شخص مجتہدین علیہ
الرحمۃ کو یا مقلدین کو برا جانے یا تقلید مجتہدین کو شرک کہے معاذ اللہ وہ تو فاسق اور
گنہگار سخت ہی مگر جو شخص ایسا نسمجھے بلکہ سب ائمہ دین کو اپنا پیشوا و مقتدائے دین اپنے
عقیدہ مین جانتا ہو تو وہ شخص عمل ظاہر سنت پر کہ حدیث سے ثابت ہو اور کسی مذہب کے
موافق ہو مذاہب اربعہ مین سے کرلیوے اور باعث فتنہ فساد کا اور پریشانی عوام کا بھی

اوسکے عمل کرنے سے کیونکہ تقلید معین کو جو واجب اور ضروری کہتے ہین تو اس باعث سے کہ موجب درستی اعمال اور صلاحیت اور بوجہ عدم ہر اگندگی و پریشانی و فتنہ و فساد عوام کے ورنہ چاہے جسکی تقلید کرے مذاہب اربعہ پر تو ایسی صورت مین کہ باعث فتنہ و فساد عوام کا ہو مختار ہے چاہے جسپر عمل کرے یا نہین فقط۔ احقر آپکا خادم بہ امید محمد باز ارجوکی امید ہے کہ جواب سے مشرف فرماوین گے۔ **جواب اول** کفارہ کے روزون مین تاخیر نچاہیئے اگرچہ حفظ قرآن و تحصیل علم مین حرج لازم آوے فقط **جواب دوم** جب تک اُس مال سے کوئی شی نہ خریدی تھی اوسپر زکوۃ تھی اور بعد خریدنے کے اوسپر زکوۃ نہین آتی فقط **جواب سوم** ظاہر یہ دونون قولون پر فتوی دیا گیا ہے جسپر عمل کریگا درست ہے اور رسایہ حیلی کا ایسا قاعدہ جو ہر جگہ موافق و مطابق ہو مجھے معلوم نہین فقط **جواب چہارم** نماز ہوجاوے گی فقط **جواب پنجم** یہ سب امور ناجائز ہین اور جہان کہین لوگون نے کیا ہے وہ علماء مقبولین نے نہین کیا بلکہ امرا و سلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف و سنۃ رسول اللہ کے جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابل حجت نہین فقط **جواب ششم** اس صورۃ مین اگر ہواے نفسانی سے بھی خالی ہے تو اوس کو جائز ہے کہ کسی مذہب کے موافق عمل کر لے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مورخہ ۱۶ ربیع الثانی روز چہارشنبہ

رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب عاصم قاری کے نزدیک جنکی قرأۃ ہندوستان مین پڑھی جاتی ہے اور تمام قرآن مطبوعہ اوسی کے موافق ہین بسم اللہ ہر ہر سورۃ کا جزو ہے لہذا اوسکے نزدیک ہر سورۃ کے اوپر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑہنا چاہیئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہی کہ بسم اللہ ایک آیۃ قرآن شریف کی ہے اوس کو کہین ایک جگہ جہر سے

پڑھ دینا چاہیئے سوائے سورہ نمل کے پس جو لوگ کہ مذہب حنفیہ کی رعایت رکھتے ہین وہ بسم اللہ کو ایک دفعہ پکار کر پڑھ لیتے ہین سوائے سورہ نمل کے کیونکہ بسم اللہ کسی سورہ کا جزو نہین مستقل آیۃ ہے امام صاحب کے نزدیک پس رعایت مذہب حنفیہ جس سورہ کے ساتھ چاہے اسکو پڑھ لیوے کوئی قید نہین اور اگر رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر سورہ کے اوپر بجہر پڑہنا چاہیئے درصورت مذہب حنفیہ کوی احتیاط کی بات نہین یکسان ہے فقط اعتکاف مسنون مین اگر فساد ہو جاوے تو اوسکی قضا نہین آتی فقط سحری کھانے کے اندر تاخیر مستحب ہے اور ایسی تاخیر کہ جس سے شک مین واقع ہو جاوے اوس سے بچنا واجب ہے فقط والسلام سب احباب کو سلام مسنون۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۵۔ رمضان یوم پنجشنبہ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت و اطلاع اولیاء ہندہ اپنے گھر مین کرا لیا بعد اطلاع کے اولیاء ہندہ بھی شکایت وغیرہ کرکے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہوگئے یہانتک کہ ہندہ کی آمد و رفت برابر اپنے اولیاء و زوج مین رہی کسی قسم کی ناراضی اولیاء ہندہ مین نہین پائی گئی بعد بلوغت کے ہندہ خود بھی بدستور راضی وخوش رہی مگر اب بوجہ کسی نزاع کے اولیاء ہندہ مین و زوج ہندہ مین ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علیحدہ ہوکر اپنے اولیاء مین چلی گئی لہذا ایسی صورت مین کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی نکاح صحیح ہے اور ہندہ آسکتی ہے یا نکاح فسخ ہو سکتا ہے بینوا توجروا الجواب صورۃ مسؤلہ مین جبکہ نکاح صحیح ہوگیا کہ ہندہ کے اولیانے

مرسلہ حافظ عنایت اللہ صاحب رامپوری ۱۳۰۷ھ

ف مرسلہ علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی سنہ ۱۳۲۰ھ

اوس کو رد نہین کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اوسکی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود منیدہ بھی زوج سے راضی رہی اور اوس کے پاس رہتی رہی تو اب یہ نکاح ہرگز انکار منیدہ سے فسخ نہین ہوسکتا کذا فی کتب الفقہ فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [رشید احمد ۱۳۰۱]

بخدمت شریف جناب مولانا و مخدومنا مولوی رشید احمد صاحب مد ظلہ العالی۔ السلام علیکم زید ایک معمولی سا مولوی ہے لوگون سے مسائل متنازعہ فیہ مین گفتگو کرکے فساد کرتا ہے اور عوام اور جہلاء سے بلاوجہ بحث و مباحثے کرتا ہے مسائل مختلف فیہ مین نہایت تشدد کرتا ہے چنانچہ عمرو سے جو کہ ایک مبتدی طالب علم نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھتا ہے مسئلہ رفع یدین فی الصلوۃ عند رکوع مین گفتگو کی زید نے کہا رفع یدین عند رکوع ممنوع فی الحدیث ہے عمرو نے جواب دیا نہین بلکہ سنت ہے چنانچہ سبیل الرشاد مین رفع و عدم رفع کو سنت تحریر فرماکر عدم رفع کو راجح لکھا ہے ممنوع نہین ہے اگر ممنوع فی الحدیث ہوتا تو سبیل الرشاد مین ضرور تحریر فرمایا جاتا تو زید نے اسکے جواب مین کہا مین کسی کا کلام نہین مانتا اور چند کلمات سخت کہے عمرو نے بھی اسکے جواب مین غصہ سے یہ کہا جو سنت کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اوسپر عمل کرنے کو جو ممنوع کہے وہ ملحد ہے لہذا عرض ہے جو طور سبیل الرشاد مین تحریر ہوا ہے یہی درست ہے یا رفع یدین مذکور ممنوع فی الحدیث ہے اور زید جو لوگون کو ایسے الفاظ کہتا ہے اور کہلواتا ہے اور لوگون کو ورغلاتا ہے کس جرم کا مستحق ہے اور اس حدیث کا مصداق ہے یا نہین من طلب العلم لیجاری بہ العلماء لیماری بہ السفہاء یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخل اللہ النار اور عمرو نے جو اسکے جواب مین ملحد کہا وہ کس درجہ کا گنہگار ہے بینوا وتوجروا **الجواب** جو طور سبیل الرشاد مین مذکور ہے وہ ہی صحیح ہے احادیث صحیحہ سے دونون امر ثابت ہین کسی ایک کو ممنوع

اور اوسکے فعل کو ارتکاب منہی اور فعل منکر نہ کہنا چاہیئے اور جو شخص ایسے کلمات کیے یا مجارات و مبارات کو مقصود بتحصیل علم بنا دے وہ سخت گستاخ بلکہ مستحق تعزیر ہے اور قابل تادیب فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر: رشید احمد)

(حاشیہ: بنام مولوی ظفر حسین صاحب مرادآبادی)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد السلام علیکم مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے آپکے لئے دعاے خیر کرتا ہے۔ مجھے کوئی وظیفہ ایسا معلوم نہیں کہ جس سے ذوق و شوق پیدا ہو اور دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف توجہ کرنا اسکے لئے مفید ہے جس شی کی ان اسباب کی طرف سے صراحتہً یا دلالتہً اجازت ہو اوسکا لینا مضائقہ نہیں ہے اور بلا مرضی اونکے اوسکے مال میں تصرف درست نہیں ہے فقط والسلام۔ ۲۴ محرم سنہ ۱۳۱۶ھ

(حاشیہ: بنام مولوی ظفر حسین صاحب مرادآبادی)

الجواب ایسے ظروف بنانا جنکا استعمال سب زن و مرد کو حرام ہے بنانے نہیں چاہئیں کہ بالآخر سبب معصیت ہوجاتا ہے اور جو انگوٹھی زن و مرد دونوں پہنتے ہیں وہ بیچنا اور بنانا درست ہے اور جو مردوں کو درست ہے یا عورتوں کو درست ہے اوسکا بنانا اور بیچنا بھی درست ہے فقط والسلام مورخہ ۱۲ شعبان سنہ ۱۶ھ (مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

(حاشیہ: بنام مولوی ظفر حسین صاحب مرادآبادی)

از بندہ رشید احمد عفا عنہ بعد سلام مسنون آنکہ جس صورت میں لوگوں کے جمع ہونے مسجد کی بے تعظیمی ہوتی ہے ایسی صورت میں چپکے سے ختم کر دینا اور کسی کو خبر نکرنا بہت اور مناسب ہے۔ اور جس شخص نے بیس تراویح پڑھ لی ہوں پھر کسی دوسری مسجد میں تراویح ہوتے دیکھے تو شریک ہوجاوے کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔ جس شخص نے اسقدر کھانا کھایا کہ بعد طلوع آفتاب کے ڈکاریں آتی ہیں اور اونکے ساتھ پانی آتا ہے اوس سے روزہ میں حرج نہیں آتا۔ واللہ اعلم ۱۲۔ رمضان یکشنبہ سنہ ۱۷ھ۔ رشید احمد

بوجہ ابر کے یہاں چاند نظر نہیں آیا مگر اور مقامات سے مستند خبریں آئی ہیں کہ چہارشنبہ کی پہلی

بنام علی نظر صاحب گنگوہی مرادآبادی ۱۳۰۹ھ

الجواب بھاگلپوری کپڑے ریشمی ہی ہین اونکا حکم ریشم کا ہی ہے گر یہ موٹا ریشم کی
اور معروف ریشم ریشم کی عمدہ قسم سے ہے پس اگر تانا بانا دونون ریشم کے یا بندا سکے ہون
خواہ صرف بانا ریشم کا ہو تو دونون صورۃ مین نادرست ہی اور اگر دونون ریشمی نہون بلکہ
صرف تانا ریشمی ہو تو درست ہے جیسا ریشم کا بھی یہی حکم ہے حاصل یہ کہ بندا ریشم ہے
چھال نہین ہے فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مورخہ ۲۱- محرم الحرام ۱۹ھ

بنام عزیز الدین صاحب مرادآبادی ۱۳۰۹ھ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ
تعالے معہ متعلقین بعافیت ہی آپکے لئے دعاے خیر کرتا ہے حق تعالے قبول فرماوے
اگر طاق والماری جسمین کتب شرعیہ وقرآن حدیث رکھی ہون سر کی برابر ہے تو کچھ
حرج نہین ہے اور اگر سر کے نیچے پشت کی برابر ہے تو خلاف ادب کے ہے۔ مولوی
نصر اللہ کو بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ تمھارے استفتا بسبیل ڈاک یہان سے روانہ
ہو چکے ہین معلوم نہین کہ آپکے پاس ابتک کیون نہین پہونچے فقط والسلام۔

بنام علی نظر صاحب گنگوہی مرادآبادی ۱۳۰۹ھ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے قرآن شریف
پڑھانے کی اجرت لینی درست ہے مگر رمضان شریف مین جو قرآن شریف تراویح
ونوافل مین سنایا جاتا ہی اوسکی اجرت لینی دینی دونون حرام ہین اور آمدنی مسجد سے یہ
حرج اور بھی زیادہ برا ہے بلکہ متولی پر اوسکا ضمان آویگا یعنی جسقدر اس کام مین مال
مسجد سے صرف کر دیا ہے اوسکے دیتے ہی کہ پھر اپنے پاس سے وہ روپیہ مسجد مین دیے
ایسے ہی ختم قرآن مین شیرینی وغیرہ اپنے پاس سے دے تو درست ہی اگر اسکو ضروری نہ
خیال کرین مگر مال مسجد سے یہ اخراجات ہرگز روا نہین ہین فقط اللہ تعالے اعلم۔

مورخہ ۲۵ رجب ۱۹ھ روز جمعہ

الجواب طاعون وبا وغیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ اوسوقت اذانین کہنا کسی حدیث مین وارد ہوا ہے اس سئے اذان کو یا نماز وجماعت کو ان موقعون مین ثواب یا مسنون یا مستحب جاننا خلاف واقع ہے۔

فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ

(مہر) رشید احمد

منقولہ از مجموعہ فتاوی جلد دوم در سنہ ۱۳۰۲

سوال اول

درکتاب اذر جندی کہ از ملا علی قاری ست روایت ست قال

کان الیوم الثالث من وفات ابراہیم بن محمد صلے اللہ علیہ وسلم جاء ابوذر عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم معہ تمرۃ یابسۃ ولبن الناقۃ وخبز الشعیر فوضعہا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقرا النبی علیہ الصلوۃ والسلام الفاتحۃ مرۃ وسورۃ الاخلاص ثلث مرات وقرا اللہم صل علی محمد انت لہا وہو لہا اہل فرفع یدیہ ومسح وجہہ فامر ابی ذر ان تقسیمہا وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثواب

منقولہ از رسالہ شمشیر خندان مولف مولانا دین محمد صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور **الجواب** یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اسکا کاذب اور مفتری ہے اور اذرجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے انتہی۔

(مہر) محمد صدر الدین

(مہر) محمد قطب الدین ۱۲ — شاگرد مولانا اسحاق صاحب دہلوی مؤلف مظاہر الحق شرح مشکوۃ	(مہر) محمد بشیر نذیر ۱۲۷ — قنوجی	(مہر) سید محبوب — دہلوی	(مہر) فقیر ضیاء الدین ۱۲ — دہلوی
	(مہر) ۱۲۹۵ — دہلوی	(مہر) سید نذیر حسین ۱۲۸۱ — محدث دہلوی	(مہر) نوار حسین ۱۲۹۲ — دہلوی
(مہر) ہو الخالق الکبیر — دہلوی	(مہر) رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ — دہلوی	(مہر) محمد عبد الرب ۱۲ — دہلوی	(مہر) محمد تقی خان — دہلوی
(مہر) سید رحمت علی خان عدالت العالیہ سلطانیہ مغفرۃ سراج العلماء ضیاء الفقہاء — مفتی بادشاہی لاہوری		(مہر) محمد عبد الصمد — دہلوی	(مہر) شریف حسین —
(مہر) محمد عبد الحکیم		(مہر) احمد سید حسین ۱۲۸۹ — دہلوی	(مہر) ابو الحسن ۱۲۸۹ — دہلوی

هذه الاطعمة لابنى ابراهيم فقط
صحت نام کتاب اور روایت
کی اسمین ہی یا نہین یا اور کسی
کتاب مین ہے - ہوالمصوب
جواب اول نہ کتاب از جندی
از تصانیف ملا علی قاری ست
و نہ روایت مذکور صحیح و معتبر ست
بلکہ موضوع ست و باطل بر آن
اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے
ازہیچ روایت یافتہ نمے شود
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ
الجلی والخفی -

محمد عبدالحی ابو الحسنات

محمد منصور علی ۱۲۸۳ — دہلوی
عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ — دہلوی
منصور علیخان ابن احمد خان ۱۲۹۰ — دہلوی
محمد غلام اکبر خان محمد سعید ۱۲۸۹ — دہلوی

مواہیر علمائے مقیم ریاست دوجانہ

محمد عبد الرحیم ۱۲۹۳ھ
محمد امام الدین محمدی ۱۲۸۴ھ

مواہیر علماے مُراد آباد

شاگرد مولانا محمد اسحق رح

محمد عالم علی ۱۲۸۳ — محدث مراد آبادی
محمد قاسم علی ۱۲۸۵ — صاحبزادہ مولانا عالم علی صاحب
نقشبندی محمد رمضان احمدی ۱۲۹۱

رحمت علی
المشہور حافظ رحمت علی صاحب متصل سنبھلی دروازہ
محمد نور عفی عنہ

مواہیر علمای پانی پت

محمد عبد الرحمن
بخشندہ عاصیان رحیم است

تمام شد

الجواب صحیح اور اسکا واضع ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

استفتاء
ہمنے ہدیۃ الحرمین مین دیکھا ہے
کہ حضرت نے اپنے بیٹے ابراہیم
کے سیوم و دسوان و بیسوان و چہلم وغیرہ مین چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحابون کو کھلایا
پس فی زماننا لوگ پھول - پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سیوم و دسوان و بیسوان مین مانع
ہوتے ہین کیسا ہے - ہوالمصوب یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین مین لکھا ہے محض غلط ہے

کتب معتبرہ مین اسکانشان نہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** (جلد سوم) فاتحہ مروجہ یعنی طعام
را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد **جواب** این طور مخصوص نہ در زمان
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفا بلکہ وجود آن در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا
بالخیر اند منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا عادت خواص نیست و اگر
کسے اینطور مخصوص بعمل آورد آن طعام حرام نمے شود بخوردنش مضائقہ نیست واین را
ضروری دانستن مذموم است وبہتر آنست کہ ہرچہ خواہند خوانندہ ثواب آن بمیت رسانند
وطعام را بہ نیت تصدق بفقرا خورانند وثوابش نیز باموات رسانند۔ **سوال** روز سوم
یا پنجم مردم بطلب یا بلا طلب جمع می شوند وچند ختم کلام مجید میخوانند بعضے آہستہ
وبعض باواز بلند ودر پیالہ خوشبو گل مے اندازند ودیگر خصوصیات در سوم بعمل مے آرند
چہ حکم دارد **جواب** مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص اورا ضروری انگاشتن
در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آن را مکروہ نوشتہ رسم دراہ
تخصیص بگذارند و ہر روزیکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند ومیت قریب مرگ
خود زیادہ تر محتاج مدد مے شود ہر قدر کہ ایصال ثواب بہر روزیکہ شود موجب خیریت
کذا فی فتح العزیز وشیخ عبد الحق محدث دہلوی در شرح سفر السعادت میفرمایند وعادت
نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور
ونہ غیر آن واین مجموع بدعت ست ومکروہ نہ عم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن
سنت ومستحب است اما این اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال
بے وصیت از حق یتامے بدعت است وحرام انتہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات

نقل مکتوب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ

(مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات)

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مجلس مولود مروجہ بدعۃ ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمیہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیۃ کے بدعۃ ہے اور امردلڑکون کا پڑہنا راگ ہین بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعۃ ہے مع ہذا مشابہۃ بالفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے ایصال ثواب بدون اس ہیئۃ کے درست ہے اور سوم و دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہین اس تخصیص ایام مین مشابہۃ بھی ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے اگرچہ اصل ایصال ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہۃ کے درست ہے فقط

اما بعد الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ فاقول باللہ المجیب محق و جمیع الاجوبۃ حقہ وانا المفتاق الی اللہ الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرسۃ العالیۃ الرامپوریہ عرب

(مہر: محمد طیب)

الاجوبۃ صحیحۃ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
محمد لطف اللہ عفی عنہ

ذالک حق للہ
العبد محمد گل مالک و مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد

(مہر: بنیاد نظ... ۱۲ ... شگفتہ محمد گل)

المجیب مصیب
عبد الوہاب خان

(مہر: ... عبد الوہاب خان)

المجیب مصیب
محمد قاسم علی عفی عنہ

(مہر: مولانا عالم علی محمد قاسم علی ... ۱۲۹۶)

امام مفتی شہر مراد اباد

ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ
محمد جعفر علی عفی عنہ

(مہر: ... محمد جعفر ... خان ۱۲)

رامپوری

(مہر: خادم شریعت رسول اللہ قاضی و مفتی محمد لطف اللہ ۱۲۹۸)

منقولہ از ہدایۃ المبتدعین مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔ زید دعوی کرتاہے کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مجلس مولود شریف مین تشریف لے گئے اور آپ نے اجازت دی اور
آپکے زمانہ مین یہ مجلس ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلعم نے دودھ اور چھوہارے
فاتحہ اپنے فرزند ابراہیم کی دی اور عمرو کہتاہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے کسی کتاب
حدیث اور فقہ معتبرہ سے ثابت نہین اللہ کی لعنت ہے جھوٹون پر اگر یہ بات ثابت ہو
تو مین اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کرونگا اور زید بھی یہی کہتاہے کہ اگر یہ بات ثابت
نہین ہوئی تو مین اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کرونگا اسواسطے علمائی دین سے
سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالے سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں

الجواب زید جھوٹاہے اور یہ بات کسی کتاب معتبر مین نہین لکھی زید کو چاہئے
کہ ایسی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی عالم بیدین سے ایسی بات سنی ہو تو اوس
صحبت مین نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہی وہ بھی جھوٹ ہے اور آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام پر افترا مسلمانون کو چاہئیے کہ ایسے بیدین کو سمجھادین اور اگر
پھر بھی توبہ نکرے تو اوسکی ملاقات سے پرہیز کرین اور کسی کتاب سے کہ قابل
اعتبار ہو یہ بات ثابت نہین اور عمرو دونون مسئلون مین سچاہے اور اوسکی بات
بھی ٹھیک ہے۔ فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب

حسبنا اللہ ... عبدہ ... | محمد نذیر حسین

فقیر محمد حسن | قول المجیب حق احق بالاتباع | منصور علی ... احمد | فقیر ... ضیاء الدین

سید امیر حسین ۱۲۷۳ | امیر احمد ...

الجواب صحیح احمد علی عفی عنہ محدث سہارنپوری | شاگرد مولانا محمد اسحاق صاحب | مسعود ... امام مسجد ...

الجواب صحیح الراقم عنایت علی | الراقم محمد اسد علی | جواب صحیح است مہر درین ... دیگر ... لہذا بر دستخط ...

ذلک کذلک | الجواب الجواب | اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب | من اجاب اجاد

عبد الباری عفی عنہ | تراب محمد عالم علی عفی عنہ | من غلب ہواہ عقلہ افتضح | السید ولایت علی | محمد اسحاق

الجواب صحیح | محمد عبد اللہ | السید احمد | حافظ عبد اللہ | محمد یوسف جنیدی | محمد اکبر

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ | رشید احمد ۱۲۹۰

کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھکر ہاتھ اوٹھاکر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہی یا نہین کہ جس کو عرف عام مین فاتحہ کہتے ہین۔ **جواب** صورت مسئولہ کا یہ ہی کہ فاتحہ مروجہ شرعًا درست نہین ہی بلکہ بدعت سئیہ ہے کذا فی اربعین و فتاوی سمرقندی فقط محمد قاسم علی عفی عنہ (محمد قاسم علی ۱۲۸۵)

ہذا الجواب صحیح محمد عالم علی عفی عنہ ؛ الجواب صحیح و المجیب نجیح عبد اللطیف عفی عنہ

محدث مراد آباد | محمد عالم علی ۱۲۶۳ | شاگرد مولانا محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ | محمد عبد اللطیف | سہنپوری

کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس صورت مین کہ فی زماننا رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اوسکے عزیز و اقارب اوس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا اور کسی روز جمع ہوکر مسجد مین یا اور کسی مکان مین قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلا تعین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہین اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہین تو اسطرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑہنا اور پڑہوانا درست ہے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا فی یوم الحساب جزین بمہر فرماوین **جواب** صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز و اقارب و غیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہوکر

روز وفات میت کے دیا دوسرے روز دیا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے شرع شریف
مین اسکی کچھ اصل نہین ہے کتاب نصاب الاحتساب مین لکھا ہے ان ختم القرآن
جہرا بالجماعة ویسمی بالفارسیة سیپارہ خواندن مکروہ اور فتاوی بزازیہ مین مرقوم ہے ویکرہ
اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم
واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص
اور رد المحتار مین لکھا ہے ومن المنکرات الکثیرة کایقاد الشموع والقنادیل التی توجد
فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرة
علی الذکر وقراءة القرآن وغیر ذلک مما هو مشاهد فی هذه الازمان وما کان کذلک فلا شک فی
حرمته وبطلان الوصیة به ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم این است حکم صورت مسئولہ کہ

تحریر یافت فقط محمد قاسم علی عفی عنہ
مولا امام علی محمد قاسم علی خلف ۱۲۹۱
امام مسجد شہر مراداباد
الجواب صحیح محمد حبیب اللطیف عفی عنہ
الجواب صحیح عبد الغنی
الجواب صحیح محمد مقیم الدین عفی عنہ
محمد عبد الغنی

فتوی مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
از مولوی عبد الصمد صاحب امام مسجد
فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب
منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۱۳۱ **سوال** تین برس کے بچے کی فاتحہ
دوسرے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی ہونا چاہیئے بینوا توجروا **الجواب** شریعت مین ثواب
پہونچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہین جب چاہین کرین
انہین دنون کی گنتی ضروری جاننا جہالت بدعت ہے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مجلس مولود خوانی
سرور کائنات صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بایں ہیئت کہ روشنی اسے کثیرہ زائد از

حاجت و امردان خوش الحان پر راگ خوانندہ اشعار وغیرہ وغیرہ قیودات بالخصوص قیام اسی ذکر مولد اور اسی محفل مین ثابت اور جائز ہے یا نہین اور شریک ہونا مفتیان کا ایسی مجالس مین جائز ہے یا نہین و نیز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ مین آپ طعام سامنے رکھکر ہاتھ اوٹھاکر فاتحہ وغیرہ پڑھکر ایصال ثواب ہوتے کرنا ثابت و جائز ہے یا نہین و نیز خاص بروز سویم میت کے جمع ہوکر بالخصوص کلمہ طیبہ و ختم قرآن مجید معہ پنج آیت چنے وغیرہ تقسیم کرنا ثابت و جائز ہے یا نہین و نیز دہم و بستم و چہلم وغیرہ میت کا کرنا ثابت و جائز ہے یا نہین بینوا بالکتاب و توجروا بیوم الحساب المرسل بندہ عزیز الدین عفی عنہ از مراد آباد محلہ ساہو ۲۱ شوال ۱۳۱۰ ہجری **الجواب** مجلس مروجہ مولود کہ جس کو سائل نے لکھا ہے بدعۃ و مکروہ ہے اگرچہ نفس ذکر ولادۃ فخر عالم علیہ الصلوۃ کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئی کہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہو جاتا ہے پس اس ہیئۃ مجموعہ مجلس مولود مین بکثرۃ و زائد از حاجت ضرورۃ چراغ جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیۃ حکم ناطق قرآن شریف کا ہے علی ہذا امردان خوش الحان کا نظم اشعار پڑھنا موجب ہیجان فتنہ کا ہے اور کراہۃ سے خالی نہین اور قیام بالتخصیص اس ہی ذکر پر اور اس ہی محفل مین ہونا بدعۃ ہے پس حضور ایسی محفل کا بسبب ان امور بدعۃ و مکروہ تحریمہ کے مکروہ تحریمہ اور بدعۃ ہوگا خواہ عام لوگ جاوین خواہ مفتی جاوے بلکہ مفتی کو زیادہ تر موجب وبال کا ہے کہ وہ عالم ہے اور ایسے فعل سے گمراہ کنندہ خلق کثیر کا ہوتا ہے۔ اور فاتحہ مین ہاتھ اوٹھاکر پڑھنا طعام شراب روبرو رکھکر مشابہۃ فعل ہنود سے ہے اور یہ امر شرع مین ایصال ثواب کے واسطے کہین ثابت نہین اور من تشبہ بقوم فہو منہم الحدیث حکم ناطق حرمۃ مشابہۃ کا ہے لہذا یہ

بیع بھی حرام ہوگا۔ اور تیسوم و دہم و چہلم و چہارم و چہاریہ سوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام مین
مشابہت بھی ہوتی اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے یہ سب بسبب ان تخصیصات
کے بدعت و مکروہ تحریمہ ہین اگرچہ ایصال ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہت کے درست ہے
اور تفصیل ان جملہ مسائل کی بسط کے ساتھ براہین قاطعہ مین ہے اوسمین ملاحظہ کرلیوین

رشید احمد ۱۳

فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

محمد حسن ۱۳

الجواب حق وماذا بعد الحق الا الضلال احقر محمد حسن غفرلہ مدرس مدرسۃ الغربا شاہی مسجد مرادآباد
ذلک حق حقیق بالاتباع احقر الزمن محمود حسن غفرلہ مدرس مدرسۃ الغربا مرادآباد

خلیل احمد ۱۳ — محمود حسن

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند
قد صح الجواب محمد حسن عفی عنہ مرادآبادی۔ الجواب صحیح عبد الصمد عفی عنہ
المجیب المصیب محمد عبد اللہ عفی عنہ الجواب حق عبد الحق عفی عنہ

الحمد للہ کہ حضرت مجیب لبیب دامت فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بلاشک صحیح ہے کسی کو جائے
مقال نہین کیونکہ وہ مخدوم العلما اور راسخ فی العلم ہیں البتہ بوجہ مزید اطمینان عوام چند
عبارات کتب محققین سے تائیداً نقل کرتا ہوں فی الواقع نفس ذکر ولادت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی منکر نہین ہوسکتا بلکہ وہ مندوب ومستحسن ہے مگر بوجہ الحاق امور
نامشروعہ جیسا کہ مروج زمانۂ حال ہے بدعت وحرام ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کبھی
مگر جیسا کہ قرون ثلثہ مین تھا کہ نہ مجلس مولود منعقد ہوتی تھی نہ ذکر ولادت پر قیام ہوتا تھا
ہم سب مامور کئے گئے ہین اتباع سلف صالحین پر نہ کہ ابتداع خلف پر امام علامہ
ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابرین دستندین سے ہین مدخل میں فرماتے

ہین ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع من اعتقادہم ان ذلک من اکبر العبادات اظہار

الشعائر ما یفعلونہ فی شہر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذالک علے بدع ومحرمات الی

ان قال وہذہ المفاسد مترتبۃ علے فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منہ وعمل طعام فقط

ونوی بہ المولد ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان

ذالک زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف الماضیین واتباع السلف اولے ولم

ینقل عن احد منہم انہ نوی المولد ونحن نتبع السلف فیسعنا ما وسعہم انتہی اور مولانا عبد الرحمن

المغربی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ان عمل المولد بدعۃ لم یقل بہ

ولم یفعلہ رسول اللہ صلعم والخلفا والائمۃ انتہی کذا فی الشرعۃ الالٰہیۃ اور مولانا نصیر الدین

الاودی شافعی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں بجواب سائل لا یفعل لانہ لم ینقل عن السلف الصالح

وانما احدث بعد القرون الثلٰثۃ فی الزمان الطالح ونحن لا نتبع الخلف فیما اہمل السلف

لانہ یکفی بہم الاتباع فای حاجۃ الی الابتداع انتہی اور شیخ الحنابلہ شرف الدین رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنۃ احتفالا المولدہ صلے اللہ علیہ

وسلم فمع اشتمالہ علے التکلفات الشنیعۃ بنفسہ بدعۃ احدثہ من یتبع ہواہ ولا یعلم

ما امرہ صلے اللہ علیہ وسلم صاحب الشریعۃ ونہاہ انتہی کذا فی القول المعتمد اور قاضی شہاب الدین

دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں (سئل القاضی

عن مجلس المولد الشریف) قال لا ینعقد لانہ محدث وکل محدث ضلالۃ وکل ضلالۃ فی

النار وما یفعلون من الجہال علے راس کل حول فی شہر ربیع الاول لیس بشیئ ویقومون عند

ذکر مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلے اللہ علیہ وسلم تجیئ وحاضر فزعمہم باطل

بل ہذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمۃ عن مثل ہذا انتہی اور صاحب سیرت شامی فرماتے

ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ

صلے اللہ علیہ وسلم و ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ اور مولانا فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام
لیس بشئ بل ہو مکروہ اور قاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں
وقد احدث بعض جہال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لہا اثرا ولا رسما فی کتاب ولا فی سنۃ منہا
القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی
سیاح سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں بنظر انصاف
ببینند اگر حضرت ایشان فرضاً درین زمان موجود بودند و در دنیا زندہ مے بودند وایں
مجلس و اجتماع کہ منعقد مے شد آیا باین راضی مے شدند و ایں اجتماع را مے پسندیدند
یا نہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمے فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود
فقیر اعلام بود قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا و
یاران انجا برہمان وضع مستقیم باشند ما فقیران را از صحبت ایشان غیر از حرمان چارہ
نیست انتہی زیادہ چہ تصدیع دہد زیادہ والسلام اور شرکت جملہ مجالس غیر شرعیہ کی
نہ عام لوگوں کو درست ہے نہ مفتیوں کو قال اللہ تعالےٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان
اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا
مثلہم الخ امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں آیۃ مذکورہ کی تحت میں فرماتے
ہیں وقال الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ہذا الآیۃ کل محدث فی الدین وکل
مبتدع الی یوم القیامۃ اور اسی ہی تفسیر کو قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں
ارقام فرماتے ہیں۔ ایسا ہی ایصال ثواب بہتر مگر رسوم غیر جائز و بدعت کو اونکے ساتھ شریک
کرلینا ثواب کو کہو دینا اور گناہ کا مرتکب ہونا ہے قرون ثلثہ میں ایصال ثواب بھی کیا جاتا تھا

مگر نہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی تھی نہ رسوم سوم و دہم و بستم و چہلم کی کچھ تعیین تھی۔
ایصال ثواب اسے لئے الاموات کیجئے مگر بلا قید جیساکہ بزرگان سلف کا طریقہ تھا نہ بطریق
اختراع وابتداع خلف فتاوی سمرقندیہ میں مرقوم ہے قرأة الفاتحة والاخلاص والكافرون
على الطعام بدعة اور کبیری شرح منیة المصلی میں ہے واتخاذ الطعام عند قرأة القرآن يكره
اور نصاب الاحتساب میں ہے ان معروفا القوم في صنف افعال يقرأ بعد الختم آية من الاخلاص
ثلثا ومن الفاتحة مرة وهو قائم والناس قعود انه بدعة ولم ينقل هذا الصنع من السلف اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی سے مروی ہے کہ فرمایا کنا نرى الاجتماع الى اهل الميت
وصنعهم الطعام من النياحة انتهى چنانچہ فتح القدیر میں ہے واتخاذ الضيافة من اهل الميت هي بدعة
مستقبحة لما روى ابن ماجة والامام احمد باسناد صحيح اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح
مشکوٰۃ میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں قال الطيبي من اصر على امر مندوب
وجعل عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة
او منكر هذا احمل تذكر الذين يصرون على الاجتماع في اليوم الثالث للميت ويرونه ارجح من
الحضور للجماعة ونحوه اور فتاوی بزازیہ میں مرقوم ہے يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث
وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء و
الفقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص انتهى اور شرح منہاج امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
میں ہے الاجتماع على المقبرة في اليوم الثالث وتقسيم الورد والعود واطعام الطعام في الايام
المخصوصة كالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرين والاربعين والشهر السادس
والسنة بدعة اور حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت و مدارج میں فرماتے
ہیں این اجتماع مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت

انحق بتامی بدعت است و حرام انتہی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
وصیت نامہ مین فرماتے ہین دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و قُلم
و فاتحہ سالیانہ این ہمہ را در عرب اول وجود نبود و مصلحت آنست کہ غیر تعزیت وارثان میت
تا سہ روز و اطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے نباشد انتہی اور حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ مین فرماتے ہین و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل
دہم و بستم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالیانہ ہیچ نکنند انتہی اللہم ارنا الحق حقا و الباطل
باطلا فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب و عندہ علم الحق والکتاب — الجواب صحیح ابو سعید محمد حسین

ہو الصحیح بندہ حبیب عفی عنہ لقد اصاب المجیب اللبیب جواب نہایت صحیح اور درست ہے

ابو سعید محمد حسین

حررہ دین محمد عفا اللہ عنہ

بندہ حبیب

احمد عفی عنہ

اصاب من اجاب

دین محمد

الجواب صحیح عبدہ المسکین تاج الدین غفر لہ

ابو الخیر سعید الدین غفر اللہ لہ

صح الجواب

تاج الدین غفر لہ

ہذا الجواب صحیح عبدہ الجمیل

نور محمد عبدہ الجمیل

واقعی مولود کی اور فاتحہ سوم و دہم چہلم مروجہ بدعت ہے اور نا جائز ہے حررہ خلیل احمد عفا اللہ عنہ

کلہا صحیح بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح خاکسار محمد صدیق مرادآبادی

خلیل احمد ۱۲۹۶

صح عبد الرحمن کان اللہ لہ

محمود حسن ۱۳۰۳

محمد صدیق

الجواب حق محی الدین عفی عنہ مرادآبادی

احمد حسن ۱۲۹۶ محی الدین خان

عبد الرحمن

صاحب مرحوم

مدرس مدرسہ دیوبند

لقد سعی المجیب اللبیب سعیا موفورا فکان سعیہ سعیا مشکورا

محمد حسن ۱۳۰۱

مرادآبادی

فی الحقیقت محفل مولود شریف جو خالی نہ ہیا و بدعات شرع سے ہووے تو ادب مستحب ہے ورنہ حرام و
ممنوع ہے اور طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال بدعت ہے
کما حررہ المجیب المصیب فقط محمد قاسم علی عفی عنہ

مولانا محمد عالم علی محمد قاسم علی عفی عنہ ۱۳۱۲

المجیب مصیب احمد حسن امروہی — بندہ محمد حشمت علی عفی عنہ — ما اکرم الرسول فخندوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا — الجواب صحیح مراد آبادی — المجیب مصیب محمد حسن عفی عنہ

(مہر) احمد حسن — (مہر) محمد حشمت علیخان — (مہر) اسعد احمد ۱۲۹۷ — (مہر) محمد حسن ۱۲۸۸ — مراد آبادی — (مہر) عبد الحق ۱۳۰۸ — ہذا الجواب صحیح

اصاب من اجاب — الجواب حق الحق حق بالاتباع — الجواب صحیح

سید محمد عبد الرشید عفی عنہ — عبد الحکیم عفی عنہ — حسین شریف عفی عنہ بنگلوری مدراسی

(مہر) محمد عبد الرشید — (مہر) عبد الحکیم — (مہر) حسین شریف

المجیب مثاب والجواب صواب — لقد صح الجواب — اصاب من اجاب

عاصی محمد عبد الحق — احقر بشیر احمد عفی عنہ مراد آبادی — محمد جان علی

(مہر) عبد الحق — (مہر) بشیر احمد — (مہر) جان علی ۱۲۹۸ — محدث مقیم مراد آباد و رہائع قاضی قصبا

اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی بدعات سے ہو تو مستحسن ہے اور بالفعل رسمی مولد ہین کہ بیشتر امور خلاف سنت و اشعار خلاف ادب بلکہ کفر والحاد تک مذکور ہوتے ہین قابل حذر و زجر ہین اور فاتحہ غیر مسنون جو بطرز مسنون القرآن واجتماع مردم و طعام سیت جو رسمی طور پر تقسیم ہوا کرتا ہی خالی کراہت و بدعت سے نہین۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب نقمہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ (مفتی ریاست رامپور)

(مہر) رسول اللہ — خادم شریعت مفتی محمد لطف اللہ — ۱۲۹۰ھ

بیشک مجیب نے نہایت درست تحریر کیا ہو — نماد العبد الحق الا الضلال فقط براہ محمد رضا عفی عنہ

الحق یوخذ بالنواجذ کتبہ العبد المتمسک بالشرع محمد سلیم اللہ عفی عنہ

(مہر) ولد محمد عمر خان محمد رضا خان — (مہر) محمد سلیم اللہ ۱۲۹۲ — الجواب صحیح — (مہر) عبد القادر

مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور — مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

الحق احق بالاتباع حررہ عبدہ الضعیف محمد فضل حق غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

(مہر) رضا ۱۲۸۱ المجیب مصیب ابو الخیر محمد

الجواب صحیح سہی حق ہی اور یہا اجماع کا اصل حق — عبد الوہاب خان عفی عنہ رامپوری

(مہر) عبد الوہاب خان ۱۲۸۵

بلا ریب محفل میلاد کہ جو فی زمانا ہذا معمول ہے وہ محض خلاف شرع اور منہی عنہ کا ہے
اور ایصال ثواب بالتقید والتعین اوقات کے ہونے کی نسبت ثابت ہے اور ہیئت کذائی
فاتحہ مذکورہ اور سیوم و دہم و بستم و چہلم و برسی وغیرہ سارے کے سارے افعال کہ جو مسلمانوں
نے ہنود و دیگر مذہب والوں سے اخذ کئے ہیں شرعاً ناروا و ناجائز ہیں چنانچہ تقریر نے
اپنے بعض بعض رسائل مطبوعہ سابق میں بھی بطور بسط اسکو لکھا ہے فقط اور سب جواب مجیب کے
صحیح ہیں واللہ اعلم وعلمہ احکم واتم۔ مسکین محمد اسمعیل بیگ غفرلہ مدرس عربی مدرسہ امدادیہ
المرقوم ۱۴ شہر ذیقعد سنہ ۱۳ ہجری (مہر: محمد اسمعیل ابو صبانہ الجلیل ۱۲) مرادآبادی قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب
محمد دایم علی عفی عنہ

دانتی نفس میلاد بطریق وعظ
کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مندوب مگر بہیئت مروجہ خالی از حرمت و بدعت نہیں (مہر: محمد دایم علی ۱۲)
اور ایصال ثواب اس طریقہ پر بدعت فقط حررہ محمد عبدالغنی عفی عنہ سنبھلوی مرادآبادے

(مہر: محمد عبدالغنی) بلا ریب طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال زمانہ خیرالقرون میں نہیں پایا
جاتا ہے اور ایسے ہی محفل میلاد شریف بھی۔ الجواب صحیح محمد ہدایت العلی عفی عنہ

بلا شک یہ طریقہ ایصال ثواب یہ محفل میلاد بہیئت کذائی عند اہل السنت الشرع (مہر: محمد ہدایت العلی)
بدلائل مذکورہ بالا و نیز بادلہ کثیرہ ماسواہم نامشروع و بدعت ہے لکھنوی مقیم مرادآباد
کما فی الکتب الشرعیۃ فقط (مہر: محمد زکریا عفی عنہ ۱۳۰۹) الجواب صحیح (مہر: محمد حسن ... مرادآبادی)

ہر دو اجوبہ مرقومہ بالا بلا شک صحیح ہستند محفل میلاد بہیئت کذائی بدعت ست و فاتحہ رسمی
و سویم و دہم و چہلم قبیلہ از رسوم ہنود ہستند واللہ اعلم کتبہ عبدربہ القوی
محمد نعمت اللہ البردوانی اللکھنوی (مہر: ۱۳۰۰ داد کرم نعمت اللہ)

الجواب صحیح ابو الفضل محمد نصیر الدین عفی عنہ ۔ جوابات صحیح اور حق ہیں

محمد نصیر الدین ابو الفضل

محمد عبد المنان عبد الرحمن

سراج گنجی ثم سہارنپور

عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ سہارنپوری

جوابات صحیح ہیں اس لئے کہ امورات مذکورہ سوال حق متلقی عن الرسول کے خلاف ہیں جو امور اوسکے خلاف ہیں وہ بدعت ہیں ۔ سخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ

صح الجواب من غیر شک والارتیاب فاعتبروا یا اولی الالباب فقیر محمد حسین الدہلوی

سخاوت علی

محمد حسین

الجواب صحیح ہر چیزے کہ از عبادات باشند و ثبوتش من خیر القرون نباشد آن بلا ریب بدعت ہست و تجاوز از حدود شرعیہ ہست کما قال اللہ تعالیٰ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین المسکین خادم العلما خلیل اللہ ڈہوڈیالوی ثم انبالوی

مولوی خلیل اللہ

امور مندرجہ سوال محض محظور اور ممنوع ہیں حاضر ہونا ایسے مواضع میں کام مبتدعین اور ناتجربہ کار ترسون کا ہے نفس محفل کو مندوب اور مستحب سمجھنا کام ناواقف کا ہی قواعد اصول اور تصریحات علمای فحول سے ذکر جناب صلعم کا البتہ مندوبات شرعیہ سے ہے محفل اور جملہ تقییدات بلاشبہ بدعت و کراہت ہیں ۔

واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المعتصم سراج احمد عفا اللہ عنہ

سراج احمد

من اجاب فقد اصاب جمیل احمد اسرائیلی سنبہلی

جمیل احمد

الجواب صحیح العبد محمد حسین تمنا محدث سنبہلی اسرائیلی

محمد حسن تمنا

الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ

و توکل علی العزیز الرحمن

الجواب صحیح محمد امان السعید الکشمیری عفی عنہ

محمد امان السعید

الجواب صحیح انعقاد جلسہ محافل مولود مروجہ جلسہ فاسقانہ ہے فاعل عامل کل بدعۃ ضلالۃ مرتکب حدیث بدعت ہیں خویدم العلماء طالب من تراب اقدامہم

الجواب صحیح العبد فتح محمد تہانوی

فتح محمد

محمد السید یار علی عفی عنہ

الجواب حق بلا ارتیاب محمد سعد الدین الکشمیری عفا اللہ عنہ

محمد سعد الدین

الجواب صحیح بندہ محمد امین الدین عفی عنہ

لا اتبک فیہ سنت محمد امین

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — الجواب صحیح بندہ امید رضا عفی عنہ — الجواب صحیح محمد اسحاق امرتسری

محمد منفعت علی — غلام رسول — امید رضا ۱۳۱۱ — محمد اسحاق

التزام مالایلزم ان سب امور مین موجود ہے اور یہ التزام عبادات ہون یا عادات ہون اگر امرمین یہ حصہ شیطانی ہے حسب حدیث انصراف کے نماز سے جوکہ یہ سب امر خیرالقر مین نہین تھے توانکا عدم خیرالقرون مین واسطے ممانعت کے کافی ہے مجوز کو چاہیئے کہ کوئی حدیث یا آیت دلیل جواز کی پیش کرے عدم قدیم ہمارے واسطے دلیل کافی ہے اور ذکر آنحضرت صلعم بوجہ موجب خیر وبرکت کا ہے امور ممنوعہ اوسکے ساتھ مل کے اوس کو بھی جیسا کر لیتے ہین فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمن عفی عنہ بقلم عبدالسلام بن عبد

۱۴ ہوربیع الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ از پانی پت

محمد عبدالرحمن ۳ ۸ ۲

یہ سب امور بدعات سئیہ سے ہین ان امورات کا التزام نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ خلفای راشدین سے ہے۔ قرآن کی مجلسون مین توکوئی حاضر ہوتا جیسے مولود خوش الحانون کے پڑھنے پڑھانے مین عوام کالانعام جمع ہوتے ہین اور سو وہم غیر کل بدعات ہین فقط واللہ اعلم بالصواب

رحیم اللہ ست ۱۳۱۱ بخشندۂ عاصیان

الجواب صحیح محمد عبدالجبار عفی عنہ

صح سید مصطفٰے ابن محمد مفتی مدینہ خاص قول صحیح من غیر شک وشبہۃ ومن شک فیہ فقد کفر

سید مصطفٰی ابن محمد

الحق احق ان یتبع العبد المسکین راجی رحمت للعالمین محمد حسین رحمۃ الرحم الراحمین شیرکوٹی مدرس مدرسہ رڑکی۔

محمد حسین عفی عنہ ۱۲۹۶

الجواب صحیح وانا ابو عبید الحق لا یتجاوز عما فی ہذا الجواب الجواب صحیح والمجیب نجیح

احمد اللہ عفی عنہ کتبہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی کتبہ عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی

| احمد اللہ ابو عبید | الجواب صحیح احمد بن عبد اللہ الغزنوی رحمہم اللہ | عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی | ہذا الجواب صحیح عبد الرحمن ابن غزنوی | عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی |

الجواب صحیح ابو اسحٰق محمد الدین عفی عنہ

| احمد بن عبد اللہ الغزنوی | الجواب صحیح محمد عبد الرحمن الہساری | غلام العلی مرحوم شاعۃ القرآن | عبد الرحمن ابن سونو غلام العلی |

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جواب صحیح اور بالکل صحیح ہے ابو الوفا ثناء اللہ

| ابو اسحاق محمد الدین |

کفاہ اللہ خادم مدرسہ تائید الاسلام امرتسر

| ثناء اللہ محمود |

مولود خوانی مطلقاً وغیرہ رسوم وعادات جو بابت موت فوت ہیں جو اوپر مذکور ہوئے سب بدعت وضلالت اور صریح گمراہی ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وما ذا بعد الحق الا الضلال ومن لم یقبل فلیباہلنی حررہ

| عبد الحق الغزنوی مباہل اہل باطل |

الجواب حق وما ذا بعد الحق الا الضلال ابو یعلی عبد الاعلی غزنوی

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ لئن اجاب

الجواب صحیح

| ابو یعلی عبد الاعلی | محمد عبد العزیز | عبد الغفور |

احقر الدہور بندہ عبد الغفور غفر لہ سیوہاروی

ذکر ولادت اور ایصال ثواب میت کو جائز اور مستحب ہے لیکن جسطرح جہلاء زمانہ نے قیام وغیرہ متفرق قیدیں نکالی ہیں یہ بدعت سیئہ ہیں اور اصرار کرنا بدعت کا کبیرہ ہے اور بعض وقت نوبت کفر تک پہونچتی ہے حکیم محمد ضیاء الدین عفی عنہ بقلم بندہ احمد

| حکیم محمد ضیاء الدین خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ |

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ در مسئلہ مجلس میلاد وفاتحہ برفع شبہات مولوی نذیر احمد خانصاحب رامپوری کا شبہ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنیوالوں کو ہنود اور روافض لکھا ازفقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد تحیۃ السلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہرچند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تہا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالی نفع پہونچاوے ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔ **جواب** صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا

بقلم مشتاق احمد مراد آبادی

الحمد للہ والمنۃ کہ بتاریخ ۱۵۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو یہ پہلا حصہ اختتام کو پہونچا بفضلہ وکرمہ

تاریخ طبع

از مورخ بے ہمتا مولوی سید فرید احمد ونا مرادآبادی

رسالہ فتاوے رشیدیہ

۱۳ ۱۳و

چو این نسخہ بیدل طبع شد	زرحمت بعید و برحمت قریب
چہ تاریخ احسن برآمد وفا	ملک گفت - زیبا عجیب و غریب
	۱۳ ھ ۲ ۳

رسالہ اتباع السنت

یہ رسالہ دعا برکت باثبات فاتحہ مروجہ مولوی گل خانصاحب کابلی مدرس و مہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے لکہا تہا یہ اوس کا جواب ہے۔ فاتحہ مروجہ کی تردید مین ایسا جواب دندان شکن یہ جواب واقع ہوا ہی کہ جس روز سے یہ جواب کاتی مولویصاحب ممدوح کو ملا ہے تالیفات ترویج بدعت کی بند کردی ہی۔ غالبًا جواب ہذا کو تسلیم کرکے اپنی قدیمی خیال پر رجوع کرلی ہو چنانچہ اس فتاوی رشیدیہ مین صفحہ ۱۴۳ پر مولویصاحب کے قدیمی خیال ظاہر ہوتے ہین۔ ناظرین اوس کو ملاحظہ فرماوین۔ اور اس رسالہ کو خرید کر لطف اتباع سنت اوٹہاوین۔ قیمت صرف ۱ے علاوہ محصول مقرر ہی۔

ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله تعالے اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام
نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوتِ مہمان کیواسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سیکہ اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے قلم منح الغفار مین ہے
کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہی تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو ایسا شخص
قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکرے تو ایسا جاہل لازم
ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہا دے اور نہ اوسکو کہائی جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انه ان قدّمها لیاکل منها کان
الذبح لله والمنفعة للضیف او للولیمة او للربح وان لم یقدّمها لیاکل منها بل یدفعها لغیره کان لتعظیم غیر الله فتحرم اور وجہ فرق درمیان
حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تا کہ ہمین آپ مہمان کہائین تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور
گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم
ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا ھ حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالے کے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو
یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچہہ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو بہی
طرح درست ہی بلاشبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پہر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلئے
کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بہی تو بہتر یہہ ہے کہ بنا حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا
فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہی ورنہ حلال ہے وهل یکفر قولان بزازیه وشرح وهبانیه اور کیا ذابح لغیر الله
کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہے کذا فی البزازیة وشرح الوهبانیة قلت وفی صید المنیة انه یکره
ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر ونحوه فی شرح الوهبانیة عن الذخیرة ونظمه فقال ـه وفاعله جمهورهم
قال کافر ـه وفضلی واسمعیل لیس بکفّر مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے
اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھہ یہہ گمان نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح
وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے ہین ھ ہر چند
تکفیر اختلافی ہے مین عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو شبیہ الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیئے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقة
وحکما لانه مطلق فینصرف للکامل کما حققه فی تنویر البصائر قلت لکن ظاهر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتأمله کمیتة کالاذن المقطوع
والسن الساقط الا فی حق صاحبه فطاهر وان کثر اشباه من الطهارة وهو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہوگیا حیوان حی یعنی زندہ
سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہے کتاب الطہارة
سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقةً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ
حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم
پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر ھ اگر زندہ حقیقةً یعنی صورةً اور حکماً مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے
تو وہ منفصل حی زندہ صورةً سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچہہ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے
مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقةً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقةً یعنی صورةً زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو یہ ہین
ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہی دونو صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت
سے جدا ہو جاے اگرچہ کہال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہی وہ ٹکڑا ہی اور کلام ہی مچہلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچہلی اور

نذی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الظہیریہ الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان ما بقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلاً
مرادیہ ہے لکن یکرہ کہا مسئلہ مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونیسے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا وحرنا فی الطہارۃ قول الوھبانیۃ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین جمل
نبیہ کے ھم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا ہے ماں کے اعتبار سے ہ وقد حللا لحم البغال وامہا من الخیل قطعا والکراھۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً
خچروں کا گوشت حالانکہ ماں اونکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت
بھی مذکور ہے ہ وان ینز کلب فوق عنز فجاءھا بما نجلہ راس ککلب فیطر اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکے بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکھنا چاہیے ہ فان اکلت لحما فکلب جمیعہا وان اکلت نبتا فذا الراس یبتر سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گہاس کہایا تو یہ سر کاٹا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیے ہ ویوکل باقیہا وان اکلت
لذا وذا فاضربنہا والصیاح یخبر اور سواے سر کے باقی گوشت کہایا جاوے اور اگر گوشت اور گہاس دونوں کہائے تو اوسکو مارا اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نکہانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلاوے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جاوے اور باقی
کہایا جاوے کذا فی الطحطاوی ہ وان اشکلت فادنیہ فان کرشہا بدا فعزوا لا فھو کلب فیطمر اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونوں کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجہڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجہڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیے و فی معایاتہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہے ہ وای شیاۃ دون ذبح تحلہا ومن
ذا الذی ضحی ولا دم ینہر اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکہتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گہر مین رہا یہان تک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہین کیا ھم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا
محل سوال لفظ ضحی ہے ضحی کا تو ظاہر اوسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
مین منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزین ہین مردار کی جنسے انتفاع درست ہے سینگ
اور کھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور شعر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن عمدۃ الحکام
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ھی لغۃ اسم ما یذبح ایام الاضحیٰ
من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتھ ھم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اوسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پہر گوشت میں تصدق کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہے
واقعات مین ہے کہ قربانی کا خرید کرنا اوس درہم سے بہتر ہے ہزار درہم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہین ہوتی
وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت مین ھم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بہیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذے یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی یہ ہے مرد مقیم ہونا اور اوسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر
چنانچہ اوسکا کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ھم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو نگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول
مین مسافر تھا اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہے ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درہم یعنی
۵۲ روپیہ یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا پانچ یا چار پایہ
جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۲ روپے کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن
پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہو قرآت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین
ٹھہرتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم اور ادب
سے غنی ہوتا ہے جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی ہے بعرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خلاصہ یہ ہے کہ مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے
عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا الوقت وھو ایام النحر وقیل الرأس وقدمہ فی التاتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن
مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قولکو ترجیح دی ہے و رکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ
و دیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیہ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوا اوسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا
مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی
الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے
اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونیکے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ اے
اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایونکا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ھم وجوب
خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے
کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یمین اور صدقہ فطر
سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال
اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا
کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرحکی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے
مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد الحج فلیتعجل یعنے جو حج کا ارادہ کرے وہ
شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے
قدرت ممکنہ سے ھم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ھی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط
بقاءھا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاء وجوب کے
واسطے اسلئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائی جانیکے واسطے
لا میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءھا لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے حکم
کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا شرط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہوگیا فطرہ کے بیان مین
ھم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام شرط ہے دوام معلول کیواسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سی نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی اور فطرہ اوسکے بعد واجب ہوچکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سی ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حُرٍّ مسلمٍ مُقیمٍ بمصرٍ او قریۃٍ او بادیۃٍ یعنی فلا تجب علی
مسافرٍ فاما اهل مکۃ فتلزمہم وان حجّوا وقیل لا تلزم المحرم مسافراً قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوسِرٍ یسارُ الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایہ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کیطرف
سے واجب ہی ہم اور ظاہر الروایہ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت میں ایسے ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور پوتے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شاۃٌ بالرفع بدلٌ من ضمیر تجب او فاعلہ او سُبُعُ بدنۃٍ ہی الابل والبقر سُمّیت بہ
لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دُنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نام رکہا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃٌ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو قضیہ مصرح ہے
تو شاۃ نہ اوس سی بدل ہوسکتا ہی نہ اوسکا فاعل ہوسکتا ہی بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اوسکی یون ہے والمضحّی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہٰذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ نکیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سی قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کیطرف سے اور قیاس یہہ تہا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سی کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ
کے ساتھہ گاو قربانی کیا سات کیطرف سے اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تہی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر ولو لاحدہم اقلّ من سُبُعٍ لم یجز عن احدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سی ساتوین حصہ سی کمتر ہو توکسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم
یعنی شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چہوڑکر مرگیا پہر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب ہوجانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تہا اس گاے مین تو ساتوین سی کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوتی اسواسطے کہ جب
بعض قربت نہٹہرا تو کل بہی قربت نہوا وتجزئ عمّا دون سبعۃٍ بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سی بطریق اولی جائز ہے یعنی جیسا پانچ
شخصون کیطرف سی بطریق اولے درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجرُ نصبٌ علی الظرفیۃ یومِ النحر الی آخر ایامہ وہی
ثلثۃٌ افضلہا اولہا واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچہلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ
ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ویضحّی عن ولدہ الصغیر من مالہ صحّحہ فی الہدایۃ وقیل لا صحّحہ فی الکافی قال ولیس
للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجّحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن مواہب الرحمن من انہ اصحّ ما یفتی بہ وعلّلہ فی البرہان بانہ
ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سی صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سے اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کو ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الرحمن کی متن مین یہہ مذکور ہی کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہی تو باپ اوسکا مالک نہیں ہے اپنے فرزند کے مال مین چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے
تو صغیر کا مال صدقۂ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرّع علی القول الاول بقولہ
وأكل منه الطفل وادّخر له قدر حاجته وما بقي يبدل بما ينتفع الصغير بعينه كثوب وخف لا بما يستهلك كخبز ونحوه ابن كمال وكذا الجد والوصي
پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی ہے اس قول سے اور طفل کھاوے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹھا رکھا جاوے بقدر اوسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے
وہ بدلا جاوے اوس چیز سے جسکے بعینہٖ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ تو اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ
حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اوسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لأضحية
اي ان نوى وقت الشراء الاشتراك صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھہ صحیح ہے شریک ہوجانا چھہ شخصونکا اوس شتر اور گاو مین جو
خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روی استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی
خرید کیوقت تو صحیح نہین از روی استحسان کے ھم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اوسمین شریک کر لیا عالمگیریہ مین ہے اگر قربانی
کے ارادہ سے خرید کی پھر اوسمین چھہ شخصونکو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کر لینے کا ارادہ کر لیا
تو مکروہ نہین اھ اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گای خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھہ آدمی اوسکے
ساتھہ شریک ہوگئے تو کفایت کرتا ہی از روی استحسان کے اور قیاس یہہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کر چکا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی قولاً ممتنع ہو وجہ استحسان
یہہ ہے کہ کبھی آدمی موٹی گای پاتا ہی اور شریکونکو نہین پاتا ہے خرید کیوقت سواوسکو خرید کر لیتا ہی پھر شریکونکو طلب کرتا ہی اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج مین
پڑین اور حرج شرعاً مدفوع ہواانتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گای خرید کی شرکت کی نیت سی اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہہ ہے
نیت شرکت خرید کی پھر اوسنے شریک کر لیا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سی خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوالی کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا ای
الاشتراك قبل الشراء احب اور یہہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہی ويقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی
کا گوشت قسمت کیا جاوے تول کر نہ انکل کر ھم فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معه من
الاكارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسه مگر جبکہ گوشت کے ساتھہ پائی یا کہال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کیطرف
پھیرنیکے سبب سے ھم یعنی ہر جانب مین کچھہ گوشت ہو اور کچھہ پائی یا ہر جانب مین کچھہ گوشت ہو اور کچھہ کہال یا ایک جانب مین گوشت اور پائی ہون اور دوسری
جانب مین گوشت اور کہال ہو تو اب جائز ہی صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فی الدر واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح في مصر اي بعد اسبق
صلوة عيد ولو قبل الخطبة لكن بعدها احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز عید کے بعد اول وقت ہی جو
سب سے پہلے نماز ہوگئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہی ھم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سی بد کار ٹھہریگا کذا فی الحلبی
وبعد مضي وقتها لو لم يصلوا لعذر ويجوز في الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة في الغد تقع قضاء لا اداء زيلعي وغيره اور قربانی کا اول
وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑہی ہو اور گیارہوین اور بارہوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہی اسواسطے کہ گیارہون
بارہوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھم عذر سے مراد خیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره
اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا کانون یا جنگل مین وآخره قبيل غروب يوم الثالث
وجوّزه الشافعي في الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ مین بھی قربانی جائز
رکھی ہے ھم ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اھ اور دونو ایام گذر جاتے ہین چار دنمین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچھلا دن تشریق
ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین والمعتبر

مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اھ معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھ تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنیوالا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف صدقہ فطر کہ اوسمیں مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصری اذا اراد التعجیل ان یخرجھا الی خارج المصر فیضحی بھا اذا طلع الفجر مجتبی تو اوس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید کے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتھا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اھ معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کیواسطے تو اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو اونکے پچھلے دن میں تو اوسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اوسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اوسپر قربانی واجب نہیں ھ صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے برجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نکرے مگر امام تنہا تو اوسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو سنو جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا اگر قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ کیجائیگی اگر متفرق ہونیسے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ھ یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہے یعنی وہانکوئی حاکم نہیں ہے سو شہر والوں نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونیکے سبب اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ھ اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہ بعینہٖ وہ قول ہے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عدم مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیع ولو تعمد الترک فمن اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جبتک زوال شمس نہو انتہی ما فی الینابیع ھ قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوتی تھی عذر کے سبب اور یہاں بے عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز فی بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا ولو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا وضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے رات کو ذبح کرنا قربانی کا کہ رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال ہے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے سے قربانی کرنا چھوٹ گیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کرے اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا ھ یعنی جسکے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجھپر واجب ہے

ہیہ کہ مین اسکو قربانی کرونگا کذا فی الدرر ولو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیبدار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بہی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نکہاوے اور اگر کہاوے تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف علیہ شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر ممنوع ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناذر پر ھ کہتے ہرچند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر قربانی خرید کی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین ہین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہہ کہ بلا نیت خرید کی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا اسطرح کہ خدا کیواسطے مجہپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہو جاویگی جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیچ کرڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی کذا فی الطحطاوی وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کردے خواہ اوسنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کری یا نکری ہو تو قیمت سے مراد وہ بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ھ درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اوسکی قیمت تصدق کردے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تاکہ عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہوجانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعید اور قربانی کیواسطے صحیح ہے جذع یعنی چہہ مہینے کا پٹہا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا فربہ ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکری مین ملایا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو ھ تاکہ اس سے مراد وہ ہے کہ مشکل الیسر ہو یعنی حکمی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنی جائز ہے چہہ مہینے کا پٹہا دنبے سے قربانی کیواسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایک سال پورا نہو اور دوسرا سال شروع نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثۃ اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے ھ تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اس سے کمعمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ھ یعنی اگر اوسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بہی جائز ہے اور اگر اوسکی ماں کی قربانی جائز نہین تو اوسکی بہی جائز نہین فروع مسائل متفرقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گاے بیل کے ساتوین حصہ سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجۃ اذا استویا فیہما اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونکی قیمت برابر ہو ھ اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکرے سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گاے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم ھ طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونون قسمون مین

ادسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وَلَدَتِ الاضحیۃُ ولدًا قبلَ الذبحِ یُذبحُ الولدُ معہا وعند بعضہم یتصدّق بہ بلا ذبحٍ قربانی کو بھی
ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اوسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے ضلّتْ او سُرقتْ فاشتری
اُخرٰی ثم وجدہا فالافضل ذبحُہما وان ذبحَ الاولیٰ جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتُہا کالاولیٰ او اکثر وان اقلّ ضمن الزائدۃ ویتصدّق بہ بلا
فرقٍ بین غنیٍّ وفقیرٍ وقال بعضہم ان وجبت عن یسارٍ فکذا الجواب وان عن اعسارٍ ذبحہما ینابیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی
مول لی پھر پہلی مل گئی تو دونون کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہے اور اسیطرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری
کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دیوے اور اوسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج
کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسیطرح حکم ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سبب سے واجب ہوئی تو
دونو قربانیونکو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونو قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی اللمعات من الخانیۃ ویُضحّی بالجمّاءِ والخصیِّ والثَّولاءِ ای
المجنونۃِ اذا لم یمنعْہا من السَّوْمِ والرَّعْیِ اور قربانی کرے منڈی کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو
دیوانگی چرنے چگنے سے روکے وان منعہا لا یجوزُ التضحیۃُ بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسی دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین والجرباءِ
السَّمینۃِ فلو مہزولۃً لم یجز لانّ الجربَ فی اللحمِ نقصٌ اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دُبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ھ یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ
خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاءِ والعوراءِ والعجفاءِ المہزولۃِ التی لا مُخَّ فی عظامہا جائز نہین قربانی اندھے اور کانے
اور ایسے نہایت دُبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاءِ التی لا تمشی الی المنسکِ ای المذبحِ اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح
کرنیکے مقام تک چل سکے ھ بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نہ رکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور
اگرچہ چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے والمریضۃِ البیّنِ مرضُہا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف
ظاہر ہے ومقطوعِ اکثرِ الاذنِ او الذنبِ والعینِ ای التی ذہبَ اکثرُ نورِ عینہا فاطلق القطعَ علی الذہابِ مجازًا وانما یُعرفُ بتقریبِ
العلفِ اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا
اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جاتا رہنا نزدیک کہنے سے معلوم ہوتا ہے ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو
بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکھا اور اوسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے
رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر
معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی ذکر ہے اور شرنبلالیہ مین قاضی خان سے منقول ہے کہ
صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اوس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اوس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے فاکثر
الالیۃِ لان للاکثرِ حکمَ الکلّ بقاءً وذہابًا فیکفی بقاءُ الاکثرِ وعلیہ الفتوٰی مجتبی اور جس دُنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسلئے
کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دُم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی المجتبی ولا بالہتماءِ التی لا اسنانَ لہا ویکفی بقاءُ الاکثرِ وقیل ما تعتلفُ بہ اور قربانی جائز نہین بوڑھے جانور کی جسکے دانت نہین اور اکثر دانتون
کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون والسکّاءِ التی
لا اذنَ لہا خلقۃً فلو لہا اذنٌ صغیرۃٌ خلقۃً اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی
کافی ہے کذا فی الزیلعی ھ اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والمقطوعۃِ رؤوسُ ضرعہا او یابسہا ا

اوس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تہنونکی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی
ناک کٹی ہو ولا المصرمۃ اطباؤھا وھی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تہنونکی نوکین مقطوع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے
دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ مجتبی اور درست نہیں قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدائشی چکتی نہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا
لاینضج شرح وہبانیہ وتمامہ فیہا اور جائز نہیں قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان
اوسی کتاب میں ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کہاتا ہے اور اوسکے سوا کچہ
نہیں کہاتا مم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بہی کہاتا ہو اور چارا بہی کہاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تمم قربانی جائز ہے
اوس جانور کی جسکو کہانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہیں سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکے دودہ نہیں اوترتا بلا مرض اور جسکے چہوٹی
چکتی ہے دم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کہا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ
غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزأہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ
عیوب انکے مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خریدنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکے واسطے
کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی
مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا یضر
تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب سے ذبح کیوقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا
لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظہرت فعلی الغنی
احداہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سواوسنے دوسرا جانور خریدا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج
پر دونکا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی مم یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم
صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور گای یا اونٹ کے سات شریکون
مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے تو سبکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے
اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بہی قربانی ادا نہوگی
اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹہرا تو کل بہی عبادت نہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک
الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایۃ لما مر اور اگر چہ شریکون کے ساتہہ ساتوان شریک نصرانی ہو یا
فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اون میں سے کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ مم
اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتہہ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکہتا ہو تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت
قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ
احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر
ضحایا مین اور اس باب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکی مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب
کی راہ سے ہے و الا عقیقہ بہی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے لہذا یہہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو
اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع مسائل لم یشرح ولو ان ثلثة نفر اشتری کل واحد منهم شاة للاضحیة احدهم بعشرة والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمة کل واحد مثل ثمنها فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاته بعینها واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد شاة ویضحی بها اجزأتهم ویتصدق صاحب الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرة ولا یتصدق صاحب العشرة بشیء وان اذن کل واحد منهم ان یذبحها عنه اجزأته ولا شیء علیه لو ضحی اضحیة غیره بغیر امره ینابیع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے ۳۰ درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اوسکے ثمن کی برابر ہے پہر تینوں کی بکریاں اسطرح مختلط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں میں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا دس درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہ اذن دیوے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کر دیوے بدون اوسکے حکم کے تو اوسپر تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسنے دس درم والی قربانی کی ہو جو ۱۰ درم خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اوسپر کچھ تصدق بھی نہیں

ویاکل من لحم الاضحیة ویؤکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکه لذی عیال توسعة علیهم اور قربانی کرنے والا کہاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کہلا دیوے اور ذخیرہ کر رکہے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار کیواسطے اونپر کشایش کرنیکے لئے ہم مستحب ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کہلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹہا رکہے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکہے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکہے تو بہی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کہانا اوس قربانی میں ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اوسکا کہانا اور مالداروں کو کہلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کہانا یا غنی کو کہلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریة

وان یذبح بیده ان علم ذلک والا یعلم یشهدها بنفسه ویامر غیره بالذبح کیلا یجعلها میتة اور مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کیوقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نکر ڈالے ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کہڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له جان رکہہ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکہا جائیگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی

وکره ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانه لیس من اهله درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکہتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اور قربانی کی کہال خیرات کر دے یا اوس سے تند چہلنی اور جہولی اور مشک اور دسترخوان اور ڈول بنا دے او یبدله بما ینتفع به باقیا کما مر یا کہال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی رکہکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم نہ بدلے کہال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی جیسا کہ روپیہ پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البیع مع الکراهة وعن الثانی باطل لانه کالوقف مجتبی پہر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپوں سے تو اوسکے ثمن کو تصدق کر دیوے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق

يعطى اجر الجزار منها لانه كبيع واستفيدت من قوله عليه الصلوة والسلام من باع جلد اضحيته فلا اضحية له قصاب کی
مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہی اور یہہ مسئلہ مستفاد ہواہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہوئی کذا فی الہدایۃ وكره جز صوفها قبل الذبح لينتفع به فان جزه تصدق
به ولا يركبها ولا يحمل عليها شيئا ولا يؤجرها فان فعل تصدق بالاجرة حاوي القدسي لانه التزم اقامة القربة بجميع اجزائها
اور قربانی کے روئیں اور بال نکترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پہر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہو اور نہ
اوسپر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی القدسی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم
کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعده لحصول المقصود مجتبى برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل
ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا
درست ہے ويكره الانتفاع بلبنها قبله كما في الصوف ومنهم من اجازها للغني لوجوبها في الذمة فلا تتعين زيلعي اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا
قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودھ دوہنا
قبل ذبح کے جائز رکہا ہے مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی ولو غلط اثنان
وذبح كل شاة صاحبه يعني عن نفسه على ما دل عليه قوله غلطا او لم يغلطا فيكون كل واحد وكيلا عن الآخر دلالة هداية قاله ابن الكمال
وظاهر كلام صدر الشريعة وغيره وقوعه عن صاحبه صح استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہہ
قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی
طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جائیگا بدلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو
قربانی کرنا منظور تہا سو اسطرح سے بہی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ
ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ھم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ سوا زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ
ذبح مالک کیطرف سے ہے بقرینہ اذن حالی ويتحالان ولو اكلا ثم عرفا هدايه اور دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کرالیں اگر
قربانی کا گوشت کہا یا ہو اور نہ پہچانا ہو پہر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن كل لصاحبه قيمة لحمه وتصدق بها اور اگر دونوں نے
باہم بخل کیا اور معاف نکردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلت وفي اوائل القاعدة الاولى من الاشباه
لو اشتراها بنية الاضحية فذبحها غيره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه اجزاته وان ضمنه لا تجزيه وهذا اذا ذبحها عن
نفسه اما اذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه انتهى فحجة میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے کے اوائل میں یہہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے
جانور خریدا قربانی کرنے کی نیت سے پہر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کر ڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان
نلیا تو اوسکے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اوسکا تاوان لیا ذبح کرنیوالے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف
سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر كما يصح لو ضحى بشاة الغصب
ان ضمنه قيمتها حية جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
ھم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اوسکا مالک ٹہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے
تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم تب آتا ہے جبکہ حرام قطعی کو
حلال سمجہا ہوگا کذا فی الطحطاوی وكما اذا باعها جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وكذا لو

انّہما ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایۃ المہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب کرے تو تاوان دیکر اوسکی قیمت دا
مالک کو کیونکہ فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب اسکے ہو جانا بکری کی ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الودیعۃ لان ضمانہا لان
سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان
بھی دیوے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک مین
قلت ویظہر ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع مین کہتا ہون اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہے
کہ عاریت امانت کی مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین
ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاوے ہم واضح ہو عاریت کو ودیعت
کی مانند صراحتاً بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہین باوجود
ودیعت کے نظایر تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہین خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو شخصون مین سو دونون نے اونکو قربانی
کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لونُ
اضحیتہ علیہ الصلوۃ والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو صحت مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کو دو خصی مینڈھے شاندار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی ہوں. تمہ نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجیء الاثر بہما خانیۃ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما لہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیۃ
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگے اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈھون
کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اوسکا ذکر ہو چکا کذا فی الخانیۃ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دسون قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے اسواسطے کہ نذر کے
اوسنے ایسی چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی
قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اوس شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اوس نذر کا جسکی ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ
واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اسکو یاد کرنا چاہیے غصبا شاتین رجلین فضحیا بہا جاز بخلاف العتق لعدم
قسمۃ العبد الا الرقیق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح
ہونے قسمت غلام کے ندر قیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونون قربانی ٹھہرینگی اور بعضون
نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحماً فان استویا فاطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل
فرض کارکان الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضاً مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت
مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب
فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اوسیقدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کردیا مثلاً تین آیت
سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی
شری اضحیۃ وامر رجلا ان یذبحہا فقال ترکت التسمیۃ عمداً لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یأکل لو ایام النحر
باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیہ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایکمرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللہ
کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تاکہ امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرے اور خیرات کردے
اور آپ نہ کھاوے یہ اوسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہون تو اوسکی قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیہا آداد

التضحية فوضع يده مع القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمّى كلٌّ وجوبًا فلو تركها احدهما اوظنّ انّ تسمية احدهما تكفي
حرمت وهي تصلح لغزًا فيقال اىّ شاةٍ لا تحلّ بالتسمية مرةً بل لابدّ ان يسمّى عليها مرّتين اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا
ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پہر اگر بسم اللہ کو ایک
شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکھتا ہی تو یون سوال
کیا جاتا کہ کون بہیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہہ ضرور ہی کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمه شيخنا الخير الرملي
فقال ☆ اىّ ذبحٍ لابدّ للحلّ فيه + ان تثنّى بذكر ذي التنزيه + قلت عنه بالقريض فانّا + لا نراه نثرًا ولا نرتضيه ۔ اور البتہ اسکو نظم
کیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کہ کون ذبح ہے جسکی حلت مین ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیجاے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام
لیا جاے سو اسکا جواب تو نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت في الجواب ۵ خذ جوابًا نظمًا كما تبتغيه من
فقيهٍ مرويّةٍ عن فقيهٍ ۔ خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت
ہے فقیہ سے ۵ هي شاةٌ في ذبحها اشترك اثنا + ن فكرّر الذكر شرطًا كما ترويه + ذاك ذبح قصّابٍ وضع اليد مع الصاحب
الذي يرتجيه ۔ وہ بہیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئی تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا
اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکھا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکھتا ہی یا خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ۵ فعلى كلّ
واحدٍ منهما ان + يذكر الله جلّ عن تشبيه ۔ تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو درانحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے
وفي الوهبانية وشرحها قال ۵ ولو ذبحا شاةً معًا ثم واحدٌ أخلّ ببسم الله فالشاة تُهجر + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو
شخصون نے بکری کو ساتھی ذبح کیا پہر ایک شخص بسم اللہ نبولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہے ۵ وان يشتري منها ثلاثة
واشكل فالتوكيل بالذبح يحسن ؏ اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریونکی شناخت مین حیران ہون تو
ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ھم شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ۵ وكيل شراء الشاة للعنز آمر + ويصح خلاف العكس
والفقه يُحسر ؏ خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور ہانکنے
کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹھاویگا ھم وجہ صحت یہہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بہیڑ اور بکری دونوکو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر
بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاۃ من الضان یعنی بہیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی
خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکی ہانکنے کیواسطے ایکدرم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ۵
ولو قال سوداء فغيّر صحّ لا + اذا كان في قربانها عينًا يعيّر ۔ اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گاے یا بکری خرید کر سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید
خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاندار سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغییر کی تو صحیح نہین ھم اسواسطے کہ شاندار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین
تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ۵ بشنتين ممن ينذر العشر الزموا + وتصحيح ايجاب الجميع محرر ؏ علمانے دو قربانیونکو لازم کیا ہی
اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم
ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۵ وعن ميّتٍ بالامر الزم تصدّقًا + والّا فكلْ منها وهذا المخيّر ؏ اور اگر قربانی ہوئی میت کیطرف سو اوسکے امر سے
تو لازم جان اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ وہی ہے ۵
ومن مال طفلٍ فالصحيح سقوطها + وعن ابيه في حقه وهو الاظهر ؏ اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے

کے حق میں قربانی ہوناصحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہی چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ میں مذکور ہو چکا ہے وَ وَاهِبُ شَاةٍ ذَبَحَهَا بعدَ ذبحها یَجُوزُ لِمَن ضحّیٰ علیہا وَ یُوجَرُ اور بکر کا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اوسکی طرف سے جسنے اوسپر قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھ یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیرلی تو یہہ رجوع درست ہی امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہہ کتاب ہی حظر اور اباحت کی یعنے اسمیں فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھ مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بہی مذکور ہوتا ہی تا معلوم ہو کہ اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہی فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہی اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہہ اور غیر مکروہہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ احسن ہے اور بعضی کتابوں میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور اون سے احتراز کرنا زہد و ورع ہے اور بعضی کتابوں میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہی اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہی ومناسبتہ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہی اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحَظرُ لغۃً المَنعُ والحَبسُ حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہی منع اور حبس سے وشرعًا مَا مُنِعَ من استعمالہ شرعًا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہی جسکا استعمال شرعًا ممنوع ہی ھ یہہ تعریف ہی محظور کی نہ حظر کی والمحظورُ ضِدُّ المُبَاحِ اور محظور ضد ہی مباح کی ھ یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قران سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباحُ مَا أُجِیزَ للمُکلَّفِینَ فِعلُہ وتَرکُہ بلا استحقاقِ ثوابٍ وعقابٍ نَعَم یُحَاسَبُ علیہ حِسَابًا یَسِیرًا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہان البتہ ہی کہ مباح پر کچہہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھ عدم ثواب اور عذاب درصورت عدم نیت کی ہی اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کری تو عذاب ہوگا قال صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الاَعمالُ بالنِّیَّاتِ وکُلُّ مکروہٍ ای کَرَاهَۃَ تحریمٍ حرامٌ ای کالحرامِ فی العقوبۃِ بالنارِ عند محمدٍ واما المکروہُ کراهۃَ تنزیہٍ فالی الحِلِّ اَقرَبُ اتفاقًا جو مکروہ تحریمی ہی وہ حرام کی مانند ہی دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھ حرام وہ ہی جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا فرض ہی چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا واجب ہی جیسے سوسمار کا کہانا اور شطرنج کہیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اوس سے حرام مراد رکہتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اوسکی دلیل قطعی نہین ہی جو حرمت پر دلالت کری تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہی اوسکو مکروہ کہتے ہین اور یہہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اوسکا تارک کچہہ تہوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندھما وھو الصحیحُ المختارُ ومثلُہ البدعۃُ والشبهۃُ الی الحرامِ اَقرَبُ اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہی اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھ شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کی دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہی فالمکروہُ تحریمًا نسبتُہ الی الحرامِ کنسبۃِ الواجبِ الی الفرضِ فیَثبُتُ بما یَثبُتُ بہ الواجبُ یعنی بالظَّنِّیِّ الثبوتِ ویَأثَمُ بارتکابِہ کما یَأثَمُ بتَرکِ الواجبِ ومثلُہ السُّنَّۃُ المؤکَّدۃُ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہی یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتے ہین اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھ دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار آحاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتی ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل
العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑے کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی فھم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ
مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہے خلاصتہ مرحبتہ کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام اور ظنی بھی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کی اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ھم حدیث
مذکور یہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے در منتقی مین ہی کہ جو شخص
مردار نکہاے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نکہاوے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار رہیگا اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الھلاک عن نفسہ کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وما جور علیہ وھو مقدار ما یتمکن بہ
من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کہانا وہ ہے
جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اوسقدر کہانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اسکلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی اداے فرض سے ضعیف ہوجاے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی المبتغی
بالغین المفروض بقدر ما یندفع بہ الھلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتہی فتدبرہ مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہی جسقدر سے بلا کی دور ہو اور اوسکے ساتھہ کھڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو غور کرو ھم اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی
قوت زیادہ ہو وحرام عنہ فی الخانیۃ یکرہ وہو ما فوقہ ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب
قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ میں فساد کریگا
یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا
بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ھ زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن
کا بہرنا ایسا بدتر نہیں جیسا پیٹ کا بہرنا ~~الیا بدتر نہیں جیسا پیٹ کا~~ بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانے کی اور ایک
تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہیں ابوداؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کہانے اور
پینے کے بعد اوسکی مغفرت ہوگی کذا فی الملتقط وعن ابی یوسف المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا یستحیی ضیفہ او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ
کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکہنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا
درست ہے حرام نہیں ہے ھ عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا تہے کرنیکے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کہانے کہاتے تھے اور تہے
آرڈلے سوا اور کمر بیٹہ زیادہ کرتا تہا کذا فی البزازیہ والخانیۃ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں تہوڑے
کہانے کی اسقدر ریاضت کہ ادای عبادت سے ضعیف ہوجاے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوون کے کہانے میں کچہ
مضائقہ نہیں اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ھ مگر حاجت کے
وقت کثرت اطعمہ اسراف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہیں کہا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تہوڑا تہوڑا اتنا کہاے جسقدر سے ادای عبادت پر قادر
ہو یا مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچہ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسیطرح روٹیاں رکہنا حاجت سے
زیادہ بیہودہ اسراف ہے ھ مگر نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلۃ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وا
بعدہ یبدأ بالشباب قبلہ وبالشیوخ بعدہ ملتقی اور کہانے کے وقت سنت ہے کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام
اور بعد از طعام دونوں ہاتہ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانوں کے ہاتہ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانے کے بعد بڈہوں کے ہاتہ دہلانے سے
ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی ھ اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بہولے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے
تا اوسکے ساتہی بہی بسم اللہ کہیں اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکہے مگر جبکہ سب لوگ کہانے سے
فراغت کریں اور اوسکی سنت میں ایک ہاتہ دہونا یا دو تو ہاتہ کی انگلیاں دہونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتہ پہنچے تک دہونا چاہیے قبل از
طعام ہاتہ دہوکر رومال سے پوچہنا نچاہیے اور بعد از طعام پوچہنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل ہوجاے سو بیسن سے ہاتہ دہونا اگر آٹا اوسمیں باقی نرہا ہو
تو فتاوی قاضی خان میں لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے اور ستو سے ہاتہ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تفسیر فرم جمیع مواضع
میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتہ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمیں استعانت نکرے مانند وضو کے اور سنت یہہ ہے کہ نمک سے شروع
کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہاں اگر پہونکنے میں مانند اف کی آواز نہ نکلے تو
پہونکنا درست ہے اور ہاتہ پونچہنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ
سنت ہیں راہ میں کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے میں کچہ مضائقہ نہیں اور کہانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتہ زمین پر رکہکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر
مکروہ ہے الکل من العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اوسکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع شہوات
کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکہاے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہے ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدہر سے چاہے کہاے اسیطرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہوئین تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث
مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اے شخص تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت
یون ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف
اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اوسکے اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے بلکہ
روکہی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا، بنا اوسوقت مین ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو اتنا
کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اوسکو کہانا ندیا تو جو لوگ اوسکا
حال جانتے ہون گے سب گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی
وکرہ لحم الاتانِ ای الحمارۃِ الاھلیۃِ خلافاً لمالکٍ ولبنُھا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف
مالک کے ہم کراہت بیمار وغیرہ سبکے حق مین ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃِ التی تاکل العذرۃ
ولبن الرمکۃِ ای الفرسِ وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور
مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا
دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمھما ای لحم الجلالۃِ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب
نتن لحمہا وقدر بثلثۃِ ایامٍ للدجاجۃِ واربعۃٍ للشاۃِ وعشرۃٍ للابل والبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی
گندگی اور بدبو دفع ہو جاے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کیواسطے دس
دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدیٍ غذی بلبن خنزیرٍ لان لحمہ لایتغیر وما غذی بہ یصیر مستھلکا
لایبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سؤر کے دودہ
سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہے ہم اور اسیطرح
جو کہیت نجاسات سے سینچا جاوین تو اونکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمراً فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصید شرح وہبانیہ
اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ
وکرہ الاکل والشرب والادھان والتطیب من اناءِ ذھبٍ وفضۃٍ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور
خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونونکے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے
منقول ہے کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ
یہہ برتن کافرونکے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہے پہر جب کہانا پینا اونمین منع ہوا تو اسیطرح اُن برتنون سے تیل
لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃِ الفضۃِ والذھبِ والاکتحال بمیلھما وما اشبہ ذلک من الاستعمال
کمکحلۃٍ ومرآۃٍ وقلمٍ ودواۃٍ ونحوھا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال
اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی صینی اور
سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداءً
فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناسِ والا فلا کراھۃ حتی لو نقل الطعام من اناءِ الذھبِ الی موضعٍ اٰخر او صب الماء او الدھن
فی کفہ لا علی راسہ ابتداءً ثم استعملہ لا بأس بہ مجتبی وغیرہ وھو ما حررہ فی الدرر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اوسوقت ہی جبکہ اونکو ابتداءً استعمال کیجئے اُن کاموں مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین لوگونکے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہین
تو اگر کہانا نقل کیا جاے سونیکے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کہ دست مین ڈالے اپنے سر پر ابتداءً پہر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین کذا
فی المحیط وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درمین تراش قید کو یاد رکہنا چاہیئے ھم درمین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کیواسطے
مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہے جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وظروف اسیواسطے مصنوع ہوئے ہین کہ ایسیطرح مستعمل ہون
اور اگر اونہین ہاتہہ ڈالے اور تیل ہاتہہ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین ہے اسواسطے کہ اوسنے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ والی ارزوم
نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل
لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد حدیث کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو دراے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث
نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھم ہرچند درر کے موافق فتاوی عالمگیری مین محیط سے بہی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم
واستثنیٰ القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانونکو جنگ مین ضرورت کے سبب مستثنیٰ کیا ہے کراہت سے وھذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا بآنیۃ متخذۃ من ذہب وفضۃ
وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی ان ابا حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی
اور یہ یعنی مسروف نفسیہ اور ذہبیہ کی تحریم اور مصرف تمہید ہے جبکہ استعمال نفع بدن کیواسطے راجع ہوا اور اوسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے
اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیبا اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ
امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہے چنانچہ آگے آویگا وکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ
علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہے کہانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر مین مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھم ظاہرا کراہت اوسوقت
ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور اداے سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین
لا یکرہ ما ذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے
برخلاف امام شافعی کہ اونکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی
جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرہ اور جڑاؤ ھم منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق
سے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بفضہ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بہی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اوس صورتمین ہے
جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے
اوسکو باقی رہنے کا کچہہ اعتبار نہین چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض
ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹہنا
کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منہ علحدہ رکہے اور قول صحیح یہ ہے کہ ہاتہہ بہی جدا رکہے چاندی
کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اوسکی مانند مین بہی بدن جدا رکہے ھم اجتناب منہ کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ
مین مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اوسکا استعمال کسیطرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب
بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی جس برتن مین چاندی سونیکے پتر جڑے
ہین اوسکی استحکام کیواسطے اور اسیطرح جبر چاندی سونیکے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ھم فتاوی عالمگیری مین ہے

[illegible]

کچھہ مضایقہ نہین کھانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض ہی جبکہ منہ سونے چاندی پر نرکھے اور اسیطرح ظروف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے
پرنہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دُمچی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہی بشرطیکہ اوسپر قعود
نہ واقع ہوا ور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتھے کالوحیلة ای التفضیص فی نصل سیف
وسکین او فی قبضتھما او لجام او رکاب لم یضع یدہ فی موضع الذھب والفضة چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چھری
کی کوتھی مین یا اُن دونو کے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین کرے اور اپنا ہاتھہ نرکھے سونے چاندی کی جگہہ مین ھم کافی مین ہے جبکہ چھوری کی کوتھی
اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی سے
وکذا کتابة الثوب بذھب او فضة و فی المجتبی لا بأس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل اور اسیطرح درست
ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبے مین ہی کہ چھوری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھہ مضائقہ نہین اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ
ہین ھم امام اعظم کی دلیل یہہ حدیث ہی جو بخاری مین انس سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے
جکڑ گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اوسمین چاندی کا پتر جڑا تھا والخلاف فی
المفضض اما المطلی فلا بأس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرھا لان الطلاء مستھلک لا یخلص فلا عبرة للونہ عینی وغیرہ
اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا ہو سو وہ
تو بالاجماع درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطیکہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہی جدا نہین ہو سکتا تو اوسکی
فقط رنگت کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی
فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اوس گوشت
کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے واصلہ
ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة یعنی الحاصلین فی
ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة کما توھمہ الزیلعی اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین
اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہی نہ ہر طرح
کی حلت اور حرمت جیساکہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ھم ایکشخص کا قول مقبول ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام
مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الھدیہ اور اذن تجارت ہی
لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اوسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکے صدق کا یا شک
ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت
وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی
والصبی فی الھدیة سواء اخبر باھداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پہنچانے مین خواہ
غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہی اوس شخص کو یا یون کہا ہو کہ اوس شخص نے یہہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کانت
بالتجارة او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ھم سراج مین ہی
کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر مین داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری
یون ہے کہ اسی سے لوگ باز نہین رہتے لہذا یہہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہ فلو شک لم یجز

ثم ہنا نوع فی تستانی لا باس ببیعہ ولو نحو ثیاب حلوی لا ینبغی بیع لات الظاہر کذبہ وتمامہ فیما مر اذن تجارت میں سراج میں اسکی قید
لی ہے جبکہ اوسکی رای میں اونکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھ
بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مستی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال سے اوسیکا
ہویدا ہے اس میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کیطرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اونہوں نے باپ کے پیسے مٹھائی کھانیکو اسطرح
چرا لایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول نکرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہہ اشتباہ نہیں ہوسکتا ہے ویقبل قول الکافر
والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے
ہم اصل یہہ ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا مجموعہ کہاں
ہے کہاں اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکھے اور لوگونکے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے
تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اوسمیں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے اسلئے اوسمیں
منع نہیں کیا گیا کذا فی الرملی کاذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرأی صدقہ کامر و مسیحی لحر الحظر
مباح جیسے اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خریدنے والے کے گمان میں
اوسکی سچائی غالب ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے آخر میں بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور شرط
ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندہ اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع
نہیں تو اوسمیں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمیں کچھہ ضرورت اور حاجت نہیں کالخبر عن نجاسۃ
الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی
سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی
ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے وتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ
کہیں کہ یہہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ وتوضأ
وتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اوس صورت میں جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی
خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت میں جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ و
تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمیں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر
تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر فاذا غلب صدقہ علی کذبہ فالاراقۃ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہہ حکم ہے کہ
جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس
ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے اوسکی خبر ملزم نہیں لیکن
پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر میں
کہتا ہوں درصورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کی صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں
تیمم مذکور جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم
ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کسی کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصومت مین تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دو نو خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوانٍ طاہرۃٍ ونجسۃٍ وذکیۃٍ ومیتۃٍ فان الاغلب طاہر تحرّی وبالعکس والسواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم ملگئے اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑا دے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھہ اعتبار نہین مگر دفع عطش کیواسطے البتہ ضرورت مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب یتحرّی مطلقاً اور کپڑون مین ہر طرحکا گمان غالب معتبر ہے ھ خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑیکا کچھہ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کیواسطے دُعی الی ولیمۃٍ وثمہ لعبٌ او غناءٌ قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضاً لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ ہے تو بیٹھے اور کہائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دستار خوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دستارخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وہان بلکہ نکل جاے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھہ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے ساتھہ ھ ولیمہ شادی کے کہانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ اوسکے فسق سے راضی نہین اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے پایا یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کہائے اور اگر اوسکا غالب مال حلال ہے تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکے ذمہ پر تہا ساقط ہوگیا اختیار ہے کہائے یا نہ کہائے نہ کہانے سے کچھہ حرج نہین اور کہانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگذاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً فان قدر علی المنع فعل پہر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ھ یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکریگا تو گنہگار رہیگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنے ہاتھہ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کردے اور یہہ بھی اگر نہوسکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہہ ضعف الایمان سے ہے والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدای خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکلجاے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ھ اور اسمین معصیت کا دروازہ کہولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اوس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تہا سو مین نے صبر کیا تو یہہ اونکے مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تہا کذا فی الایضاح وان علم اولاً باللعب لا یحضر اصلاً سواء کان ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجاے تو اصلا وہان نجاے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھ نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کہیل اور ناچ رنگ حرام ہین ھ ملاہی سے یہین مستثنی

اس لوجہ حدیث کے جو کہ وارد ہوئی ہے اس مسئلہ میں اور اوب ایسی گھوڑے کی آنے پر اداس وَيَدْخُلُ عَلَيْهِمْ بِلَا إِذْنِهِمْ لِإِنْكَارِ الْمُنْكَرِ اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھس جانا ہے واسطے اونکا انکار خلاف شرع کے منانے کے واسطے ہم جیسی ہر ایک کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگون نے خلاف شرع کو ارتکاب
سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو ان کی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ صَوْتُ اللَّهْوِ وَالْغِنَاءِ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ
الْمَاءُ النَّبَاتَ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ
نفاق اعتقادی جو کفر ہے قُلْتُ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ اسْتِمَاعُ صَوْتِ الْمَلَاهِي كَضَرْبِ قَصَبٍ وَنَحْوِهِ حَرَامٌ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي
مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ أَيْ بِالنِّعْمَةِ فَصَرْفُ الْجَوَارِحِ إِلَى غَيْرِ مَا خُلِقَ لِأَجْلِهِ كُفْرٌ بِالنِّعْمَةِ لَا شُكْرٌ فَالْوَاجِبُ كُلُّ الْوَاجِبِ
أَنْ يَجْتَنِبَ كَيْلَا يَسْمَعَ لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ أَدْخَلَ إِصْبَعَهُ فِي أُذُنِهِ عِنْدَ سَمَاعِهِ وَأَشْعَارُ الْعَرَبِ لَوْ فِيهَا ذِكْرُ الْفِسْقِ تُكْرَهُ
میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجون کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ
استماع ملاہی گناہ ہے اور وہان بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلنا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا
غیر کیلئے جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئی نعمت کا کفران ہے شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ کر ہو جاوے تا آواز کو نہ سنے اس واسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اوس کی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر اونمیں فسق کا ذکر ہو
تو وہ مکروہ ہیں انتہے ما فی البزازیہ اور لِتَغْلِيظِ الذَّنْبِ كَمَا فِي الْاِخْتِيَارِ أَوْ لِلِاسْتِحْلَالِ كَمَا فِي النِّهَايَةِ اور سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی برائی جتانے
کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فَائِدَةٌ** وَمِنْ ذٰلِكَ ضَرْبُ النَّوْبَةِ لِلتَّفَاخُرِ فَلَوْ لِلتَّنْبِيهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ
كَمَا إِذَا ضَرَبَ فِي ثَلَاثَةِ أَوْقَاتٍ لِتَذْكِيرِ ثَلَاثِ نَفَخَاتِ الصُّوْرِ لِمُنَاسَبَةٍ بَيْنَهُمَا فَبَعْدَ الْعَصْرِ لِلْإِشَارَةِ إِلَى نَفْخَةِ الْفَزَعِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ إِلَى نَفْخَةِ الْمَوْتِ وَبَعْدَ
نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى نَفْخَةِ الْبَعْثِ وَتَمَامُهُ فِيمَا عَلَّقْتُهُ عَلَى الْمُلْتَقَى ومجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت خواب سے تنبیہ کیواسطے ہو تو
اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں ایک
مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبروں سے
اوٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر لکھی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف
بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سرایہ میں ہے کہ دف اوسوقت درست ہے جبکہ اوسمیں جلاجل یعنی جہانجہیں نہوں اور اوسکا بجانا بر ہیئت تطرب نہو
تمت سے پہلا گانیوالا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست
اوسکے سامنے ناچتے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستون کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالیٰ وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا یعنی مت چل زمین میں اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سماجت اور بے ادبی ہوتی ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ
ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں بے تصنع رقص منع نہیں جیسی صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو
جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہیں اور یہ اوس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص
مغلوب ہو اور ایک چیز کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ
سماع کیوقت آواز بلند کر کے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہان بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا
شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں ہے سرسقطی نے فرمایا وجد کرنیوالے کی شرط یہ ہے
کہ اس حد کو وہ اسکا وجد پہنچ جاوے کہ اگر اوسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچھ خبر نہو درد اور الم کی انتہے ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات
پر دوگی اور اختلاف غنا محرد کا کتاب الشہادات میں مفصل ذکر ہو چکا الملبسنقر۔ **فَصْلٌ فِي اللُّبْسِ** یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم جس

لباس وہ ہی جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک
ہو اور آستین اونگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیئے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ
خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتین سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے
اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کیواسطے ہو
اور سپید لباس مستحب ہی کذا فی الملتقط و انما یحرم لبس الحریر و لو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم
اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وھی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو
درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہہ ہی کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہی جبکہ وہ کہال سے لگا ہو قنیہ
مین کہا اور یہہ رخصت عظیمہ ہی وہان جہان ریشمی کا عموم بلوی ہو ھم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا
غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف
نسبت کیا ہی نہ امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور
نسائی مین علی مرتضیٰ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون
حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہی کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور اونکی
عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہی جسکا آخرت مین کچھ
حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر اما فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک
اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ھم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہی جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک
ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے
مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار اونگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ
کہلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کہلین مراد ہین ھم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار اونگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت
کہلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم
جمع متفرق ہی اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین بشرح بیان ہے ھم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے
جمع کرنے مین اختلاف ہی نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہی مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح کہ
سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہی کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر
کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق بکثرت بنی ہون اگر اونسکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہ جمع کرنا معتبر نہین
وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس بشبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہی چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اونگلیون سے اور فاروق کی چار اونگلیان
ہماری بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش و نگار مین رخصت ہی ھم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور
ہی نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار اونگلیان ہین اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی اونگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہین تو بہتر یہہ تہا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نکرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار
اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہی جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار اونگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

ہین کذا فی السراجیۃ وفی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی مین ہے کہ نقش ونگار اور بوٹی عمامہ مین دو جگہہ ہو
یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہین اور بعضون نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہین ھم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب
سے جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تہا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عمامۃ علیہا علم من فضۃ قدر ثلث اصابع لا بأس
ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی مین امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش ونگار ہے چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھہ مضائقہ نہین اور
سونے کا نقش ونگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ نہین وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت ولہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا
من القمص البصریۃ اور مجتبی مین ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جسپر دامن کی السنجاف مین ریشمی کپڑا سیا ہو مین کہتا ہون اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنون کے پہننے کی ھم طحطاوی نے کہا یہہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری مین ذخیرہ
سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر بالاتفاق فقہا کے نزدیک درست ہے انتہے اور ہدایہ مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے
کہا یہہ حدیث صحیح مسلم مین اسطرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اوسمین دیبا کا گریبان سیا تہا اور اوسکے دونو
چاک دیبا سے سئے تھے سو کہا کہ یہہ عائشہ صدیقہ کے پاس تہا جب وہ مرگئین تو مین نے اوسکو لیا سو آنحضرت صلعم اوسکو پہنتے تھے سو ہم اوسکو دہو لیتے ہین بیمارون
کے واسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت مین یون ہے کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستین اور دونو چاک دیبا سے سئے تھے اور
بخاری کی ادب مفرد مین یون روایت ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تہا بالشت بہر اور دونون چاک دیبا سے سئے تھے حضرت اوسکو مہمانون کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہے ما فی العینی مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف
وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ اور مجتبی مین ہے کہ کپڑے کے عرض مین علم مرخص ہے مین کہتا ہون اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول مین مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب
درر غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم تقیید طول عرض مجتبی کے مخالف ہے وفی السراجیۃ عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا
قلت قال شیخنا والظن ان المراد بہ وما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراجیہ مین ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمین چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت مین
رخصت عظیم ہے اوس شخص کو جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھہ مبتلا ہے ہمارے زمانے مین انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہہ ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندہا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہین اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس مین ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ھم روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہین علم کا حریر سے کپڑے مین جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اوسمین کچھہ خلاف مذکور نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر مین کہا کہ علم کا کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اوسکی مقدار بیان نہین کی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہہ اختلاف علم
ثوب مین ہے نہ علم رایت مین کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ھو
ما تسدلہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیہ للرجال مردون کو اسواسطے کچھہ مضائقہ نہین دیبا کے چہپرکہٹ اور مسہری مین دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا
اور بانا دونون ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر البشخانۃ والناموسیۃ لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام بشخانہ
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہین بدن سے علحدہ رہتا ہے ھم قاموس مین ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گہٹا ٹوپ ہے مچہردان

سے بچنے کیواسطے یعنی چھپرکھٹ اور مسہری اور پشخانہ سترپوش ہے تو اسکا ذکر شارح الوہبانیۃ فقال سه وفی کلۃ الدیباج فالنوم جائز
وفی القنیۃ والمنتقی ذا مسطّر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپرکھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی
مین بیچ جواز مرقوم ہے ویکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے
جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع
ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے
نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر
سسی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق فنیہ اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جاوے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے ویختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا
گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر یعنی مکانمین اطلس وغیرہ کا چھت پردہ
لگانا درست ہے بشرط عدم تکبر و فی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویل باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ابریسم لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین
ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا و فی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی
لا باس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا
اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین و فی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ
مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب
قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین
نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علماء نے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور
کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کی مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسیطرح
ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین
بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کف ہے نہ کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ
والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اور اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہئیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصراً
ہم واللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفۃ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہوا اور جو لنبا ہو جیسا کہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اور اسکا
اور جو اوسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر
مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح
کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اوسکا فرش بچھانا اور اوسپر سو رہنا حلال ہے اور صاحبین
اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہئیے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے
مخالف ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ و مشہورہ و شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حلت کی قول مین

كتان او صوف وأما جعله في حشو او دثارا او إزارا فانه يكره بالاجماع سراج اور کپڑے جسکے اوپر ریشمی ہو یا ریشمی استر ہو اوسکا پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے
نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج هم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا ہو اور دثار وہ ہے جو اوس سے متصل نہو واما الجلوس على الفضة فحرام بالاجماع شرح
مجمع اور چاندی کی چیز پر بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ويحل لبس ما سداه ابريسم ولحمته غيره ككتان وقطن وخز لان
الثوب انما يصير ثوبا بالنسج والنسج باللحمة فكانت هي المعتبرة دون السدى اور حلال ہے پہننا اوس کپڑے کا جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا
اور چیز کا ہو جیسے کتان یا سوتی کی چیال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے
بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا انتہا قلت وفي الشرنبلالية عن المواهب يكره ما سداه ظاهر كالعتابي وقيل لا يكره لوجوه
في الاختيار قلت ولا يخفى ان المرجح اعتبار اللحمة كما يعلم من العزمية بل في المجتبى ان اكثر المشايخ افتوا بخلافه میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ
مین مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو جیسا کہ عتابی کپڑے مین یا اس زیادہ تانا ریشم کا نمایاں رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں
اور اسکی اسدا اختیار مین ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی مین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ
نے برخلاف اوسکے فتوی دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے هم ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو
تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی مین ہے کذا
في الطحطاوي وفي شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتهى قلت وهذا كان في زمانهم واما الآن فمن الحرير وحينئذ يحرم بر جندی وتاتارخانیه
فالخز في شرح مجمع کے خز بفتح خا معجمہ وزا معجمہ وزاء منقوطہ شدہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ بعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہا سابقین
کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت مین تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتاتارخانیه تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد
رکھنا چاہیئے تو حرام کو ... استدلال قول سابقین کی حلال سمجھ وحل عكسه في الحرب فقط لو صفيقا يحصل به اتقاء العدو فلو رقيقا حرم
بالاجماع لعدم الفائدة سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی مین یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ مین درست ہے بشرطیکہ
وہ موٹا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی مین بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراج هم
نقد اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما الخالص فيكره فيها عنده خلافا لهما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام
کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی هم جوہرہ مین ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اوسکا پہننا جنگ مین بالاتفاق امام اور
صاحبین کے حلال نہین اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمین حاصل نہین انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکی مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمین یون ہے کہ حریر اور دیباج جنگ
مین صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہے اور حریر خالص اوس سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ مین رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے
انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ مین تو جسکا فقط بانا ریشم ہو کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہین کذا فی
الطحطاوي قلت ولو ادعاه لو خلطت اللحمة بابريسم وغيره والظاهر اعتبار الغالب میں کہتا ہون اور میں نے اوس کپڑے کا حکم نہین دیکھا جسکا
بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہوا اور ظاہر اغالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہو تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہو تو حلال ہے وفي حاوي الزاهدي
يكره ما كان ظاهره قزا وخط منه خز وخط منه قز وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق الا اذا كان خط منه قز وخط منه غيره بحيث
يرى كله قزا فاما اذا كان كل واحد مستبينا كالطراز في العمامة فظاهر المذهب انه لا يجمع انتهى وافتى شيخنا قلت وقد علمت ان العبرة
للحمة لا للظاهر على الظاهر فافهم اور حاوی زاہدی مین ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر مین تو ریشم نمودار ہوا اور حالانکہ اوسکی ایک دھاری اون کی ہو اور
ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اوس صورت مین خطوط متفرقہ جمع کئے جاوینگے جبکہ اوسمین ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم
کی بدین طور کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع کرینگے انتہی

الى الحاوى اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے مین کہتا ہون اور مقرر تو عنقریب معلوم کر چکا ہی کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے
نہ ظاہر کی نمود ار ہی کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر اوس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ
لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردونکو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہو یعنی دونون
قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ہڑ کا زرد
وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مردونکو ان گروس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان مین ہے ورس ایک گھاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ
انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکو مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کیواسطے مکروہ نہین ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ
نہین کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگون مین مردکیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب
الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی
اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہی ہم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی البحر لیکن مصنف نے گو ہی اُس سرخی مین جو کسم اور زعفران
کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھہ اور مجیٹھہ اور آل اور گیرو کی سرخی لکن صحح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق
قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے
تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہا و تحریما
تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے
اوسمین آٹھ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم سے یہ روایت ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریہ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اوسکے سوا مین
الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی
سے حلال ہی بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ ہو یعنی وہ آرائش جو متجبرین تکبر اور تکبر ہم قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین اس کمربند کا جسکے دونو کنارے نیز چاندی کے دو حلقے ہون اور
ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اوس میں سے حلال ہی کہ چاندی کی جگہہ پر ہاتھ لگاوے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے مگر حیند کمربند
اور حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد تسمع درق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسمی کمر بتنگ اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا
حلال نہین جسکے بیچ دیبا ہو اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اسمین بات دور کی ہے بعد یون کہے کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتیونکی پیٹی
کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پرواہی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے
وغیرہما کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعم منلا خسرو ذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا الماضی
تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہی جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور شیشے وغیرہا دلیل گزشتہ یعنی چاندی کے کسی کی حاجت باقی نہ رہی اور سرخسی نے جواز یشب اور
عقیق کی تصحیح کی ہی اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرونکی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہی اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے
عن انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اسسے بتونکی بو آتی ہی اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ دوزخیونکا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ
زیور ہی بہشتیونکا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی لبعض اشخاص یشب مین کشف اور ریشم بھی درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا
للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی
انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوئی تو اسکو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلئے کہ اسمین اعانت ناجائز کی ہے اور جو فعل کہ ناجائز کیطرف پہنچا دے وہ بھی ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ہین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرھا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نگین کا سو اگر
چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہ کا جائز ہے ھ یہہ جو ذکر ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری
کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہو وحل مسمار الذھب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین ھ کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے
نگینہ ٹھیرتا ہے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہو حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کفدست کے اندر رکہے بائین
ہاتھ مین اور بعضون نے کہا داہنے ہاتھ مین مگر یہہ طریقہ ہی رافضیون کا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہو کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ کبہی
رافضیون کا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہو گیا سو دیکہنے ھ عورتین انگوٹھی ظاہر کفدست کیطرف رکہین برخلاف مردون کے اسواسطے کہ عورت زینت
کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالی لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید
علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے پرند یا آدمی کی صورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے
زیادہ کرے ھ اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی استنجا مین یا داہنے ہاتھ مین کرے اگر بائین ہاتھ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم
الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تہا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تہا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر
اللہ تہا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا و ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت
اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تہا کذا فی الطحطاوی عن البدائع ھ مثقال کا وزن ساڑہے چار ماشہ ہی وترک التختم
لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے ھ
یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین ان لوگون کو مہر رکہنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصون کو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین
یہہ قول ہی تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضون نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ کہا ہو لیکن جمہور علما نے اوسکی اجازت دی ہے جیسا کہ جواہر
اخلاطی مین ہو کذا فی العالمگیریہ ولا یشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونیکے تار سے نہ باندہے بلکہ چاندی سے
باندہے اور امام محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بناوے یعنی در صورت قطع اسواسطے کہ چاندی
گندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذھبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشربہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا
مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اوسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ھ سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء والمخاط بقیۃ
بلۃ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال رکہنا وضو کا پانی پوچہنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پوچہنے کے لئے بشرطیکہ رفع حاجت
کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجبر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہو اوس تری سے جو وضو کرنیکے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ
ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہین رتیمہ دہاگا ہی
جو اونگلی یا انگوٹھی پر باندہا جاوے بات یاد رکہنے کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ مکروہ ہے اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہین
کذا فی العنایۃ فرع مسئلۃ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی مین ہو کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان مین ہو ھ تعلیق
تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکہنے اور چہونیکے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی ولو امرد صبیح الوجہ فقدار الشا
اور دیکہے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ ہو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ لڑکا خوبصورت ہو
اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا ھ امرد صبیح کا دیکہنا اوسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکہے ورنہ وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سر تا قدم اوسکو

دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ ولاَوْلی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی والتعریف
وقرینۃ المقام تکفی فتدبّر اور بہتر تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ
قاعدہ یہ ہے کہ جب بالّلام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسیطرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنی تنظر المرأة من المرأة کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں
اور قرینہ مقام مغایرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی
نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یأثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے نقل کیا کہ ایکمرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اوسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا
ہوں اسمیں تو صریح اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ ایکمرد نے غیر شخص کی شرمگاہ دیکھنے پر نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے
ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہے کلام البزاز تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے م زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنیکا مضائقہ
نہیں اگر اوسپر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے
کہ جو خلق غیر کو تامل کرے اور اوسکے کپڑے دیکھے یہانتک کہ اوسکی ہڈیونکا حجم ظاہر ہوجاے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوٰی
مابین سرّتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایکمرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکھے سوا اوس بدن کے جو بیچ اوسکی ناف کے ہے اور اوسکے گھٹنونکے نیچے تک یعنی زیر
ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت داخل ہے اور ناف عورت نہیں م عورت غلیظہ مثال اوسکے زیر
ہے اوسکے بعد ران اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اوسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اوسپر درشتی سے انکار
کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریہ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا الی فرج
المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لایحل لہ
وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی
اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہے فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی
کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور مشترکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکلگئی
اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبی اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض
وارد ہوتا ہے اوس عورت کا جسکا پیشاب اور حیض ایک ہوگیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اوسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور گاہے
یون جوابدیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی م لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کیصورت یہ ہے کہ مدخولہ کی وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے
کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستّر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہو جاوین
گدہون کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من لایحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر و
الساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا
سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار
کیا سو اوسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہیں بسبب نسب کی یا سبب کے اگرچہ حرمت
سببی حرامکاری سے ہو م محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن
ولا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ
نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کیطرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا
لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالی کا یہہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو

ظاہر کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے
بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع ہیں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہیں ہیں اور آیت میں نفس زینت اور زیور مراد نہیں اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے ولیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہیں موباف
کا کذا فی السبیے وکذا امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظر الیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ہم لونڈیاں گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہیں تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
عیر وقت تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوتی وما حل نظرہ مما مر من ذکر و انثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی
نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ و
ان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان مجتبے اور جسکا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہوچکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینا یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اوسکو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان المجتبے
لا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا حلال ہے
اجنبی عورت کے سوا کہ اوسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال ہے مگر اونکا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وہذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن
اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اوسکے مصافحہ کرنے اور ہاتھ کے
چھونے کا مضائقہ نہیں جسکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اوسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ
مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہے مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگے اور ویرانے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اوس بہت
بڈھی سے جو بہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونوں ایک مکان
میں ہوں کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر
رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں و فی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا
ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ میں جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نبولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہے خانیہ میں
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خوبصورت

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد جواب نہ دے یرحمک اللہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی وبه بان ان لفظة لا فی نقل قهستانی ویکلمها بما لا یحتاج الیه زائدة فتنبه
اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنے ویکلمها بما لا یحتاج الیه تو آگاہ رہنا ھم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو
تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولا مس ذلك ای حل نظره اذا اراد الشراء وان
خاف شهوته للضرورة وقیل لا فی زماننا وبه جزم فی الاختیار اور اوسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ
لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست
نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ھم یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے
یا سخت وامة بلغت حد الشهوة لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرة والرکبة لان ظهرها وبطنها عورة اور جو لونڈی حد
شہوت کو پہونچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نچاہیئے ایک تہ بند میں جو ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھہ اور پیٹ کا چھپانا فرض
ہے وینظر من الاجنبیة ولو کافرة مجتبی الی وجهها وکفیها فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسها للخبز تتارخانیه
اور اجنبی غیر محرم عورت کی بدن اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونوں کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضون نے کہا اور قدم
اور ہاتھہ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیه ھم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے
ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسیکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنی فتاوی میں
اوسکی عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسیکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں
اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعندهما لا لاجنبی معها فینظر لوجهها
وکفیها فقط نعم یدخل علیها بلا اذنها اجماعا ولا یسافر بها اجماعا خلاصه وعند الشافعی ومالك ینظر کمحرمه اور عورت کا غلام اوسکے
ساتھہ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے ہاں اوسکی پاس جایا کرے بدون اوسکی اذن کے بالاتفاق اور تنہا اوسکو ساتھہ
سفر نکرے بالاتفاق کذا فی الخلاصه اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکھے اوسکی محرم کی مانند فان خاف الشهوة او شك
امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی وغیره پھر اگر شہوت
کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونیکے ساتھہ مقید ہے اور
نہیں تو حرام ہے اور یہہ یعنے حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگون کے زمانہ میں تہا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے
یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجة کقاض وشاهد یحکم ویشهد علیها لف ونشر مرتب لا لتحمل الشهادة
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورتکو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا
دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور یشہد میں لف نشر مرتب ہے
ھم یعنی اگر عورت اپنے دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت میں شاہد
کو نظر کرنا شناخت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادای شہادت کی نیت سے دیکھیں قضاء شہوت کیواسطے تا بقدر
امکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحها ولو عن شهوة بنیة السنة لا قضاء الشهوة اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا
چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کی قصد سے ھم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے
نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکھہ تا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ
اور کفدست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشراء امة ومداواتها اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکی علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ينظر الطبيب الى موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنیوالا طبیب عورت کی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کرے اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ھ شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت ہی کی وجہ
سے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو بایطور کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکذا نظر القابلة والختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ھ سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھہ سے کام نکلے تو نظر کرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایکدوبار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام سمجھے وينبغي ان يعلم امرأة تداويها لان نظر الجنس الى
الجنس اخف اور لائق یون ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورت اوسکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے یعنی
سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے فرج سے دانہ
جہان مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اوسکا علاج عورتکو سکھا دے اور اگر عورت نملی یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکر سکے اور خوف ہو شدت درد اوس کی
کا تو سارا بدن چھپا کر فقط فرج کی جگہہ مرد دیکھے پھر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکھہ بچاتا رہے سوا اوس جگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچھہ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہیں محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ھ یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے اوسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا
شہوت سے درست نہیں وقيل كالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹھہ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن او خافت او شكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح
في الفصلين تاتارخانية معزيا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تاتارخانیہ منسوبا الی المضمرات والذمية كالرجل الاجنبي في الاصح فلا تنظر الى بدن المسلمة
مجتبى اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوای چہرہ اور کفدست کے
کذا فی المجتبی ھ اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور دوپٹہ
اوسکے سامنے نہ اوتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وكل عضو لا يجوز النظر اليه قبل
الانفصال لا يجوز بعده ولو بعد الموت كشعر عانة وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها مجتبى
اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موی زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤن کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتھہ کا کذا فی
المجتبى وفيه النظر الى ملاءة الاجنبية بشهوة حرام اور مجتبی مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفي الاختيار
ووصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها لقوله صلى الله عليه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة
والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التي تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التي يفعل بها ذلك اور اختیار شرح مختار
مین ہے کہ اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت

کریو اوس عورت پر جو بال جوڑ دیوے دوسری عورت کے اور جو جوڑا دیوا اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دیوے اور جو گودوائے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنا دیوے اور جو دانت باریک کرا دیوے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال نوچنے سے چنے اور جو چنا دیوے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مرد مجامع کی برابر ہین ھم خصی وہ جسکی فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کوا پنوا دینے پر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورتکو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضون نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا نایزہ سست نہین ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کی مانند نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا قیل لا بأس بمجبوب جف ماءہ لکن فی الکبری ان من یجوزہ فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضون نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہین جسکی منی خشک ہوگئی لیکن فتاوی کبرے مین ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ھم اصح یہ ہے کہ حلال نہین بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایماندار مردون سے کہ اپنی نظرون کو روکین اور اپنی شرمگاہونکو نگاہ رکھین خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مؤمنین مین داخل ہین تو اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہین وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ ای باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجی بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہوکر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اوسکی اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ ازادہ ہو تو اوسکی اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اوسکی مالک کی اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام مین ھم استبراء لغت مین عبارت ہے طلب برارت سے مطلقاً اور شرع مین رحم جاریہ کی طلب برارت حمل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہین اگر حاملہ نہین ہے تو اوسیوقت تصرف کرنا اور نہین تو وضع حمل بعد من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث مین پانے سے یا جہاد مین پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہوجانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکی جیسا کہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء المزوجۃ کما سیجیء اور ملک جاریہ مین استمتاع کی قید لگائی گئی تا خریدزوجہ کا مسئلہ نکلجاوے جیسا کہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امرأۃ ولو عبدہ کمکاتبہ و ماذونہ ولو مستغرقا بالدین والا لا استبراء استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسا کہ اپنی مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہین تو استبراء کی کچھ حاجت نہین ھم باکرہ مین سبب معتبر ٹھہرا یعنی حدوث ملک تعسر نہ حکمت یعنی تعرف برأت رحم اور چونکہ مکاتب سے کمائیان مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہین امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا بخلاف کمائی ماذون غیر مستغرق اور حرم مہا غیر ادیمہا کیلا تقع علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ جاریہ آزاد نہوجاوے محرم پر ھم محرم غیر نسبی جیسا کہ خریدکرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی ود المحسن الچلبی علی شرح الوقایہ اومن مال صبی لو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور الحبل جو مالک ہوا جاریہ مذکور کا تو اوسپر جماع اوسکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہین صحیح تر قول مین بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک میں اوسکے حاملہ ہونیکے ظاہر ہونے کے سبب سے ہم وداعی جماع جیسا کہ مسلسل اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوتی اور اوسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے
اوسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہوگئی اور بیع اوسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن
تحیض وبشہر فی ذوات الاشہر وہی صغیرۃ وآئسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہے یہانتک
کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہوجائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورتیں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جسکا
حیض بند ہوگیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہے یعنی اوسکو کبھی حیض نہیں آیا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برات رحم کی معلوم
ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈہی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ہم وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید
خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاوے وضع حمل تک اور
نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض آوے اوسکو کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر
حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنی استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نرہی ولو ارتفع حیضہا
بان صارت ممتدۃ الطہر وہی ممن تحیض استبراءہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہوگیا اسطرح کہ اوسکا طہر دراز
ہوگیا اور حالانکہ وہ حیض والی جوان عورتوں میں سے ہے تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا امام محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ یُستبرأ
من اول الشہر عشرۃ ایام بحیضۃ وعشرین لطہرہ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک
قبل قبضہا ولا بولادۃ حصلت کذلک ای بعد الملک قبل قبضہا اور استبرا میں شمار نکرے اوس حیض کو جسمین مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو
جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونیسے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے ولا یعتد بالحاصل
من ذلک ای من حیضۃ ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع
قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا
بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لا نعدام الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض
کے بعد شراء فاسد میں قبل اسبات کے کہ اوسکو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاوے
ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام الملک اور واجب استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کا اوس لونڈی سے جو
مشترک ہے دونوں میں بسبب پوری ہوجانے اوسکی ملکیت کے ایا یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبراء واجب ہے
اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا وتجتزئ بحیضۃ حاضتہا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ ثم
کاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہے
وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا
بعد خرید قبل استبرا کے پھر اونکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادای بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک
ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای و دار الاسلام
خانیہ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ کی پھر آنے کیوقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیۃ ہم العاقل نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح
طحطاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسیوجہ سے تو اوسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکے
مالک نہیں ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک وسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اوسکے مالک ہوگئے و اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

گر بخیۃ تھی اور اوسکو پکڑ کے دار الحرب مین لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آویگی تو سبکے نزدیک اوسپر
استبراء واجب ہوگا نہ تھے تو بموجب اس تفصیل کے گر بخیۃ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب مین بھاگ گئی اور کفار اوسکو نہین لیگئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس
آگئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے کلام مین کسقدر خلل ہے کذا فی الطحطاوی و ردّ المغصوبۃ ای اذا اودعہا الغاصب فلیتبرأ اور جاریہ
مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہین لیکن شرط یہ ہے کہ اوسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کذا فی التاتارخانیہ ہم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری
کی رضامندی سے لوٹا لی تو اگر مشتری نے صحبت کر لیا تھا تو ہوگا تو مالک پر استبراء واجب نہین اور اگر جانا ہوگا تو بصورت عدم جماع کی اعتبار نہین اور بعد
جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستأجرۃ وفك المرہونۃ لعدم استحداث الملك اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبراء واجب
نہین ملکیت کی حادث نہونے کے سبب سے یعنی اجارہ والی اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء
علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم ابطله بخیاره لعدم خروجها عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء
واجب نہین جیسے اگر جاریہ کو بحالت شرط خیار یعنی بائع اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہین اسلیے
کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہین ہوئی دونون صورتون مین وكذا لو باع مدبّرۃ او ام ولد وقبضت ثم ابطل المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے
اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہین اگر مشتری نے اوسکی قربت کی ہو ہم اسمین اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی
بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوکہ نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھیرا اسمین استبراء کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وكذا لو طلقها
المزوج قبل الدخول ان کان زوجها بعد الاستبراء فان قبله فلا محالۃ ذکره زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے
تو مالک پر استبراء نہین بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی
قلت وفی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضها ثم مضت عدتها لم یستبرئها لعدم حل وطئها للبائع وقت وجود السبب مین کہتا ہون اور جلالیہ مین ہے
غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اوسپر قبضہ کیا پھر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبراء نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہین بائع کو وجود سبب کے وقت
یعنی ملک اور قبض مشتری کیوقت ہم صواب یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہین اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ
جاریہ خریدی اور وہ عدت مین تہی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سے ایکروز یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو
اوسپر استبراء واجب نہین پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہین بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بحیلۃ اسقاط الاستبراء
اذا علم ان البائع لم یقربها فی طهرها ذلك والا لا یفعلها به یفتی اور کچھ مضائقہ نہین ساقط استبراء کے حیلہ مین جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ
کی قربت نہین کی اوس طہر مین اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے
اور محمد کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور درصورت قربت محمد کے قول پر
فتوی ہے دلیل اس حدیث کی کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہین اونکو حلال نہین کہ ایکعورت پر اجتماع کرین ایک طہر مین تو جب بائع نے اس طہر مین
قربت نکی تو یہہ نہی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونون معلوم نہون تو عدم جواز ظاہر ہے توہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وهی اذا لم
تکن تحته حرۃ او ادیم ان ینکحها ویقبضها ثم یشتریها فتحل له للحال لانه بالنکاح لا یجب واذا اشتری زوجته لا یجب ایضا
اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جسوقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیان نہون یہہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اوسپر قبضہ کرے پھر اوسکو
خرید کر لے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہین ہوتا پھر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہوگا
ہم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ یعنی بعد خرید کے استبراء ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور
ذخیرہ اور محیط مین اطلاق مختار ہے بالجملہ یہان تین قول ہین ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونون شرط ہین جیسا کہ ظہیریہ مین ہے اور دوسرا قول

سوالی کا یہ ہے کہ قبض شرط ہو یا دخول یا تو پس اول قرینی کا ہو کہ نکاح منعقد کافی ہو نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول صحیح تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی

محمد۔ ونقل فی الدر عن الظہیریۃ الذی اشتریٰ لا بد من وطئہا قبل الشراء وذکر محمد اور درمختار میں ظہیریہ سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی

وجہ بھی ذکر کی ہے حسم زوجہ مذکر ہے کہ جب وطی سے خرید کرے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ خلیہ اسکی عدت نہیں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو مجرد خرید سے نکاح باطل

ہو جائیگا پس ثابت ملک کیوقت نکاح نہ رہا تو استبرا واجب ہو گیا اسکے سبب شخص پر یعنی استحبابا ملیت وطی بملک یمین کما فی الدر وان کان تحتہ حرۃ

فالحیلۃ ان یخرجہا البائع ای یزوجہا ممن یوثق بہ کما یجیء قبل الشراء او یزوجہا المشتری قبل قبضہا او بعد الشراء لا یستطیع ان یتزوج بہ لتحتہ حرۃ تو اگر اسکی

نکاح میں آزاد ہو تو اسکے ساتھ چار لونڈیاں میں کنافی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اور اس شخص سے جس پر اسکو اعتماد ہو خلاف

نہ ہو چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اور اس شخص سے جسکے نیم آنا ہو مورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے

اور اگر بعد قبض کے نکاح کر دیگا تو استبرا ساقط نہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہ او بیدہ یطلقہا متی شاء ان خاف ان لا یطلقہا یا جاریہ

کا نکاح کردے کسی شخص سے باین شرط کہ جاریہ اپنی طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اسکو طلاق دے جب اوسوقت ہو جبکہ بائع یا مشتری

کو یہ خوف ہو کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتریہا ای الامۃ ویقبضہا او یقبض ثم یطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء

پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے یا مشتری زوج جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق

دیوے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ہم الماصل اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری

کے اور اس شخص سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اسکی

وطی مشتری کو حلال نہیں تو اوسپر استبرا نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اسوقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا

جو موجب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے

قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اوسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہتی اور جب وطی حلال ہوتی طلاق زوج کے بعد

اوسوقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ۔ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ

حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یستوہبہا فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا فقد افتی بعضہم کہا جس مسئلہ پر امام

ابو یوسف نے لاکھ درہم لئے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ

خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیا جاوے کذا فی الفقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کامل خرید کی نہ ہبہ ہوتی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا

تصرف بھی حلال ہو گیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء والقبض ثم یعتبرہا اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وذکر

المصنف عن مشیخہ کما سنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر ثم وقفت علی البرہان

شرح مواہب الرحمن فلو اللقید المذکور ہذا مشتری جاریہ کو مکاتب کر دے بعد خرید اور بعد قبضہ کر لینے کے چنانچہ استبرا بعد قبض کر لینا کا اطلاق مفید ہے

اور یہ جب اکثر نے طلب فرق کرنا چاہئے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہو اور اگر

بعد قبض اوسکا نکاح کر دے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور ابن مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے اوستادوں سے

بحث کی ہے اوس روایت کی راہ سے چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل

قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہئے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہئے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن

سے جیسے قید مذکور کو نہیں دیکھا سوا اسکے کہ ہم بعضون کے یہاں جو ابتدا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اوسکی بمجرد ہی چند

کتب سے ہوگا اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اوسکی ہونے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی فتبقیح بوضاحہا الیہ کذا لہ الوطی

بلا استبراء لزوال ملكه بالكتابة ثم بعجزه بالتعجيز لكن لم يحدث ملك حقيقة فلم يوجد سبب الاستبراء وهذا اسهل الحيل تاتارخانية
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو وطی اوسکے بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہو جانے
ملک مشتری کے کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے اداے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب
پایا گیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ هم یہہ وجہہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف
نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولے کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسبکی مالک ٹھہری تو گویا مولے
کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولے سے نہ نکلی ولیکن اسکی تصرف سے نکلی پھر اوسکی تصرف میں آئی تو استبرا واجب نہوگا اور اوسکی خارج ہونیکی
تصرف مولے سے یہہ دلیل ہے کہ اگر مولے مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مخصا صورت اس حیلہ کی یہہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
تاوان جاع
کے مکاتب کر دے مثلا یوں کہے کہ میں نے تجکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے میں ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو اداے بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ اپنے مولے پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہوگا بدلیل گذشتہ تو یہہ حیلہ سب حیلوں سے سہلتر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کرے تو وہ اداے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی له امتان لا يجتمعان نكاحا اختان ١٠ او لا فقبلهما
قبّل او وطئ احدٰهما يحل له وطيها وتقبيلها دون الاخرى بشهوة الشهوة في القبلة لا تعتبر بل في المس والنظر ابن كمال هم جس شخص کی ایک
شخص کی ایسی دو لونڈیاں میں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا نہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا
بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اوسپر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہو
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے هم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہیں زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اسواسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وكذلك يحرم عليه الدواعي
كالنظر والتقبيل حتى يحرم فرج احدٰهما عليه ولو بغير فعله كاستيلاء الكفار عليها ابن كمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی جیسے
نظر کرنا اور بوسہ لینا تب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسے کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
هم شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یحرم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملك ولو لبعضها باي سبب كان او نكاح صحيح لا فاسد الا اذا دخل
او عتق ولو لبعضها او كتابة لانها تحرم فرجها فلا تدبير ورهن واجارة حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولے پر حرام نہیں ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کو آزاد کر دینے سے اگرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ ان سے حرمت ثابت نہیں
ہوتی قلت والمستحب ان لا يمسها حتى تحيض حيضة بحمل المحرمة كما بسطه في شرح الملتقى میں کہتا ہوں اور مستحب یہہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جب تک
جاریہ محرمہ پر ایک حیض نہ گذر جاوے چنانچہ میں نے اسکو شرح ملتقی میں شرح بیان کیا ہے وكره تحريما قهستاني تقبيل الرجل فم الرجل او يده او شيئا منه و
كذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء او وداع قنية وهذا لو عن شهوة واما على وجه البر فجائز عند الكل خانية وفي الاختيار عن بعضهم لا بأس به اذا قصد البر و
امن الشهوة كتقبيل يد فقيه ونحوه اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتھ کا یا کسی اوسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہہ یعنی کراہت بوسہ اوسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بروجہ نیکوکاری اور فرزند جہان
کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

خصوصاً جبکہ شہوت سے بغرض ہو جیسے ہم معانقہ اور ہاتھ لگانا اسکو اور بوسہ لینا جسکے چہرہ کا ہو تقبیل [illegible] نے کہا کہ کچھ معانقہ نہیں جو شخص اگر دینی ہو دوسرے مرد کے چہرہ کو
جبکہ وہ متقی یا عالم یا بزرگ ہو یا سنا ہو اور اگر بجز دینی بزرگی کے ہیبت سے ہو کذا فی الجامع الصغیر وکرہ المعانقۃ فی ازار واحد اور مکروہ کردہ مرد کا مرد سے معانقہ
یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہبند میں جبکہ کرتہ اور اگر کرتہ ہو یا جامہ ستر ہو [illegible] تو جائز ہے لیکن معانقہ کرنے کی
موجب شہوت ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہبند ہو اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہبند میں ہوں اسواسطے کہ یہ تو معانقہ حرام ہے اور کراہت پر دو
دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کیواسطے جھکا کرے ملنے میں تو فرمایا کہ نہیں پھر
عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے تو فرمایا نہیں پھر عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی
کذا فی الملتقط یہ حدیث طحاوی کی شرح معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ یہی معانقہ اس صورت پر محمول
ہے کہ [illegible] تہبند ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجیء قال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد
اور ابو یوسف نے کہا کہ معانقہ میں [illegible] اور معانقہ کرنے میں ایک تہبند میں ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ
وعلیہ المتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کیا بدون کراہت کے باجماع [illegible] اور ابو یوسف کا جائز ہونا اور یہی قول صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی پر
اہل متون ہیں کذا فی الشامی [illegible] حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکی دونوں
آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیشانی مبارک کو چومتے تھے [illegible] معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے ذوالقرنین
[illegible] جب [illegible] تو معلوم ہوا [illegible] ابراہیم علیہ السلام مکہ میں ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھکو سوار ہونا لائق نہیں [illegible]
[illegible] ذوالقرنین سواری سے اتر کر [illegible] ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور انسے معانقہ کیا کذا
[illegible] معانقہ [illegible] بخاری [illegible] مسند [illegible] طبرانی [illegible]
[illegible] کذا فی العینی شرح الہدایہ ولا تکرہ المعانقۃ علی جہۃ المبرۃ دون الشہوۃ
بالاجماع [illegible] کذا فی المضمرات [illegible] المصافحۃ
لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی مصافحہ جائز ہے کیونکہ مصافحہ [illegible] اسواسطے
کہ [illegible] متواتر [illegible] قول نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلا دے تو اسکے گناہ جھڑ جاتے
ہیں [illegible] طبرانی [illegible] سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ
پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں [illegible] مرفوع ہے کہ جو دو
مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود کی حدیث مرفوع ہے کہ
[illegible] مصافحہ [illegible] واطلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا
یفید جوازہا مطلقاً ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع
[illegible] بعد العصر لیس بشیء توفیقاً فتامل اور مصنف کا اطلاق بلا قید مصافحہ کا جواز کہتا ہے اور یہ ذکر درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہ متون کا [illegible] جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے [illegible] ذکر کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ نماز عصر کے بعد [illegible]

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف نہین ہے هم اذکار نووی مین یون ہی کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کیوقت اور یہہ جو فجر اور عصر کو لوگونکی عادت ہے تو اسکی شرع مین اسوجہ خاص سی کچھہ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعضے وقت کی کرنے کو مصافحہ مشروعہ سی خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے

وفی القنیہ السُّنَّۃُ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین یہہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہی هم سنت یہہ ہے کہ مصافحہ کرنیمین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کیوقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہی کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام کو پکڑو اسواسطیکہ اوسمین ایک رگ ہی جس سے محبت پیدا ہوتی ہی یہہ مذکور ہے شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصّادق بسنجر کت بکف اور اقبال وجہ بوجہ سی عبارت ہے تو ادنگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ لیٹے ایکمرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایکعورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین هم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے او پر کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفرق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اوسکی بہائی اور بہن اور اوسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو انکی بستر مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہی کہ جب چھہ برس کو پہنچین یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی هم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع التجرد ہی ایک لحاف مین ورالاجماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑہنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہی کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کی مانند ہی نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کی مانند ہی یعنی جیسے مسلمہ کا بدن سوای چہرہ اور کفدست دیکھنا درست نہین ایسی ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وصحۃ الختان امام اعظم سے روایت ہی کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہی اور صحت کی ختان ہی یعنی جیسے ختنہ کرنیوالیکو دیکھنا درست ہی ویسا حمامی کو هم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہہ ضرورت کی حالتمین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اوسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کر لے اور اگر آپ ختنہ نکر سکے تو نکرے مگر درصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے هم یعنی ختنہ کرنیوالی عورت نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اوسکو خرید کرکے اوس سے اپنا ختنہ کروالے اور اگر بڈہا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اوسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہی والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر اور مذہب ظاہر کبیر السن کے حق مین یہہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہی حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھہ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھہ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر هم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہی شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگوی تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیہ مین اول کراہت تقبیل مطلقا اور یہہ امام کا قول ہی ثانی قول صاحبین کہ لا باس بہ مطلقا اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہی جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھہ چومنا تو اوسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہی اور احادیث سی اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہی بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر

سے غرض دنیا کیواسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور اوستاد کا ہاتھ چومنا درست ہی اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا بأس بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ یہ تو قول آیندہ میں داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبے اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے مین مضائقہ نہیں اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہی کذا فی المجتبے ھ تقبیل مین احادیث کثیرہ مروی ہین انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہی کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسیکو مینے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت اونکے واسطے اوٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوتی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہی اور تقبیل بین العینین وبین الشفتین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہی ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر دو جگہ کے حقین کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہو ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھما ای لغیر عالم وعادل ھو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہی سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے مین یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبے اور محیط مین ہی کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اوسکے اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یعنی خوشامد ہی تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاھد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا ویرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدھا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما للقیل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اوسکی طرف بڑہا دے اور اپنا قدم اوسکو چومنے دے تو اوسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضون نے کہا کہ نمانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ مین بتقدیم قول بعض لیے صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہی اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہی اپنے ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہی واما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے ھ طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہی وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہین عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہی عالم ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہی یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وھل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہوجاتا ہی جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر بروجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہی تو کافر ہوگیا اور اگر بروجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہی تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط مین ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہی ھ طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہی یعنی اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیا وفی الوھبانیة یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری
بین یدی العالم و سیجیٔ نظما اور وہبانیہ مین ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہی کہڑا ہو جانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کہڑا ہو جانا قران پڑہنے والیکو
عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہ مسئلہ نظم مین آویگا ھم شرنبلالی نے کہا فقیہون کا کلام قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل
حدیث ابوداؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلی عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کہڑے ہو گئی تو فرمایا کہ نہ کہڑے ہو جیسے عجمی لوگ
ایکدوسرے کیواسطے کہڑے ہو جاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیواسطے چنانچہ ابوداؤد اور
ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قران پڑہتے ہین یا ایک شخص قران پڑہتا ہی پہر
اوسکے پاس کوئی اشراف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹہنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام
جائز نہین انتہے اور مجمع فتاوی الظاکی مین ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قران یا علم سکہایا
آوے یا اوسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا
کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہی خصوصًا جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر
وعید واقع ہے وہ اونکے حق مین محمول ہے جو کہڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکہتے ہین چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہی اور اصحاب کبار کا نہ اوٹہنا
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کہڑا ہو جانا عرب کی عادت نہین اور جب سعد رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا
قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹہو کذا فی الطحطاوی **فائدة** قیل التقبیل علی خمسة اوجه قبلة المودة للولد علی الخد وقبلة الرحمة
للوالدیه علی الرأس وقبلة الشفقة لاخیه علی الجبهة وقبلة الشهوة لامرأته او امته علی الفم وقبلة التحیة للمؤمنین علی الید زاد بعضهم وقبلة الدیانة
للحجر الاسود جوهرة قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبة الکعبة **فائدہ** اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور
پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بہائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال
لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتہہ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرة مین کہتا ہون
اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہہ بہی بوسہ دیانت ہی وفی القنیة فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی
عن عمر رضی اللہ عنه انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنه یقبل المصحف ویمسحه
علی وجهه اور قنیہ مین جو متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح
لیتے تہے اور چومتے تہے اور فرماتے تہے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تہے
اور اپنے چہرہ پر اوسکو ملتے تہے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیة انه بدعة مباحة وقیل حسنة وقالوا یکره دوسه لا بوسه ذکره ابن قاسم فی حاشیته
علی شرح المنهاج لابن حجر فی بحث الولیمة وقواعدنا لا تأباه اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا
ہے اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہی ولیمہ کی
بحث مین اور ہماری قواعد بہی اوسکو ردّ نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بہی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل
منجملہ تکریم سے ہے واللہ علم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمه اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چہری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور
تکریم کرو کہ حق تعالی نے اسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اوسکو مقرر کیا ہی **فصل فی البیع** یہہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعض احکام مین ہم مسلمان
کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نکرلے کہ کس چیز کی خرید فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان سابق
مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازار مین خرید فروخت کرتے ہین اور اونکا اکثر مال حرام ہی اور اونمین بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہین تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتین ہین

اول یہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز اوس شخص نے کسی سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بھی ہے تو اوسکا خریدنا نہ چاہیے اگرچہ مدت کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہوگئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اوسکے ملک میں داخل ہوگئی مگر اوس سے خرید کرنا نہ چاہیے جبتک کہ وہ مالک کو راضی کرے بدلا دیکر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہیۃ ثالث یہ ہے کہ جب معلوم ہو کہ غصب و ربا وغیرہ کی چیز اوسکے پاس باقی نہیں اوسنے بیچڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو اوس سے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتوی ہے اور بہتر یہ ہے کہ اوس سے خرید نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جواہر الفتاوی میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان اسواسطے کہ ایسی چیز نہ پاویگا جسمیں شبہہ نہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اوسکے حق میں حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمگیریۃ کُرِہَ بَیْعُ العَذِرَۃِ ای رجیع الادمی خالصۃ یعنے آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ھم برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لا یکرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل سے یعنی فضلہ حیوانات ھم سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہوگیا ہو مٹی یا راکھ سے جو گوہ پر غالب ہو یہی قول صحیح میں ہے ھم قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اوسپر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب ذکر کی تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی وکما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ لا بہا خالصۃ علی ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا لتصحیح الہدایۃ نقلہ خلف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے نہ بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا و فی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع مثل بیع کی مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسی بیع میں خلط شرط ہے ویسی ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے کیونکہ شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اوس سے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اوسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عنده خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو وہ ثمن اوسکے وارثونکو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے بشرح بیان کیا ہے ھم زیلعی نے کہا فضلی نے کہا اگر مرد مرگیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لیں اور اوس مال کے مالکونکو پھیر دیں اگر اونکو جانتے ہوں اور اگر نجانتے ہوں تو مال کو خیرات کردیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نجانتے ہوں تو خبردار رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے ھم منتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو اُنکو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہی تو اوسکا لینا گناہ ہی اور اوسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر
صاحبِ مال معلوم نہو تو خیرات کر دے مالکون کیطرف سے تاکہ عین مال اونکو نہیں ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کیے مال ملا تو یہہ مال حلال ہی کذا فی
الملتقط اور ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے
ہین تو اگرچہ ظاہر مین ہیشہ رط نہیں لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہی اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہی کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروط کی برابر ہی تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے وَجَازَ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِهٖ كَمَا فِیْ نَقْشِ الْمَسْجِدِ اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی
تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالتِ قدر ہے ھ خانیہ مین ہی کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے
نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہی سراجیہ مین ہی مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لاباس بہ اور فقیرون کو دینا افضل ہی نقش کاری
سے مضمرات مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہی تماشہ
مین نماز سے غافل ہو جاتا ہی اور چہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر
کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہی استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کہانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہی اور جب کہانے
اور سونیکا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کر لے پھر مسجد مین جا اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہی یعنی گہڑی یا دو گہڑی کی یا نماز پڑھے پھر
اسکے بعد کہانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہی بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ
پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یون کہے
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید فروخت نکرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی
چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنون پر نہ پہاندے ۹ مکان
کیواسطے نزاع نکرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھے ۱۰ کسی پر تنگی نکرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نچلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ
چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامتِ حدود سے مسجد کو پاک رکہے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اوسمین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ جب مسجد مین جاے تو اول داہنا پانون رکہے اور درود پڑہے اور یہہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَىَّ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب باہر نکلے تو اول بایان
پانون بڑہاوے اور درود پڑہے اور یون دعا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَىَّ اَبْوَابَ فَضْلِكَ وَتَعْشِيْرُهٗ اور قرآن مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہے
وَنَقْطُهٗ اَیْ اِظْهَارُ اِعْرَابِهٖ وَبِهٖ يَحْصُلُ الرِّفْقُ جِدًّا خُصُوْصًا لِلْعَجَمِ فَيُسْتَحْسَنُ اور قرآن مجید کا نقط یعنی اوسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکھکر جائز ہی اور اعراب
کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہی خصوصاً عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا ھ برہان مین ہی کہ اصل تروک یہہ ہی
تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہی اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکہو اور اوسمین اوس چیز کو نملاؤ جو اوسمین
داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہی ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کی ساتھہ غیر قرآن کو نہ پڑہنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے مین نقط اور تعشیر نکرنا
کذا فی الملتقط لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہی وعلی هذا لا بأس بكتابة اسامي السُّوَرِ وَعَدِّ الْآيِ وَعَلَامَاتِ الْوَقْفِ وَنَحْوِهَا فَهِيَ
بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ درر وقنیہ اور بنا بر اسکی نظر بہ تسہیل کچہہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند چنانچہ
نظر سجدہ علامت آیات سجود کی لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہی کذا فی الدرر والقنیۃ وفيها لا بأس بِكَوَاغِذِ اَخْبَارٍ وَنَحْوِهَا فِیْ مُصْحَفٍ وَتَفْسِيْرٍ وَفِقْهٍ
وَكُرِهَ فِیْ كُتُبِ نَحْوٍ وَاَدَبٍ اور قنیہ مین ہی کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نجوم اور ادب
یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ھ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ابو حامد سے سوال ہوا کو اغذ اخبار اور متعلقات کا
جنکو ورّاق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحّاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہی نہ کتب ادب

اور نجوم میں اتھے لیکن یہہ بیان نہیں کیا کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی
تذرعاً ولا ینبغی ان یلف شیئ فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ کراہت تنزیہی ہے
اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت قرآن کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہے کہ
واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا
فی القنیہ وجاز دخول الذمی مسجدا مطلقا وکرہہ مالک مطلقا وکرہ محمد والشافعی واحمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا
ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں
ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس
مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہیں تو مسجد الحرام
کے قریب نجاوین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہیں کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی
مسجد میں اونکا جانا روا نہیں شارح نے اسکا جواب آگے تو نہیں دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ہم
تکوینی نسبت ہے تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہہ ہے کہ حق
تعالے مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال انشأناہ خلقا آخر اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلوٰۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ
ہے کہ امتثال تخلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے تخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے
جائز کہا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند ہم یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے
اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد میں بلا توقف گذرنا درست ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق
ونادی علی بعلیہ بسورۃ براءۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوفن عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری
تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال کے بعد یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی رض
نے اپنے اونٹ پر سے سورہ براءت آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین
یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کئے
جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپرداری سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالی نے تزکیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ
نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو خطاب یا فقط مومنین کو ہے کہ اونکو روکیں یا مومنین اور کفار دونو کو بموجب اس قول
کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہہ نہی تکوینی نہیں ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلا تخلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے
انتہے طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور
اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا بحسنہ ولا تنس ما مر فی فصل الجزیۃ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں یہہ ہے کہ
محمد نے سیر کبیر میں دخول کا ذکر مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر الروایۃ میں وہ مسئلہ وارد
کیا ہے جو آخرکار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یہودی لڑکا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے
فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی

کی عیادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادة فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادة من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق
کی یہ قول اصح ہے اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین سے ہے وجاز خصاء البهائم حتی الهرة اور جائز ہے خصی کرنا چارپایہ
جانورونکا یہانتک کہ بلی کا بھی ھھ خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوے ہندی مین اوسکو بدھیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام
ہے ھھ خوجون سے خدمت لینا اور اونکو عورتون مین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنیوالے اونکو کیون خصی
کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص ہین چند امور مین اول یہہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تادیب مین بربدست
اور خود نے ادب اور عورتونکی مجالس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین
باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضون نے کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ھھ شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور
شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین وقیدوه بالمنفعة والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت
کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ھھ یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا
دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑہانا
گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطے کذا فی القہستانی والحقنة للتداوی ولو للرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کیواسطے
پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ھھ دفع مرض کیواسطے حقنہ درست ہے تسمین بدن کیواسطے سنن ابوداؤد مین ابو درداء سے روایت
ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہے اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا
نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزه فی النهایة بمحرم
اذا اخبره طبیب مسلم ان فیه شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامه اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو
کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہے اور کوئی مباح چیز اوسکے قائم مقام نہین پائی ھھ ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینیکو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے
کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنی استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہے خون اور پیشاب
پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب
نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اوسمین اختلاف ہے کذا فی العالمگیریة قلت وفی البزازیة ومعنی قوله صلی الله علیه وسلم ان الله لم یجعل شفاءكم
فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربه لازالة العطش انتهى وقد قدمناه مین کہتا ہون اور
بزازیہ مین ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تمپر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کیوقت یعنی جب
یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہے تو اب اوسکی حرمت باقی نہین دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنیکا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز
دفع تشنگی کیواسطے انتہی اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر
لقمہ اوتارنے کے درست ہے اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہوگیا کہ اسوقت
اوسکی حرمت باقی نہین والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹھہرایا ہے
اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے جیسا پانی ضرر عطش
کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے
اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف
ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہے کہ وہ داغتے نہین اور افسون

سیر کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا کرنا بھی ممنوع
اور محظور نہین بر خلاف ترک سبب قطعی بلکہ کاسے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکو نعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے کہ ظہیریہ
مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اوسنے دوا کی یہانتک کہ ناتوان ہو کر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر یہ کہانا اور اوسنے
نہ کھایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونو صورتون مین فرق یہ ہے کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقینا تو اوسکا ترک
کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہے حجامت یعنی خون کا نکلنا پچھنے سے ہر شخص کو مستحب ہے اور
حجامت بعد نصف ماہ روز شنبہ بہتر اور نافع ہے اور سترہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سوئر کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے
علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا مرد کو اور علاج
واسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت
پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہے اور اگر یقینا معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہے تو اوسکا پینا درست ہے محیط مین ہے کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور اسی
طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی مین ہے کہ قرآن سے افسون کرنے مین اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین
لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکھکے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ
کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازہ پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور مجوسیون سے مشابہت
ہے اکل من العالم کریہۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنے
خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا
مال ہے اوسکو مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبّر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر الکفایۃ له فی کل زمان لو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر
برزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اوسکی بیت المال
سے متعلق ہے قول اصح مین ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وهذا لو بلا اشتراط ولو به
کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وهل یجری فیه کلام المتاخرین یحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی
کی حلت اوس وقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہوا اجرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا
مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین
اسکی تحریر کرنا چاہیے ھم متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہے کہ جسکے نزدیک قرارت قرآن اور فقہ مخصوص
بجواز اجارہ ہے تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہے تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر
الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمعتقۃ بعضها بلا محرم هذا فی زمانهم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اهل الفساد بهنسی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتب
اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدما کا ہمارے زمانہ مین تو سفر بغیر محرم کے ساتھ لونڈیو
کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء ما لا بد للصغیر منه وبیعه ای بیع ما لا بد للصغیر
منه لاخ وعم وام وملتقط هو فی حجرهم واما کیهو الا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکے واسطے ضرور ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور
دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہو جائز ہے اوسکے بہائی اور چچا اور ماں کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ متعینہ
مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارته لامه فقط لو فی
حجرها وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاه المصنف بشرح المجمع ولم اره فیه وبانی منلا مسکین فتنبه اور فقط اوسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح ولا وارث لڑکا پانے والیکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو
قولکو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہے اور ہمنے اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہیو ھم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہے قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرر درست ہے اور صغیر کیواسطے محض نفع ہے وکذا
لعمه عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک محمد کے نزدیک ھم یہہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اونسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور
اوسکی ماں اوسکو اجارہ دے تو ابی یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسه لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضه نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہے کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجر مسمے واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نرہا اجرت حاصل ہونیسے سراسر
نفع ہوگیا وصح اجارة اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یفاد من الاشباہ قنیہ اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ اشباہ سے یہہ معلوم ہوتا ہے تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه
خمرا لان المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لاعانته على المعصية اور بیچنا شیرہ انگور کا بیچنا اوس شخص سے جسکو بائع جانتا ہے کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہے اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانیوالیکے ہاتھ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ھم شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر بازنیوالے مینڈھے اور اڑانیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اوڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہے برہان مین ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مددگاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشكلات ان قوله ممن ای من کافر اما بیعه من المسلم فیکره ومثله فی الجوهرة والباقانی وغیرهما زاد القهستانی معزیا للخانیة
انه یکره بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب سازسے مکروہ نہین اور مسلمان شراب سازسے تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
امرد ممن یلوط وبیع سلاح من اهل الفتنة لان المعصية تقوم بعينه بخلاف بیع امرد کے اوس شخص سے جو اغلام کرتا ہے اور ہتھیار کا بیچنا اہل
فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہے بلا تغیر ثم الکراهة فی مسئلة الامرد مصرح بها فی بیوع الخانیة
وغیرها واعتمده المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقره المصنف فی باب البغاة قلت وقدمنا ثمة معزیا للنهر ان ما قامت المعصیة بعینه
یکره بیعه تحریما والا فتنزیها فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہے اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہے یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکہا ہے اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم ان
باب البغاۃ مین ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے تناقض دفع ہونیکے واسطے ھم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسة اور تعمیر کنیسہ جائز ہے ھم کنیسہ عبادتخانہ یہودیان نصاری کو
اور اسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہے نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہے کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لاباس ہے اسواسطے کہ

دوبارہ بنانا ڈھانے کے بعد

عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الملتقط۔ وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ بالاجر اور کافر ذمی کی شراب
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ہ اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے سوا اسکے کہ شراب میں نشہ ہو کیونکہ لعنت ہی منجملہ انکے
حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کبھی شراب گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو
معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی المحیط لاعتبار القیام للمعصیۃ بعینہا اور شراب پکانے کی
مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراھا لا بغیرھا من السواد ولا الامصار والقری غیر
الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا
لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلثۃ زیلعی۔ دیہات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا وہان شراب
بیچنے کیواسطے جائز ہے نہ سوا دیہات مذکورہ کے بنا بر قول امام کے اور شہرون اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجیگی کیونکہ وہان علامات اسلام
کی ظاہر ہوجانے کے سبب سے اور دیہات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہانکے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے
لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی ہ امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہوا منفعت مکان پر
ولہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمین معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور وہ اوسمین مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں قائم
ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم۔ وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقد مر فی الشفعۃ
اور مکہ معظمہ کے گھرونکی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں ہ
وہانکی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے لیکن زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت
امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں در فی البرہان وباب العشر ولا یکرہ بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے
کہ زمین مکہ کی بیع وہانکی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا باس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی
الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں یا وہانکے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی
وغیرہ نے کہا کہ اوسکا کرایہ مکروہ ہے وفی الجزء الخامس من التاتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم
وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم انتہی ملخصا قلت وبہذا یظہر الفرق
والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم تلا الایۃ
اور تاتارخانیہ کی فصل خامس میں اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونون کتابونمیں یون لکھا ہے کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہون میں کہ مکہ کے گھرونکا کرایہ موسم
حج کے دنون میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیونکو اتارین اپنے گھرونمین بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے
اور موسم حج کے سوا اور دنونمین وہان کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التاتارخانیۃ والوہبانیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہون اس
تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھرونکے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نکرو تا مسافر اوترے جہان اوسکا جی چاہے پھر
آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہی سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا
غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگجانے کے سبب سے اور وہ مسلمانونکا طریق ہے بدکارونکے حق میں یعنی انکو بیڑی سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو
جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی الملتقط و قبول ہدیتہ تاجرا واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا
اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولی سوداگری کرتا ہو اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہے لیکن یہ استحسان ہے

ھ قیاس یہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہو لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اونکے آزاد ہونے سے پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہوا اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ھدیۃ العبد ثوبا واھداؤہ
النقدین لعدم الضرورۃ فیہما اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے عدم ضرورت کی سبب سے
یعنی یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاھرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحرم لو بلغ خمسۃ عشر اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسکلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گھر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہی اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراھم او بر لخوف ھلکہ لو بقیت بیدہ یشترط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وھو بقاء ملکہ اور مکروہ ہے اقراض یعنی
روپیہ یا گیہون بقال جیسا کہ نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانیکے خوف سی اگر اوسکی پاس رہے یہہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اوسکی لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد لینے دینے کیوقت نکی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسیواسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ھ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نرہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اوسکے اوس سے لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہو ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایہ
فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ھلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدے اور اوس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین ھ جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نٹھہرا وکذا لو
شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ھ تجنیس اور مزید مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض سے شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسیکے واسطے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری یہہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد
اوسکے قرض دے تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا
مکروہ تحریمی ہے ھ یہہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع ہے اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویھمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر قلت ھ ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سی جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح
وقایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا مظنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والیکو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور چیز کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ ونظمہا شارح الوھبانیۃ فقال ولا بأس بالشطرنج وھی روایۃ عن الحبر قاضی
الشرق والغرب یؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے سو اون کہا کہ کچھ مضائقہ

نہیں ہر نوجوان اوسپر ایکمرد روایت ہی منقول ہے شرح مغرب کے قاضی سے جیسے ابو یوسف سے وھذا اذا الم یُقَامِرُ ولو یُدَاوِمْ ولم یُخِلّ بِواجبٍ والّا فحرامٌ
بالاجماع اور محمد اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہی جبکہ قمار بازی نکرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادا ئی واجب مین مثل جمعہ اور جماعت
کے خلل نڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لھو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ
لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہو مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے
ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کیواسطے ھم لھو ولعب اور عبث سب واحد ہین کذا فی شرح
التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی صریح ہو افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا تم نے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہو نسائی کی حدیث
مرفوع مین تعلیم شناوری یعنی پانی مین تیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہے وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد لیعلم انہ یذونا کان لا بأس بہ
لتعلیقہ الاباق خصوصا فی السودان وھو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیلدار طوق غلام کے گلے مین ڈالنا جس سے اوسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ
اور ہمارے زمانہ مین طوق ڈالنا مکروہ نہین بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصا حبشی غلام مین اور یہی قول مختار ہو چنانچہ عینی کی شرح مجمع مین ہے ھم رایۃ
وہ علامت ہے جو غلام کے گلے مین ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمین مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہو کذا فی الطحطاوی
وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک ولو بتقدیم العین او اپنی دعا مین یون کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر
ھم یہان دو صورتین ہین مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہو قعود سے
تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدم عین بھی جائز نہین اسلئے کہ عرش کو موضع معقد عزت کہنا موہم ہے ہو یہ سے
اسواسطے کہ عرش قدیم نہین محدث ہو تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصا وعن ابی یوسف
لا بأس بہ وبہ اخذ ابو اللیث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ دعا مین بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہین اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث
نے پسند کیا ہو بدلیل اثر کے ھم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات مین عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت
نماز ادا کرے دن مین یا رات مین اور دو رکعت مین تشہد پڑھے اور آخر نماز مین ثنا خدائے عز وجل کرے اور درود پڑھے اور سجدہ مین سات بار سورہ فاتحہ پڑھے اور آیت
الکرسی سات بار پڑھے اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر دس بار کہے پھر یہ دعا کرے اللھم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک
ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنی حاجت مانگے پھر اپنا سر اوٹھا پھر داہنے بائین سلام کرے اور احمقون کو یہ دعا نہ سکھاوے اسواسطے
کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہو اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ
طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجئے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی عزت کے ساتھ
اور مجد کے ثابت ہو اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہو تو اوسکی یہی وجہ وجیہ ہو واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد
فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ھدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع مین ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہو اور امر میں جو دلیل
قطعی کے مخالف ہو اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہو کذا فی الہدایہ ھم یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت
ہو اور یہ خبر موہم حدوث ہو تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہو وفی التاتارخانیۃ معزیا الی المنتقی عن
ابی یوسف عن ابی حنیفۃ لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء الماذون فیہ المامور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی
فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ مین منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہو کہ کسیکو روا نہیں
کہ کسی چیز کے ساتھ دعا کرے مگر بدلیہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہو کہ حق تعالی کے
اسماء حسنی ہین سوا اونہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوۃ اور درود کوئی کسیکو نکہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال الخ

درست نہین لیکن بالتبع درست ہی ھم فائدہ مین ہو کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللھم صل علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ ملاکر یون کہنا اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام
بجای صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالی اور مکروہ
ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھہ حق ثابت نہین خالق تبارک وتعالی پر ھم انبیا
اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوباً ثابت نہین لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین مین
حدیث ثابت ہی اللھم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت در عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق توسیلہ درست ہی قال تعالی وابتغوا
الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی تغیر ولو قال لاخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر دو تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہین مستحب ہی وفی المختارات قال ابن المبارک
سائل بوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچھہ نہ دی اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا
یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بضرورت معلوم ہو وفیہا قرأ القرآن ولا یعمل
بموجبہ یثاب علی قراءتہ لکن یثاب ویعاقب اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑہا اور اوسکے بموجب عمل نکیا تو پڑہنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی
کہ نماز پڑہتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ طحطاوی شارح کا
ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور
اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کی پہلی مذکور ہے ھم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی استحضار
قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد
یضر باھلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانور کا قوت چنانچہ بہسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر میں
جہان کے لوگونکو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سی مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے تہوڑے دن یا مہینہ بہر کے حبس سی اصل یہہ ہے کہ طعام کی تجارت
بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھم یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور
ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی مین برکت ہی اسلیے کہ
لوگونکو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع مین احتکار یہہ ہے کہ آدمی
اور جانور کا قوت بند کر رکھے اور اوسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بہر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگونکو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ
مکروہ نہین ھم ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چہوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سی غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلیے
کہ اوسنے اپنا مال رکہہ چہوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہی ھم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر کنبے اور
بھرتی لانیوالون سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہین اور نہین تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو نہ لانیوالون سے نہ چہپاوے والا

تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اھلہ

فان لم يبع بل خالف امر القاضي عزره بما يراه وباع القاضي عليه طعامه وفاقا هو الصحيح اور یہ واجب ہے کہ مستفید محتکر
احتکار باز نہ رہے اور اسکی اور اسکے گھر والونکی قوت سے زیادہ ہو اسکو بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اوسکو تعزیر دے جیسا مناسب
اوسکی رائے میں آوے اور قاضی اوسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین کے بقول اصح ہے ہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن
در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الکفایۃ وفي السراج لو خاف الامام على اهل بلد الهلاك اخذ الطعام من المحتكرين وفرق عليهم
فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر الى مال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقل الزيلعي عن الاختيار
واقره اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہوجانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنیوالون سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشائش
ہو تو اوسکی برابر اناج مالکون کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کیطرف مضطر ہوا اور اپنے
ہلاک ہوجانے سے ڈرے وہ اوسکو بلا رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا يكون محتكرا بحبس غلة ارضه
بلا خلاف وبجلبه من بلد آخر خلافا للثاني اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اوس غلہ کے حبس سے جسکو وہ لایا ہے دوسرے
شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اوسکا خالص حق ہے حق عوام اوس سے متعلق نہیں تو مثل حق خلق نہوا
اور مجلوب کے حبس سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتین ہیں ایک صورت
درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگونکو اوسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ
یہ ہے کہ اوسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اوسکو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خریدا ہو لیکن لوگونکو مضر نہوا اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل
سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو جیہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو
مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اوسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ
ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لادے تو وہ احتکار نہیں اور اسیطرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان كان مجلبه عادة كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اوس شہر سے عادت ہو تو وہان سے
غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اوس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا يسعر الحاكم لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعروا فان
الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نرخ مقرر نکرے بدلیل قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نکرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرانے
والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اوسیکی طرف سے ہے ہم ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگون
نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله هو المسعر القابض الباسط
الرازق میں چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم میں سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نکرے ظلم کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور روایت
اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة اهل
الرأي مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کرین تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما
نے یہ بیان کی ہے کہ دو چند قیمت پر بیع کرتے ہون وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کی سال میں نرخ
کرنا واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور
مالک کے نزدیک واجب ہے وفي الاختيار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته ان يقول له بعني بما تحب اور اختیار
میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی مار سے اگر اوس نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے
سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ جیسے تیرا جی چاہے بیچ تو جائز ہے وکذا في العيني عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم بينهم

وزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان فی الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کرلیں
دو نانبائی کسی شخص کو کم تولدے تو مشتری ہی نقصان سہے گا روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کی کہ اسمین
شہرت نہیں ہوتی مگر قلت ہم یہہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان سہے
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیره لکنه اذا تعدی ارباب
غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیهم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکره القهستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقة الضرر کما تقرر فتدبر
میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کی سوا اور چیزونمین اور اسکو صریح بیان کر دیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کی بائع زیادتی کرین گرانی میں اور لوگون پر ظلم کرین سو حاکم اونپر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کی قول پر تو لائق یون
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہہ ثابت ہو تو
اسکو غور کرے ویکره امساك الحمامات ولو فی برجها ان کان یضر بالناس نظرا وجلبا اور مکروہ ہے کبوترونکا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنی دربون میں رہتے ہون
بشرطیکہ لوگونکو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہہ کہ لوگون کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اوسکے کبوتر کے
ساتھہ غیر شخص کا کبوتر اوڑ آتا ہو اور یہہ شخص اوسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بها ثم یشتریها او توهب له مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اوسکو محتاج سے خرید کر لے یا اوسکو ہبہ کر دیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے
ہم تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہیں اوسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان کان
یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیه تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحها
ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز اونکو اوڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگونکے شیشے کبوترون کے مارنے اور ہانکنے
سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر با وجود اسکے باز نرہے تو کبوترونکو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوهبانیة بوجوب التعزیر
وذبح الحمامات ولم یقیده بما مر ولعله اعتمادا علی عادتهم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترونکی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اونسے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور پتھریان پھینکنے کی عادت
ہوگی لہذا اونہنے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء العصافیر لیعتقها ان قال من اخذها فهی له ولا تخرج عن ملکه باعتاقه
وقیل یکره لانه تضییع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا واسطے وحشت اور جی لگانیکے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے
مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یون کہا کہ جو انکو پکڑ لے تو وہ اوسیکے ہین اور چھوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہیں ہوجاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص
اونکو پکڑ نلے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیب دابته
قال هی لمن اخذها لم یأخذها ممن اخذها وتمامه فی المنح اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہہ اوسکا
مملوک ہے جو اوسکو پکڑ لے تو اوسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نلے اور کتاب الحج میں یہہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وتحمیله والکراب
علی الحمیر بلا جهد وضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اوسکا لادنا اور گدھون سے
کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے ہم یعنی بافوق طاقت مشقت لیا جاوے تو نرہے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدای
تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اوسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوای اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اوسکے ساتھہ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بالمسابقة

فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ ولا بل وعلی الاقدام
لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ باہم سبقت لیجانیکا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے
میں اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں
یہاں تک اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہ مسائل شتی میں ہے کہ مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیراندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا تجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت
جائز نہیں یعنے مال شرط کرکے درست نہیں واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یأتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور
ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ہ ظاہر یہہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آیندہ اسکا مفید ہے کہ یہہ کلام ہر اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی
حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شیٔ لعدم العقد والقبض ثم ومفادہ
لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فیضر مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہہ نہیں کہ وہ مستحق [illegible]
[illegible] ے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہو[illegible]
کا مفید ہے عقد ہونیکے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو کچھ سمجھ ہے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہو کہ حاکم زبردستی دلاویگا ان
شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایکجانب سے مال کی شرط کی ہو ہ مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیری طرف سے سبقت ہوگی
تو میں کچھہ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ قمار اور جوا ہو گیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما
بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ
جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اوسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اوسکا آگے بڑھجانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اوسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل گھوڑ بڑھ گیا
تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا اونکو کچھہ نہ دیگا اور دونو شخص آپسمیں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہ محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اوسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اوسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اوسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے
واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھہ نپاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دو تونگا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھہ نہ لیں تو از راہ استحسان یہہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہہ ہے کہ ثالث پر کچھہ غرامت نہیں قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اوسمیں تو فقط یہی احتمال ہے
کہ پاوے یا نپاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوتی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا
فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا در مجتبی اور اسیطرح کا حکم ہے فرق فقہا
کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہوا اوسکے واسطے جسکے ساتھہ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہیں کذا فی الدر والمجتبی ہ جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہہ قمار کی صورت ہے اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص میں موجود ہے
بلکہ علت مال کی یہہ صورت ہے کہ مال متنازعہ کو دیا جاوے اگر حق گوئی اوسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھہ نپاوے یا تیسرے

نفسیم کو داخل کرین اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہوا اور مال سب کیواسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہوا اور اگر دو نو نہین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو
تو تیسرے پر کچھ نہین کذا فی الظہیریۃ والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو ولعب تو
مکروہ ہے کذا فی البرجندی ھم جواہر الفتاوی مین ہی کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے
جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے
تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والشفن
ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ
کرمی لرام وصید الحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ
بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الآدمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور کشتی اور پتھر پھینکنے
اور زمین سے ہاتھ اوٹھا دینے اور انگلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پاؤن پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کیا ہے جفت یا
طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثری امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور
سانپ کا پکڑنا اور اونپر اوسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہے کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام
ان حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہے انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن ضرب المثل اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورونکی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہی ابن حجر شافعی نے ھم
طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہی کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکے مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہی ایک
یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سو رہنے سے دوسری یہہ کہ حکایات کا ذوبہ اور شعبدہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت
ہو اور ورد نگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح
اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہی ہے کہ اسکی پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین
چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچھ اصل نہین وہ نہ سنے کذا فی الطحطاوی
ویستحب قلم الاظافیر الا للمجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا
فیہ ... لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہی مگر غازی کو دار الحرب مین سوا اوسکو مونچھین اور ناخن بڑھانا
مستحب ہی اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر ملتوی رکہنا مکروہ ہی اسواسطے کہ
جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا ھم لائق یون ہی کہ ناخن تراشے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کردے اور اگر اونکو پھینک دے تو مضائقہ
نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ غیاثیہ مین ہی کہ چار چیزین دفن کرنا چاہئے
ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام اور
حدیث مین ہی کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلاؤن سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر
وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم ترمد عینہ ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ قلموا اظفارکم بالسنۃ والادب یمینہا خوابس
یسارہا اوخسب دبیانہ وتمامہ فی مفتاح السعادۃ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکھ کبھی چرش

کرم ﷲ وجہہ سے جو مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے واپنا ہاتھ خوابس الدبایان اخس ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر
مقاصد الحسنۃ مین ہے ھم اس بیت مین ہر حرف سے انگلی کے نام کیطرف اشارہ ہے تو خا سے مراد ہے خنصر اور ما سے وسطی اور الف سے ابہام اور با سے بنصر اور سین سے سبابہ
اور بائین ہاتھ مین ہے ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنویۃ وروی انہ صلی اللہ علیہ
وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابہام وختمہ بابہام الیمنی وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ مین ہے
اور مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہہ معقول بیان کی ہے ھم وجہ مذکور یہہ ہے کہ داہنا ہاتھ
بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ مین کلمہ شہادت کی انگلی تمام سے افضل ہے تو اوسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اوسکی جانب یمین وسطی ہے اور
اوسکے بعد بنصر اور اوسکے بعد خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ کی انگلیون کو ملاؤ تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علیٰ ہذا القیاس تا ابہام یمنی
اور یمین افضل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پاؤنکی انگلیون
مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پاؤن کے ناخن تراشنا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی
المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین
کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہے کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اوسکی کیفیت مین کچھ روایت
ثابت نہین اور نہ اوسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہے ھم تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوتی ہین
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار
مین جو نظم کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے ویستحب حلق
عانتہ وتنظیف بدنہ باغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موئے زیر ناف کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا
حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبی ھم یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین کے کچھ عذر نہین اور وہ
وعید کا مستحق ہے غرائب مین ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موئے زیر ناف رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکھاڑنے
اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اوکھاڑنا افضل ہے قنیہ مین ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحاوی وفیہ حلق الشارب
بدعۃ وقیل سنۃ ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبی مین ہے کہ مونچہ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف
یہہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اوکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ھم
محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اوسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار
مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہے کہ اتنا مونچہ کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوین یہہ سنت
ہے بالاتفاق انتہی غرائب مین ہے کہ نتف بچکیین یعنی زیر لب کے دو نو طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ مین ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی
الطحاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوسپر لعنت ہے بزازیہ مین
اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہے مرد پر
دوسرے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موئے زن کی حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہے مردون سے اور عورت کی تشبیہ مردوں سے جائز نہین آہ

فی البزازیۃ قلت واما حلق راسہ ففی الوہبانیۃ قال وقد قیل حلق الراس فی کل جمعۃ یحب وبعض بالجواز یعبر مین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو تو
وہبانیہ مین کہا ہی کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہی اور بعضی اسکو جائز کہتے ہین مستحب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس و آخر
لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد یکرہ ہے کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگونکو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہو تا اوسپر عمل کرے تو
پہلا شخص افضل ہے اسواسطے کہ اوسکے علم کا فائدہ غیرونکو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اوسکی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر
مناتا ہے وروی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت مین آیا ہی کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایکساعت بہتر ہی ایک رات کی عبادت سے یعنی
بشرط حسن نیت ھم عالمگیریہ مین ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہی اور جبکہ نیت صحیح ہو تمام نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت
افضل ہے اسواسطے کہ اوسکا فائدہ عام تر ہی لیکن اس شرط سے کہ ادای فرائض مین نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہہ کہ رضامندی حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب
دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہہ بھی صحت نیت مین داخل ہی کذا فی ذخیرۃ الفکر وری
اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہی لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیئے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار
یہہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا اسکے فرض نہین پہر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہی وہ معرفت معبود کا علم ہی بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی
کا علم اور جسکی واسطے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز
پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہی اور ایک علم اور ہی جسکا نفع آخرت مین نہین وہ علم جدل اور مناظرات کا ہی تو اوسکی اشتغال مین
عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصرا ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا و
تمامہ فی الدر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہی اگر وہ داڑہی والا ہوا اور پورا بیان در رمین ہی ھم اور اگر
امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہی اور مراد علم شرعی سے علم کلام اور مانند اسکی جو بذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہی نہ تماما کما فی الدرر
واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز
پڑہتا اور روزہ رکہتا ہو اور لوگونکو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتہہ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دی تا کہ وہ اوسکو
ڈانٹے تو مخبر پر کچہہ گناہ نہین ھم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہی اور جس گناہ کو چہپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہے
وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ فی الدر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانتے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر
قادر ہے تو اوسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکہہ بہیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے مین عداوت نہ پڑ جاے اور پورا اسکا بیان
در رمین ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی
طرح اوسپر گناہ نہین اگر اپنے بہائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرح کا بیان عیوب غیبت نہین ہی غیبت تو یہی ہے کہ
عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وھو
مجہول خانیۃ فتباح غیبۃ مجہول ومتظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والونکی غیبت کرے
تو وہ غیبت محرمہ نہین ہی اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہی بلکہ بعض لوگونکا قصد رکہتا ہی اور وہ بعض مجہول ہین معین
نہین کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہی پانچ شخصونکی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہی تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے
چوتہی بد اعتقادی کے سبب سے تا کہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم مصاہرت کی صورت
یہہ ہی کہ ایک شخص نے کہین نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کر دینا درست ہی اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتہہ سفر کا

یا اوسکو کیا یا کوئی چیز بیچی کیونکہ قسم کھا کر اسکا عیب نہیں جانتا ہو تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہو اور اسیطرح روات اور شہود میں مجروح ہونے کی جرح جائز ہو اسیطرح بعض مذہبی بدعتیوں کا عیب ظاہر ہو جانے سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہو اور اسیطرح فتوی کا پوچھنا درست ہو کہ مجھپر فلانے شخص نے یہہ ظلم کیا یا میرا ذوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کی واسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا بہرا یا لنگڑا درست ہو یہہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکہنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل ہے اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسیکی قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین فعلی نہیں ہون ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایکعورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اشد لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی ترہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ غیبت ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہے یہہ قول اوسوقت غیبت ہی جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم اور بعض نسخہ مین بجای شرح وہبانیہ کے شرح شرعہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہہ ہی کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اوسکو مکروہ معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہو گی فرمایا کہ اگر اوسمین وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندہا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم مرد و نمین ثابت ہی وہ عورتون مین بھی ثابت ہی الا بدلیل تخصیص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اوسکا استماع بھی حرام ہی حق تعالی اس بلای عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے وکفارتہا ان یکفیہ الندم والاستغفار بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہنچی تو غیبت کرنے سے نادم اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کرانا شرط ہے رفع گناہ مین ہم یعنی در صورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیئے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا براءت عامہ کفایت کریگی واللہ اعلم وصلی اللہ علی خیر

وواجبة ولو كانت بسلام وتحية وهدية ومعاونة ومجالسة ومكالمة وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک
قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور
احسان سے ہو ویزورهم غبا ليزيد حبا بل يزوروا قرابته كل جمعة او شهر ولا يرد حاجتهم لانه من القطيعة وفي الحديث ان الله يصل من
وصل رحمه ويقطع من قطعها وفي الحديث صلة الرحم تزيد في العمر وقطعه في الدهر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایک روز درمیان
دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر ساتوین دن یا ہر مہینے مین اور انکی حاجت کو نہ روکے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع
رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے
قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان دررمین ہے م درر مین ہے کہ ہر قبیلہ
اور عشیرہ کی کمک اور مددگاری مین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین انتہے اور مددگاری قرابت والیکی اوس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع
کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم مین اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم
مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والونکے پاس ہو تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی
کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی
دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ
کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپکی مانند ہے حسن سلوک مین بنابر ایک قول کے اور صلہ رحمی
مین دس فضیلتین ہین ا خوشنودی حق تعالی کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین
برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت
عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور
بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہو کہتی ہے جو مجھسے جوڑیگا اوس سے جوڑے اللہ اور جو مجھسے توڑیگا اوس سے توڑیگا اللہ اور بخاری مین ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے
اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تاکہ اپنے صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت
مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت
والیکے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ويسلم المسلم على اهل الذمة لو له حاجة اليه والا كره
وهو الصحيح كما كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشرح واكثر المتون بلفظه ويسلم فاولناه بما هنا ولكن بعض نسخ المتن بما يسلم وهو
الحسن لا يسلم فافهم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان
کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے ایسا ہی شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم
ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے لیکن متن کے بعضے نسخون مین لا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم
ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لے م فتاوی عالمگیریہ مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام على
من اتبع الهدى اور کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ
سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین

ہمسر سیاسی کرنا مکروہ ہے رحلبی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نہ کہے اور اُس سے ابتداء سلام نہ کرے اسواسطے کہ اسمین اُسکی
تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام میں مضائقہ نہیں اور اوسکے واسطے دعاء مغفرت نہ کرے لیکن دعاء ہدایت درست ہے اور طول عمر
کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی و فی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت
ومن لم تعرف قال ان هذا التعميم مخصوص بالمسلمين فلا يسلم ابتداء على كافر لقوله عليه الصلوة والسلام لا تبدؤا اليهود والنصارى بالسلام
واذا لقيتم احدهم في طريق فاضطروه الى اضيقه رواه البخاري اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون خصلت اسلام کی
بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور یہہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین سے ہے تو کافر کو ابتداء السلام نہ کرے بدلیل اس
حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیون اور نصرانیوں کو ابتداء السلام نہ کیا کرو پھر جب تم اونمیں سے کسیکو راہ مین ملو تو اوسکو تنگ راہ کیطرف
مضطر کردو ہم تنگ راہ میں دھکا کر دینا اوس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب وكذا يخص منه الفاسق
بدليل اخر اور اسیطرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے بدستور فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ کافر اور مبتدع سے ترشروئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے
ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی ہو کذا فی الطحطاوی واما من شك فيه فالاصل فيه البقاء
على العموم حتى يثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اوسمین باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت
ہو ہم اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ويمكن ان يقال ان الحديث المذكور
كان في ابتداء الاسلام لمصلحة التاليف ثم ورد النهي انتهى فليحفظ اور ممکن ہے کہ یون کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء
اسلام میں تہی تالیف قلوب کی مصلحت سے پہر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ولو سلم يهودي
او نصراني او مجوسي على مسلم فلا باس بالرد ولكن لا يزيد على قوله وعليك كما في الخانية اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام
کرے تو اوسکو جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے ہم یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام
نہ کہے اسواسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجہپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجہپر پتہر ہے تو جب وعلیک کہا تو
اوسکا قول اوسی پر ڈالا گیا ولو سلم على الذمي تبجيلا يكفر لان تبجيل الكافر كفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت
سے تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسي يا استاذ تبجيلا كفر كما في الاشباه اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ
سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفيها لو قال للذمي اطال الله بقاءك ان نوى بقلبه لعله يسلم او يؤدي الجزية ذليلا فلا باس
اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر دل میں یہ نیت کرے کہ شاید وہ ایمان لاوے
یا مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم یہہ جو ہندوستانی نصاری کے لوگ عمر اقبال لکھتے ہیں اوسکو دوام اقبال
لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلئے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا
ہے ولا يجب رد سلام السائل لانه ليس للتحية ولا من يسلم وقت الخطبة اور گدا اور مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں
فی الخانیہ ہم قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان
اور اقامت کے حالمین جواب سلام کا دینا واجب نہیں عنایہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے تنبیہ سوار پیادل کو
اور کہڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ آگے والے کو سلام کرے اسلئے کہ سلام موضوع ہے اسلئے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل
ہو جاوے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود دو امرین یا محبت حاصل کرنا یا استدعاء مکروہ

تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور چھوٹے کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولاً ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم اولاً ثم یتکلم اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اسمیں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ہم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم ویشترط فی الرد وجواب العاطس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اوسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھا دے یعنی تا وہ جانے کہ جواب دیا انتہی ما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اسی دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب دینے سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز دون رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان فی ظاہر التاجیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہوجاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے ہم یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھہ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی ایسا ہی کہے واو عطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھہ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی برکاتہ اور زیادہ نکرے وبرکاتہ پر ہم ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہراً تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے جو اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پہونچا دیگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پہونچاوے تو اوسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہ السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل او شرعا کمصل وقاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہیں بیٹھ کر وہ ہے سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃً جواب نہیں دیتا چنانچہ کہا منیۃ المفتی کے مسئلہ میں لکھا ہے اور وہ جبار است یا جائز ہو جواب ہے خرقا
فی سنچ نماز کا پڑہنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان میں کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہیٰ اتی المینتی و قد تقدم فی باب
ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا و عشرین موضعا وانہ لا یجب رد السلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے بابمیں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں
کراہت سلام کی بیس جگہیں اور چند مقام میں اور یہہ کہ جب نہیں جواب دیا سلام علیکم کا بجزم میم ہے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہا تو جواب اور
تمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوا اسلئے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الملتقط ولکن ظاہرا عوام جو ہوا
سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ولو دخل ولم یر احدا یقول السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہوا اور کسیکو
نہ دیکھا تو یوں کہے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین یعنی ہمپر سلام ہو اور حق تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو کام
کرنیوالے ساتھ ہیں اور حاضر ہیں ح تاتارخانیہ ہیں کہ سلام کرنا ہر بار گہ داخل ہونے میں جائز ہی فرع مسئلہ متفقہ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد
الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون
الزکوٰۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگوں کی گردنوں پر قدم اوٹہا کر پہاندتا ہو تو اوسکو دینا بقول مختار مکروہ
نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں انکی
مدح کی کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ھم یعنی وہ نماز مسجد میں تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق
درست ہو تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہی کذا فی الملتقط و احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ
عبد اللہ و عبد الرحمن دوست ترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ھم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقا حتی کہ
عبد الرحمن سے بھی اور ان دونامون کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب
الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب نامون میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہیں جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ و عبد الرحمن و کذا فی الملتقط ولی وجاز
التسمیۃ بعلی و رشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ
لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور
مخلوق میں اونکا تسمیہ بھی درست ہی اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اونکے غیر معانی مراد ہیں جو خدا کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا نام رکھنا ہمارے زمانہ میں
بہتر ہی اسلئے کہ عوام لوگ پکارنے کیوقت اسماء مذکورہ کو تحقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ھم مثل علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی عالی رتبہ ہی ہر شیٔ سے
اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہی اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ و دال علی الخیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی السنۃ
حاصل کرنیوالا اور جو ارشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمدا لا بأس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے
رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکہو اور میری کنیت نہ رکہو البتہ منسوخ ہو اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند
محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ھم سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف
التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا نہ تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ الا بلفظ ابیہ
مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی اتی السراجیۃ بلفظہ ھم چونکہ والد کا حق ولد پر اور مرد کا حق زوجہ
پر نہایت بڑا ہی اور بوجہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہئے نام لینے میں ظاہرا ترک ادب ہی حدیث میں وارد ہی کہ اگر سجدہ کا کسیکے واسطے حکم ہوتا

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قرأۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعًا للمختار وعند التذکر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدًا ۱ اور سراجیہ مین ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد مین اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء مین اور جماع کیحالت مین اور فقیہ ابو اللیث نے بستان مین اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قران پڑھنے کیوقت اور ملتقی مین باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قران پڑھنے کیوقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہین ھم یعنی جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غنا اور محرم وعظ کیوقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تہا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ مین ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر مین اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمہا او علمہا غیرہ فھو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانون سے اور بہشتیونکی زبان عربی ہے جو اوسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث مین وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ مین عربی ہون اور قران شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت مین عربی ہے ھم جامع صغیر مین احبوا بصیغہ جمع امر حاضر ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہے اور یہہ بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور محبت عرب مین احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی مین ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت اونکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور اونکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام مین اور اونکا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام مین کذا فی الطحطاوی وفیہا تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج للکتابۃ کیلا یذھب الاثر ولا یمتھن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی اخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمنا فی الجنائز اور سراجیہ مین ہے کہ قبر پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار مین مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہین اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب مین اور ہم اسکو باب الجنائز مین پہلے ذکر کر چکے ہین **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہہ ہے کہ جسطرح میت کی حیات مین قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہہ ہے کہ اپنے گہر مین دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت مین فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اوسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا اور پڑہنے والے کو بہت ثواب ہوگا پہر قبرستان کیطرف چلے اور راہ مین معود مین مشغول رہے جب قبرستان مین پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کہڑا ہو اور یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پہر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت اور الہکم التکاثر پڑہے قران پڑہنا قبرستان مین بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑہنا مکروہ نہین اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ مین نماز کے بعد اور ہفتہ مین طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ مین اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتون مین چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرکہ مین چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت سورہ اخلاص سات بار پڑہنا مستحب ہے مجھکو حدیث پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑہنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر پتھر رکہنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا چھونا اور بوسہ لینا جائز نہین کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے مین مضائقہ نہین پہولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پہول کی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہے اور اخراج شموع قبرونکی طرف بدعت ہے الکل

کذا فی خزانۃ الروایات

فی العالمگیریۃ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فتجرہ الامر
شدید لکونہ ظہرہا۔ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑجانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا
سے آرزو کرے نہ دین کے خوف سے دلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہو اوسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں زمین پر رہنے
سے بہتر ہو ولا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت و
زمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج النقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما
قال وقد ترجح قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال
لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسیطرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کرکے اور موتی پر
طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے یہہ نزاع کیا ہو کہ اسکی حلت پر نقل صریح چاہئے یعنی غیر مجتہد کا
قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہو میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام
کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہو مصنف نے کہا اور البتہ علماء نے صاحبین کے قولکو ترجیح دی ہے سو کافی
میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اوسیکا فتوی دیا جانا چاہئے پہر مصنف نے کہا اور موجب اوسکے تو مذہب میں
قرار [illegible] موتی اور اوسکے مثل پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی
اور ولی کو پہنانا پاجوڑی اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورتوں کا زیور ہی کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤں میں مہندی اور بچوں کو لگانا لڑکون کو
پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا
فی الملتقط ہم ظاہرا طفل سے مذکر مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہو لا باس ان یثقب اذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انکے تو انہیں چھیدوں اثبات کیواسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وہل
یجوز الخزام فی الانف لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھیدکر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر
نتھنی کو زینت کیواسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان لوگوں میں ناک چھیدنا نتھنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا بندے
یا بالیوں کیواسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ اور مرد اور عورت
کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا باس
بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پہر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع دہتیار پر اور مضائقہ نہیں
زین اور لگام اور دمچی کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہوچکی جاریۃ
لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتریہ
منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیء لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہو سو بکر نے کہا کہ مجھکو زید نے اوسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمرو کو اوسکی
خرید اور قربت کرنا درست ہو بسبب قبول کرلینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اوسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہوچکا اور اگر اوسکی کذب
کا گمان غالب ہو تو اوسکے قولکو قبول نکرے اور نہ اوس سے مول لے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکی خرید کرنے میں
اوس سے کچہہ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال قربت اوس عورت کی جو
زوج کے پاس پہونچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہو یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہو در صورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ فلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الحاشیۃ قلت وحاصلہ ان من اخبر [illegible]

بِاَمۡرٍ مُحۡتَمِلٍ فَاِنۡ ثِقَةً اَوۡ وَقَعَ فِی قَلۡبِهٖ صِدۡقُهَا لَا بَاۡسَ یَتَزَوَّجُهَا وَاِنۡ بِاَمۡرٍ مُسۡتَنۡکَرٍ لَا مَالَمۡ یَسۡتَفۡسِرۡهَا اور حلال ہے نکاح کرلینا اوس عورت کے
ساتھہ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دلمین اوسکی
یہ سچی واقع ہوجاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ مقام کا یہہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے
دلمین اوسکی سچی جمجاوے تو اوسکے ساتھہ نکاح کرلینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرات نکرے جبتک کہ
اوسکا حال دریافت نکرلے لوگون سے ہم امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایکمرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان
نہ تھا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اوسکے ساتھہ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریہ
اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہوگئی تو اوسکو اوسکے ساتھہ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے
نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہوجاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل لمحقہ شارح کی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفۃ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلا شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ
کا جواب لکھے ہم یہہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکی اور اسکی بنا اسپر ہے
کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہے کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین
اسواسطے کہ مقلد کو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی بلیٰ
یکتب لا یصدق قضاءً لیقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکھے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہئے تو
یہہ بھی مفتی کو لکھنا چاہئے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہئے تاکہ قاضی حکم کرے اوسکی حانث ہونیکی مثلا ہم شاید کہ یہہ بسبیل اولویت کے ہے والافتاء
قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقران
والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قران پڑہنے اور اوان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز
ہے اگر ترجیع مین حرف زیادہ نہو جائین ہم منح الغفار مین اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلئے
کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف
حرام ہے وان زاد کرہ لہ وللمستمع اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلا فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور اوس قرآن کو اور اوسکی
سماعت کرنیوالے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکونہ فحسن وان لتلک القراءۃ یخشی علیہ الکفر اور سنتے کا یون کہنا قاری مرجع مذکور سے
کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکی چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرات محرمہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہہ ہے
کہ جسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال
او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے
مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ
والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاریٰ وعظ اور درس کہنا منبر وغیرہ پر
کی اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ
کی گمراہی سے ہے ہم اسیکی طرف اشارہ ہے قران مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنیٰ الایہ قراءۃ القران
بقراءۃ معروفۃ وشاذۃ فی دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی قران پڑہنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے جیسا کہ حاوی
قدسی مین ہے ہم قرات عشرہ سے زیادہ قرات شاذہ غیر مشہور ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھہ پڑہنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرات پڑہنا

بطریق ادب اسکو کرے ہو گا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ و
السلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالون اور داڑھی میں اگرچہ خضاب کرے
سوای جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضون نے کہا
مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم اتمہ بالون میں مہندی کا خضاب کرنا ہے عورتون کی مشابہت کے
سبب سے بالون کا خضاب درست ہو اگرچہ سرخ اور زرد ہو کہ پسند آتی ہے اسیطرح سے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسی مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری
عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی ہی عورتکو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو
حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ
جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اوراد وسمہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ
وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بھا یمحی عنھا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا بأس ان تلقی فی ماء جار کما ھی او تدفن وھو
احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جنسے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اونسے حق تعالی اور اوسکے فرشتون اور اوسکے رسولون کا نام
مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جاتین اور بہتے پانی میں اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کردی جائیں اور دفن کرنا
جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثھم بما لیس لہ اصل معروف
ویعظھم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما الذی بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن
وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی
نصیحت کرے جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتون لطیف ولی نرم کرنیوالیا
سے اوسکی شرح کر دینا قران اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ہم اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والونکی عادت ہے کہ حکایات
کاذبہ اور روایات موضوعہ جنکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں زیب رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں سو معلوم
ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا مریض عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مسالمۃ اھل محلۃ
الاعطاء للنائبۃ لکن فی زماننا اکثرھا ظلم من تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز اور شرکت اہل محلہ کی اوس مال کے دینے
میں جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اوسکو دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور
اگر دیوے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اوسوقت درست ہے جبکہ اوسکا
حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ
باقی لوگون پر اوسکا حصہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق
ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ اپنے حق کی غیر جنس لیوے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے
جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں ہم یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہون قرض ہیں اور اوس سے وصول نہیں اور وہ
اوسکے جو یا چاول یا دے تو اوسکو لینا درست نہیں اسواسطے کہ اوسکا ہم جنس نہیں بلکہ غیر جنس میں تحقیق یہ ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس ہیں تو
اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر جمعھا فشری ببعضھا واخذ بعضھا لہ ذلک لانہ تملیک
منہ لا اباحۃ معلم نے لڑکون سے فرش مکتب کی چٹائیون کیواسطے مثلا پیسے طلب کئے سو جمع کی تحصیل کرکے پھر کچھ پیسون سے چٹائیان خرید کین اور

کچہہ پہیر آپ لئے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطے یہطرحکا دینا لڑکونکے باپون کیطرف سے تملیک ہے معلم کو ھ طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہی اسلئے
کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہی لاباس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ
کچہہ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھ مجتبی مین یہہ
مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قیل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہی کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت
دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہرا کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکہنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہی لیکن لونڈی
کو منکوحہ کا ستر دیکہنا کیونکر درست ہوگا وجد مالا قیمۃ لہ لاباس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچہہ قیمت نہین تو اوس
سے فائدہ لینا درست ہی یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وھو غنی تصدق بہا اور اگر اوس چیز کی کچہہ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور
مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کردے لاباس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للتلاوۃ کچہہ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھری یا دالان کے
جسمین مصحف رکہا ہے یہہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ھ مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور
اگر اوس نیت پر عمل کیجیے تو منافات زائل ہو جاوے لاترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ھذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او
دنیوی لابد لہا منہ فلاباس سواری نکرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوسوقت ہی جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے
اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اوسکو واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھ
حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تغنی بالقرآن ولم یخرجہ بالحانہ عن قدر ھو صحیح فی العربیۃ مستحسن قران
پڑہا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہی ھ قران مین خوش آوازی وہان تک
درست ہی جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل ندی یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات
مین تغیر ہو جاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قرأۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہی قران
کے پڑہنے سے وتستحب القرأۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہی قرأت قران کی طلوع یا غروب کیوقت ھ فتاوی عالمگیری مین غرائب
سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑہنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑہنا بہتر ہے قران کے پڑہنے سے
اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تہی اور قران نہین پڑہتے تہے انتہی تو شاید یون کہنا حق تہا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین
نا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لاباس للامام عقیب الصلوۃ بقرأۃ اٰیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل
مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑہنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑہنا انکا افضل ہے قرأۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ
جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والاثار سورہ فاتحہ کا پڑہنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہی ہمارے
استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہی بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھ فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل
واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑہنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض
اور سنت مین سوای اللہم انت السلام یا اوراد اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نچاہیے الرشوۃ لاتملک بالقبض رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ
کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اوسکا پہیر لینا درست ہے ھ اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کردے تو وہ
رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہی اور کاربرآری سے پہلے
اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہی اور شاگردون کے تحفہ قبول
کرنے مین اختلاف ہی مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن المستصفی لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچہہ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ اپنے دین

رہا پرچونکہ ... [illegible] لیا ناحق حاصل کر کے ... تو وجہ یہ ہے ... [illegible] ... میں ... سے انکو ... ل

میں رہتا ہے ... اور ... [illegible] ... مطعومات ... [illegible] ... وصیت ... والمشی ... فعل ...

کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ ... من اصحاب ... وسلم ... علیہ وسلم ... [illegible]

... [illegible] ... اور ... [illegible] ... اور ... [illegible] ...

... [illegible] ... کیا ... کراہت کرتے ہیں ... [illegible] ... دیا جاتا تھا ... [illegible]

اہل الحلاقۃ للامام ... [illegible] ... کیا ... [illegible] ...

ومن المعصیۃ ما یوخذ علی کل مداح ... وکلاء ... معاون ... حرام مال ہے ... جو لیا جاتا ہے ... [illegible]

... [illegible] ... اسکا ... [illegible] ... اسکا مالک

... [illegible] ... دینا یا حذف ... [illegible] ... قال تعالی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث

... [illegible] ... اور ... [illegible] ...

... لھو الحدیث ... [illegible] ... حرام ... [illegible]

... [illegible] ... عادت ... اور ... [illegible] ...

... [illegible] ... عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتی ہیں ... [illegible]

... [illegible] ... آیت اتری واتخذھا سخریا وقرآنا ...

ومکاسب ... [illegible] ... وہ مال جسکو ... لیتے ہیں ... [illegible]

... [illegible] ... مال حرام کی ... [illegible] ... اور ... [illegible] ... عورت کی اجرت ...

دوسری عورت ... [illegible] ... نکاح کا ... [illegible] ... مسکرات کا ...

... [illegible] ... کہ جانور ... [illegible] ... مردار ... [illegible] ... قیمت ... [illegible] ...

... [illegible] ... مال حرام ... [illegible] ... الرد ... [illegible]

... [illegible] ... اور ... [illegible] ... موجب ... [illegible] ...

... [illegible] ... قول الصائم المتطوع ... [illegible] ... ایمان ... [illegible]

... [illegible] ... دیکھا جاتا ہے ... [illegible] ... جہالت ... [illegible]

... [illegible] ... معلوم ہو کہ ... [illegible] ... عمل کو چھپانا ... [illegible] ...

المعادی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی ... [illegible] ... وصیت نکریں ... [illegible]

... [illegible] ... حاضرین کو چاہئے کہ مریض سے ... [illegible] ... وصیت کرا دیں ... [illegible]

... [illegible] ... وصیت کا ... [illegible] ... اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے ... [illegible] ... لا الہ الا

اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی ... [illegible] ... قیامت ... [illegible]

... [illegible] ... کی وصیت ... [illegible] ... ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام ... وصیت ... [illegible]

... [illegible] ... وصیت کرے ... حقوق اللہ اور حقوق العباد ... [illegible] ... وصیت کرنا چاہئے ... [illegible]

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وحشت مین نا خیر نکرے **مَن صَلّی او تصدق یرائی به الناس لا یثاب علیه الصلوة**
ولا یثاب بما قیل هذا فی الفرائض وعممه الزاهدی للنوافل لفوات الرياء لا يدخل الفرائض جو شخص نماز پڑہتا ہو یا روزہ اور خیرات دیتا ہو
لوگون کے دکہانے کیواسطے تو اس نماز یا اوسکے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اوسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب فرض
مین ہے نہ نوافل مین اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا نے کہے ہین تو لکی دلیل یہ ہے کہ ریا فرائض مین وافر نہین ہوتا ہم شارح کو لکنا
کہنا بہتر تہا وخصصه الزاهدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے **ولکن نقل فی الواقعات ان الرياء لا يدخل الفرائض** تسکین اسنوافل
انتہے تو اسصورت مین تعلیل ظاہر ہے اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی **غزل الرجل علی هيئة غزل المرأة يكره** سوت کا تنا مرد کا عورت کی
ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے
يكره للمرأة سؤر الرجل وسؤرها له عورتکو مرد کا جہوٹہا اور مرد کو عورت کا جہوٹہا مکروہ ہے **ہم** مراد جہوٹہا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت
درصورت تلذذ کے ہے والا ظاہرا مکروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **وله ضرب زوجة علی ترك الصلوة على الاظهر** اور شوہر کو جائز ہے
مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چہوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے **ہم** اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی **لا يجب على الزوج**
تطليق الفاجرة زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا مجور زنا وغیرہ کو شامل ہے **لا يجوز الوضوء من الحياض المعدة للشرب**
فی الصحيح جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائے گئے ہین قول صحیح مین **ہم** لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہے **ويمنع من**
الوضوء منه وفيه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاتا ہے **وحمله لاهله ان ماذونا به جاز والا لا** اور
حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہے اور نہین تو جائز نہین **الكذب مباح لاحياء حقه**
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض لان عين الكذب حرام قال وهو الحق قال تعالى قتل الخراصون الكل من المجتبی جہوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے
صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جہوٹ بولنے والے لعنت کیے گئے یہہ سب مسائل یعنے
مسئلہ محرکتب غیر مشتہرہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین **وفی الوهبانية قال ~ وللصلح جاز الكذب او دفع ظالم + واهل لترضی والقتال**
ليظفر اور وہبانیہ مین کہا جہوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جہوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو **ہم** شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہے نہ کذب خالص **~ ويكره قول الحمام**
نعيما لخادم + ومن شاء متويا فقالوا ابنق برا اور حمام مین خدمتگار کا داجا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور مو زیادہ سے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ
اپنے ہاتھ سے نورہ لگا دے **ہم** کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حمام مین جیسا کہ
جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیہ **~ ويفسق معتاد المرور بجامع + ومن علم الاطفال فيه ويوزر** اور عادت گزرنے
کی در جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑہا دے اور وہ گنہگار ہے **ہم** شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم سے مسجد کو کسی نے
نہین کہا ہان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا **~ ومن قام اجلالا**
لشخص فجائز + وفی غير اهل العلم بعض يقرر اور جو کہڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم مین
اسکا ثابت رکہتے ہین **ہم** شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک
مالکهائی علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے **~ وجوز نقل الميت البعض مطلقا + وعن بعضهم ما فوق ميلين يحظر** اور بعضون نے
بمابعد کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین **ہم** طرسوسی نے ذکر

لیا کہ میت کو اٹھا لیجا دو میل سے زیادہ وقبل از دفن مکروہ ہے بلا اختلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ و میت سے اسکی عیب کی ہو یا کمی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہے ؎ ولابن وهبة التسمين لاذوق شبهاد من ذكرها المعونة للعجب نظير اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کہا ہے اور زوجہ کا تعویذ لکہوانا زوج کی محبت کیواسطے ممنوع ہے ؏ تسمین زوجہ بشرط رضائی زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکہواتی ہے تا اوسکا زوج اوسکو چاہے اور اوسکی طرف سو لغتہ جیوڑ ہی جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہہ حرام ہے حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ایک طرحکا یہہ بہی سحر ہوا اور سحر حرام ہے ؎ ویكره ان تسقى لاسقاط حملها + وجاز لعذر حيث لا يتصور اور عورت کا دوا پینا بچہ حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی جبکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو ؏ حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہو کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودہ جاتا رہا اوسکے زوج کو دایہ رکہنے کی قدرت نہیں ہے اور لڑکی طفل کا خوف ہی تو اسصورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہی جبتک حمل بو تمام ہوا اعضا بنگئے ہون ؎ وان اسقطت ميتا ففي السقط غرة لوالده من عاقل الام تحضر اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرادیا تو جنین میت کی باپ کو واسطے ماکی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوی ؏ غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچ سو درہم سے ہی جو ایکسال کے اندر لیا جاوی اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسیقدر لیا جاوی اور اگر عورت نے زندہ گرادیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سے اسیقدر لیا جاوی کذا فی الطحطاوی ؎ وفي يوم عاشوراء يكره كحلهم ولا باس بالمعتاد خلطا ويوجر اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچہہ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہی ؎ وبعضهم المختار في الكحل جائز لفعل رسول الله فهو المقرر اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب تو وہی مقرر ہے ؏ وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تہا اور دوسری روایت یہہ ہی کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سے تنبیہ مین ہے کہ خلط اطعمہ مین یوم عاشورا کو مین اثر قوی وارد ہے لیکن اوسمین مضائقہ نہین ملا حدیث من وسع على عياله وسع الله عليه سائر سنته تو لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی ؏ شرح الوہبانیہ سفر السعادت فیروزآبادی مین ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا از فضل صلوۃ و انفاق وخضاب وادہان واکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع ومفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا وروز وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ودفع اور سی آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور قرار نوح کا کشتی سے اور ابوتر نا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیف وارد مین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہوسکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے امالی مین بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع على عياله واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته اور کہا ہی کہ یہہ حدیث ضعیف ہی لیکن بعضون کے نزدیک حسن ہے اور دوسری طریق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل یہ واضح مخرقہ میں ہی کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے بہی پرہیز کرین چنانچہ اوس دن عید کرنا اور اظہار فرحت اور لگی میں گڑنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ حدیث صحیح سے ثابت ہی نہ صحابہ کرام سے اور حدیث مار واسطے بعد اوسکے کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہے ما فی صراط المستقیم مختصراً ؎ وضرب عبيد الغير جاز بامره + وما جاز في الاحرار والا ب با ميت لا مرکہ نا ...

[illegible]

[illegible]

[illegible]

غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے لیکن طفل کے مارنیکا ہم لیکن معلم کا مارنا بتملیک پدر جائز ہی مصلحت کے سبب شرنبلالی نے کہا منیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اوسے متعین ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور مجتہد کا شاہدہ ہوگیا ہو اور اس زمانے میں تقلید قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا سچا ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وَاثْوَبُ مِن ذِکرِ القرآن استِمَاعِہ + وقالوا ثوابُ الطفلِ للطفلِ اور قران کے پڑھنے سے قران کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہی اور علما نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ہم استماع قران کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہی اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اوسکے باپکو تعلیم کا ثواب ہی ۵ ودرسُ باقِی الذِکرِ اَولیٰ مِنَ الصّلوٰۃ نفلاً ودرسُ العلمِ اولیٰ وانظر + اور سیکھنا باقی قران کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قران کے سیکھنے سے ہم اسواسطیکہ تعلم جمیع قران فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بالفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قران کا افضل ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ۵ وقد کرھوا واللہ اعلم ونحوہٗ + لاعلامِ ختمِ الدرسِ حِینَ یُقَرّر اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے چنانچہ درود پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہہ ہے کہ اوسنے اس لفظ کو نے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اوسنے کہا یا اللہ مثلاً کہ اہل مجلس اوسکے آنے سے خبردار ہوں اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اوسکے جاگنے اور چوکیدار سے آگاہ ہوں تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمیں سے کچھہ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی اونہیں سے وسعت کرتا ہی اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق در استگوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر دینی کا ۴ میراث اصل طیب سی یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اوسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہی اور سب امور سے مقدم ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح و ضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سی مراد یہہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوسی چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعلّ مناسبتہٗ اِنّ فیہ مَا یُکرہُ وما لا یُکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہہ ہی کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاۃُ نوعانِ حاسّۃٌ ونامیۃٌ والمرادُ ھٰھنا النامیۃُ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ وسُمّی مَوَاتًا لِبُطلانِ الانتفاعِ بِھا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہہ ہی کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہیں یا جنگل ہوگیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناءٍ او غرسٍ او کربٍ او سقیٍ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا اَحیٰی مسلمٌ او ذمّیٌ ارضًا غیرَ منتفعٍ بھا ولیسَت مملوکۃً لمسلمٍ ولا ذمّیٍ فلو مملوکۃً لم تکن مواتًا فلو لم یُعرف مالکُھا فھی لقطۃٌ یتصرّف فیھا الامامُ ولو ظھر مالکُھا تُرَدّ الیہ ویَضمنُ نقصانَھا ان نقصَت بالزرعِ وھی بعیدۃٌ من القریۃ اذا صاحَ مَن باقصَی العامرِ وھو جَھوری الصوت بزازیہ لا یُسمعُ بھا صوتُہٗ ملکھا عند ابی یوسف وھو المختار کما فی الحاوی وغیرہ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے کہ نون سے اسطرح کہ اگر کوئی شخص منتہائی آبادی پر کہڑا ہو کر بلند آواز ہو کذا فی
البزازیہ تو اوس زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دیوے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے
چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اوسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوسمیں بادشاہ
اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو پہیر دیجائے اور اوسکے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین مین
کچھ نقصان ہو گیا ہو ھم زمین مذکورہ کا آباد کرنیوالا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہوگا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج
کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اھل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ قلت و ھذا ظاھر
الروایۃ وبہ یفتی کان زکوۃ الکبری کذا فی القہستانی و کذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضیخان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب من
الشیخ الکبیر لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کیطرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے
اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی
کبری کی کتاب الزکوۃ مین ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شیخ علائی
سے تعجب ہو کہ انہوں نے اسکو کیوں بیان نکیا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ صحیح تر قول موات مین وجہ ہے کہ اگر منتہائی آبادی میں
آدمی کہڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہان آواز نہ پہونچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پہونچے وہ آبادی کی لواحق سے ہے کہ وہانتک مواشی چرانے وغیرہ
کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی
ذلک ملکھا بلا اذنہ احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ وہ
مالک ہو جاتا ہے بدون اوسکے حکم کے بھی وھذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اوس وقت
ہو جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کے شرط ہے ولو مستامنا لم یملکھا اصلا اتفاقا
قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکھا بعد الاحیاء وزرعھا غیرہ فالاول
احق بھا فی الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ حقدار ہے
صحیح تر قول مین ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبھا الاربعۃ من اربعۃ بعضھم علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ
اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پہر اوسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یعنی یکبارگی تو پہلے آباد
کرنیوالے کی راہ چوتہی زمین مین متعین ہوگی ھم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور
اگر جوانب اربعہ مین چاروں شخصوں نے ساتھہ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ ومن حجر ارضا ای منع
غیرہ منھا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اھملھا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلھا ھو احق بھا وان لم یملکھا لانہ انما یملکھا بالاحیاء لا
بمجرد التحجیر اور جس نے روک لیا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتہر وغیرہ کی نشانی رکہنے سے پہر اوسکو چہوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص
کو دیجاویگی آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکہنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہیں ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا
مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک دینے سے کذا لو کربھا او ضرب علیھا المسناۃ او شق لھا نھرا او بذرھا فھو احیاء مسبوط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندہا سیلاب کیلئے کہ جسکو سد کہتے ہیں یا اوسکے واسطے نہر کہود دی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ھم
مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا ذکر ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور
مصباح اللغات مین ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

سند وغیرہ مین ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لھم ومطرحا لحصائدھم لتعلق حقھم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان
اور جائز نہین آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیئے لوگونکی چراگاہ کیواسطے اور اونکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلئے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہین جہان لوگ لکڑیان اور ایندھن رکھتے ہون ق
اعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاھرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر الارض بارزا کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہین ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کھانون سے اور ظاہر
کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کھانین ھ قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہے اور نفط کان وغیرہ
مین استحکام کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئین جو کسیکی مملوک نہین کھود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کالقنی والماء المحرز فی الظروف فانہ ملک المحرز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو بھر کہا
گیا برتن مین سو وہ پانی بھرنیوالے اور زمین کھودنیوالیکی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہے اس حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین
تین چیز مین پانی اور گھاس اور آگ مین ھ قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھود دیجا
التی یستقی منہا الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اور سینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنے
وہ کنوئین کہ کسیکی مملوک نہین بواسطہ استنباط اور سعی کے ھ عدم ملک کا مضمون مکرر ہوگیا اوسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ھذہ
المعادن الظاھرۃ لم یکن للاقطاع حکم المقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکی عطا کا حکم
جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعھم المقطع کان بمنعہ متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا
بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ احکام
اجارۃ اقطاع الجند ہے پھر اگر لوگون کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اوسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی ظالم
ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جائیگا روکنے سے اور پھیرا جائیگا دوام
عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اوسکے ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہوجائے
ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکھا ہے ھ املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک مین سابق سے داخل ہون کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وھی التی ینزع الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وھی التی ینزع الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند ۴۰ گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کھیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الھدایۃ
اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لئے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد وفی
الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیہا انتھی لکن نسبہ القھستانی لمحمد ثم قال ویفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم
قال وقیل التقدیر باربعین بما ذکر فی اراضیھم لصلابتھا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للھدایۃ وعزاہ البرجندی
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئین کا عمق ۴۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم ۴۰ گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف

نسبت کیا ہی یہ یون کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار بگز بقدر ساتھین کی اراضی مین تھی بسبب ہونے اونکی اراضی کے اور
ہماری اراضی مین نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئین کا پانی دوسری کنوئین مین منتقل نہو جاوے اور اسکو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے
اور برجندی نے اِس قول کو کافی کیطرف نسبت کیا ہی تو اِسکو یاد رکہنا چاہیے ہم تاتارخانیہ اور کبرے مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہو کہ
امام اور صاحبین دونون کا قول متفق ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا تو تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی سے
(اذا حفرها فی موات باذن الامام) کنوئین کا حریم ۴۰ گز اوس وقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کہودا ہو فلو حفرها
فی غیر موات او فیه بلا اذن الامام لم یکن له الحکم کذلک کذا ذکره المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین
ہو بدون اذن سلطان کے تو اوسکا حکم ایسا نہوگا یعنی ۴۰ گز اوسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارة القهستانی و
فیه رمز الی انه لو حفر فی ملک الغیر لا یستحق الحریم فلو حفر فی ملکه فله من الحریم ما شاء والی ان الماء لو غلب علی الارض ترکها الملاک او ماتوا
او انقرضوا لم یجز احیاؤها فلو ترکها الماء بحیث لا یعود الیها ولم یکن حریما لعامر جاز احیاؤها کذا فی المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور اسمین
یعنی اوسکی بات کے قول مین اشارہ ہی اسطرف کہ اگر کنوان کہودی غیر کی ملک مین یعنی اوسکی اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی
تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودا تو اوسکو حریم رکہنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکون نے اوسکو چہوڑ
دیا یا وہ مرگئے یا منقرض ہوگئے تو اوس زمین کا آباد کرنا جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اسطرح چہوڑ دے کہ پہر اوسکا عود زمین کیطرف نہوگا اور وہ زمین
آبادانی کی حریم نہین ہے تو اوسکا آباد کرنا درست ہی اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہی (وللعین خمسمائة ذراع من کل
جانب) کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب سے چنانچہ حدیث مین ہے ہم ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ
(والذراع هو المکسرة وهی ست قبضات وکان ذراع الملک سبعا) ملک الاکاسرة سبع قبضات فکسر منه قبضة اور گز سے کسر چہوٹا گز مراد ہے
جو شش مشت کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مشت گز تہا سو اوسمین سے ایک قبضہ بہر کم کر ڈالا گیا (ویمنع غیره من الحفر وغیره فیه لانه ملکه فلو حفر فللاول
ردمه او تضمینه وتمامه فی الدرر) اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاوی کنوان وغیرہ کہودنے سے حریم مین اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئین والے کی ملک ہی تو اگر
غیر شخص حریم کے اندر کنوان کہودیگا تو پہلے شخص کو اوسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہے (ولو حفر الثانی
بئرا فی منتهی حریم البئر الاول باذن الامام فذهب ماء البئر الاول وتحول الی الثانیة فلا شیء علیه لانه غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک
فلا یخاصمه کمن بنی حانوتا بجنب حانوت غیره فکسدت الحانوت الاول بسببه فانه لا شیء علیه درر وزیلعی) اور اگر دوسرے شخص نے کنوان کہودا
منتہای حریم مین یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کیطرف منتقل ہوگیا تو مالک ثانی
پر کچہ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اوسکے ساتھ کچہ مخاصمت نہین اوس شخص کی
مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہوگئی جاری نرہی تو اوسپر کچہ مواخذہ
نہین کذا فی الدرر والزیلعی (وفیه لو هدم جدار غیره فلصاحبه ان یؤاخذه بقیمته لا ببناء الجدار هو الصحیح) اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے
غیر کی دیوار گرادی تو دیوار کے مالک کو اوسکی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہی نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے (وللحافر الثانی الحریم من الجوانب
الثلثة دون الجانب الاول لسبق ملک الاول فیه) اور منتہای حریم کے دوسرے کہودنے والے کا تین طرف سے حریم ہی نہ پہلے کنوئین کیجانب سے اسواسطے
کہ مالک اول کی ملک اوسمین سبقت کرگئی (والقناة هی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلح لالقاء الطین ونحوه وعن محمد انها کالبئر ولو
ظهر الماء فکالعین وفی الاختیار مفوض لرأی الامام ای لعدم نصه فلا شیء ذکره البرجندی) اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اوسکا حریم بقدر اوس

اصلاح کے ہو اندر کی مٹی ڈالنے کیواسطے اور مانند اوسکی اور محمد سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوین کی مانند ہے مگر ہی طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہ قول کہ
شیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پہٹ کر ظاہر ہوگیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہی یعنی ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی
رای پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کہودی گئی ہو اور نہین تو اوسکا کچھہ حریم نہین الیسا ذکر کیا ہی برجندی نے وحریم شجرۃ تغرس فی
الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگایا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہی ہرطرف سے
تو اور شخص کو جائز نہین کہ اوسمین درخت لگادے وملحق ما امتنع عودہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن فی لک حریما لعامر اور جہان دجلہ اور
فرات کا پانی پہرآنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ ابادانی کی حریم نہو ھھ دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہی یعنی اگر زمین پر دریا
کا پانی غالب ہوگیا اور پہر اسطرح ہٹ گیا کہ پہرآنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات مین داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان
حریما او جاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پہر اگر زمین دریا یا حریم ہو ابادانی کی یا پانی کا پہرآنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا اباد
کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہے والنہر فی ملک الغیر لاحریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اوسکا حریم نہین امام کے نزدیک
مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کیواسطے مینڈ کی ملکیت ہی اوسکے آنے جانے
کیواسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے بہجا ہی تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجا ہو وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وھو
اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے
ہرطرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہی بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ھذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بہی اسی اختلاف پر
ہے یعنی امام کے نزدیک حریم نہین مگر باقامت شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہی محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف
بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہی اور اگر ایسی نہر
صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہی وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر ملک غیرہ
لہ مسناۃ فارغۃ بلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندہ ولصاحب النہر عندھما اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور
صاحبین کا اوس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکی متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت مین صاحبین
کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہی ھھ اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ
سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بہی مالک ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر سینے مین قاضی خان سے منقول ہی کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ
اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہی اسواسطے کہ ظاہر اارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہی وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج
الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وبہ یحصل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین ہی تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ
صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل
کیا ہی اونمین سے شرنبلالی ہے ناقل من الاختیار وشرح المجمع فصل فی الشرب یہ فصل شرب کے مسائل مین ہی ھو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ
الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہی پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہی پانی سے فائدہ حاصل کرنے
کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانورون کے پلانیکے لئے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہی اور لبون
سے جانورون کا پینا ہے ھھ یہان شرب بضم شین مصدر ہی بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہی دفع تشنگی کیواسطے یا کہانا پکانے
یا وضو یا غسل یا کپڑا دہونے کیلئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقہا فی کل ماء

لم یشرب بانا او درخت اور ہر جو ما کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہو تو پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر بھر کر نہیں گیا ہو پانی میں حق عام ہو وقت
تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں جب کسی نے پانی کو برتن یا مشک یا حوض میں بھر کیا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو
تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے اور کہا یہ اختر میں شامل ہے جو کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا وہ کنوئیں کے منہ سے جدا نہیں ہوا تو کنوئیں کے
منہ دیکھ بھر ہوا اور سکا مالک ہو گا اسواسطے کہ اخراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع مقصود میں کذا فی الکفایہ ولکل سقی ارضہ من جدول
نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوھما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قھر الماء یمنع قھر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت
ہے سمندر یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ جو بغداد اور فرات کو فہ اور واسط آتی جیسے نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہے کیونکہ اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں جب
سے ثابت ہوتی ہے اور روک لے اور ہر میں احراز نہیں ہے اسواسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نھر لسقی ارضہ منہا ولنصب
الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والھواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لینا
اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسی
صورت میں مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی
یہہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے اور کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اسصورت میں نہر کھودنا درست نہو گا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے
واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النھر لکثرتھا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہ
من نھر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو دے
جانوروں کی کثرت کے سبب اور جائز نہیں اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز
ہے گر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اسیکا ہے تو انتفاع اوسکے اذن پر موقوف ہو گا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن
جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوس پر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دیوے ضرب یا حبس سے اگر
مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ وفی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے
اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی اوٹھا کر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے
کہا کہ درست نہیں گر مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور دخیرہ میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز وحب
یحبث بھمالۃ مضموۃ الحیابۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزہ اور مٹکے میں تو اوس سے فائدہ لینا بیجا ہے
گر اوسکے مالک کے اذن سے اسواسطے کہ مالک ہو گیا ہے بھر رکھنے سے ولو کانت البئر والحوض او النھر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ
من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور گر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اوسمیں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو
جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکان میں داخل ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب دوسرا پانی پا سکتا ہو ہم بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو مباح ہے تاہم
کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان
تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النھر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اوسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اوسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا
جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چھوڑ مت روک تاکہ وہ پانی لے بشرطیکہ پانی پینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور گرنہ توڑ ڈالے
اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اوسکے مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب
مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس میں اور آگ میں ہم مراد حدیث میں شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہونچ جاوے

کرلے اور اوسپر اپنا قبضہ کرلے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہی دوسرا اوسکا مالک نہین اوسکو اوسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے
درست ہی گہاس سے مراد وہ گہاس ہے جو خود رو ہو اور جو کہ تو صاحب مین اوسکا مالک نہین تو جو اوسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا برخلاف درخت
کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب مین اوسکا مالک ہی اوسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب مین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل مین کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمین سب شریک ہین اگر دوسرا آدمی آوے اور اوسکی گرد بیٹھکر تاپا چاہے یا اوسکی روشنی مین کچھ سیا چاہے یا چراغ
روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکا روک نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوے تو اوسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے
جلانیکے لکڑیان لینا غیر کی گہاس سے جائز نہین بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہی اور حطب کی نسبت کسی قانون یا جماعت کیطرف منسوب نہین
جبتک یہ معلوم نہو کہ یہ اونکی مملوک ہی اور لکڑیان جمع کرنیوالا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اوسکو رسی سے نہ باندہی ہون کذا فی الطحطاوی سے
وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ واما ان تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گہاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے
تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین مین نہ آنے دے کہ یا تو گہاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہین تو اوسکا روکنا چہوڑ دے کہ لے جتنا اوسکا جی چاہے
کذا فی الزیلعی م گہاس کاٹ کر دینا اوسوقت ہی جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین مین مباح گہاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وھو
یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا
ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اوسکو اوس سے لڑنا درست ہی ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے مروی ہی وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ وقیل اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر
الطعام وقیل فی البئر ونحوھا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہر رکہا ہو برتنون مین اور خوف ہلاکی کا
ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اوس سے بدون ہتہیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کیوقت
کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سے ہی جبکہ پانی اوسکی حاجت سے زیادہ ہو سبب مالک ہو جانے اوس شخص کے بہر رکہنے سے تو پانی طعام کی مانند ہوگیا اور بعضون نے کہا
کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی
مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہی تادیب اور زجر کیواسطے وکری نہر لا حق لہ غیر خاص من بیت المال فان لم یکن ثمہ ای فی بیت المال شیئ یجبر الناس علی کریہ
ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور غیر مملوک کا کہودنا بیت المال سلطان سے ہی سو اگر وہان یعنی بیت المال مین کچہ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہئے اوسکی کہودائی
پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سے یہہ زبردستی ہی دفع ضرر کیواسطے م یہہ کہتے ہے کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اونپر
جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہی کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک
اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سے اوسکے مالکون پر ہے اور جو اونمین سے انکار کرے اوس پر اوسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور
بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نکیا جاوے م نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہوا اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے
بہتر قول یہہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے اسمین استحقاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہوا اسمین ہر شریک یا
کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وھل یرجعون ان یامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے سے بہر لینگے
یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی تو رجوع درست ہی اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک
کے کہودنیکا خرچ شروع نہر سے نہر کی اور کیجاوے ہی م بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ
سے وہانتک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر ہوگا ہر شخص پر نوان حصہ فاذا جاوز ارض رجل منہم برئ
من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستحق الشفعۃ بہ اگر نہر بڑہ جاوے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری

بوگیا کہو دنیکے عوض سے اور صاحبین نے کہا کہ سب کہو پر کہودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر ہین شرب مین ھم
بہتر یون تہا کہ شارح کہتا نے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکونکو مخصوص
نہیں کرتا ہے اللمعات وکما یکرے علی اھل الشفعۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والے پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہین اونکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہو اور دوسری استحسان کے
ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہے زمین بکجاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے وإذا كان لرجل ارض ولآخر فيها نهر
فاراد رب الارض ان لا یجری النھر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترک علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہوا اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہوا اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اس روکنے کا اختیار نہین اور چھوڑی نہرکو اوسکے قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ھذا النھر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ھذا النھر یسوقہ الی ارضہ لیسقیہا
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکو درخت نہون نہرکے کنارہ پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی مین
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہے یا اوسکا پانی اس نہر مین جاری تہا اوسکی روانگی تہی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی اللمعات وسے
وعلی ھذا المصب فی نھر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب فیلیے اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ وجہ سب مذکور دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف کا حکم
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے ھم مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہین جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر قدیم سے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گراکرتے ہون یا کسیکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دعوی کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نھر بین قوم اختصموا فی الشرب فھو بینھم علی قدر اراضیہم
لان المقصود ھم نہر مشترک ہو ایک قوم مین اونہون نے جہگڑا کیا زیادتی اور کمی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہو یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
اختلافھم فی الطریق فانھم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق بخلاف راہ کے اختلاف کے
کہ بسبب طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود راہ وآمدرفت ہے اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سے
ولیس لاحد من الشرکاء فی النھر ان یشق منہ نھرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنھر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ھم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہجاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے مین
خلل واقع نہو او کری السیہ کا عونہ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈہیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او لم یقسم فی النھر او یقسم بالایام والحال انہ کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وبفتحہا الثقب لان
الفتی یرید ازالۃ حق قدیم او علی الکوی التی فیہا ایک شریک نہر کا ارادہ کرے پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تہی بطور ثقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چہوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیت کے قدامت مین کوی بکسر کاف جمع ہے کوۃ بالضم کا ت کی

یعنے نصب هم اصل اوسکی نصب بیت سے لیکن یہان مستعار ہی کشت زار کے مفاتح آب کیواسطے کذا فی المغرب (ویسوق نصیبه الی ارض له اخری
لیس له منه ای من النهر شرب یا شرب یک لیجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سوا اوسکے واسطے
باری مقرر نہیں ہے بلا رضاهم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب باتین
مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اوسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر
کرنا اور دوسری زمین مین پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہیں وهو نقضه بعد الاجازة ولورثتهم نقضه بعدها هم اور شریکا
کو اجازت کے بعد اوسکا توڑدینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہو
ولیس للاعلی سکر النهر بلا رضاهم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدون
رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے هم اور اگر شریک راضی ہوجاوین اعلے کے باندھنے پر بقدر اوسکے
حصے کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا
درست نہیں بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پہنچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہئے
درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلے بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اہل نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحطاوی
کطریق مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا الی دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق بخلاف اذا کان
ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المادة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سو ایک شریک نے چاہا کہ اوسمین اوس
دوسرے گہر کا دروازہ پھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گہر کے رہنے والیکا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گہرون کا
رہنے والا ایک شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہے اسلئے کہ اس صورت مین آمد و رفت کرنیوالے زیادہ نہین ہوجاتے ہین اور پہلی
صورت مین زیادہ ہوجاتے ہین اسلئے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه
فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع
الشرب ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجئ اور پانی کی
باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہی ظاہر الروایۃ
مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلك ای ببیعه او نحو یه اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی
ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لان الشرب
لا یملك بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکہتا بدل خلع اور بدل صلح خون کی عمدا
خون سے اور لیاقت نہین رکہتا نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہہ عقود مذکورہ صحیح ہوجاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل
نہین ہوجاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہان تک کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اوسپر
دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فلو لم یکن له ارض قیل تجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء الی
ان یقضی دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضمه الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر لقیمة الارض بلا شرب ولقیمتها معه
فیصرف تفاوت ما بینهما لدین المیت وتمامه فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی
جمع کیا جاوے ایک حوض مین پہر وہ پانی ہر باری مین بکا کرے یہان تک کہ دین آخر ہو جاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش
کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملادے پہر زمین کو باری کے ساتھ جمع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر بیچے

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو ان دونوں کے تفاوت کو میت کے دین مین صرف کریں اور پورا
بیان اسکا زیلعی مین ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ایک سو پچیس درم تو پچیس درم میت کے دین مین صرف
ہون ولا یضمن من ملأ ارضہ ماءً فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ متسبب غیر متعد وھذا اذا سقاھا سقیا معتادا فلو ذلک زادہ
سادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ ہوگا اوس شخص پر جسنے اپنی زمین مین پانی بہر اسواوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوکھ لیا یا اوسکی
زمین غرق ہوگئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب مین تاوان اوسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی ثابت ہو اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے
جبکہ اوسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو اور
پڑوسی کی زمین نقصان ہوگئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے و فی الذخیرۃ ھذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ
واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسمٰعیل الزاھد ھکذا اھ ذخیرہ مین ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے جبکہ اوسنے
اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوا مین سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب
قول اسمٰعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح
وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے
اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہین کہ مذکور ہوچکا کہ باری کا
پانی مال متقوم نہین ہے ولو تصدق بغلۃ یحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت یتعدم
ذھابا شتّی اھ قہستانی اور اگر اوسکے پیداہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کردے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسمین برخلاف مغصوب چارہ کے
اسلیے کہ جب جانور موٹا ہوگیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا
چند بار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دیوا اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ مین ہے قال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اھل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اھل بلدۃ
واحدۃ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہے رواج کے
سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والونکا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والونکے رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وافتی الناصحی
بضمانہ ذکرہ فی جواھر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحۃ بیعہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے
یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی مین اور یہہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہوجاتا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم اس فتوی مین ناصحی متفرد ہے تو عدم
ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے
غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت ذکر فی الھدایۃ وشروحھا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتلاف فلو سقی ارضہ بماء
غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ھنا فافھم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اوسکی شروح مین بیع فاسد مین یہہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے
تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دیوے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ مین یہان سو اسکو سمجہ لے ھم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب
نقایہ نے اس مقام کے سوا دوسرے مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مر ما علیہ الفتوی فتنبہ مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہوچکا وہ
قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہ ھم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہوچکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی و
فی الوھبانیۃ سیدو ساق بشرب الغیر لیس بضامن وقیمتہ بعض وما مر اظھر اور وہبانیہ مین ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور بعضون نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اورجو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے ف وما جوّزنا اخذ التراب الذی علی جوانب النہر دون اذن یقرّبہ اور فقہا نے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہین کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو ف ولو حفر قوم نہرا والقوا ترابہ + فلو فی حریم لیس لنقل ترمہ اور اگر لوگون نے نہر کہودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہان سے اوٹہانیکا حکم نہوگا ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور ان لوگون نے نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹہانیکا اون سے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اونسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

كتاب الاشربة

یہہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین ھ اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتون پر مباح تھی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے توبسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تھی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہہ امت تو کم ضعیف البدن ہے تو اونپر مستی غالب ہو جاتی ہے شربہ قلیل سے بھی اسلئے انکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتداے اسلام مین اسواسطے مباح ہوتی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کرلین پہر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام ہی ہونیکے لائق تھی کذا نے العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تھا اور خمر کا تہوڑا بھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم کیواسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے ھی جمع شراب والشراب لغۃ کل مائع یشرب واصطلاحا ما یسکر اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجائے جیسا کہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ھ عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو دیگ مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہوا اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پہل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابون مین سے چار قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ھ اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنے پہل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسرے حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسرے شیرین چیزین جیسا کہ شکر اور گڑ اور شہد چوتہے البان یعنی اونٹ کا دودہ اور گہوڑیکا دودہ سو انگور سے پانچ یا چہہ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور بختج یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکی چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہے پہر جب وہ جوش کہاکر جہاگ لایا اور کڑوا ہوگیا اوسکا نام خمر ہے اور جب کہٹا ہوگیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہاکر جہاگ لایا تو اوسکا نام باذق ہے اور اگر یہانتک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اسکا نام بختج ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہین اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقی کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہوگیا اور نبیذ یہہ کہ منقی کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تمر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کہجور کا پانی ہے جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا

فے العینی وقاضی خان ھی الاول الخمر وھی النیّ بکسر النون فتشدید من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد اے الرغوۃ

چار حرام شرابوں میں پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھاوے اور اُبلے اشتد اور گاڑھے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا نی
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور شدید بفتح زاء معجمہ باء موحدہ عبارت ہے ہونے سے اور غورہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانیکی جس سے
مست کردینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو فہم اور ادراک سے روکے اور بعضوں نے کہا علامت
اسکار یعنی مست کردینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی نہایۃ العینی ولم یشترط کما قدمنا وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظہر کما فی التنویر
عن المواھب یأتی ما یفیدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتد اور اسی سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون جھاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے اور
آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہو یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے گدہے سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد یطلق
الخمر علی غیر ما ذکر مجازا اور کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکھی گئی یہانتک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکے سوا اور مسکرات
کو بادہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامھا العشرۃ فقال وحرم قلیلھا وکثیرھا بالاجماع
لعینھا ای لذاتھا پھر مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں ہے اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اس میں
قران اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اسلئے کہ قران میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور
حرام ہونے میں یکساں و فی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتھا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ میں مشرح مذکور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر
فرمایا ۲ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان
القاء عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد کرتا ہے اسکے سبب ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وھی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس نجاست غلیظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اسکی حرمت بدلیل قطعی قرانی ثابت ہے ویکفر مستحلھا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومھا فی حق المسلم لا مالیتھا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول میں ہم مال
متقوم مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بھا ولو لسقی دواب او لطین او

قطراتٍ منہ فی دواءٍ او دھنٍ او طعامٍ او غیرِ ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانور کو اوسکا پلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یہ دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کہانے مین یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہین حرام ہے الّا لتخلیلٍ او لخوفِ عطشٍ بقدرِ الضرورۃ فلو زاد فسکر حُدَّ مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہین اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعُہا لحدیث مسلمٍ انّ الذی حرّم شربہا حرّم بیعَہا اور جائز نہین خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ھ مسلم مین ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہین کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اوسنے دوسرے آدمی کے کان مین چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ مین اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہے تب حضرت نے فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پھر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کھولدیا تو جو اوسمین خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویُحَدُّ شاربُہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاویگی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اوس سے ھ باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ اُمّ الخبائث ہے مبسوط مین حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھو پر رکھتا ہے تو اوسپر آسمانون اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہین پھر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چالیس رات مقبول نہین ہوتی اور اگر اوسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویُحَدُّ شاربُ غیرِہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ہمارے زمانہ مین محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اوس جو مست ہو جاوے اُن شرابونکو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودہ اور انجیر سے بنائی جاتی ہین اسواسطے کہ فاسق لوگ اُن شرابون پر اجتماع کرتے ہین ہمارے زمانے مین اور لہو لعب کا قصد کرتے ہین اور اوسکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکھتے ہین انتہی ولا یؤثّر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسکی ازالۂ حرمت مین اثر نہین کرتا ھ یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع مین ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو باطل کر دے حرمت کے ثابت ہو جانیکے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھہ اثر نہین کرتا کذا فی الطحطاوی الّا انّہ لا یُحَدُّ فیہ ما لم یسکر منہ لاختصاص الحدّ بالنیء ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنّف وضعّف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انّہ لا یُلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفاً للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ مگر یہہ کہ خمر مطبوخ کے پینے مین حد ماری نجاویگی جبتک اوس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھہ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین اور ضعیف کہا ہے اوس قولکو جو قنیہ اور مجتبی مین ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاوے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تصنیف مین ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ھ خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی کا یہہ ہے کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے اور یہی لکھا ہے قاضی خان اور بدائع مین ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہو جاتی ہے جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاوے کیونکہ اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہین ہو جاتی تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہون کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہین پایا گیا جو مقتضی ہو اباحت کا اور یہہ جو کہا کہ طبخ کو اوسکی حلت کی اثبات مین اثر نہین مخالف اوسکے نہین اسلیئے کہ موجب انقلاب ہی طبخ کی نہین کچھہ خصوصیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنّف قلت ولو احتقانٍ واقطارٍ فی احلیلٍ نہایۃ اور جائز نہین خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین مین کہتا ہون اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ مین ٹپکائی

ہوا کذا فی النہایۃ ھم یہ کہتے ہیں کہ حرمت وغیرہ میں احتمال مسکر کا ہے لیکن نجس العین ہونے میں یہ بھی درست نہیں اسیطرح اوسکا سرکہ بنانا اس میں ڈالنا جائز نہیں
ویجوز تخلیلھا ولو بطرح شیء فیھا خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ کرے یہ خلاف شافعی ھم
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاوے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جو نمک سرکہ میں ہے وہ اور برتن
پاک ہو گیا اور وہ جو اوسکے اوپر کے بھاپ اوسکی تبعیت سے پاک ہو گئی ابو سعود نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وھو العصیر یطبخ حتی یذھب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ھذا یسمی الباذق اور دوسری قسم شراب محرم سے
طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے نہ طلاء ھم ہدایہ میں بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی میں دو تہائی کی قید
نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجاویگا تو جبتک
شیریں ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نہ کرے تو شیخین کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما
ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وھو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط
وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ھذا المثلث المسمی بالطلاء حلالا فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنھم
کما فی المتوسط ہدایہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ شراب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیاں جلجاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاوے اور اسی شراب کو طلاء کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلاء کہا ہے اسکو حرام نہیں کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جسے طلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنھم کے پینے سے
چنانچہ شرح ملتقی میں ہے ھم خلاصہ یہ کہ طلاء بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلاء بتفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں
الا بعد مسکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ھذا بطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ البعیر
الجرباء اور مثلث کا نام طلاء کہا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کی طلاء کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء
قطران ہے جو خارشی اونٹ کو ملا جاتا ہے ھم طلاء بالکسر قطران بفتح وکسر وہ چیز ہے جو خارشی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ
مثلث یعنی غلظت قوام میں ایک مشابہ تھا طلاء سے لہذا اوسکو فاروق اعظم نے طلاء فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ
المصنف کالخمر بہ یفتی اور اوسکی نجاست یعنی طلاء کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ھم طلاء بتفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو جسے بادہ ہے اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث
السکر بفتحتین وھو النیء من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور تیسری شراب محرم سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس
پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اوسمیں قوت اسکار کی حاصل ہو اور اگر شیریں ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی اللمعات ومن
القہستانی والرابع نقیع الزبیب وھو النیء من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور چوتھی شراب محرم
نقیع زبیب ہے یعنی خیسانده منقی اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر کہا ہو اور اسکا جھاگ ڈالے جوش کھانے
کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلا واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکور شرابیں یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہیں جبکہ جوش کھاویں اور تند ہو کر ہیں والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہیں ھم امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل
نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ھم امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوتی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولیٰ حرمت ہوگی وظاہر کلامہ کغیرہ من المتون انہ اعتمد هنا قولهما
قال البرجندی ثم قال القهستانی وترک القید هنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کی مانند یہ ہے کہ اس
مقام میں صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہا ہے برجندی نے اور قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں
اوسکے ذکر کو ضرور نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اوسنے سکر
کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونوں یکسان خلاف ہیں ولم یبین
حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انہا خفیفۃ وهو مختار السرخسی واختار فی الهدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہیں کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور
اشربہ ثلثہ یعنی باذق اور سکر اور نقیع کی کمتر ہے خمر کی حرمت سے تو اونکا حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت اونکی اجتہاد کے سبب سے ہے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ہم کسنت میں ہے کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اسواسطے کہ اول لنسبۃ الی الکفر میں خاص اور ثانی شتم
ہے اور خاص دلالت مراد میں اولیٰ ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ
ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ میں چار اشربہ حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنے یہانتک کہ انضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کہا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز میں ہے عینی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اوسکی حلت میں بھی احادیث
وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے وهذا اذا شرب منہ بلا لهو وطرب فلو
شرب للهو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاتے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کیواسطے
شربہ ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ہم مختار میں ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر میں
کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے
وبالا یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہ حلت اوسوقت تک ہے جبتک وہ نشا کرے تو اگر اوسقدر پیئے گا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہے نہ مشروب تمامہ بحر الرائق میں ہے کہ جسنے
نو پیالے پیئے خمر کے سوا شربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پھر اوسنے دسوان پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور ویسا بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بلا لهو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کہا کر اشتداد اوسمین حاصل ہو حلال ہے بدون لہو لعب کے ہم حلت کی دلیل
وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن میں ڈالتے تھے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو جسکو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث
میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہووے اور حالانکہ دوسری محتاج ہے بلکہ ایک چیز دوسری کو دیوے
اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں تھی یہہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل

والتين والبر والشعير والذرة على سواء طبخ او لا بلا لهو وطرب اور اشربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا نبیذ
ہے یعنی خیساندہ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو و طرب کے والرابع المثلث العنبي وان اشتد وهو ما طبخ من
ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله ولو للهو لا يحل
اجماعا اور اشربہ حلال ہے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین اشتداد حاصل ہوا اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہے یہہ اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر
قوت حاصل کرنا مقصود ہوا اور اگر لہو و لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق هم شیخین کے نزدیک مثلث
عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی
ہے کہ پہنچے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابوموسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اوسمین یہہ تھا کہ شام کا قافلہ [illegible] شروب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کی مانند
یعنی گاڑھا سیاہ رنگ مین جیسے اونٹ اونسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اوسکی دو ثلث خبیث
جاتے رہتے ہین ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو اپنے لوگون سے حکم کر کہ اوسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب
کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابوحفص کبیر سے مثلث کا
سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابویوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے
اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو و لعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے ہین ابویوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیئے تو قلیل اور کثیر سب حرام
ہے اور وہانکا بیٹھنا اور اوسطرفکا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اوسکو
استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہے ما قال العینی وصح بيع غير الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہوچکی
اونکی بیع صحیح ہے هم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے
كذا في الطحطاوي ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز فكتب لا يجوز فيحمل
على ان مراده بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ
دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے
ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین وتضمن هذه الاشربة بالقيمة لا بالمثل لمنعنا عن تمليك عينه وان جاز فعله
اور تاوان دیا جائیگا ان شرابون کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے هم
جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصليب حيث تضمن قيمته صليبا لانه مال متقوم في حقه وقد امرنا
بتركهم وما يدينون زيلعي برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اوسکی مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے
کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد اى الاشربة المتخذة من العسل
والتين ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتى ذكره الزيلعي وغيره اور حرام کہا ہے اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا
یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور اونکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا
ہے زیلعی وغیرہ نے هم قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ حبوب اور حلاوات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ ولیکن بشرط مذکور شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو
پیکر مست ہوا اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد کے قول پر فتوی ہے جیسا
کفایہ وغیرہ مین ہے حموی نے کہا قول محمد اور مختار ہمارے زمانہ مین یہی ہے کہ ہر شربہ مسکرہ سے جو نشا کرے مثل العسل اور اسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی قسم سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام یعنے جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد وابن ماجہ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ
حرام یعنے جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے
فقہا نے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور محمد کا مذہب یہی ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا انتہے
اور یہہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گو کہ اوسقدر سے نشہ نہو
اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختارہ شارح الوهبانية وذكر انه مروی عن الكل اور پسند کیا ہے
محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ھم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت
ہوگئی شرح وہبانیہ میں عمادیہ سے یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اونسے ہمارے سب اصحاب سے یہہ روایت پائی کہ حد
واجب ہے واسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس پینے سے لوگ باز رہیں تا روی زمین سے
فساد دفع ہو اور یہہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمه فقال ؎ وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا
طلاقا لمن من سکر الحب یسکر وعن کلهم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل وهو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یوں کہا
ہے کہ ہمارے زمانے میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا اور شیخین
اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفی طلاق البزازية و
قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وهو نجس ایضا ولو سکر منها المختار فی زماننا انه یحد اه وفی الملتقی وقوع طلاق من سکر
منها تابع للحرمة والکل حرام عند محمد وبه یفتی والخلاف انما هو عند قصد التقوی اما عند قصد التلهی فحرام اجماعا انتهی وتمامه فیما
علقته علیه اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر
اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہہ ہے کہ اوسپر حد ماریگا اور ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکے پینے سے تو
اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہہ خلاف شیخین اور محمد کا
تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہے ما فی الملتقی اور پورا اسکا
بیان اوس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القهستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لهما والسکر منه حرام
بالاتفاق والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودہ جب جوش کہا کر مستی لاوے تو محمد کے نزدیک
حلال نہیں برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف
پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الهدایة
حله وفی الخزانة انه یکره تحریما عند عامة المشایخ علی قوله اور اسیطرح کا گہوڑیکا دودہ جبکہ جوش کہاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں
اسکے حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک تا حد مسکر اور خزانہ میں لکہا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر حلت اوسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی میں ہے
قول اصح یہہ ہے کہ گہوڑیکا دودہ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب کرنے صاحب ہدایہ کی اسلیے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلیے کہ جہاد منقطع نہوجاوے
توجیہ کراہت اوسکے دودہ کیطرف متعدی نہوگی انتهی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباءة وهی القرع
حلال ہے نبیذ بنانا تونبون میں دبا بتشدید و مد جمع ہے دباءۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرة خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای
القیر والنقیر الخشبة المنقورة وما ورد من النهی نسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنے سبز گہڑے اور مرتبان میں اور اوس برتن میں
جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کہدے ہوے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے ھم محمد نے

کتاب الآثار مین محمد نے ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابی بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سواب زیارت کیا کرو اسواسطے کہ محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ تر کہا جاوے سواب کہو جتنا تم چاہو منع اسواسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشایش کرے اور دبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سواب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہین کرتا اور نہ مست کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنون مین شراب بنائی جاتی تھی سواگر ان مین شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے اونکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ کبھی پاک نہین ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دہونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اوسمین پانی بہرے اور گراتا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے ۔ وکرہ شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کالخمر ولکن لایحد شاربہ عندنا الا بالسکر اور مکروہ ہے خمر کی تلچہٹ پینا اور اوسکو کنگہی مین ملکر بالونمین لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ درد اور تلچہٹ مین خمر کے اجزا موجود ہین اور خمر کا قلیل اوسکے کثیر کی مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اوسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ ماری جاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھہ بالاجماع حد ماری جاویگی ویحرم اکل البنج والحشیشۃ وہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیش یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور رد کیا ہم طحطاوی نے بنج اور حشیش مین عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح با موحدہ و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جسکو جاہل بہت پیتے ہین چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ مین یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتے ست شبیہ بہ برگ بادنجویہ و بسیار غلیظ و در طول و عرض از آن بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن مزغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و تخم آن سیاہ یا سرخ و ممتلی از تخم شبیہ بحلبہ و بسیار ریزہ تر از آن و غیر مدور و سہ نوع است سیاہ و سرخ و سفید برد و نوع اول ابیت و غیر مستعمل و نوع سوم کہ سفید است مستعمل است و کمیاب بعضے ان سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب مین کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بہانگ و باصطلاح ورق الخیال و حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہے شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ بنج وہ گہاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہین جو لغت عرب مین حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہین لیکن مخدر اور مسکر اور مکسل ہے اور اوسمیں اور مفاسد ذمیمہ ہین لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہوگیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح مین کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ مین جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہے لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لاحد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمین سے کہاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوزۃ الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جاپہل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم مصنف نے شرح مین حرمت جاپہل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ مین مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدی انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ منسوب بکفر ہے اور اوسکا قتل مباح ہے هـ مصنف نے جامع الفتاوی میں بھی یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ سے کچھہ منقول نہیں اسواسطے کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھہ منقول نہیں مُزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور فتنہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلاء پر غالب ہوگئی اسکی استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے مُزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اوسکو جلانے کا اور اوسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکی حرام ہونے پر فتوی ہے یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دی تو اوسکی طلاق واقع ہوگی زجرا اور توبیخ کی وجہہ سے کذا فی الطحطاوی۔ قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحه علی منظومة ابیه البدر المتعلقة بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انه صرح بتحریم جوزة الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة مین کہتا ہون اور ہماری اوستاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہے کہ اونسے تصریح کی ہے جایفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرم قطعا علی ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر انتهی بحروفه پھر کہا ہمارے اوستاد نجم شافعی نے کہ تنباکو جو نو پیدا ہے اور اوسکی پیدایش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشا نہیں کرتا اگر اوسکی عدم سکر کو مان لیجئے تو البتہ وہ مُفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد بن حنبل مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایکدوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کردینی سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اوسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظه هـ ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہمنے ثقات شافعیہ سے دریافت کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہے باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباه مین اوس قاعدے کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدے کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباه مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اوس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا هـ یعنی بموجب اس قاعدے کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام هـ وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا له بالثوم والبصل

یا لاؤلی فتدبّرْ اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد محاوی نے اپنے رسالہ ہدیۃ المحاوی میں مکروہ کہا ہے اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے لحق کرکے سو اسکو غور کرنیے ہم مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز دہان کردہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کیوقت اوسکا استعمال مکروہ اور بے ادبی ہے کذا فی اللطائف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ تمباکو اور دخان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسری مشابہت آتش کی تیسرے دہواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ سے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہو انتہے ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن حرّم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوھبانیۃ والحظر وبظاہرہ قال وافتوا بتحریم الحشیشۃ وحرقۃ وتطلیق محششٍ لزجرٍ وقررا وا لبائع التادیب والفسق اثبتوا وزندقۃ للمستحل وحرّروا اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہیں شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہو اوسکو کتاب الحظر میں اور اوسکو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہو اور علما نے فتوی دیا ہو بنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلادینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کیوجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بنگفروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والیکا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اوسکو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیئے کہ ممتنع سے مراد جو کہ اوسکے پانو یا پر ہوں جنسے وہ بہاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیون سے الوف نہو نہ رات نہ دن اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور عنایہ کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سی یہہ ہے کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررھا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ میں اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم بجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنیوالی میں ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چہوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چہوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نکرنا ۵ چہوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطین کلب وغیرہ میں ہین ۱ معلم ہونا اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چہوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی بیچ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کہانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہین ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوای مچہلی کے آبی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سی ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سی قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطین حلت اکل کیواسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سی اسلئے کہ شکار کرنا کبہی حاجت کی وجہ سی ہوتا ہے اور کبہی اظہار بہادری کیواسطے اور کبہی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور میں اور حرام میں حلال تو کہانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اوسکی کہال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرّم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جبتک تم محرم ہو اور ستر ہوے حدیث سی فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چہوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پہر اگر اوسنی شکار پکڑ رکہا اور تو نے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تو نے اوسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اوسکو نہیں کہایا تو اوسکو کہا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بہی ذبح ہے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہہ قسم ہے اکتساب کی اور کسب مباح ہے تو یہہ بھی مباح ہوئی اِلّا للمحرم فی غیر الحرم
شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہے م چلپی نے لکھا یوں کہنا بہتر تھا اِلّا للمحرم او فی الحرم اوسنے والحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح
نہیں اسواسطے کہ یہہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للتلھی کما ھو ظاھر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ بیان ہو چکا ہے او حرفة علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحة
اتخاذہ حرفة لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحة سواء علی المذھب الصحیح کما فی البزازیة وغیرھا یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ متن میں زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر میں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے م مصنف شاگرد ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اوسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نکیا فنصب
شبکة لصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمین پھنس گیا برخلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پھنس گیا اوسمین ھم تو اولی
صورتمین دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورتمین جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوس سے نہین لے سکتا وان وجد المفلس
او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر نادار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے
تو اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ھم مفلس بضم میم و سکون فاء و کسر لام و شین معجمہ عرب میں اوسکو
کہتے ہیں جو زمین میں مال بیت کی چیز تلاش کرتا پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثة
ناقل کبیع وھبة وخلافة کارث واصالة وھو الاستیلاء حقیقة بوضع الید او حکما بالتھیئة کنصب شبکة لصید لا لجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازة علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمفلس اخذہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک
ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منتقل ہو جاتی جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنی ایک کے مرنیکے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے
خواہ حقیقة استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اوسکی ہیئت اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کی تلاش کرنیوالے کو حلال نہیں وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی الملتقطات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابوں میں ہے ھم تمام تعریف صید کی تبیین سے ترجمہ
میں ذکر ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدما فی الذبائح من کلب وباز ونحوھما بشرط قابلیة التعلیم وبشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ وہ
نجس العین نہوں نیکے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلئے کہ اونٹ بھی نیشدار ہوتا ہے اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مھد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ھمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحدأة لخساستہا پھر مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ اونمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لئے عمل نہیں کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ھم اور بعضوں نے بھیڑیئے کو بھی اوسکے ساتھ ملحق کیا ولا بالخنزیر لنجاسة عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول

بنجاسة عينه الا ان يقال ان النص ورد فيه فتتبع اور شورے سے شکار کرنا درست ہے اور کے نجس العین ہونے کے سبب سے اور موجب اس قاعدہ
کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یہ ہے کہ نص ہی کہنے کے جواز شکار میں نص وارد ہو تو کتا مستثنی
ہے اس واسطے جو سور کا ہو رہنا ۔ وبه يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير نجس العين عند ابي حنيفة على
ما في الجواهر وغيرها فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین بعض کے نزدیک ہے اور سور نجس العین ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
جیسا کہ جواہر وغیرہ میں ہے سو تامل کرے بشرط علمهما اي ذي ناب ومخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
و ذلك بترك الاكل اما التعلم من الصيد فلا يضر قهستاني وبان ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہ بات
اونکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں لوٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پینا تو کچھ
نقصان کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا ف یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نکھاوے تو اوسکا
معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت چھوڑی تو تعلیم یافتگی
ثابت ہوئی ۔ یا گوشت دیکھکر لوٹ آتا ہو یا وہ گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کہا دیگا تو بھی اوسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی اللمعات
وبشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر وبه يفتى اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کسی جگہ شکار کے تمام بدن پر بموجب ظاہر الروایۃ کے اور یہی
پر فتوی ہے یعنی معلّم کا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکلتا ہے وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي
اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال
ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال
نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اي قادر على الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش
فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استانس لا يتحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال يوكل لان الكلام في صيد الاكل وان
تحل صيد غيره كالسبع او يحل للانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہہ کتے یا باز کے چھوڑنے کیوقت
جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو تو حلت کی شرط عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں ممتنع سے مراد یہ
کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی پالتو
ہوگیا تو اوسمیں حکم مذکور یعنے ارسال او زخم سے اوسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف نے شکار میں ماکول ہونیکی قید
لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا تمام ہر ہی ماکول اور غیر ماکول اسیواسطے کہ مثلا
کہال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب
مجوسي او لم يرسل او لم يسم عليه اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کتے معلم یعنے تعلیم یافتہ کے ساتھ دوسرا کتا شریک نہو کہ جسکا شکار کرنا حلال
نہیں چنانچہ بدون سکھایا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمدا بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا تو ان
صورتوں میں شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا الى الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے
یا باز نے چھوڑنیکے بعد شکار کرنے میں زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب ہو بخلاف
ما اذا اكمن واستخفى كالفهد كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة بر خلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا
چیتے کی مانند یعنی جیسے چیتا دبک رہتا ہے بطریق حیلہ اور گہات کے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ف یہ بمنزلہ استثنا کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار
کی گہات میں نہ ہو تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گہات میں دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پہر شکار کو پکڑ کر قتل کرے تو کچھ مضائقہ

نہین شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھہ کہانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا و للفہد خصال حسنۃ ینبغی
لکل عاقل العمل بہا کما بسط الملصنف اور چیتے کی چند عادات بہتر ہین ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح مین انکو مفصل بیان کیا ہے
ھم از انجملہ یہہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو از انجملہ یہہ ہے کہ اوسکا سیکھنا مارنے سے نہین ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکھکر سیکھہ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہین کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ کہاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو غصہ رہتا ہے کہتا ہے مین اپنی جان کیون ہلاک
کرون نہ کسیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ سے اگر
شکاری باز نے کچھہ کہایا تو باقی حلال ہے کہایا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اوسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب
ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکی نے شکار سے کچھہ کہایا تو باقی نہ کہایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہرطرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو کاکلہ منہ اے کما لا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اوسکا کہانا اوس
شکار کا جسمین سے کتے نے کہایا تین بار کہانا چھوڑنیکے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پہر چوتھی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ
شکار بہی نکہایا جائیگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانیکے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہوجائے تین بار کے چھوڑدینے سے یعنی کہانیکے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتھی بار کا شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوات المحل و
فیہا اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بہی شکار حلال نہین جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف
کرچکا یعنے مثلا کہا چکا تو اوسمین باتفاق امام و صاحبین کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہوجانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ھم خلاصہ
مقام یہہ ہے کہ شکار خیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمین حرمت ظاہر نہین بسبب عدم بقائے محل کے اور اگر موجود ہے
تو جنگل مین موجود ہے یا صیاد کے ملک مین موجود ہے اگر جنگل مین ہے تو اوسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک مین ہے تو اوسمین اختلاف ہے سوامام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکہتا
کہ ہم قروہ و لونڈی کے آزادی کا حکم کرنے مین دعوی دار کے نزدیک انہی متصل اشکال یہہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہے اور لائق یہہ ہے
کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بیچ دیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پہیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تہا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ مین اوسکے کہانے کے بعد اور اگر یہہ
کہیے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہیے حرمت ساقط ہوجاوے محل کے فوت ہوجانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فر من
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صاربہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بہاگ گیا یعنی اوڑگیا
اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چہوٹا رہا پہر پلٹ آیا مالک کے پاس سواوسنے شکار پر چہوڑا اسواوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاویگا اسلئے کہ چرغ نے وہ فعل چہوڑ
دیا جسکے سبب وہ تعلیم یافتہ ہوگیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہوگیا جو شکار سے کہا لیتا ہے ولو اخذ الصید من الکلب
وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا وخطف الکلب منہ واکلہ اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا اسواوسنے اوسکو کہا لیا یا کتا شکار مین سے کچھہ جہپٹا مارکر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
حلال کہایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانشگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کے لائق نتہی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ

اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اوسمین سے بعض کو کاٹا اور کہایا پہر شکار کو پکڑا اور
ولم یاکل منہ لا یوکل لانہ اکلہ حالۃ الاصطیاد م تو یہہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشہ واتبع
قتل کیا اور کہایا تو وہ حلال نہیں کہایا اسواسطے کہ شکار کرنے کی حالت مین کہایا ہے اسکے سبب سے لو اکل من نفس الصید لم یضرہ کما ہذا اور اگر کتے نے وہ
الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ جنی
ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا تہا اور شکار کا پیچہا کیا سو اوسکو قتل کیا اور اوسمین سے نکہایا یہانتک کہ اوسکے مالک نے شکار لیا پہر کتے نے کہایا جو ڈالا تہا
تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کہاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا
اور جسکو کتے یا باز کا چہوڑنے والا یا تیر انداز شکار
اذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا م یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پاوے
زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرے بنا بر وجوب کے
وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہین بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پہٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پہر وہ
مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وشرط لحلہ بالرمی التسمیۃ ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے مین تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہین وشرط الجرح لتحقق معنی الذکوۃ
وشرط ان لا یقعد عن طلبہ لو غاب الصید م زخمی ہونا شرط ہے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو
ما دام فی طلبہ حل وان قعد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نرہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہو گیا ہو اوسکے تیر کہا کر تو جبتک تیر انداز اوسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پہر اوسی شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کہانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کی سوا اسواسطے کہ محرمات مین وہم متحقق
کی مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ لحلہ ان لا یتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضی خان مین حلت
شکار کی یہہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چہپ نگیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ مین مذکور ہے م وجہ شرط یہہ
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اوسکی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہو
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہین مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہو گیا تجہسے تین دن تو تو نے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہین ہو گیا یہہ حدیث
اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخصا کلام یہہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
اور اگر تیر انداز یا چہوڑنے والے کتے یا باز کا شکار زندہ پایا ہو تو واجب
فان ادرکہ الرامی او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہا حرم وسیجیء م یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوۃ المعتبرۃ ہنا ما یکون فوقہا
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کر گیا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا اور جو حیات کہ یہان یعنی ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکاۃ مذبوح سے زیادہ ہی اسطرح کہ شکار ایکدن
المذبوح بان یعیش یوما او اکثر علی الاصح اما مقدارہا وہو ما لا یتوہم بقاءہ کما فی الملتقی فلا یعتبر ہا ہنا حتی لو
رہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع
وقع فی ماء لم یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی یہان معتبر نہین
کہ اگر اوسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام ہوگا م مسئلہ شبہیہ نے ذکر کیا کہ یہہ قول امام
اور صاحبین کا ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات خفیہ مین بہی ذبح کرنا ضروری ہے مثل متردیہ وغیرہا کی

في الحموي والمعتاد في المتردية واخواتها كالنطيحة والموقوذة وما اكل السبع والمريضة مطلق الحيوة وان قلت كما اشرنا اليه وعليه الفتوى
ہو تفقہ فی الذبائح اور متردیہ اور اوسکی مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ مین اور جسکو درندے نے کہایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو
چنانچہ ہمنے اوسکی طرف اشارہ کردیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مسئلہ مذکور ہوچکا کتاب الذبائح مین **ہم** متردیہ وہ جانور جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ
وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہوگیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے
حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بھی حیات قلیلہ حنفیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کہانا شکار مذکور کا حلال نہین ہے بدون ذبح کے خواہ
اوسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کے (وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ)
بدلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اوسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اوسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکہا ای الذکوۃ عمدًا مع
القدرۃ علیہا فمات حرم **ہم** پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمدًا باوجود قادر ہونیکے اوسپر پھر وہ مر گیا تو حرام ہوگیا وکذا حرم
لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف یحل وھو قول الشافعی قال المصنف فی منح ومتن الوقایۃ اشارۃ
الی حلہ والظاہر ما سمعتہ انتہی قلت ووجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ھذا لا یحل الحرام اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ
لیکن صیاد عاجز ہوگیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہین یا وقت تنگ ہی اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکے حلال ہو جانیکی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے ہے اور
ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی مانی شرح المصنف مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتمین حرام کو حلال نہین کر دیتا
ہم برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کہانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم
فانزجر او مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور پھر کتا با شور کرکے سو وہ تیز ہوگیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے **ہم**
ہر چند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہی لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور جوش دلانا ہی شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے
چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جسیدار سال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک
تسمیہ ہوا اور زجر مسلمان ہو تو شکار حرام ہے اور بالعکس ہے تو حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنیکا کیا جائیگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر
ارسال موجود نہوا اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر زجر مسلم سے ہی تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او قتلہ معراض بعرضہ ای ھو
سھم لا ریش لہ سمی بہ لاصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین
معراض اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے **ہم** معراض بوزن محراب تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اوس کے
باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو اصابہ بحدہ فاصابہ حل اور اگر معراض کی کنارے
پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگی تو وہ حلال ہے او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو
بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکی قتل کرنیکے بوجہ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے **ہم** بندقہ بضم باء موحدہ وسکون نون دہ
شی ہے اوس سے مارتے ہین اور اوسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی مین اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت
خفیفۃ لہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح حینئذ ولو لم یجرحہ لا یؤکل مطلقا شرطا فی الجرح الادماء وقیل لا مطلقا وتمامہ فیما علقتہ علیہ
اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کہانا مطلقا درست
نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی ہماری
شرح مین ہے **ہم** فتاوی قاضی خان مین ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکی مانند کا شکار حلال نہین ہے اگرچہ شکار زخمی ہوگیا ہو اسلیے کہ اشیاء مذکورہ

چیرتی پھاڑتی نہیں ہے ہاں اگر اوسکو دھار کی طرف سے مارا تو کدھار تیر کی مانند کرے اور اوسکا پھینک مارا ممکن ہو اور وہ چیز تو پھاڑ ڈالے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اوسکا حلال ہوگا اور اگر مانند زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اندر ہی اندر میں نہ بہا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ مصنف نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اون سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص ہرنوں کا شکار کرتا ہے بسبب بندوق کی گولی سے اوسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اوسکا کھانا حلال نہیں مترجم کہتا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہی اسمیں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں اسی سے میں کہتا ہوں کہ جیسے کہ گولی کی شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اوسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو اندفاع منیت کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ع او رمی صیدا فوقع فی ماءٍ لاحتمال قتله بالماء ھ ع اگر مسلمان یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیه فان انغمس جرحه فیه حرم والا حل مطلقاً ع اور اگر شکار آبی چڑیا ہو لیکن تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقط اسواسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں یہ سب اوس وقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریہ

او وقع علی سطحٍ او جبلٍ فتردی منه الی الارض حرم فی المسائل کلها لان الاحتراز عن مثل هذا ممکن ع اور تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان مسائل میں اسواسطے کہ ایسی صورتوں سے بچنا ممکن ہے ھم یعنی یہ مراد نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر پڑی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی ع وان وقع علی الارض ابتداءً اکل لان الاحتراز عنه غیر ممکن فیحل ع اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے ہی زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ھم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین پر گرنے سے مر گئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبه فزجره ای اغراه بالصیاح مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما هو فوقه او مثله کنسخ الحدیث ع یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسکو مجوسی نے اوسکو زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بھڑکایا اور زجر کرنے سے وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل رفع ہوجاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سے فوق ہو یا برابر اوسکے ع جیسے کہ متواتر اور ضعیف سے جیسے حدیث منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے ھم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسله احد فزجره مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکماً ع یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اوسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال

او اخذ غیر ما ارسل الیه لان غرضه اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسله علی صیود کثیرة بتسمیة واحدة یحل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوا اوس کے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہے جسپر کتا قادر ہو سکے یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سبکا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوه المذکورة لما ذکرنا ع جو وجوہ مذکور ہوئیں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا ھم قوله اکل جزا ہے فان رمی اور اوسکے معطوفات کی کصیداً رمی فقطع عضو منه فانه یؤکل لا العضو خلافاً للشافعی ولنا قوله علیه الصلوة والسلام ما ابین من الحی فهو میتة ع چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہو اسواوسکا کوئی عضو کٹ گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی کے

اونکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کہانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے
م ابوداؤد اور ترمذی مین ابو واقد لیثی سے یون روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید مین بھی یہ
مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا
تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع سے
عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیامہ اکل العضو
ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کردیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کہانا بھی حلال ہے
اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کہانا حلال نہین کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع
نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور در
اگر تیرانداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی ڈہڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دم کیطرف
باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پہاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کہانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اوسکی زندگی مذبوح
کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نرہی ھ اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی ہی
صادق نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسی زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد
قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھہ رہا تو اوسکا
اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھہ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی
طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من
اہل الذکوۃ بخلاف کتابی لان ذکوۃ الاضطرار کذکوۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندہنے والیکا اسلیے کہ
اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتے ہین بخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ
فرماہ اخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اوسکو زخم کاری نہین لگا پہر دوسرے شخص نے اوسکو تیر مارا تو اوسکو قتل
کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہوا اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اوسکو حیز امتناع سے خارج کردیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ
عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکوۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے
شکار کے زخم کاری لگایا اسطرحپر کہ حیز امتناع سے اوسکو خارج کردیا یعنی اب بہاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اوسکے
دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اوسکا کہانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوۃ اختیاری پر تو دوسرا
شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھ زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اوسکو ذبح پر قادر
ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح عمداً قصداً
سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص
پہلے شخص کو تاوان دے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکی تلف کرڈالنے کے وقت سوائے اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا
وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کردیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اوسکا مالک ہوگیا تہا تو وقت اتلاف کی اوسکی قیمت
لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اوسکی یون ہے کہ وہ شکار دس درم کا تہا مثلا سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پہر

دوسرے نے تیر مارا تو دونوں کا اوسکو نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا ضامن قیمت زخمی کا تاوان دیگا کذا فی التبیین وحل اصطیاد ما یؤکل لحمه وما لا یؤکل
لحمه لمنفعة جلده او شعره او ریشه او لدفع شره وکله مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اوسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اوسکی شرارت و اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور شکار ماکول
اور غیر ماکول شرع میں درست ہے کیونکہ قرآن کی مطلق کی دلیل ہے یعنے حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنے جسوقت تم کا احرام باندھو ہو
تو شکار کرو اور اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول او غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیة یجوز ذبح الهرة
والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذه حرارة الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کر ڈالے ہم جسکی تیغ بہودی ہو تو اوسکو مار ہی اوسکی کان سے ملکر اوسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ دجال
میں ہے اور اگر کتا عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہیں دیگا کذا فی الملتقط ویطهر لحم غیر نجس العین لحم
ولا یطهر اصلا وحاله وقیل یطهر جلده لا لحمه وهذا اصح ما یفتی به کما فی الشرنبلالیة عن المواهب ههنا فی الطهارة اور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے
گوشت اوس جانور کا جو نجس العین کا نہ ہو [illegible]
[illegible] کتاب الصید میں منقول ہوا
کذا فی الخانیة یکون تعلیم البازی بالطریق لبعض [illegible] اور شکار [illegible] سمع الصائد حس انسان او غیره من
الاهلیات کفرس وشاة فرمی الیه فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اوسکے سوا کوئی پالو جانور جیسے گھوڑا یا بکری کی آہٹ سنی اور اوسکی طرف تیر
پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم کہتے ہیں یہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کیا ہے اور معراج میں اوسکو قول
ضعیف قرار دیا ہے [illegible] ہے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا [illegible] جیسے کہ آدمی وغیرہ کی طرف
تیر مارا [illegible] اگرچہ تیر شکار کو لگی کذا فی الظهیریة بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیه او ارسل کلبه فاذا هو صید
حلال الاکل حل [illegible] اوس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی اور اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر [illegible] ماکول اللحم نکلا تو
حلال ہے ولو لم یعلموا ان الحس حس صید او غیره لم یحل جوهره لانه اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم ہو کہ آہٹ شکار کی
یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوهرة اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کیواسطے رمی ظبیا
فاصاب قرنه او ظلفه فمات ان ادماه اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اوسکو خون آلود کردیا
تو وہ ماکول ہے زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو نہ کھاوے کذا فی التبیین والعبرة بحال الرمی فی حل الصید بردته اذا رمی مسلما لا
باسلامه بعد المیت مطلقا دیں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور
شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں ہم کہتے ہیں کہ تیر لگانے اور کتے معلم کے چھوڑنے کیوقت
مسلمان ہو تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکا عکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریة ووجبت
الجزاء بحله اذا رمی محرما لا باحرامه وسیجیء قبیل کتاب الایمان اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا
حالت احرام میں اوسکو محرم ہونے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اوسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا
کتاب الایمان سے پہلے فرع مسئلہ تحفہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتله ولا یدری ارسله انسان او لا لا یؤکل لوقوع
الشک فی الارسال ولا اباحة بدونه وان کان مرسلا فهو مال الغیر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا
اور اوسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اوسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اوسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین بدون ارسال کے اور اگر بار آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اوسکا کہانا درست نہین بدون اجازت اوس کے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثة الفتوی وھی ان رجلاً ذبح شاة مذبوحة ببستان ھل یحل اکلہ ام لا و مقتضی ما ذکرنا
انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن یحل ذکوتہ ام لا وھل یسمی اللہ تعالی علیھا ام لا۔ مین کہتا ہون السبب ہمارے زمانہ مین ایک
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کہانا حلال ہے یا نہین اور جو ہمنے ذکر کیا ہے زیلعی سے
ابھی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کہانا حلال نہین شک واقع ہونے سے اسمین کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگو نہین ہے جنکا ذبح حلال ہے
یا اونہین سے نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالی کا نام لیا یا نہین لیکن فی الخلاصة من اللقطة قوم اصابوا بعیراً مذبوحاً
فی طریق البادیة ان لم یکن قریباً من الماء و وقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحة للناس لا بأس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالة
کالثابت بالتصریح انتھی فقد اباح اکلھا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اھلاً للذکوة لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ
مین ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاوے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکے لینے اور کہانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو تو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی
یا فی الخلاصة تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کہانا باشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوة کا شرط نہین ہے
ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین ھم یہہ قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گرنیکے مرگیا ہو اور دریائی جانورنے اوسکو پہار ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہوئے یا ہو وے
قلت قد یفرق بین حادثة الفتوی واللقطة بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعاً وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکورہ اور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اولین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ھم اس فرق سے
کچہہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بہی یہہ تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی وذاد فی المحیط وفیہ سرق
شاة فذبحھا بتسمیة فوجدھا صاحبھا ھل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتھی فلیحرر ورمین
دیکہا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پہر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پہر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کہانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کہانا درست نہین بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے ھم یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کی مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حرمت اور وجہہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اسقدر سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا مؤید فقہا کا یہہ قول کہ شاة غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبے مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سے وہی
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی ذ فی الوھبانیة قال ۔ وما مات لا تطعمہ کلباً فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر اور وہبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کہلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ھم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی
مین ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہماری علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہ پر جائز نہین اور
کتون کو بھی نہ کہلا دے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیک الصیود لواحد او اجازت دیگئی تملیک کنجشک کی اوسکے پالنے
والے کو ھم یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بوجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید مین ہے کہ ایکمرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اوسکو لیا اور اوسکی
درستی اور خبرگیری کی پہر اوسکا مالک آیا سوا اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چھوڑنے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑلے ہمنے اسکو اوسکا کردیا یا یہہ کہا تو پہلی

مشتری تمین مالک اسکو نہیں ہے سکتا اسواسطے کہ اوسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورتمین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کی سبب سے یہی قول ہمارے
مشائخ کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً واعتاقہ تحض لاکمتہ تملیک اور اوسکے اعتاق کو یعنی کھیت کر چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے
ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ
ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان تلقفہ منہ غیرہ جاز اخذہ اور اگر مالک نے عصفور یعنی بلبل کو غیر آباد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا
لینا جائز ہے ہم یہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نکر دیا ہو چنانچہ تحصیل اوسکی تحریر سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی
کقشر رمان ونواۃ المقشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اوس انار کا جسکو چھیلنے والے نے پھینکے یا ہم بزازیہ مین ہے شیخ حفیظ نے قیمت کا ذکر میں سو اشیا لینا
کشمین جنکے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی معالم القلعہ وائی حلال لا یحل اصطیاد
صنیع اہو باصطیادات ولاہی تقیق ازد وہبانیہ کی پہلی نظم یہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہیں ان شکار ونکا جنکو غیر اوسکے
شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوتی بھاگی ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ہو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ ملکہ فلا
یملکہ غیرہ ولو بعلم خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایکمرد کے گھر مین گھس گیا سو اوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کر لیا کہ
اوسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہوگا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ
نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنیکے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہوگیا
اور اگر اوسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورتمین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو
پکڑ لیا تو وہ شخص مالک نہوگا اور دوسری صورتمین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ صید مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم
سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہے
مسائل مین یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کتاب الصید سے یہ ہے کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین ہو لغۃ حبس الشئ وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے
خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شیء مالی ای جعل الشئ محبوساً لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع مین حبس عبارت ہے
مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ہم شارح نے حبس شے کی تفسیر جعل الشئ محبوساً اسواسطے کی کہ راہن
حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شے کا محبوس کر دینے والا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام ہے اوس رہن
مین جو راہن کا فعل ہے نہ اوس رہان مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اوسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور
باغ مرہون بحق یمکن استیفاؤہ ای اخذہ منہ کلا او بعضاً کان کانت قیمۃ المرہون اقل من الدین رہن عبارت ہے حبس شے سے بعوض اوس
حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شے مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق
کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹھہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لا ان
الغائب لا یمکن استیفاؤہ من الرہن الا اذا صار دیناً حکماً کما سیجئ چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے ممکن ہے نہ کہ دین سے اسواسطے مراد ہوا کہ
عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا
کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو
اوسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہین بر خلاف دین کے کہ اوسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اوسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ وہو
کدین وجب ظاہراً وباطناً او ظاہراً فقط کثمن عبد او خل وجد حراً او خمراً خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن

مین واجب ہو یا بلفظ ظاہر مین واجب ہو جیسے ایسے غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا دوسرے کا جو حر ثابت ہوا ھم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا یا ئع
پر اوسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور دوسرے کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع
مین تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او ضمنا کا لاعیان المضمونة بالمثل او
القیمة کما سیجئ خواہ دین حکمی ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم مضمون بالمثل او بالقیمة
کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہین تاج الشریعة نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے کہ تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا
مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہین ہے اور چنانچہ مقبوض
علے سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا
تاوان یعنی درصورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہو نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین کہا کہ عین مضمون بنفسہ کے عوض رہن
رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی حاشیہ مین ہے تو رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض
اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہین سو جائز نہین ہے اور اسیطرح رہن
بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہین چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کو پاس
قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہان مگر اعیان مضمونہ بالقیمة سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے
خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الحاشیہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہین ہوتا مگر دین مین
خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونه غیر لازم وحینئذ فللراهن تسليمه والرجوع عنه كما في الهبة اور رہن
منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت مین تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ
ہبہ مین جائز ہے ھم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہین ہے رہن کہنے مین فاذا سلمه وقبضه المرتهن
حال کونه محوزا لا متفرقا كثمر على شجر مفرغا لا مشغولا بحق الراهن كشجر بدون الثمر مميزا لا مشاعا ولو حكما بان اتصل المرهون
بغير المرهون خلقة كالشجر مستقر لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اس حالتمین کہ مرہون مجتمع اور
مقسوم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ
شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد
تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ھم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز
نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا
افاد ان القبض شرط اللزوم كما في الهبة وصحح في المجتبى انه شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم
ہو جانیکی شرط ہے جیسے ہبہ مین قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی مین اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ھم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے
کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہین اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہین بدون قبض کے والتخلية بين
الرهن والمرتهن قبض حكما على الظاهر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ مین یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ مین
تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اوسکو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ھم تخلیہ یہ کہ راہن
مرہون کو ایسے موضع مین رکہدے کہ مرتہن اوسکو لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل
کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانها فيه ايضا قبض تخلیہ رہن مین قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وهو مضمون

اذا هلك بالاقل من قيمته ومن الدين۔ اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
هم یعنی مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو دین ساقط ہو جاویگا اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو قصداً
تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ تحفہ میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو تلف بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ شرط ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا مالک اور ہنوز جو باقی
مثلاً اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر بروز القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی المحیط۔ وعند الشافعي امانة۔ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قيمته
يوم القبض لا يوم الهلاك كما توهمه والاشباه بحث الفقه للشمولكا خلاف المصنف۔ اور مرہون کی قیمت معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الہلاک کی قیمت جیسا وہم کیا گیا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے خلاف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المعتبر
يوم الرهن اذا لم يبين المقدار اى مقدار ما يريد من الدين ليس بمضمون في الاصح كذا في القنية والاشباه۔ جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گرو کے
کے جسکے مقدار اوس دین کی مذکور نہو یعنی جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اوسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے هم یعنی
مرتہن سے کہا کہ یہ چیز رہن کے طور پر پاس رکھ دو کبھی کچھ قرض میں تمسے لونگا اور مقدار قرض نہ بیان کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان هلك في ساوت قيمته الدين صار مستوفيا دينه حكما۔ سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او وان كان
اكثر فالفضل امانة فيضمن بالتعدي۔ یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زیادہ ہے وہ امانت ہے تو اوسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب تک
مرتہن تعدی کر کے اوسکو ہلاک نہ کرے تو ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی کر کے اوسکو ہلاک کریگا او بنقصت سقط بقدره ورجع المرتهن بالفضل لان الاستيفاء
بقدر المالية۔ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے پھر لیوے کیونکہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے
ہے هم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے مرتہن کو گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا
بیس درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے پھر لیگا وضمن المرتهن بدعواه
الهلاك بلا برهان مطلقا سواء كان من اموال الظاهرة او الباطنة وخصه مالك بالباطنة۔ تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعویٰ ہلاک پر
بن شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے وله طلب دينه من راهنه وله حبسه وان كان الرهن في يده لان الحبس جزاء مطله اور مرتہن
کو پہنچتا ہے اپنا دین طلب کرنا اوسکے راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اوسکے دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی
مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے وله حبس رهنه بعد الفسخ للعقد
حتى يقبض دينه او يبرئه لان الرهن لا يبطل بمجرد الفسخ بل يبقى رهنا ما بقي القبض والدين معا فاذا فات احدهما لم يبق رهنا
یعنی اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے
اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ
قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب باقی نہ رہیگا کذا فی البرجندی والتقدم غيرها لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس
ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن او راهن الا باذن كل للآخر۔ جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے کسی طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

لئے ہے یعنی مکان کی سکونت سے یا کپڑے کے پہننے سے اور یا اجارہ پر دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسیکو درست نہیں مگر اذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے م غرض یہ ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور
ہے لیکن یہ انتفاع راہن مجمع سے یا خود یہ اور غایۃ البیان میں اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو ربا ہے م جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو ربا ہے اسی لئے
بعض علماء اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ
اگر عقد رہن میں استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو ربا ہے اور اگر شرط نہیں تو ربا نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ
اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درخت کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہی اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
میں آویگا م غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن کرتے ہی انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہدین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کا مشروط ہے یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ہی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن م بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودھ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوسکے دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرتہن لیگا م یا مگر دونے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اوسکا
دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکی چند مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا لینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے
یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اور اوسکی عبارت میں کچھہ ساقط ہوگیا ہے فلو فعل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ
پھر اگر مرتہن نے مرہون سے بلا اجازت انتفاع کیا قبل اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتہن دینہ
امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کردینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دو بار مستوفی
نہ ٹھہر جائے م اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا یا وجود لینا مرتہن استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تکرار استیفا لازم آتا ہے اور اس
صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جائے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یأتمنہ بہ ثم
مگر ان صورتوں میں احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اوسکو مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے م یعنی حق
مرتہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء
دین کیواسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن حمل
وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
بلد رہن کے غیر شہر میں تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جائیگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القهستاني عن الذخيرة انه لو لم يقدر على احضاره اصلا مع قيامه لم يؤمر به انتهى فليحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ
مرتہن عقد رہن کے شہر مین ہو ولكن للراهن ان يحلفه بالله ما هلك لیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہو
تلف نہین ہوا ہی یعنے در صورت عدم احضار وهذا كله اذا ادعى الراهن هلاكه اما اذا لم يدع فلا فائدة في احضاره وكذا الحكم عند كل
نجم حل اه یعنے سب مذکور اوسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہو جائیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور یہی حکم ہے ہر ایک اوس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہنچ گئی ھ یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہوا اور قسط کی مدت
آ گئی اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنة وقال به ولا دفع ما لم يتعين الراهن
ان يكون بغير مكان العقد والحمل لحمل المؤنة چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہو اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن جو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی بار برداری مین دشواری ہو یعنی
در صورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن نے بھی ہلاک ہونا دعوی کیا ہو یا نہو كذا النحو او لا دون دعوے مدينه فهذا
وهذا في النهاية يدل کی اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ھ یعنی یہہ تو یہ قول شارح ہی ہدایہ اور نہایہ کے خلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسے استیفا ہر کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے بھی احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہو کہ اگر راہن نے بھی ہلاک ہو تو احضار ضروری تا اوسکی خاطر جمع ہو جائے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا يكلف من قضی
قد طلب دينه احضار رهن قد وضع عند العدل بامر الراهن اہ پس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسی رکھا ہو معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا تب اوسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن
رهن باعه المرتهن بامره ای بامر الراهن حتى يقبضه لانه صار دينا اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچڈالا
ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے بعدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہی راہن کا بیع کیواسطے وحينئذ فاذا قبضه ای الثمن يكلف
احضاره لقيام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام
مبدل کے ھ بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اوسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا يكلف مرتهن سعر رهنه تمكين الراهن من بيعه ليقضي دينه بثمنه لان حكم الرهن الحبس الدائم
حتى يقبض دينه اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہی وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تاکہ وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا يكلف من قبض بعض دينه او ابرا بعضه تسليم بعض رهنه حتى يقبض البقية من
الدين او يبرئها اعتبارا بحبس المبيع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ھ یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراسے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین وعلى المرتهن ان يحفظه بنفسه وعياله كالوديعة
اور مرتہن پر یہہ واجب ہی کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہی ھ حفظ عیال مین ساکنت
معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرتہن اپنی زوجہ کے حفظ مین دیوے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ زوج کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وشرح ابن الخ

بِغَیرِہِم کَمَا مَرَّ فِیہَا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کراویگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان
مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وَضَمِنَ بِاِیدَاعِہِ وَاِعَارَتِہِ وَاِجَارَتِہِ وَاِستِخدَامِہِ وَتَعَدِّیہِ کُلَّ قِیمَتِہِ فَیَسقُطُ الدَّینُ بِقَدرِہِ اور
مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط
ہوجاویگا بقدر اوسکے یعنے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وَکَذَا یَضمَنُ کُلَّ قِیمَتِہِ بِجَعلِ خَاتَمِ الرَّہنِ فِی خِنصَرِہِ سَوَاءٌ جَعَلَ فَصَّہُ لِبَاطِنِ کَفِّہِ اَولَا یعنے
برجندی الیسری او الیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے بائین یا داہنی چھنگلی مین
بنا بر اوس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین رکہے یا نرکہے اسیکا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لٰکِن قَدَّمنَا فِی الحَظرِ عَنِ البُرجَندِیِّ فِیہَا اَنَّہُ شِعَارُ الرَّوَافِضِ وَاَنَّہُ یَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنہُ فَتَنَبَّہ قُلتُ وَلٰکِن جَرَتِ
العَادَۃُ فِی زَمَانِنَا بِلُبسِہِ کَذٰلِکَ فَیَنبَغِی لُزُومُ الضَّمَانِ قِیَاسًا عَلٰی مَسئَلَۃِ السَّیفِ الاٰتِیَۃِ فَلیُحَرَّر لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے
کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیونکی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون ولیکن ہمارے زمانے مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی
پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لَا بِجَعلِہِ فِی
اِصبَعٍ اُخرٰی اِلَّا اِذَا کَانَ المُرتَہِنُ امرَاَۃً فَتَضمَنُ لِاَنَّ النِّسَاءَ یَلبَسنَ کَذٰلِکَ فَیَکُونُ استِعمَالًا لَا حِفظًا ابن کمال مُعزِیًا لِلزَّیلَعِیِّ
ضمان لازم نہوگا سوا چھنگلی کے دوسری اونگلی مین پہننے سے مگر جس صورت مین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ
عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیون مین بھی پہنتی ہین تو اونکے حق مین یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کر کے
ہم یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہین کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اسصورت مین تلف ہوجانے
سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وَمِثلُہُ تَقَلُّدُ سَیفَیِ الرَّہنِ لَا الثَّلٰثَۃِ فَاِنَّ الشُّجعَانَ یَتَقَلَّدُونَ فِی
العَادَۃِ بِسَیفَینِ لَا الثَّلٰثَۃِ اور انگوٹھی کی مانند دو تلوار رہن کا باندھنا ہے نہ تین تلوار رہن کا اسواسطے کہ بہادر عادت مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین
یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندہین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندہین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال
وَفِی لُبسِ خَاتَمِہِ اَی خَاتَمِ الرَّہنِ فَوقَ اٰخَرَ یُرجَعُ اِلَی العَادَۃِ فَاِن کَانَ مِمَّن یَتَجَمَّلُ بِلُبسِ خَاتَمَینِ ضَمِنَ وَاِلَّا کَانَ حَافِظًا فَلَا یَضمَنُ
اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن اُن لوگون مین سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان
پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اُن لوگون مین نہین ہے تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان ندیگا تَوَاِن قَضٰہُ بِہَا اَی بِالقِیمَۃِ المَذکُورَۃِ مِن جِنسِ الدَّینِ
یَلتَقِیَانِ قِصَاصًا بِمُجَرَّدِہِ اَی بِمُجَرَّدِ القَضَاءِ بِالقِیمَۃِ اِذَا کَانَ الدَّینُ حَالًّا وَطَالَبَ المُرتَہِنُ الرَّاہِنَ بِالفَضلِ اِن کَانَ ثَمَّۃَ فَضلٌ پہر اگر مرتہن نے
قیمت مذکورہ اداکی دین کی جنس سے تو دونو ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہوجاوینگی مجرد اداکرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن اُس
سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دراہم اور دنانیر دو جنس مختلف ہین چنانچہ معدن مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی وَاِن کَانَ الدَّینُ مُؤَجَّلًا یَضمَنُ المُرتَہِنُ قِیمَتَہُ وَتَکُونُ رَہنًا عِندَہُ فَاِذَا حَلَّ الاَجَلُ اَخَذَہُ بِدَینِہِ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اوسکی
قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پہر جب بت دین کی ادیگی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وَاِن قَضٰہُ بِالقِیمَۃِ مِن خِلَافِ
جِنسِہِ کَانَ الضَّمَانُ رَہنًا عِندَہُ اِلَی قَضَاءِ دَینِہِ لِاَنَّہُ بَدَلُ الرَّہنِ فَاَخَذَ حُکمَہُ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی خلاف جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن
رہیگا مرتہن کے پاس اوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین وَاُجرَۃُ بَیتِ حِفظِہِ وَحَافِظِہِ
وَمَاوَی الغَنَمِ عَلَی المُرتَہِنِ اور مرہون کی حفاظت کی گہر کا کرایہ اور اوسکی نگہبانی کی اجرت اور بہیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے وَاُجرَۃُ
رَاعِیہِ لَو حَیَوَانًا وَنَفَقَۃُ الرَّہنِ وَالخَرَاجُ وَالعُشرُ عَلَی الرَّاہِنِ اور مرہون کی چرانے والیکی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی
المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اس میں یہہ طور ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور اوسکی باقی رکھنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب
ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسکے حق کیواسطے ہو ع
نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والیکی اور چارہ اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصلحۃ واعلم
انہ لا یلزم شئ منہ لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہہ جان رکھہ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اوس میں سے کچھہ لازم نہوگا اگر
مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ع چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن پاس زخم
لگا ہو تو شرط کرنے سے یہہ اوس راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وانما قولہ ولا یجعل الآبق ورد جزء منہ کمداواۃ جرح لانہ
ید لا ای ال المرتہن ثم تقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کو ایسا
مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیکا لیکا اجر یا اوسکی کسی جزو کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ منقسم ہو مضمون اور امانت
پر سو جسقدر مضمون ہے اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ع مثلا دین سو درم ہے اور
غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضامن مرتہن ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم خرچ ہوئے
تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کی برابر ہے یا کم ہے تو اوسکا
خرچ پھیر لانیکا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا
وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الاخر کان متبرعا الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الاخر فحینئذ یرجع وبمجرد امر القاضی
بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اور اوسکا دعوی
نہیں کر سکتا مگر یہہ کہ قاضی اوسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس
تصریح کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ یہہ ملتقط میں ہے ع وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا لہما فی
وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نکرے
برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ع یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ
القابض راہن نے کہا کہ یہہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے
کہ وہ قابض اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف
اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکی پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عاریتی
مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا ویسقط الدین لاثباتہ الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی
کی مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضہ فالقول للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف
ہوا اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف
ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکے دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فللراہن لاثباتہ الضمان بزازیہ
اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اوسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یجوز لہ السفر بہ بالرہن

إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا كَمَا فِي الوَجِيزِ أَوْ إِنْ كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ولیت میں
سفر مین لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانیکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وَكَذَا الِانْتِقَالُ عَنِ البَلَدِ وَكَذَا العَدْلُ الَّذِي
الرَّهْنُ فِي يَدِهِ كَمَا فِي العِمَادِيَةِ مَعْزِيًّا لِلْعُدَّةِ عَلَى خِلَافِ مَا فِي فَتَاوَى القَاضِيَيْنِ وَلَعَلَّ مَا فِي العُدَّةِ قَوْلُ الإِمَامِ وَمَا فِي الفَتَاوَى قَوْلُهُمَا كَمَا يُفِيدُهُ
كَلَامُ القُنْيَةِ اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح اوس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضے میں
مرہون ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے عدۃ سے منقول برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی اور شاید کہ جو روایت عدۃ
مین ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونون فتاوی مین وہ صاحبین کا قول ہے چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے هم شاید کہنے کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے
کہ فتاوی قاضی خان مین قول صاحبین کا صریحًا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی فَائِدَةٌ فِي الحَدِيثِ إِذَا عَمِيَ الرَّهْنُ فَهُوَ بِمَا فِيهِ قَالُوا مَعْنَاهُ إِذَا
اشْتَبَهَتْ قِيمَتُهُ بَعْدَ هَلَاكِهِ بِأَنْ قَالَ كُلٌّ لَا أَدْرِي كَمْ كَانَتْ قِيمَتُهُ ضَمِنَ مَا فِيهِ مِنَ الدَّيْنِ كَمَا ذَكَرَهُ المُصَنِّفُ أَوَّلَ البَابِ فائدہ حدیث مین ہے
کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہے جسمین وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اوسکے
ہلاک ہوجانیکے بعد اسطرح کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دیگا اوسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تھا
یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوچکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین هم یہہ حدیث مسند اور
مرسل دونون طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل
ابوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

بَابُ مَا يَجُوزُ ارْتِهَانُهُ وَمَا لَا يَجُوزُ

یہہ باب ان مسائل مین ہے
کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لَا يَصِحُّ رَهْنُ مُشَاعٍ لِعَدَمِ كَوْنِهِ مُمَيَّزًا كَمَا مَرَّ صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے
ممتاز اور جدا نہونیکے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مُطْلَقًا مُقَارِنًا أَوْ طَارِيًا مِنْ شَرِيكِهِ أَوْ غَيْرِهِ يُقْسَمُ أَوْ لَا مشاع کا رہن مطلقًا صحیح نہین
خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثُمَّ الصَّحِيحُ أَنَّهُ فَاسِدٌ
يُضْمَنُ بِالقَبْضِ وَجَوَّزَهُ الشَّافِعِيُّ پھر یہہ دریافت کرنا چاہیئے کہ مذہب صحیح یہہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہے مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا
اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز کہا ہے هم انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن
صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا
منعقد نہوگا اوسیکا رہن باطل نام ہے وَفِي الأَشْبَاهِ مَا قَبِلَ البَيْعَ قَبِلَ الرَّهْنَ إِلَّا فِي أَرْبَعَةٍ المُشَاعِ وَالمَشْغُولِ وَالمُتَّصِلِ بِغَيْرِهِ وَالمُعَلَّقِ عِتْقُهُ
بِشَرْطٍ قَبْلَ وُجُودِهِ غَيْرِ المُدَبَّرِ فَيَجُوزُ بَيْعُهَا لَا رَهْنُهَا اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے
اوسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوای چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اوسکے
وجود کے سوای غلام مدبر کے تو ان چار دن کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا انکا جائز نہین هم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ مشغول
بملک راہن مانع ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کیصورت یہہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد
ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہین ان مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وَفِيهَا
الحِيلَةُ فِي جَوَازِ رَهْنِ المُشَاعِ أَنْ يَبِيعَهُ النِّصْفَ بِالخِيَارِ ثُمَّ يَرْهَنَهُ النِّصْفَ ثُمَّ يَفْسَخَ البَيْعَ قَالَ المُصَنِّفُ وَفِيهِ نَظَرٌ وَلَعَلَّهُ مُفَرَّعٌ
عَلَى الضَّعِيفِ فِي الشُّيُوعِ الطَّارِي اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا یہہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے
پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کرڈالے مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہے اور شاید کہ یہہ حیلہ متفرع ہے شیوع
طاری مین ضعیف قول پر هم برہان مین ابو یوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہین کذا فی الطحطاوی

قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لایخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کل یکون رھن المشاع ابتداء اکما بسطہ
فی تنویر البصائر فقنیہ مین کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ ترد خیار دو حال سے خالی نہین
کہ باقی رہیگا اوسکی ملکیت یا اوسکی ملک کیطرف عود کریگا اور ہر حال مین شاع کا رہن ابتداءً ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خیرالآ
رمناھم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہرا یہ
بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نگیا پر جب اوسکی ملک سے باہر نگیا تو
اوسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکہا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے
نزدیک ملک مشتری مین داخل ہوگیا تو رہن رکہنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل منیۃ المفتی اراد رھن نصف داد مشاعا یبیع نصفھا من طالب الرھن
ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرھن بالثمن واعتمد
ابن المصنف فی زواھر الجواھر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہی ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گہر مین
نصف غیر مقسوم کے رہن رکہنے کا ارادہ کیا تو اوسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
اور مشتری گہر پر قبضہ کرے پہر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گہر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے ھم اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکہا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار ہوجاویگا تو اوسکے حساب کے موافق ثمن گہٹ جاویگا وفیہا الشائع الثابت ضرورۃ
لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدھما رھنا والاخر بضاعۃ عندک فان نصف کل منہما یصیر رھنا بالدین
احدھما لیس باولی من الاخر فیشیع الرھن فیھما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکہہ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکہہ
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹہرجاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شایع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رھن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع
ارض اونخل اوبناء بدونھا اور جائز نہین رہن رکہنا اوس پہل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وکذا عکسہ بان رھن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اوسکے عکس مین چنانچہ رہن رکہنا درخت
کا بدون پہل اور زمین کا رہن رکہنا بدون درخت کے ھم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا ولاصل
ان المرھون متی اتصل بغیر المرھون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرھون وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز
رھن الارض بلا الشجر اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رھن الشجر بمواضعھا او الدار بما
فیہا جاز ملتقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھ یا گہر رہن کیا اوسکے ساتھ جو اوسکے اندر ہے تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ یہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی القنیۃ رھن دارا والحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران
صح فی العرصۃ ولا یضر اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر رہن رکہا اور حالانکہ اسکی دیوارین

مشترک ہین فیما بین راہن اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی ہین اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلیے
کہ وہ تابع ہے نہ اصل ھ تتمہ مین یون ہی روایت یون ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیوارون نہین کذا فی الملتقط ولا رہن
الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والموقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف
کا لما ذکرنا لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن رکہنا
درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے چنانچہ ودیعت
اور امانت ھ اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب استیفا ہی مرتہن کیواسطے تو
رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تاکہ قبض مضمون واقع ہوا اور استیفا دین اوسی سے ہو سکے اور امانت کے قبض مین ضمان
نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن
بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا ھ رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ
رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور
رہن بالدرک کی تفسیر یہہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن
کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا
لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا
نہین وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح
ہے ولا بالعین مضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہین
عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن سے ہے پہر اگر مبیع بائع کے
پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ھ بائع نے مشتری کے ہاتہہ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے
رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے
ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہین حاضر ضامنی کے
بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہوا اور اگر بالضامن ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہی تو یہہ رہن
درست ہی کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا
کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے مرہون بہ یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال
ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطأ لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب
ممکن ہونے دیت کی مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن
لینا جائز نہین اوس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ
اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر وبالعبد
الجانی او المدیون اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین واذا لم یصح
الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض
باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے حالت جیسی تھی تو مفت تلف ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل کیا اسواسطے کہ یہہ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض
مرتہن کا امانت اور نہیں کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانھا من مسلم او ذمی للمسلم اے لا یجوز للمسلم
ان یرہن خمراً او یرتہنھا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی
مسلمانکو یہہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دیوے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہ اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق کا مسلم میں متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ اے للمسلم مرتہنھا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان
نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان نے خمر کو رہن رکہا اور وہ تلف ہوجاوے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں
جو اوسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومھا عندھم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان
کے پاس رہن رکہے اور وہ تلف ہوجاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک
وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسھا اے بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح
ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سے یا اوسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور
بدل صلح کا عمد آخون سے ہ اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا
کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنھا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسھا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر
دریافت کرکہ اعیان یعنی اشیا وغیرہ دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اوسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتیں دوسری عین
غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور
مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر میں ہے ہ تفصیل اسکی درر میں یون ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اوسکا
تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پہیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی
قیمت پہیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہوجاوے بدون تعدی کے تو اوسکی مثل میں کچہ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو رد
امانت نہ رہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب ومانند اوسکی اور فقہا اوسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہہ
رکہتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اوسکی یہہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یا اوسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہوچکا
اور شی مثلی یا قیمی کی ہلاکت میں اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹہیری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جسکا
ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ بمضمون ہے جیسی مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہیں لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
وصح بالدین الموعود بان رھنہ لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا یجبر کما مر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ
دین موعود کے اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو کی تا مرتہن اوسکو قرض دیوے اسیقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پہر اگر مرتہن اوسکو بعض دیوے یعنی مثلا نصف دے
اور باقی نہ دے تو اوسپر جبر نہیں کذا فی الاشباہ ہ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اوسقدر
پر مرہون محبوس رہیگا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہیں اسلیئے کہ عقد رہن کا حقیقت رہن سے تو تبرع نہیں حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر
جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ھلک ھذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن
جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فھو مضمون بالقیمۃ پہر جبکہ یہہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اوسپر
تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ھٰذا اذا سمّٰی قدر الدین
فَاِنْ لَمْ یُبَیِّنْہُ لَمْ یَکُنْ مضمونًا فی الاصحّ کما مرّ فی المقبوض علٰی سَوْمِ الرَّھْنِ بِاَنْ رَھَنَہٗ علٰی اَنْ یُعْطِیَہٗ شیئًا فھلک فی یدہٖ ھل
یَضْمَنُ خلافٌ بَیْنَ الْاِمَامَیْنِ مذکورٌ فی البزازیۃ وغیرھا والاصحّ انّہ غیر مضمونٍ وقد تقدّم انّ المقبوض علٰی سوم الرھن اذا لم یُبَیَّن
المقدار غیر مضمونٍ فی الاصحّ م یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو
پھر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح میں چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر یہ اسطرح کہ
رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھہ دیدیوے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے دو اماموں میں
جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمیں تاوان نہیں ہے اور متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وَصَحَّ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِیْہِ اور صحیح ہے رہن سلم کے راس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے م ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اسکو علٰحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ فی المجلس تمّ الصرفُ والسَّلَمُ وصار المرتھن مستوفیًا حکمًا خلافًا
للثلٰثۃ پھر اگر مرہون تلف ہو گیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہو گیا اور مرتہن پانیوالا ٹھہر گیا حکمًا برخلاف ائمہ
ثلثہ کے م یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کی برابر تھا اگر زیادہ تھا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر کم تھا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وَاِنِ افْتَرَقَا قَبْلَ نَقْدِہٖ وَھَلَاکِہٖ بَطَلَا اَیِ السَّلَمُ وَالصَّرْفُ اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے م
وجہہ بطلان یہہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے وَاَمَّا الْمُسْلَمُ فِیْہِ فَیَصِحُّ مطلقًا
اور مسلم فیہ تو مطلقًا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہو گیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ
تمّ العقدُ وصار عوضًا للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ عوض ہو گیا مسلم فیہ کا وَلَوْ لَمْ یَھْلِکْ وَلٰکِنْ تَفَاسَخَا السَّلَمَ وَبِالْمُسْلَمِ
فیہ رھنٌ فھو رھنٌ برأس المال استحسانًا لانّہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروی استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجای مسلم فیہ کے قائم
ہو گیا وَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ بَعْدَ الْفَسْخِ الْمَذْکُوْرِ ھَلَکَ بِہٖ اَیْ بِالْمُسْلَمِ فِیْہِ فیلزم ربَّ السَّلَمِ دفعُ المسلم فیہ لبقاء الرھن حکمًا الٰی
اَنْ یَّھْلِکَ اور اگر مرہون ہلاک ہو گیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکمًا
اوسکے ہلاک ہونے تک م یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکے بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہو گیا کذا فی المنح وَلِلْاَبِ اَنْ یَّرْھَنَ بِدَیْنٍ کَائِنٍ عَلَیْہِ عبدَہٗ
لِطِفْلِہٖ لانّ لہ ایداعہ فھٰذا اَوْلٰی لانّہ مضمونًا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اوس دین کے
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان وَالْوَصِیُّ کَذٰلِکَ اور وصی کو بھی اسیطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز
ہے وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ لَا یَمْلِکَانِ ذٰلِکَ اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکا مالک نہیں یعنی اوسکے غلام کے رہن رکھنے کو ثُمَّ اِذَا ھَلَکَ
ضَمِنَا قَدْرَ الدَّیْنِ لِلصَّغِیْرِ لَا الْفَضْلَ لِاَنَّہٗ اَمَانَۃٌ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاوے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دیوینگے زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وَقَالَ التمرتاشی یَضْمَنُ الْوَصِیُّ الْقِیْمَۃَ لِاَنَّ لِلْاَبِ اَنْ یَّنْتَفِعَ بِمَالِ الصَّبِیِّ بخلاف

الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرھا بالتسویۃ بینھما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال
سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہین لیکن ذخیرہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہے وللاب ان یرھن ماله عند ولده الصغیر بدین له علیه ای علی الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس اپنے اوس
دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ھم فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی ماں کا مہر جو باپ کر دمہ ہے و یحبسه لاجله ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی
فانه لا یملك ذلك سراجیه اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہے کذا فی السراجیۃ
وکذا عکسه فللاب رھن متاع طفله من نفسه لانه لوفور شفقته جعل کشخصین وعبارتین کشرائه مال طفله اور اسیطرح حکم ہے اسکی
بالعکس مین تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور
اوسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ باہم دو شخصون
کے ہو بخلاف الوصی لانه وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رھن ولا بیع وتمامه فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ
وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہے ھم اصل یہہ ہے کہ ایک شخص بیع
اور ہبہ کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ مین اوسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہین کیونکہ
اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح رھن عبدا او خل او ذکیۃ ان ظھر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ
میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ یہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے
ھم فائدہ صحت رہن کا یہہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہونا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی
وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلك ان لا دین علیه والاصل ما مران وجوب الدین ظاھرا یکفی لصحۃ الرھن والکفیل
اور رہن صحیح ہے اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تھا واقع مین اور قاعدہ کلیہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر
مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز
رہن رکھدی پھر دونون نے باہم ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل مین یہہ ہے کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن
کیواسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر وصح رھن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور
وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین مین کذا فی الدرر فان رھن المذکور بخلاف جنسه فھلك بقیمته وھو ظاھر پھر اگر چاندی یا
سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اوسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو
ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسه وھلك ھلك بمثله وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لھما من الدرر اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی ہی
جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت مین برخلاف صاحبین کے ھم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے
نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل مین اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلا کسی نے دس درہم کے وزن
چاندی رہن رکھی دس درہم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درہم تھی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے
اور اگر قیمت دس درہم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہے خلاف جنس سے کذا
فی شرح ملا مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس فان تساویا فظاھر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراھن وان الرھن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہین مرہون کے جید اور کھرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہے یعنی
دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے اور اگر تلف ہوگیا یعنی مرتہن پر اسکا

نقصان نہیں کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ باع عبداً علی ان یرهن المشتری بالثمن شیئاً بعینہ او یعطی کفیلاً کذلک بعینہ صح غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ھم اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعیین بائع
اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی ولا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مرّ انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع فسخہ لفوات الوصف
المرغوب اور در صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اوسکے راضی نہوگا
پھر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جاے الا ان یدفع المشتری الثمن حالاً او یدفع قیمۃ الرهن المشروط
رهناً لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا
بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اوسکے خلاف ہے حاصل جواب یہ ہے کہ
استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری لبائعہ وقد اعطاہ
شیئاً غیر مبیع امسک هذا حتی اعطیک الثمن فهو رهن لتلفظه بما یفید الرهن والعبرة للمعانی خلافاً للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے
سوای مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکھ یہانتک کہ میں تجکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا بسبب لفظ کہنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اوسکا مادہ شرط نہیں ولو
کان ذلک الشیء الذی قال له المشتری امسکه هو المبیع الذی اشتراه بعینه لو بعد قبضه لانه حینئذ یصلح ان یکون رهناً بثمنه
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ یہ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ھم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبله لا یکون رهناً لانه محبوس
بالثمن قبله اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادای ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
ھم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثه کلحم وخبز فابطأ المشتری
وخاف البائع تلفه جاز بیعه وشراؤه ولو باعه بازید تصدق به لان فیه شبهة باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکھا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادای ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اوس کے
تلف ہو جانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خریدنا جائز ہے اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا ھم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہوا یا نہو رهن رجل عیناً عند رجلین
بدین لکل منهما صح وکله رهن من کل منهما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردون کے پاس رہن رکھی بدلے اوس قرض کے جو
دونوکا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونو شخصون کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونو شریک نہون ھم یہ نہیں ہے کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ
متجزی نہیں تو وہ محبوس ہے ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصون کو تو امام کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ
سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تهایئا فکل واحد منهما فی نوبته کالعدل فی حق
الآخر هذا لو مما لا یتجزأ وان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع له کله ضمن عنده خلافاً لهما واصله مسئلة الودیعة

پہر اگر وہ تو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باری لی تو ہر مرتہن اپنی باری مین مثل عادل کی مانند ہی دوسرے مرتہن کے حق مین یہہ اوس صورت مین ہی جبکہ
مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گہوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم
ہے اگر ایکنے دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک دوسرا تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے
کذا فی الزیلعی ھم دافع پر ضمان نصف لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جب چیز قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکہی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی
تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافاً للصاحبین ولو ھلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے
حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اسواسطے کہ استیفا تجزی سے
کذا فی الدرر فان قضے دین احدھما فکلہ رھن للآخر لما مر ان کل العین رھن فی ید کل منھما بلا تفرق پہر اگر راہن نے ایک
مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتہہ مین رہن ہی بلا تفرق یعنی بلا
تجزی وان رھنا رجلاً رھناً واحداً بدین علیھما صح بکل الدین ویمسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر
دو شخصون نے ایکمرد کے پاس ایک چیز رہن رکہی عوض اوس دین کے جو دونو پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس
رکہیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اس صورت مین شیوع نہین ہے ھم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہی کذا فی الدرر
ولو رھن عبدین بالف لا یاخذ احدھما بقضاء حصتہ لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض
ہزار کے رہن رکہے تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ ادا کرکے نہین لیگا بسبب محبوس ہونے دونو غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس ہوتا
ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منھما شیئاً من الدین لہ ان یقبض احدھما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع
لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرھن لا البیع ھو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچہہ دین مقرر کر دیا یعنی یون کہا کہ یہہ غلام
بعوض ستر درم کے رہن رکہتا ہون اور وہ غلام بعوض ۴۰۰ کے رکہتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اوسقدر دین جو
اوسکے واسطے معین کر دیا تہا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہی ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ عقد
رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسری عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے
تعدد عقد کا نہین ہوتا لہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسری مین تو بیع باطل ہو جاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہی تفریق صفقہ
سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہی کہ ناقص کو عمدہ کے ساتہہ ملاکر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہی اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی
روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچہہ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح بجائے
تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن مین وبطل بینۃ کل منھما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان
کل واحد رھنہ ھذا الشیٔ کعبد مثلاً عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رھناً لھذا وکلہ رھناً لذلک فی آن واحد ولا یمکن تنصیفہ
للزوم الشیوع فتہاترتا فبقیتا فیھلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردون کے گواہ اگر دیر باطل ہین اسقدر مین کہ اون
مردون نے اوسکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلاً غلام کو رہن رکہا اور ہر ایک نے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام
کا اوسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہی اور اوسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونو گواہیان ساقط
ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچہہ حکم نہین ہوتا ھم حق یون
ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہی نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہی اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہی اسلئے کہ مرتہن دو
مرد ہین اور راہن ایکمرد ہی کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اوسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع ھذا اذا لم

یؤرخا فان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولیٰ وکذا اذا کان الرهن فی ید احدهما کان ذو الید احق لقرینة
سبقه یعنی بطلان شہادتین کا اوسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا اولیٰ تر ہی
اور اسیطرح جبکہ مرہون ایک مدعیکے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اوسکی سبقت کی قرینہ سی یعنی اوسکا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اوسکے
سبقت کی ولو مات راهنه ای راهن العبد مثلاً والحال ان الرهن معهما ای فی ایدیهما اولا اولیس العبد معهما فان
الحکم واحد زیلعی فبرهن کل کذلك کما وصفناه کان فی ید کل واحد منهما نصفه ای العبد رهنا بحقه استحسانا
لانقلابه بالموت استیفاء والشائع یقبله اور اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون اونکے ساتھہ ہی یعنی اونکے قبضے مین ہے یا
قبضے مین دونونکے نہین دونو صورتونمین ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پہر ہر مرتہن اوسیطرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اوسکو بیان کیا ہی یعنی ہر مرتہن
کے گواہ نے یہہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعیکے پاس رہن رکھا اور اوسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض مین نصف نصف غلام رہن رہیگا
اوسکے حق یعنی اوسکے دین کے بدلے ازروی استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے
قیاس یہہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سی مقصود حبس ہے استیفاء دین کیواسطے اور حبس یہان نہین ہوسکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہہ
ہے کہ حقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہی اور حکم رہن کا زندگی راہن مین حبس تہا اور شائع اوسکو قبول نہین کرتا اور راہن کی
موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچکر اوسکی ثمن سی اور شائع اسکو قبول کرتا ہی کذا فی المنح اخذ عمامة المدیون لتکون رهنا عنده
لم تکن رهنا واذا هلکت تهلك هلاك المرهون قال وهذا ظاهر اذا رضی المطلوب بترکه رهنا عمادیه ومفاده انه ان رضی
بترکه کان رهنا والا لا وعلیه یحمل اطلاق السراجیة وغیرها کما افاده المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لیتا اوسکی پاس رہن رہے
تو وہ پگڑی رہن نہٹہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہہ حکم یعنی
اوسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اوسکی رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ اور اس کلام سی مستفاد ہوتا ہی کہ اگر مالک
اوسکی رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہی اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہی
چنانچہ مصنف نے اسکو شرح مین بیان کیا ہی سراجیہ مین یون ہے کہ جب مدیون کی پگڑی لی بدون اوسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکہنے کیواسطے تو وہ رہن نہین ہی بلکہ
غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہہ ہے کہ اگر بدون رضا کے مدیون پگڑی لی پہر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور
غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکی عالمگیری مین جواہر الفتاوی سی منقول ہی کذا فی الطحطاوی و فی المجتبی لرب المال حبس مال المدیون رهنا بلا اذنه
وقیل اذا ایس فله اخذه مکان حقه قضاء عن دینه واقره المصنف اور مجتبی مین ہے کہ مالک مال کو جائز ہی کہ مدیون کے مال کو بدون اوسکی اجازت کے
رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہی کہ جب مالک کے پاس ہو تو اوسکو اپنے دین کی جگہہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنیکو درست ہے اور اسکو مصنف نے
ثابت رکہا ہی دفع ثوبین فقال خذ ایهما شئت رهنا بکذا فاخذهما لکن واحد منهما رهنا قبل ان یختار احدهما سراجیه مدیون
نے دائن کو دو کپڑے دئیے پہر کہا کہ ان دونون مین سے ایک کپڑا جسکو تو چاہی رہن رکھہ لے بعوض اسقدر دین کے سو اوسنے دونو کپڑے لئے تو انمین سی ایک کپڑا بہی رہن نہوگا ایک کے اختیار
کرنے سی پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے غصب الرهن کهلاکه الا اذا غصب فی
حال انتفاع مرتهن باذن راهن رہن کا غصب کرنا اوسکی تلف ہوجانیکی مانند ہی تاوان لازم ہونے مین مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اس حالتمین جبکہ مرتہن ہنوز اپنے استعمال مین لایا
ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن رکہا اور راہن نے مرتہن کو اوسمین پڑہنے کی اجازت دی تو اگر پڑہنے کی حالتمین تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلئے کہ نہ مرتہن
پر لازم ہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم حبس ہے پہر جب اسکو استعمال مین لایا مالک کے اذن سے حکم بدلگیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑہنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الوجیز امره بدفع
للدلال فدفعه فهلك لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرتہن دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اوسنے اوسکو دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا حموی وضع المصحف

الرهن فی صندوق فوق ضع علیه قصعة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فهلك ضمن ضمان الرهن لا
ان یادیة ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق مین رکھا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بسبب کے تلف
ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ
دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہین والمودع لا یضمن شیئا قنیه اور امانت دار کچھہ تاوان نہین دیتے بدون تعدی
کے کذا فی القنیه لا اجل فی الرهن یفسده مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت
ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے لزوم ضمان مین برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی مسئلہ
بیعه ومات للمرتهن بیعه بلا حضرة وارثه راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا
اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہے تو وارث نقض بیع نہین کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل
نہین ہوسکتا راہن کے مرجانیسے کذا فی الطحطاوی غاب الراهن غیبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضی لیبیعه بدینه ینبغی
ان یجوز ولو مات ولا یعلم له وارث فباع القاضی داره جاز کذا فی متفرقات بیوع النهر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ
کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہ یہہ ہے کہ بیع جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی
وارث معلوم نہین سو قاضی نے اوسکا گھر بیچڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات مین و فی الذخیرة لیس للمرتهن
بیع ثمرة الرهن وان خاف تلفها لان له ولایة الحبس لا البیع ویمکن رفعه الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنه الرفع
للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز له ان یبیعه اور ذخیرہ مین ہے کہ مرتہن کو جائز نہین مرہون کا پہل بیچنا اگرچہ اوسکے
تلف ہوجانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان مین ہو کہ اسکو
قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پہل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنیسے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم۔

باب الرهن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اوس رہن کے احکام مین جو رکہا جاے عدل یعنی معتمد کے ہاتہہ
مین ہے جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اونکے نائب کے احکام شروع ہوتے ہین یعنی عدل کے اور عدل سے یہان وہ شخص مراد ہے جسکے پاس
مرہون رکہنے پر راہن اور مرتہن دونون راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع مین لیکن
وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل مین چنانچہ بعض مسائل مذکور عنقریب مذکور ہونگے مسمی به لعدالته فی زعم الراهن والمرتهن نائب کا
نام عدل اسواسطے رکہا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان مین ثابت ہے اذا وضعا الرهن علی ید عدل صح ویلزم بقبضه جبکہ
راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتہہ مین رکہدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے و لا یاخذه
احدهما منه اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونون کے حق مرہون سے متعلق ہین راہن کا حق ہے حفظ اور
امانت مین اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین مین تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا و ضمن لو دفع الی احدهما لتعلق حقهما به
اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونو کا حق اوس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے
حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کی حق مین اور ہر شخص دوسرے کا اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدر
فلو دفع فتلف ضمن لتعدیه واخذا منه قیمته وجعلاها عنده او عند غیره ولیس للعدل جعلها رهنا فی یده لئلا
یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے
سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیکر اوس قیمت کو رہن رکہدین اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

مستعد کو اوس قیمت کا رہن رکہہ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ مستعد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاوے ھم اسواسطے کہ قیمت مرہون
الی مستعد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکہے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹہر گیا اور حالانکہ دونمین مخالفت ہو کذا فی المنح وهَل
لِلعَدلِ الرجوعُ مبسوطٌ فی المُطوّلات اور مستعد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہو بڑی کتابونمین ھم زیلعی مین ہو کہ جب مرہون
کی قیمت رہن ہوگئی مستعد اول کے پاس یا غیر کے پاس پہر راہن نے دین ادا کیا سو اگر مستعد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیا تہا
تو قیمت مستعد کیواسطے سالم رہی اوسکو سے جسکے پاس ہو اور اگر مستعد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تہا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پہر مستعد کو مرتہن سے قیمت پہر لینا جائز ہی یا نہین جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر مستعد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا
اور وہ تلف ہوگیا ہوا وسکے پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو مستعد مرتہن سے پہر لیگا اور اسیطرح
رجوع درست ہی اگر مستعد نے مرہون دیتے وقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً

وإذا هلك يهلك من ضمان المرتهن اور جبکہ مرہون تلف ہوگا مستعد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہوگا

فان وكّل الراهن المرتهن او وكّل العدل او غيرهما ببيعه عند حلول الاجل صحّ توكيله لو الوكيل اهلاً لذلك اى للبيع عند التوكيل
پہر اگر راہن مرتہن کو یا مستعد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل
بیع کرنے کی لیاقت رکہتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا يكن اهلا لذلك عند التوكيل لا تصحّ الوكالة وحينئذ فلو وكّل
بيعه صغيرًا لا يعقل فباعه بعد بلوغه لم يصحّ خلاصاً لهما اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نرکہتا ہو توکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت
مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر نے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے
کہ اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شُرطت الوكالة فی عقد الرهن لم ينعزل بعزله ولا بموت الراهن ولا المرتهن للزومها
بلزوم العقد فهی تخالف الوكالة المفردة من وجوه احدها هذا پہر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول نہوگا راہن
کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے
وکالت مفردہ سے چند وجہ اونمین سے ایکو جہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول ہوجاتا ہے ھم شرط
وکالت کی یہہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکہا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی والثانی
انّ الوكيل هنا يُجبَر على البيع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر امام
کے نزدیک ھم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکہے اگر اسپر بہی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے
کذا فی الدرر وكذا لو شُرطت بعد الرهن فی الاصح زيلعی علی خلاف ظاهر الرواية وان صحّحها قاضيخان وغيره علی ما نقله
القهستانی وغيره فتنبّه بخلاف المفردة اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہوگئی ہو بعد رہن کے صحیح تر قول مین
کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضیخان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہو چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار رہو
برخلاف وکالت مفردہ کے ھم عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مستعد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہی اور اسی قولکو
بعض مشائخ نے لیا ہو کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہی والثالث انّه يملك بيع الولد
والارش اور تیسری وجہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہی ھم بیع دیت کی یہہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے
قتل کیا خطا کی راہ سے پہر اوسکی دیت مین اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہی والرابع اذا باع بخلاف جنس الدين كان له
ان يصرفه الی جنس الدين بخلاف الوكالة المفردة اور چوتہی وجہ یہہ ہی کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا خلاف جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جنس دین کے عوض بیچنا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ ایسا کا مالک نہین والخامس اذا کان عبدًا وقتلہ عبدٌ خطاءً فدُفِعَ بالجنایۃ
کان لہ بیعہ بخلاف المفرد فۃ متعلق بالجمیع اور پانچوین وجہ یہہ ہی کہ جب مرہون غلام ہو اور اوسکو دوسرا غلام انداء خطا قتل کر ڈالے سو
غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہی والدینیۃ
فی غیبۃ ورثتہ اے ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ اے حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا
راہن کے وارثون کے پیچھے درست ہی جیسے اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل
مطلقًا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر اونکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین اور موکل
وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا نہ اوسکی غیر کی رای پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہہ ہی
کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہر امور مذکورہ مین لیکن یہہ روایت اصل مین امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر ببیعہ
لم تصح الا اذا کان مشروطًا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا
وصیت کرنا وکالت مین مشروط ہو گیا ہو تو درست ہی ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور
ہو تو اوسمین کسی کو وصی کرے تو مین نے تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملک راہن ولا مرتہن بیعہ بغیر رضی الاخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن
مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضامندی راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونون
کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم
فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ او ابا ہما فانہ یجبر علیہما بالحبس ایاما لیبیع فان لم یفعل ذلک باع القاضی دفعًا للضرر پہر اگر دین
کی مدت آپہونچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہو وے یا وکیل خصومت
سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہے چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو
بیچ ڈالے دفع ضرر کیواسطے ہم طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی در المختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعہ العدل فالثمن رہن کالثمن
فیہلک کہلکہ اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونے کی مانند ہم یعنی قرار
کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ بعد بیعہ المرتہن فاستحق الرہن
وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراہن قیمتہ لانہ غاصب پہر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن
کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتہ سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اوسکا تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراہن
وصح القبض ایضًا یا چاہے مالک مستحق معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور
اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان
لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای
للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہی ہم جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی
ملک ہو گیا اور ثمن اوسکا بدلا ہی تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن
سے اپنا دین پہر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا

دین بھر لیگا وان کان الرھن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون مبیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اوسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اوسنے بعینہ مال پایا ورجع ھو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اوسکا ثمن پھیر لے اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عہدے کے حقوق اوسی سے متعلق ہونگے ثم ھو یرجع ھو ای العدل علی الراھن بہ ای بثمنہ پھر معتمد راھن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ راھن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اوسکو وکیل کرکے تو راہن پر اوسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی السد وکذا رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتھن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھیر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اوسکو مسلم ٹھہرا او رجع العدل علی المرتھن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اوسکا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ھو ای المرتھن علی الراھن بہ ای بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راھن سے اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا ھھنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرھن رجع العدل علی الراھن فقط سواء قبض ثمنہ او لا درر اور وقایہ میں بیان اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ھم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اوس سے متعلق نہوا تو اوس پر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا اوسکو راہن سے پھیر لیگا کذا فی الدرر فان ھلک الرھن عند المرتھن فاستحق الرھن وضمن الراھن قیمتہ ھلک الرھن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادائے ضمان سے اوسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتھن لقیمتہ یرجع علی الراھن بقیمتہ التی ضمنھا للضرر کا و بدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھری اپنی ضرر کے سبب سے اور دین پھیر انتقاض قبض کے سبب سے ھم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کہایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تہا کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الولوالجیۃ ذھبت عین دابۃ الرھن یسقط ربع الدین وسیجئ ولوالجیہ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرھن والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرھن علی غیرہ

یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراھن رھنہ علی اجازۃ مرتھنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اوسکی مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے ھم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اوسکا دین ادا کردیا تو بیع نافذ ہو جاویگی فان وجد احدھما نفذ وصار ثمنہ رھنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادای دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اوسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادار دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتھن البیع و فسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت ندی اور راہن کی بیع کو فسخ کردیا تو بیع فسخ نہوگی اوسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرھن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وھذا اذا اشتراہ ولم یعلم رھنہ ابن کمال اور جبکہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کیطرف تاوہ بیع کو فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا اوسوقت ہے جبکہ اوسنے خرید کیا اور اوسکو اوسکا رہن ہونا معلوم نتھا نذا ذکرہ ابن کمال

باب التصرف فی الرھن

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ايضا من رجل آخر قبل ان يجيزه المرتهن البيع فالثاني موقوف ايضا على اجازته
لان الموقوف لا يمنع توقف الثاني اور اگر مرہون راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیچ کیا اجازت دیے مرتہن سے
پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فايهما اجاز لزم ذلك
وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعه الراهن ثم آجره او رهنه
او وهبه من غيره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البيع الاول لحصول النفع بتحول حقه الى الثمن على ما تقرر وفي هذه العقود دون
غيرها من هذه العقود المذكورة اذ لا منفعة للمرتهن فيها فكانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فنفذ البيع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا
پھر اوسکو اجارہ میں دیا یا کسی کے پاس رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی۔ اجارہ وغیرہ نہیں بسبب حاصل
ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنا بر اوس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول میں ... اور اسکے سوا عقود
مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کو اسمیں اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اوسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع لقا وہ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہوئی۔ لیکن قسم مسئلہ
اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوتی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ جائز نہوا سوا بیع اول کے۔ اور اجازت کو اوس غیر عقد
بیع کی طرف پھیرنا کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حق بدل مبیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور
اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین لہذا حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اوسکی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جس وقت مانع نفاذ بیع
کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی الکفایہ وفي الاجناس ولو باع الراهن من زيد ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اجناس
میں ہے کہ اگر راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہو گئی ہم یہ کہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی محل توقف ثانی اول کی مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہوا ور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ
نافذ ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہو گی کذا فی العنایہ وصح اعتاقه وتدبيره واستيلاده اي نفذ اعتاق الراهن عبد الرهن اور صحیح ہے یعنی
نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مدبر کیا تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان كان غنيا وكان دينه اي المرتهن حالا اخذ المرتهن دينه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا
دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان كان مؤجلا اخذ قيمته لتجعل رهنا مكان العبد الى حلول الاجل فاذا حل اقتضاه بحقه من جنسه
ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کیواسطے عوض غلام کے دین کی مدت پہنچنے تک پھر جب
مدت آپہنچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر
کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان كان الراهن معسرا ففي العتق سعى العبد في الاقل من قيمته ومن الدين اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد
کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرنے کی محنت مزدوری کرے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین
کو ادا کرے ويرجع على سيده اذا ايسر اور جسقدر غلام ادا کرے وہ اوس اپنے مالک سے پھیر لے جبکہ اوسکو مقدور ہو وفي التدبير والاستيلاد
يسعى في كل الدين بلا رجوع لان كسب المدبر وام الولد ملك المولى اور تدبیر اور استیلاد میں سعی کرے مدبر اور مدبر اور ام ولد
سب تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولیٰ اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن
الرهن فحكمه حكم ما اذا اعتقه غنيا كما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اوسکا حکم مانند ہے اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون
کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل ہو تو اوسکی
قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدر والرهن ان اتلفه اجنبي اي غير الراهن فالمرتهن خصمه

المتلف قیمته یوم هلك فتكون القیمة رهنا عنده كاصله اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تھی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا واما ضمانه علی المرتهن فتعتبر قیمته یوم القبض لانه مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکا تاوان یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہے کذا فی الزیلعی ع وباعارته ای المرتهن الرهن من راهنه یخرج من ضمانه تسمیتها عاریة مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ف یعنی لفظ اعارہ یہاں مجاز استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اوسکی کیونکر ممکن ہوگی فلو هلك الرهن فی ید الراهن هلك مجانا حتی لو كان اعطاه به كفیلا لا یلزم الكفیل شیء لخروجه من الرهن نعم لو كان الراهن اخذه بغیر رضی المرتهن جاز ضمان الكفیل تاتارخانیه سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیه یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلا دے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضه عاد ضمانه سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بھی مرتہن پر ثابت ہوگا ف للمرتهن استرداده الی یده اور مرتہن کو جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضے کیطرف فلو مات الراهن قبل ذلك ای قبل الاسترداد فالمرتهن احق به من سائر الغرماء لبقاء حكم الرهن پھر اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن بادہ مقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ھ رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعاره او اودعه احدهما اجنبیا باذن الاخر سقط ضمانه اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نرہا ولكل منهما ان یعیده رهنا كما كان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کر دے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ لقائے عقد کے سبب دونوں کا حق اوسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارة والبیع والهبة والرهن من المرتهن او من اجنبی اذا باشرها احدهما باذن الاخر حیث یخرج عن الرهن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانها عقود لازمة بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوں راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ھ یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریة وبخلاف بیع المرتهن من الراهن لعدم لزومها بر خلاف عاریت مرہون کے اور بر خلاف بیع مرتہن کے راہن سے اوسکی عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جاوے بقی لو مات الراهن قبل رده ثانیا فالمرتهن اسوة للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مر گیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کر کے دوسری بار اوسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مر گیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کی برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا بالکل ولو اذن الراهن للمرتهن فی استعماله او لعاریته للعمل فهلك الرهن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منه هلك بالدین

لبقاء عقد الرهن اھ اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکو عاریت دینے کا پس کام کیواسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے
پیشتر یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ھ مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو
استعمال کا اذن دیوے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف
ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدر ولو ھلك فی حالة العمل والاستعمال ھلك امانة لثبوت يد العارية حينئذ اور اگر مرہون
تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت میں تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت میں یعنی اور قبض عاریت منافی ہے
قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا فی وقته ای وقت ھلاکه فقال المرتهن ھلك فی وقت العمل وقال الراھن فی غيره فالقول
للمرتهن لانه منكر والبينة للراهن لانهما اتفقا على زوال يد الرهن فلا يصدق الراهن فی عوده الا بحجة بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے
اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کیوقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول
ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض
رہن کے عود کرنے میں نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذن للمرتهن فی لبس ثوب الرهن يوما فجاء به المرتهن متخرقا وقال تخرق
فی لبس ذلك اليوم وقال الراهن ما لبسته فيه ولا تخرق فيه فالقول للراهن وان اقر الراهن بانه لبسه فيه ولكن قال تخرق قبل لبسه
او بعده فالقول للمرتهن فی قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا
اور کہا کہ وہ پھٹ گیا تھا اوسیدن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہیں پہنا اور نہ اوس دن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے
اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے سو ضمان کی مقدار میں ھ
جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہوجانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو دعویٰ تلف ہونے کا بسبب متخرق کے نہیں لازم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی
فروع مسائل لمد شارح کر رهن الاب من مال طفله شيئا بدين على نفسه جاز فلو الرهن قيمته اكثر من الدين فهلك ضمن الاب
قدر الدين دون الزيادة بخلاف الوصی فانه يضمن قيمته والفرق ان للاب ان ينتفع بمال الصغير عند الحاجة ولا كذلك الوصی
بیٹے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکہی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہو دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ
تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل
کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہیں کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرك الابن ومات الاب ليس للابن اخذه قبل
قضاء الدين ويرجع الابن فی مال الاب ان كان رهنه لنفسه لانه مضطر كمعير الرهن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا
بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اوسکا بدلہ لے اگر اوسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکہا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر
ہے مرہون کی عاریت دینے والیکی مانند ھ یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے
رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهن شيئا فاقر بالرهن لغيره لا يصدق فی حق
المرتهن ويؤمر بقضاء الدين ورده الى المقر له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکہی پھر اقرار کیا کہ یہہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے
حق میں اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے پھیر دینے کا مقر لہ کیطرف امر ہوگا ولو رهن دار غيره فاجاز صاحبها
جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گہر رہن رکہہ دیا پھر اوسکے مالک نے رہن رکہنا جائز کہا تو یہہ درست ہے وبينة الراهن على قيمة الرهن اولى
اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت خمسہ
درہم تھی مثلا اور مرتہن کہتا ہے کہ تین درہم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہیں

وزوائد الرھن کالولد والثمر رھن لا غلّۃ دار و ارض وعبد فلا یصیر رھنًا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیان چنانچہ مرہون کا
بچہ اور پہل رہن مین داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن مین داخل نہوگا ھم عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین
ایک قسم تو رہن مین داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا ورنہ بدلا ہو کسی جز کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن مین
داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن مین داخل ہونیکے یہہ معنی ہین کہ اصل
کے ساتھہ زوائد بھی محبوس رہین گے مرتہن کے پاس لیکن اونکے تلف ہو جانے مین تاوان نہین تو اونکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھہ دین ساقط نہوگا کذا
فی الطحطاوی مختصرًا والرھن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہی اوسکی ضمان مین ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص نے اپنا
آدہا غلام شائع رہن رکہا یا نصف غلام رہن رکہا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس
تا استیفاء دین درست ہی اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الفتح ملخصًا وصح استعارۃ
شیءٍ لیرھنہ فیرھن بما شاء اذا اطلق ولو قیّد بشیءٍ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اوسکو رہن رکہدے تو مستعیر رہن رکہے عارت
کی چیز جسقدر کو چاہی اور جس طرح چاہی بشرطیکہ عارت دینیوالے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیّدہ بقدرٍ او جنسٍ او
مرتھنٍ او بلدٍ تقیّد بہ وحینئذٍ فان خالف ما قیّدہ بہ المعیر ضمّن المعیرُ المستعیرَ او المرتھنَ لتعدّی کلٍّ منھما اور اگر معیر نے رہن مین مقدار
دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکہنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر مین رہن
رکہنا تو رہن اوسی قید کے ساتھہ مقید ہوگا اور اسوقت مین تو اگر مستعیر نے معیر کی قید لگائی سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونونکی
تعدی اور زیادتی کے سبب ھم مستعیر کی تعدی تو صریح ہی مخالفت کرنیسے اور مرتہن کی تعدی یہہ ہی کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکے اذن کے
تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹہرا الا اذا خالف الی خیرٍ بان عیّن لہ اکثر من قیمتہٖ فرھنہ باقلّ من ذلک لانّ
المخالفۃ الی خیرٍ مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر مین اسطرح کہ معیر نے مستعیر کے لئے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کردیا سو مستعیر نے اوسکو اوس
سے کمتر پر رہن رکہا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری مین مخالفت کی یعنی اس مخالفت مین مالک کا فائدہ ہی نہ نقصان جو تاوان لازم آوے
فان ضمّن المعیرُ المستعیرَ تمّ عقدُ الرھن لتملّکہ بالضمان پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کی مستعار
کا تاوان دیکر وان ضمّن المرتھنَ یرجع بما ضمن وبالدین علی الراھن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن
راہن سے دین اور تاوان پہیر لے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق مین یعنے جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا تو مرتہن
راہن سے دین اور تاوان پہیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وھلک عند المرتھن صار المرتھن مستوفیًا لدینہٖ پہر اگر
مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکہا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹہر گیا بشرطیکہ
قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہٗ ای مثل الدین
للمعیر علی المستعیر وھو الراھن لقضاء دینہٖ بہ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے
مرہون کے سبب ان کان کلّہٗ مضمونًا والّا یکن کلّہٗ مضمونًا ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اوس صورت مین
ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہی وکذا لو تعیّب ھلک قدرہٗ
من الدین بحسابہٖ ویجب مثلہٗ للمعیر اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیبدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور
اوسکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکّہ ای الرھن المعیر اجبر المرتھن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن
لانہ غیر متبرّعٍ لتخلیص ملکہٖ بخلاف الاجنبی بما ادّی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین اقلّ فالزائد متبرّع

وإن أقل فلا جبر در لكن استشكله الزيلعي وغيره وأقره المصنف فلذا لم يصرح عليه في متنه مع كمال متابعته للدرر
هذا اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر مستعیر جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر
متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے مالک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہو کہ دین
برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع ہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو
مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح
میں تو اسیواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اوسکو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت کے درر کی یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں
درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اوسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا اھ تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل
ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ہوا ادائے کل دین میں اسواسطے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اوس سے منتفع
ہو اور یہ حاصل نہیں ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی والطحطاوی حموی
اور شیخ قدوری سے جواب اشکال مذکورہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو هلك الرهن استعاره
مع الراهن قبل رهنه او بعد فكه لم يضمن وان استخدمه او ركبه وهي ذلك من قبل لانه امين خالف ثم
عاد الى الوفاق فلا يضمن خلافا للشافعي اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو
اب ضامن نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے خدمت لی ہو یا اوسپر سواری کی ہو اور مانند اوسکی استعمال کیا ہو اسلئے کہ راہن امین ہے جسنے
مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفة سے اوسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لكن في الشرنبلالية
عن العمادية المستأجر او المستعير اذا خالف ثم عاد الى الوفاق لا يبرأ عن الضمان على ما عليه الفتوى انتهى لیکن
شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تاوان سے بری الذمہ نہوگا
بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما في الشرنبلالية فتح ولو اختلفا فالقول للراهن لانه منكر الايفاء بماله باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور
مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہوجانے کیوقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان
کا منکر ہے صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف
ہوا ہے کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا في قدر ما امره
بالرهن به فالقول للمعير هداية اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اوس مقدار میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا
فی الهداية هم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہو تا مستعیر پر تلف ہوجانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی
کرتا ہو واختلفا في الدين والقيمة بعد الهلاك فالقول للمرتهن في قدر الدين وقيمة الرهن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے
مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہوجانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ
ولو مات مستعيره مفلسا مديونا فالرهن باق على حاله فلا يباع الا برضى المعير لانه ملكه اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہوکر مر گیا
تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعير
بيعه وابى المرتهن البيع بيع بغير رضاه ان كان به اى بالرهن وفاء والا لا يباع الا برضاه اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور
مرتہن بیع نمانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہوجاے اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہوگی
بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعير مفلسا وعليه دين امر الراهن بقضاء دينه ليرد الرهن ليصل كل ذي حق حقه

اور اگر معیر مر جاے مفلس ہوکر اور اوسپر دین ہو تو راہن برابر کیا جاے اوسکے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پھیر دیا جاے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے
وان عجز لفقرہ فالرھن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی ہے اپنی حالت
پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرھن بعد قضاء دینہ کما کان للمورث اور معیر کے
وارثونکو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فان
طلب غرماء المعیر من ورثتہ بیعہ فان بہ وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتھن کما مر لما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے
مرہون مستعار کی بیع طلب کرین تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے
چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ھم منح الغفار مین ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہونکو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے
بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون اونکی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرح حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مر جاے
کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراھن علی الرھن کلا او بعضا مضمونۃ اور یہہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر
مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے ھم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا
اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین کجنایۃ المرتھن علیہ جنایت
مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتھن بقدرھا
ای الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرھن
اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور
دین سو حل نہین ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکی اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے ھم مرتہن
کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پاس اوسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے
تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کرے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وھذا لو الدین من جنس الضمان والا لم یسقط
منہ شیئ والجنایۃ علی المرتھن اور یہہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہوا اور اگر اوسکی جنس
سے نہو چنانچہ کیل ہو تو دین سے کچھہ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتھن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا لیوے
لکن لو اعور عینہ یسقط نصف دینہ قہستانی و برجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھہ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین
ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی ھم یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطے کہ آنکھہ بقدر نصف دیت ہے اور غلام کی
دیت اوسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکھہ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط
نصف دین کی وجہہ ظاہر نہین ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرھن علیھما ای الراھن والمرتھن وعلی مالھما
ھدر باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اذا
کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف اذ لا قود بین طرفی عبد وحر جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ
جنایت قصاص نفس کی موجب نہو سواے اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ھم یعنی غلام کا قتل
باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وان کانت موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خزانۃ وعبارۃ القہستانی
وشرح المجمع یبطل الرھن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخزانۃ
اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا ھم بطلان دین کی وجہہ یہہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفا دین باقی نہ رہا اور ظاہرا

بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الحقائق کہ تملیکہ ای الرھن علی ابن الراھن او علی ابن المرتھن فانھا معتبرۃ فی
الصحیح حتی یدفع بھا او یفدی وان کانت علی المال یباع کالوجنی علی الاجنبی اذ ھو اجنبی لتباین الاملاک ذیلعی یعنی
جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوے
اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور حساب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت
اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رھن عبدا یساوی الفا بالف موجل فرجعت قیمتہ
الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل الاجل فالمرتھن یقبضھا ای المائۃ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراھن بشیء کموتہ بلا قتل
ولا ھلاک ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتھن ید الاستیفاء یصیر
مستوفیا للکل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم مؤجل کے بدلے رہن رکھا پھر اوسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہوگئی پھر اوسکو
ایک شخص نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنا ادا حق کے سبب سے یعنی ادای بعض حق
سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب
نہیں برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہی تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتداء رہن سے ولو باع
العبد المذکور بمائۃ بامر الراھن قبض المائۃ قضاء لحقہ ویرجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ
بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن
قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتھ
بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود
بیچا اولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراھن وجوبا بکل الدین وھو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحمہ ودما وقال
محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتھن بدینہ وھو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواھب لکن عامۃ المتون
والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے
دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر چھڑالے اسی سبب سے کہ قائم ہو گیا غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں
یعنے آدمی ہونے میں دونو برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑے اوسکے دین کے
بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فائدۃ جنی
تولد التفریع اول الرھن خطأ فدا ہ المرتھن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراھن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا
فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فا تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ
سے متفرع نہیں ہم تعلیل ملک مرتہن بھی ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے
ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان میں ہے اور اوسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدر
ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک
وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتھن من الفداء دفعہ الراھن ان شاء او فداہ وسقط الدین بکل
منھما لو اقل من قیمۃ الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار
کیا تو راہن دیدے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونو صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے برابر ہوا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استھلک مالا یستغرق قیمتہ
فداہ المرتھن فان ابی باعہ الراھن او فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اوس قدر کو جو اوسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر
وہ نہ دے تو راہن اوسکو بیچڈالے یا اوسکا فدیہ دے ھ اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن ادا اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور جو صورت انکار مرتہن اگر راہن اوسکو
بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیریہ میں ہے ولو قتل
ولد الرھن انسانا او استھلک مالا دفعہ الراھن وخرج عن الرھن او فداہ وبقی رھنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے
کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے
ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فھدر وتصیر کانہ ھلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر
جانور جانور کو مارڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہیں اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان
فتاوی قاضیخان میں ہے مات الراھن باع وصیہ رھنہ باذن مرتھنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اوسکا وصی
اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکے مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی
لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون اور ادای دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رکھے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنی کام میں وھذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیھم تخلیصہ جوہرہ اور یہہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ
بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اونپر چہڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی
بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولھم ردہ فان قضی دینھم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم
جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض ترکہ رہن رکہا اوس دین کے لئے جو میت پر ہے ایک شخص کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا
باقیونکی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگونکا دین ادا کردیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہوجاویگا اور اگر
صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادای دین کیواسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرھن بموت الراھن
ولا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے
اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ھ اسواسطے کہ وارث راہن کے راہن کے قائم مقام
ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی **فصل فی مسائل متفرقۃ** یہہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل
متفرقہ میں رھن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وھو یساوی العشرۃ فھو رھن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس
درم ہے رہن رکہا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے
پہلے رہن تہا ھ لائق یوں تہا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہوجانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر
شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانیکے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے
تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تہا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اوس میں
یعنی اوس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے
ھ کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا
نقصان کچھہ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار

کمی بیشی مقدار کے اگر تہرو کی مقدار سے کچھ کم ہو گا تو دین ۔۔۔ اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہو گا تو دین بہی ساقط نہوگا ولو رهن شاةً قيمتها عشرة
بعشرة هذا قيد لا بد منه لانه لو كانت قيمتها اكثر من الدين يكون الجلد ايضا بعضه امانة بحسابه فتنبه فماتت بلا ذبح فدبغ
جلدها بما لا قيمة له فلو له قيمة تثبت للمرتهن حق حبسه بما زاد دباغة وهل يبطل قولان وهو اى الجلد يساوى درهما
فهو رهن به اور اگر ۔ وبکری جسکی قیمت دش درم سے دس درم پر رہن رکہی ہیرو ۔ یہ دین ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کی بدنے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایکدرم پر رہن ٹہہریگی شارح نے کہا کہ تنبیہ یعنی بکری کی قیمت دش درم ہونا شرط ہے
اسواسطیکہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کہال بہی مرتہن کے پاس امانت ٹہہریگی اوسکو حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس
درہم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کہال ایکدرم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی انتہے پہر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت
سے اوسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اوسقدر کے حبس مین مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت مین رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمین دو قول ہین بعضون کے نزدیک رہن
باطل ہے اور بعضون کے نزدیک صحیح ہے بدون ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا
ماتت الشاة المبيعة قبل القبض فدبغ جلدها حيث لا يعود البيع بقدره على المشهور والفرق ان الرهن يتقرر بالهلاك
والبيع قبل القبض ينفسخ به برخلاف اوس صورت کے کہ بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پہر اوسکے کہال کی دباغت ہوئی تو یہان عود بیع نہوگا بقدر
کہال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع مین یہ ہے کہ رہن ثابت ہو جاتا ہی ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہی مبیع کے تلف ہوجانے
سے ولو ابق عبد الرهن وجعل العبد بالدين ثم عاد يعود الدين والرهن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بہاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام
مذکور دین کے بدلے ٹہہرایا گیا بعد اسکے غلام پہر آیا تو دین اور رہن پہر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرهن كالولد والثمر واللبن والصوف
والوبر والارباح ونحوه للراهن لتولده من ملكه اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا بچہ اور پہل اور دودہ
اور اون اور روئین اور نفع اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہی بسبب اسکے پیدا ہونیکے راہن کی مملوک چیز سے وهو رهن مع الاصل تبعا له اور وہ بہی
مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما هو بدل عن المنفعة كالكسب والاجرة وكذا الهبة والصدقة فانها غير
داخلة في الرهن وتكون للراهن الاصل ان كل ما يتولد من عين الرهن يسرى اليه حكم الرهن وما لا فلا مجمع الفتاوى برخلاف
اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہی جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطیکہ وہ رہن مین داخل نہین اور وہ راہن کا مملوک ہی
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہی اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت
نہیں کرتا واذا هلك النماء المذكور هلك مجانا لانه لم يدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاے مرتہن کے پاس تو
رائگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن مین بالقصد داخل نہین بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقي النماء اى ولو
حكما بان اكل بالاذن فانه لا يسقط حصة ما اكل منه فيرجع به على الراهن كما اذا هلك الاصل بعد الاكل فانه يقسم
الدين على قيمتهما قهستانى كما ذكره بقوله اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہی اسطرحپر کہ کہایا جاے راہن کے
اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اوسکو پہر لیگا راہن سے جیسا کہ جب اصل مرہون تلف ہو جاے کہانیکے بعد تو
دین قسمت کیا جائیگا دونون یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ مین ذکر کیا ہے هم زیلعی مین ہے کہ
اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہایا تو اوسپر ضمان نہین اور اوسکا دین کچہہ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس قبل دین
مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہونچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر زیادت ماکولہ کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف
زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا لعل هلاك الاصل

فَكَّ بِحِصَّتِهِ مِنَ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ صَارَ مَقْصُوْدًا بِالْفِكَاكِ وَالتَّبَعُ يُقَابِلُهُ شَيْءٌ اِذَا كَانَ مَقْصُوْدًا یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے
بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنیکے سبب سے اور
تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وَحِيْنَئِذٍ يُقْسَمُ الدَّيْنُ عَلٰى قِيْمَتِهِ يَوْمَ الْفِكَاكِ وَقِيْمَةِ الْاَصْلِ يَوْمَ الْقَبْضِ وَ
يَسْقُطُ مِنَ الدَّيْنِ حِصَّةُ الْاَصْلِ وَفُكَّ النَّمَاءُ بِحِصَّتِهِ كَمَا لَوْ كَانَ الدَّيْنُ عَشَرَةً وَقِيْمَةُ الْاَصْلِ يَوْمَ الْقَبْضِ عَشَرَةً وَقِيْمَةُ النَّمَاءِ
يَوْمَ الْفَكِّ خَمْسَةً فَثُلُثَا الْعَشَرَةِ حِصَّةُ الْاَصْلِ فَيَسْقُطُ وَثُلُثُ الْعَشَرَةِ حِصَّةُ النَّمَاءِ فَيُفَكُّ بِهِ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا
زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکو
حصے سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس
کی دو تہائیان یعنی چہہ سے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکورہ
فک رہن کیا جائیگا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ فِيْ اَكْلِ الزَّوَائِدِ اَيْ اَكْلِ زَوَائِدِ الرَّهْنِ بِاَنْ قَالَ لَهُ مَهْمَا زَادَ فَكُلْهُ فَاَكَلَهَا ظَاهِرُهُ يَعُمُّ
اَكْلَ ثَمَنِهَا وَبِهِ اَفْتَى الْمُصَنِّفُ قَالَ اِلَّا اَنْ يُوْجَدَ نَقْلٌ مُخَصِّصٌ يُخَصِّصُ حَقِيْقَةَ الْاَكْلِ فَيُتَّبَعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اَيْ عَلَى الْمُرْتَهِنِ لِاَنَّهُ اَتْلَفَهُ بِاِذْنِ الْمَالِكِ
اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کہانے میں اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پہل یا حیوان کا دودہ تو اوسکو کہا
سو مرتہن نے اوسکو کہایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بہی شامل
ہے یعنی خواہ پہل یا دودہ کہاوے یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کہاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل
مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اوسکا اتباع کیا جاوے یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا وَالْاِطْلَاقُ يَجُوْزُ
تَعْلِيْقُهُ بِالشَّرْطِ وَالْخَطَرِ بِخِلَافِ التَّمْلِيْكِ اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے هم یعنی جب راہن نے مرتہن
کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے
زیادہ پیدا ہو یعنی پہل یا دودہ اوسکو تو کہا درست اور جائز ہے وَلَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچہہ باحت اکل کے
قَالَ فِي الْجَوَاهِرِ رَجُلٌ رَهَنَ دَارًا وَاَبَاحَ السُّكْنٰى لِلْمُرْتَهِنِ فَوَقَعَ بِسُكْنَاهُ خَلَلٌ وَخَرِبَ الْبَعْضُ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ لَمَّا اَبَاحَ
لَهُ السُّكْنٰى اَخَذَ حُكْمَ الْعَارِيَةِ حَتّٰى لَوْ اَرَادَ مَنْعَهُ كَانَ لَهُ ذٰلِكَ جواہر الفتاوی مین کہا کہ ایکمرد نے گہر رہن رکہا اور مرتہن کو اوسکے اندر رہنا مباح کردیا سو
اوسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچہہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے
عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے هم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع
لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور ربا جیسا ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر
اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ عَنْ اَبِي السُّعُوْدِ وَفِي الْمُضْمَرَاتِ وَلَوْ رَهَنَ
شَاةً فَقَالَ لَهُ الرَّاهِنُ كُلْ وَلَدَهَا وَاشْرَبْ لَبَنَهَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ وَكَذَا لَوْ اَذِنَ لَهُ فِيْ ثَمَرَةِ الْبُسْتَانِ فَصَارَ اَكْلُهُ كَاَكْلِ الرَّاهِنِ ثُمَّ
نَقَلَ عَنِ التَّهْذِيْبِ اَنَّهُ يُكْرَهُ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ وَاِنْ اَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ مَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْلَمَ مِنْ اَنَّهُ
لَا يَحِلُّ لِلْمُرْتَهِنِ ذٰلِكَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّهُ رِبًا قُلْتُ وَتَعْلِيْلُهُ يُفِيْدُ اَنَّهَا تَحْرِيْمِيَّةٌ فَتَاَمَّلْ اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکہی سو مرتہن سے راہن
نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کہا اور اسکا دودہ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پہلو مین اذن دیا تو مرتہن کا کہانا راہن کے کہانے
کی برابر ہوا پہر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مین
کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ ربا ہے مین کہتا ہون اور تعلیل انکی

اِسکے نسبد ہو کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سواسمین تامل کر وان لم یفتک الراھن الرھن بل بقی عند المرتھن علی حالہ حتی ھلک الرھن
فی ید المرتھن قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلھا المرتھن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب
الزیادۃ اخذہ المرتھن من الراھن کما فی الھدایۃ والکافی والخانیہ وغیرھا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑ دیا بلکہ مرہون بحال سابق
مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھہ مین تو دین بانٹا جاویگا اوس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی
قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پونہچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پونہچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین
مذکور ہے ھم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلا راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا
ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیہ وفی الجواھر الاصل ان الاتلاف باذن الراھن کاتلاف الراھن بنفسہ للتسلیط
اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب مالک کردینے راہن کے وفیھا اباح للمرتھن نفعہ
ھل للمرتھن ان یؤجرہ قال لا قیل فلو اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمن قال للراھن قال لدان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک
وبطل الرھن اور اوسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب یہ کہ درست نہین ہے
پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی ہو جواب یہ کہ اجرت مرتہن کی ہو اگر
اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکو اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہو اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیھا رھن کرما وتسلمہ
المرتھن ثم دفعہ للراھن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرھن اور اوسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکہا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تاکہ اوسکو سینچے اور اوسکی امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رھن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتھن الثمن ان
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراھن ان قضی دین المرتھن ولا یکون رھنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانھا
تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کردیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اوسکی ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع کے بعد
حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا
بلکہ ثمن مقبوض کے ساتہہ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹہرائی جاویگی ہو اسطرح کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ھم برخلاف اوس صورت کے
کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیھا زرع المرتھن ارض
الرھن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیئ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اوسی کتاب مین
ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکو واسطے انتفاع مباح ہو تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان
اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے زرعھا الراھن او غرسھا باذن المرتھن ینبغی ان تبقی رھنا
ولا یبطل الرھن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہو کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور
رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ھم رہن باطل نہین مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی
عن شرح الوھبانیۃ استحق الرھن لیس للمرتھن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اوسکے اور چیز
طلب کرے رہن رکہنے کیواسطے استحق بعضہ ان شائعا یبطل الرھن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ھلک بحصتہ
بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہو تو باقی مین رہن
باقی رہیگا اور عوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہوجانا بقدر اوسکے حصہ کے ہوگا اجر دارہ لغیرہ ثم رھنھا منہ صح وبطلت
الاجارۃ اپنا گہر غیر شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی مستاجر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہو اور اجارہ باطل ہوگا ولو اذن لہ فی اجرۃ من راھنہ

فاجارة باطلة اوراگر رہن کیا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اَبَقَ الرھنُ سقط الدینُ وکھلاکہ فان عاد سقط بحساب نقصہ لان الاباق
عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اور وہ ہلاک ہو جانیکی مانند ہے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اوسکے نقصان کے اسلئے کہ بھاگنا
عیب ہے جو اوسمیں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادة الضمنیة ذکر الزیادة القصدیة فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے
فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادة فی الرھن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے ھم مثلا دس درم کا کپڑا
دس درہم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضاً اور زیادت کی
بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسی مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین
برخلاف ابو یوسف کے ھم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن کہدیا
تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع
جائز ہے کما فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادة فی معقود بہ او علیہ والزیادة فی
الدین لیست منہما وقاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اوسیوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلاً ثمن مین یا
معقود علیہ مثلاً مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونو قسم سے نہین ہے ھم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے
کہ دین تو واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رھن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ
فی شرحہ علی انہ انما عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلة مستقلة لا فرع للاولی فتنبہ عبداً بالف فدفع عبداً اخر رہناً
مکان الاول وقیمة کل من العبدین الف فالاول رھن حتی یردہ الی الراھن والمرتھن فی الاخر امین حتی یجعلہ مکان الاول
بان یرد الاول الی الراھن فحینئذ یصیر الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن کیا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے
اور حالانکہ دونو غلامونکی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہی جبتک مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے نہ
ضمین یہانتک کہ دوسرے کو بجاے اول کے کر دے یعنی جبکہ اول غلام راہن کو پھیر دیگا تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور
شرح کے نسخے متعدد بفا ہین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسیواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا
ہے مسئلہ اولی پر متفرع نہین سو آگاہ رہو فان ابرأ المرتھن الراھن عن الدین او وھبہ منہ ثم ھلک الرھن فی ید المرتھن ھلک بغیر شیء
استحساناً لسقوط الدین الا اذا استعدہ من صاحبہ فیصیر غاصباً فیضمنہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن
کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور یہی استحسان ہے بسبب ساقط ہو جانے دین کے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو غاصب ہو جائیگا اور کچھ بھی ضمان
اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی ھم در صورت ابراء اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے جب دین نہ
باقی رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتھن دینہ کلہ او بعضہ من راھنہ او غیرہ متطوع او شری المرتھن بالدین عیناً او
صالحہ عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او احال الراھن مرتھنہ بدینہ علی اخر ثم ھلک رھنہ معہ ای فی ید المرتھن ھلک بالدین
اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید
کی یا راہن کے ساتھ کسی شے پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ کسی مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا
مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ھم وجہ فرق ابراء اور استیفاء مین یہ ہے کہ ابراء سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفاء سے نفس دین ساقط نہین ہوتا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بالقبض مرہون ثابت ہو گیا اور
استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا کذا فی الہدایة والزیلعی والدرر ملخصاً وترک ما قبض الی من ادی فی صورة ایفاء راھن او ق

متفوع و اشتراء او صلح اور مرتہن سپرد کیا ہو وہ مال جو اوس نے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محتال کے دینے کی صورت میں یا مقر یا اسکو کیصورت میں یعنی
اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا جو مرتہن نے اوسکو سپرد کیا یا کسی محتال نے دیا ہو تو اوسکو پھیر دے یا اسیطرح مقر دیا و مصلح میں سپرد کیا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر
نہو جاوے ویبطل الحوالۃ وھلک الرھن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ھدایہ اور حوالہ باطل ہو گا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے
مطالبہ نہیں کر سکتا اور یا دین وبطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا سو اسلئے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایہ م یہہ جواب
اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں ہر چند راہن کے ذمہ سے مال محیلہ کے ذمہ محتال علیہ منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ ہے کہ مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ
بمعنی ابرا کے ہے تو لائق یون تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے
راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الکفایۃ و یعنی لتقعا و مفادہ عدم بطلان الصلح و ان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرھن ولا
فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت
مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ باطل ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا ای کما یھلک
الرھن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یھلک بہ ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ھلک الرھن بالدین لتوھم وجوب الدین
لتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے
تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر
مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ
دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا بر خلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اوسمیں وجوب دین کا توہم
بھی باقی نہیں رہتا ھم تصادق نفی دین کیصورت میں توہم وجوب دین متصور ہے اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے بر خلاف ابرا کہ اوسمیں توہم وجوب
بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ و شروحہا کل حکم عرف فی الرھن الصحیح فھو الحکم فی الرھن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف و
معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرھن الفاسد یتعلق بہ الضمان
عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے ھم طحاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق
یہہ ہے کہ تاوان اوس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم و فیہا ایضا وفی کل موضع کان الرھن مالا والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد
بعض شرائط الجواز کرھن المشاع ینعقد الرھن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہہ بھی
عمادیہ میں ہے اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعض شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد
رہن کا منعقد ہو گا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہو گا بیع فاسد کی مانند و فی کل موضع لم یکن الرھن کذلک ای
لم یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرھن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو جیسا کہ خون یا مردار یا آزاد مرد اور مکا
مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہو گا ھم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ھلک لم یبق
شئ بخلاف الفاسد فانہ یھلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جب کہ
مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گا تو رایگان تلف ہو گا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا بر خلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف
ہو گا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہو گا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہو گا اور اگر دین
کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہو گا ومن مات ولہ غرماء فالمرتہن احق بہ کما فی الرھن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مر گیا اور اوس پر
چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے ف ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا لحق الرھن

باطل كما حررناه في العارية معزيًا للوهبانية . ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن رکہنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ مین تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے ھم رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتها قال ے وای رهين لايرام انفكاكه + وتجنيه لومات بالموت يشطر اور وہبانیہ کی پہیلیون مین کہا ہی اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قابل ہے جسکا مقتول اگر مرجاے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی ہے ھم سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا . كل نفس بما كسبت رهينة یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اوسپر نصف دیت واجب ہوا اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

كتاب الجنايات

یہہ کتاب ہی جنایات کے مسائل مین مناسبته ان الرهن لصيانة المال وحكم الجناية لصيانة الانفس والمال وسيلة للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایات کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث شروع ہوا جانون کے محفوظ رہنے کے لئے اور مال وسیلہ ہی جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہی ذی الوسیلہ پر ھم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہی تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیان وہین جو حدود کی خوبیان ہین اور سبب بہی اوسکا وہی ہی جو حدود کا سبب ہے اور جنایات کی شرط یہہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجناية لغة اسم لما يكتسب من الشر پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ جنایات لغت عرب مین بری کام کرنیکا نام ہی ھم جنایات مصدر ہی جمع اوسکی جنایات ہی ہر چند مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اوسکا درست ہوا وشرعًا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقهاء الغصب والسرقة بما حل بمال والجناية بما حل بنفس واطراف اور شرع مین جنایت اوس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان مین واقع ہو تو اس تعریف مین چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح مین غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہی اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال مین واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہی اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھہ پاون ناک کان آنکہہ مین واقع ہو ھم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہوا اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بلا فعل عبد سے موت ہی کذا فی الزیلعی والمعنى القتل الذي يتعلق به الاحكام الآتية من قود ودية وكفارة واثم وحرمان ارث خمسة والا فانواعه كثيرة كرجم وصلب وقتل حربي وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہی پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ھم یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ مین باعتبار تعلق احکام آیندہ کو ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہہ ہین قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان يتعمد ضربه اي ضرب الادمي في اي موضع من جسده بآلة تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حديد جوهرة ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرة في مقتل برهان وليطة وقوله ونار عطف على محدد لانها تشق الجلد وتعمل عمل الذكوة حتى لو وضعت في المذبح فاحرقت العروق اكل يعني ان سال بها الدم والا لا كما في الكفاية قسم اول قتل عمد ہے وہ یہہ ہی کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام مین اوسکو بدن سے بواسطہ اوس ہتہیار کے جو اوسکے اجزا بدن کو پہاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بہاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی جوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوکدار یا دہار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتہر اور سوئی محل قتل مین کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیز چہلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بہی کہال کو پہاڑ دیتی ہی اور ذبح کا عمل کرتی ہی تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکہی سو وہ رگونکو جلادے

تو تعزیر دلوائی ہوگا یعنی اگر آگ کی جلانے سے خون نہ بہے اور اگر خون نہ بہے تو کہا ہے اور اسکا درست نہیں کذا فی الکفایۃ ھ خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ قتل وہ ہے
جسمیں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحاوی میں ہے کہ قتل عمد وہ ہے جسمیں قصداً قتل ہو لوہے سے
چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمیں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن گھونٹا اپنے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ
یا قتل نیزے یا سوئی سے کہ جو کچھ ہو بشرطیکہ لوہے کا فراو سر واقع ہو خواہ غالباً اوس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطیکہ لوہا آلات میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا
بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص بعینہ حدت معتبر ہے اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور
چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ بوجھل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ اوسیکا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں
چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس یا نرسل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ
دیتا ہو نہیں گھسیٹا ہو چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کی مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے
ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص جب ہوتے ہیں زخم ہونا شرط نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو بموجب ظاہر الروایۃ
کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی
زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں ہے
کہ عادت میں اوس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مترجم فتاوی قاضیخان میں اوسمیں عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت
وفی شرح الوھبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے
اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرھان وفی حدید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظھرھما انہ
عمد کذا اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اوسمیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی
واحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اوسمیں آگ موجود نہو ھ
منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمیں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اوسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ
سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مرجاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی
معین المفتی للمصنف الا انہ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی
جب محل قتل میں لگی ہو تو اوسمیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقالا والثلاثۃ ضربہ قصداً
بما لا تطیقہ البنیۃ کحجر عظیم عمد اور صاحبین اور تینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹھانے کی بدن انسانی کو
طاقت نہیں جیسے بڑا پتھر قتل عمد ہے ھ امام کے نزدیک یہہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد
من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر المجازۃ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے زبان سے
اسواسطیکہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں ھ حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ
تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم الایۃ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل
ناحق میں نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اوسمیں بہت ثابت ہیں از انجملہ ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عنداللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالی ان کو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی میں ہے
ہر گناہ کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

اصلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر ادہی بات سے اعانت کریگا تو وہ حق تعالیٰ سے ملیگا اور اوسکی دونون آنکھون کے مابین لکہا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بہی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین **وَمُوجِبُهُ الْقَوَدُ عَيْنًا** اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال هم امام شافعی کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى** یعنے تمپر قصاص لکہا گیا مقتولین مین اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکہا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے **وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً الآیۃ** اور بدلیل حدیث عبداللہ بن عباس کے جو مسند ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے **الْعَمْدُ الْقَوَدُ إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ وَلِيُّ الْمَقْتُولِ** کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علمانے تصریح کی ہے کہ یہہ حدیث مشہور ہے پہر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہوسکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر مین مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قرآن کا بیان پڑسکیگی خلاصہ یہہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور اوسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم **فَلَا يَصِيرُ مَالًا إِلَّا بِالتَّرَاضِي فَيَصِحُّ صُلْحًا وَلَوْ بِمِثْلِ الدِّيَةِ أَوْ أَكْثَرَ** ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے هم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تہوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ **لَا الْكَفَّارَةُ لِأَنَّهُ كَبِيرَةٌ مَحْضَةٌ وَفِي الْكَفَّارَةِ مَعْنَى الْعِبَادَةِ فَلَا يُنَاطُ بِهَا** موجب اوسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کے معنی ہین تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا **قُلْتُ لَكِنْ فِي الْخَانِيَةِ لَوْ قَتَلَ مَمْلُوكَهُ أَوْ وَلَدَهُ الْمَمْلُوكَ لِغَيْرِهِ عَمْدًا كَانَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ** مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اپنے فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہو عمدا قتل کرے تو اوسپر کفارہ واجب **وَالثَّانِي شِبْهُهُ وَهُوَ أَنْ يَقْصِدَ ضَرْبَهُ بِغَيْرِ مَا ذُكِرَ أَيْ بِمَا لَا يُفَرِّقُ الْأَجْزَاءَ وَلَوْ بِحَجَرٍ وَخَشَبٍ كَبِيرَيْنِ عِنْدَهُ خِلَافًا لِغَيْرِهِ** اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاے سوای اوس چیز سے جو قتل عمد مین مذکور ہوچکا یعنی اوس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتہر اور بڑا لکڑا ہو یہہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہہ عمد مین داخل ہے هم شبہ عمد وہ ہے جسمین تعمد ضرب ہو اوس چیز سے جو سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اوس سے غالبا ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصای کبیر اور بالکل ہلاکت غالبا نہو چنانچہ عصای صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ یہہ بمعنی عمد کے ہین اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنیکا قصد کیا اور یہہ خطا کی بہی معنی ہین اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہین ہوتا اس نظر سے کہ اوسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اوسکے آلہ خاص سے تو یہہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی **وَمُوجِبُهُ الْإِثْمُ وَالْكَفَّارَةُ وَدِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ سَيَجِيءُ تَفْسِيرُ ذَلِكَ** اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات مین آویگی هم شبہ عمد مین قتل کا گناہ ہے بسبب تعمد ضرب کے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین ۲۵ یکسالہ ہون اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہارسالہ **لَا الْقَوَدُ لِشُبْهَةٍ بِالْخَطَأِ نَظَرًا إِلَى الْآلَةِ إِلَّا أَنْ يَتَكَرَّرَ مِنْهُ فَلِلْإِمَامِ قَتْلُهُ سِيَاسَةً اخْتِيَار** نہ قصاص یعنے شبہ عمد مین قصاص واجب نہین بسبب اوسکو مشابہ ہونیکے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اوسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار **وَهُوَ أَيْ شِبْهُ الْعَمْدِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ مِنَ الْأَطْرَافِ عَمْدٌ مُوجِبٌ لِلْقِصَاصِ فَلَيْسَ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمْدٍ** اور شبہ عمد جان کے سوای آدمی کی اطراف مین عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوای مین شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہے هم یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ماورای نفس مختلف نہین ہوتا مثلا عصای کبیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ہاتہ یا پانون کے

توڑنے کا البتہ آلہ سے ترمیصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پانوں تلف ہوگا تو اوسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص واجب ہو یعنی فاعل کا بھی ہاتھ
پانوں توڑا جاویگا والثالث خطأ وهو نوعان لانه اما خطأ في ظن الفاعل كأن يرمي شخصا ظنه صيدا او حربيا او مسلما فاذا
هو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک
شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ في نفس الفعل كأن يرمي غرضا او صيدا فاصاب آدميا
او يرمي غرضا فاصابه ثم رجع عنه او تجاوز عنه ما وراءه فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غيره او اراد يد رجل فاصاب عنق
غيره ولو عنقه فعمد قطعا او اراد رجلا فصادف حائطا ثم رجع السهم فاصاب الرجل فهو خطأ لانه اخطأ في اصابة
الحائط ورجوعه سبب آخر والحكم يضاف لآخر سببيه ابن كمال عن المحيط یا خطا واقع ہو نفس فعل مین چنانچہ تیر مارا نشانہ
یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنیکا
قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ
قتل عمد ہے یقینا یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر دیوار سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے
کہ تیر انداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وكذا لو سقط من يده خشبة او لبنة فقتل رجلا يتحقق الخطأ في الفعل ولا قصد فيه فكلام
صدر الشريعة فيه ما فيه ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت
مین خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اوسمین مطلقا قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام مین وہ خلل ہے جو اوسمین ہے کہ صدر الشریعۃ نے
شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سوا اوس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اوس شخص کے لگ جاوے
انتہی حاصل کلام یہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ مین خطا
فی الفعل ثابت ہے اور اوسمین مطلقا قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفي
الوهبانية وقاصد شخص ان اصاب خلافه فذا الخطأ والقتل فيه معذر اور وہبانیہ مین ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر
اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہے اور اوسمین قاتل کا قتل اندوہی قصاص کے متعذر ہے وقاصد شخص حالة النوم ان
يمت فيقتص ان لم يبق دما منه ينهر اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا
خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنية والرابع ما جرى مجراه مجرى الخطأ
كنائم انقلب على رجل فقتله لانه معذور كالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کی ہے یعنی خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونیوالا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہے خطا کرنیوالے کی برابر ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی شخص بلند
چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے مین اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ
قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا
یا اوسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اوسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا
اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھہ قصد ہی نہین کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے
تو یہہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف صریح خطا ہے ق
وموجبه اي موجب هذا النوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة ولا اثم دون اثم القتل اذ

شَاعَ الكَفَّارَةُ يُؤذِنُ بِالاِثمِ لِتَركِهِ العَزِيمَةَ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہو اور دیت قاتل کی عذر
اور گناہ کبیرہ گناہ قتل ہے اسواسطیکہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے م اسصورتمین قتل کا گناہ
نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہی کیونکہ السبی نے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا پہر جب دوسری
کو اذیت ہوئی تو اوسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطیکہ کفارہ بمعنی پوشندہ ہی اور پوشش نہین بدون
گناہ کے کذا فی الزیلعی وَالخَامِسُ قَتلٌ بِسَبَبٍ كَحَافِرِ بِئرٍ وَوَاضِعِ حَجَرٍ فِي غَيرِ مِلكِهِ بِغَيرِ اِذنٍ مِنَ السُّلطَانِ ابن کمال اور پانچوین قسم قتل
بسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتہر رکہنے والا غیر کے ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی م غیر ملک حفر اور وضع دونون
کی قید جیسا کہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودے یا پتہر رکہے گا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی
وَكَذَا اِذَا وَضَعَ خَشَبَةً عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَنَحوِ ذَلِكَ اِلَّا اِذَا مَشَى عَلَى البِئرِ وَنَحوِهِ بَعدَ عِلمِهِ بِالحَفرِ وَنَحوِهِ درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے
رکہنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکی جو تلف ہو جانیکا سبب ہو جیسا کہ اینٹونکا ڈہیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہودنا
وغیرہ جان بوجہکر کذا فی الدرر م اسواسطیکہ جان بوجہ کر تا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہی کذا فی الجوہرۃ وَمُوجِبُهُ الدِّيَةُ عَلَى العَاقِلَةِ اور قتل بسبب
کا موجب دیت ہی فاعل کے مددگارون پر م کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو
دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے لَا الكَفَّارَةُ وَلَا اِثمُ القَتلِ بَل اِثمُ الحَفرِ وَالوَضعِ فِي غَيرِ مِلكِهِ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ
گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کہودنے اور پتہر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہی کذا فی الدرر وَكُلُّ ذَلِكَ يُوجِبُ حِرمَانَ الاِرثِ لَو الجَانِي
مُكَلَّفًا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاویگا بشرطیکہ
قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہی اِلَّا
هَذَا اَيِ القَتلَ بِسَبَبٍ لِعَدَمِ قَتلِهِ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اوسکے
عدم قتل کے سبب سے م یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہی اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتہ
سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتہہ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہی تاکہ خون اکارتہہ نجاوے کذا فی
الحموی وَاَلحَقَهُ الشَّافِعِيُّ بِالخَطَاِ فِي اَحكَامِهِ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتہہ ملحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فَصلٌ فِيمَا يُوجِبُ القَوَدَ وَمَا لَا يُوجِبُهُ

یہ فصل مخصوص قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین
يَجِبُ القَوَدُ اَيِ القِصَاصُ بِقَتلِ كُلِّ مَحقُونِ الدَّمِ بِالنَّظَرِ لِقَاتِلِهِ درر وسيتضح عند قوله ولو قتل القاتل اجنبي عَلَى التَّابِيدِ عَمدًا واجب ہے
قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہی کذا فی الدرر
اور اسکا مطلب اسی فصل مین ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا م یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائماً محفوظ الدم ہی یعنی اوسکی
خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہین تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا
جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو
قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہی لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہہ ہے کہ فاعل کے ساتہہ وہ فعل کیا
جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتہہ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورتمین تفسیر قود کی قصاص کے ساتہہ تفسیر بالاعم ہے وَهُوَ
المُسلِمُ وَالذِّمِّيُّ اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ اونکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے جواب اوسکا یہہ ہے کہ یہہ عموم

تو تو اعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو تہا ان واجب تہا اصل مین پہر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ ابتدء شبہہ ہی قصاص کے مال ہونیکا
اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الدر ط شیئے
لا المستأمن والحربی ذمی مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائما محفوظ نہیں اور
حربی تو مطلقا مباح الدم ہے یشترط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انه لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہ
بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کیواسطے عمد نہین فی البزازیة حکم علیه بقود فجن قبل دفعه
للولی انقلب دیة بزازیہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پہر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تہا پہر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من
یجن ویفیق قتل فی افاقته قتل کیا اوس قاتل نے جو کبہی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبہی اوسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
فان جن بعده ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پہر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا
لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریہ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل عبد مولاه لا روایة فیه
وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اسمین کچہ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا
قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیه کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاوے
اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خریدکیا جاوے قتل ختنه عمدا وبنته فی نکاحه سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی
بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا هم اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باب برخانیہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین
قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبهة بینهما کولاد او ملک او اعم کقوله قتلنی
فقتله بینهما کما سیجیء اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص کلیا کا شبہہ نہو جیسا کہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی اور امر
ولادت اور ملک سے عام تر جیسا کہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی
فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوای غلام وقف کے
چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ اونکے اور
امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا هم امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید
مین الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہہ مقابلہ اسکا مقتضی
ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے ایندہ قولمین دیا ولنا
اطلاق قوله تعالى النفس بالنفس فانه ناسخ لقوله تعالى الحر بالحر الاية كما رواه السيوطي في الدر المنثور عن النحاس عن ابن
عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہہ آیت الحر بالحر کی آیت
کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے اوسنے ابن عباس سے نقل کیا ہے هم منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام از انجملہ قوله تعالى ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیه سلطانا لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انه تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداه کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل به علاوہ نسخ کے یہہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کرنا
ہے اور تخصیص بالذکر ماسوای مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

با عدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین هم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگونکا
رد قول منظور ہے جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے سو منقول ہو کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتال ہو جاتا اور
ایک گروہ دوسرے گروہ پر کچھ فضیلت رکہتا تو مدعی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جبتک کہ عورت کے بدلے مرد مارا جاوے اور اپنے غلام کے بدلے
ان کا آزاد تو ان پر حق تعالی نے انکے رد مین یہہ آیت اتاری کہ آزاد کے بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے
کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہہ ہے کہ قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہو دین اور
قیام دارالاسلام سے تو دین اور قیام دارالاسلام مین آزاد اور غلام دونو برابر ہین قیل ولا الحر بالعبد ورد بدخوله بالاولی کہا گیا ہو مذہب
شافعی کی استدلال مین کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہہ اشکال رد کیا گیا ہو اوسکی داخل ہونیسے
بطریق اولے کے هم شارح کی اس عبارت مین کچھہ تحریر اور تحقیق نہین شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اوسکا قلم بھولکر چل گیا یون کہنا
حق تھا قیل ولا العبد بالحر ورد یہہ عطف ہے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی مختصر العینی یہہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا
ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب تہا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قوله تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسوجہ
سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے
ولابی الفتح البستی نظما سه خذوا بدمی هذا الغزال فانه ، رمانی بسهمی مقلتیه علی عمد ، ولا تقتلوه اننی انا عبده ؛
وفی مذہبی لا یقتل الحر بالعبد اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہو کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اوسنے اپنی دونو
گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اوسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ مین اوسکا غلام ہون اور مین نے کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جاے بدلے
غلام کے هم طحطاوی نے کہا قوله خذوا بدمی اور لا تقتلوه مین منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہوسکتا کہ
غلام کی دیت اوسکے مالک پر واجب نہین فاجابه بعض الحنفية ردا عليه سه خذوا بدمی من رام قتلی بلحظه ، ولم یخش بطش الله فی
قاتل العمد ، وقودوا به جبرا وان کنت عبده ، لیعلم ان الحر یقتل بالعبد سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو میرے
خون کے بدلے اوسکو جسنے میرے قتل کا اپنی گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار ہی ڈالا اور وہ شخص ذرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے
قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ مین اوسکا غلام ہون تا معلوم ہوجاے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے هم طحطاوی نے کہا اس نظم مین خلل یہہ ہے
کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجئے تو وان کنت عبده کے مناسب نہین والمسلم بالذمی خلافا له
اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف شافعی کے هم امام شافعی کی دلیل یہہ حدیث ہے کہ لا یقتل مؤمن بکافر
رواه البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داود و نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمته یعنی مین ذمہ کے پورا کرنیوالون مین
زیادہ تر کریم ہون هم دارقطنی نے ابن بیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہو اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین
بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مؤمن بکافر مین کافر حربی مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ
اسواسطے دیا تا اونکے خون ہمارے خون کی مانند ہون اور اونکے مال ہمارے مال کی برابر لا بمستامن بل هو بمثله قیاسا للمساواة لا استحسانا
لقیام المبیح هدایه ومجتبی ودرر وغیرها نہ قتل کیا جاے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم
نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اوسکی برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے مبیح کے کذا فی
الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا هم اباحت خون کی وجہ کفر ہی جو باعث ہے حرب لینے کا اسواسطے کہ مستامن پر رجوع دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف

ينبغي ان تعوّل على الاستحسان لتشهر يجبهم بالعمل به الا ان مسائل مضبوطة ليست هذه منها وقد اقتصر ملا خسرو في متنه على
القياس انتهى يعني فتبع المصنف رحمه الله على عادته قلت وبعضهم ه عامة المتون حتى الملتقى مصنف نے شرح مین کہا اور
مستند اور ہون ہر کہ استحسان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر عمل کریگا مگر چند مسائل مضبوطہ ہین کہ یہ مسئلہ اونمین سو نہین ہے اور البتہ ملا خسرو نے
اپنی متن یعنی متن میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور تحمل نقیاس کی تائید کرتے ہین اکثر
متون حتی کہ ملتقی الابحر تک ويقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبي والصحيح بالاعمى والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأة وبالاجماع
ہو قتل کیا جاوے ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد
بدلے عورت کے بلا اتفاق ہیم تو اگر تندرست مرد اوس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤن اور دونوں کان اور ذکر یعنی آلہ اور فوطے مقطوع ہین اور آنکھین اسکی
پھوٹی ہین تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم مین برابر ہین اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے لہذا امور
کی تعیین تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی التحفة والفرع باصله وان علا لا عكسه خلافا لمالك فيما اذا ذبح ابنه ذبحا اور شاخ بدلے اپنی
جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی بر خلاف امام مالک کے اوس خاص صورت مین جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرکے
لیکا کذا فی ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھوری پھینک ماری اور مار ڈالا وہ قتل کا انکار ہی تو قصاص
نہین اور جواہر مالکیہ مین ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالتمین مقتول نہین ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث مین ثابت ہے انت ومالك لابيك یعنی تو اور
تیرا مال تیرے باپ کا ہی کذا فی العینی تو ظاہراً قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب مین معتمد نہین والاکثر مالکیہ مین نفی قصاص علی العموم مذکور
ہوتی واللہ اعلم ای لا يقتص للاصول وان علوا مطلقا ولو ابا او اما من قبل الام في نفس او اطراف بفروعهم وان سفلوا لقوله عليه
الصلوة والسلام لا يقاد الوالد بولده یعنی اصول کا قصاص نلیا جاویگا بدلے اونکے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف مین اگرچہ اصول اوپر کی ہون
مطلقا اور اگرچہ اصول عورتین ہون ماکی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہون بدلیل قول نبی علیه الصلوة والسلام کے کہ قصاص نہین لیا جاتا باپ کا اوسکے بیٹے کے
بدلے ہم بعضی دادا نانا اصول کا قصاص نہین تو مگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پر پوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنے
نانی کو یا پرنانی پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل
عمداً کریگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ کو ترمذی اور ابن ماجہ مین عمر فاروق رضی سے مروی ہے دهم وصف معقول
بالحرمة فيتعدى لمن علا لانهم سببا في احيائه فلا يكون سببا لافنائهم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جسمین جزئیت کی علت
ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہوگا اسلئے کہ اصول اسباب ہین فرع کے زندہ کرنے مین تو فرع اونکے
مٹانیکا سبب نہوگا هم ولہذا ولد کو جائز نہین اپنے باپ کو قتل کرنا اگرچہ اوسکو صف کفار مین پاوے یا اوسکو زانی محصن پاوے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایة وحینئذ
فتجب الدية في مال الاب في ثلث سنين لان هذا عمد والعاقلة لا تعقل العمد وقال الشافعي تجب حالة كبدل الصلح زيلعي وجوهرة
وسيجيء في المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ اصول کے مال مین دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہی
اور مددگار دیت عمد کی نہیں بھرتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ مین ہے اور اسکی تفصیل آگے
کتاب المعاقل مین آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کرین تو دیت مددگار دونپر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریہ وفي
الملتقى ولا قصاص على شريك الاب او المولى او المخطئ او الصبي او المجنون وكل من لا يجب القصاص بقتله لما عرف من عدم
تجزي القصاص فلا يقتل العامد عندنا خلافا للشافعي برهان اور ملتقی مین ہے اور قصاص نہین باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل
پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہین دوسرے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اوسکے فرزند کے قتل مین یا مالک کا شریک ہو اوسکے غلام کے قتل

مین یا غلام مشترک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور بیٹے ہوا اور مخطی کی مانند ہوا اسلئے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے
تو قاتل عامد بھی مقتول نہوگا ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا بسید بعبدہ ای بقتل نفسیہ بعد تدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ
فھذا داخل تحت قولہ ومن ملک قصاصا علی ابیہ سقط کما سبق اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے
فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے فقہا کے اس قول کی تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ
چند سطر کے بعد آویگا ھم مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن خانیہ مین ہے کہ حاکم
مالک کو تعزیر دیگا اور جوہرہ مین ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ولا بعبد یملک بعضہ
لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہین ھم جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل
قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ولا بعبد الرھن حتی
یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہین ھم یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہون گے تو غلام مرہون کے قاتل سے
قصاص نلیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین اجتماع
عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوھرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر متنا للکافی
کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہون کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت
جو درر مین کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ھم یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو
بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب
الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلھما القیمۃ تکون رھنا مکانہ تو قی رہتی یہ صورت کہ
اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کیواسطے قیمت دلائی جاویگی اور وہ قیمت بجای عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل
عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع قبل
القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوھرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبضہ
مشتری سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کر دے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول
ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلے اوسکی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا الا حاجۃ
لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا للاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا او رقیقا فاشتبہ
الولی فاذ تعذر القود اور قصاص واجب نہین بدلے اوس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا ر بدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑکر اگرچہ وارث اور
مولے ساتھہ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت مین آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اوسکے ولی مین اس اختلاف کے سبب سے شبہہ
پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسیطرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح
نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہے ھم علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب
مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو وارث ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولے ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے
اشتباہ واقع ہوا ولی مین تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ
لتعین مستحقہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوای اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث
کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہین تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے مین دق فی اول الصور لا ربع

خلافاً لمحمد اور مکاتب کی چار صورتیں ہیں پہلی صورت میں خلاف ہی محمد کا اور پہلی صورت یہہ ہی کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جاے
دوسری صورت یہہ ہی کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ سوای مولی کے کوئی وارث نہین اور بدل
کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہہ ہے کہ مکاتب کا وارث ترکہ گر بدل کتابت موجود نہین چلپی محشی نے کہا شارح کو یون کہنا صواب تہا وفی ثانیۃ الصور الاربع
خلاف محمد یعنے صور اربع مین سے دوسری صورت مین خلاف ہی محمد کا چنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی یعنی جب مولی کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود
ہو تو محمد کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے ویسقط قود ورثہ علی ابیہ ای اصلہ لان الفرع لا یستوجب العقوبۃ علی اصلہ
اور ساقط ہو جاتا ہی وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہوا ہی باپ پر باپ سی مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع ہو
تو قصاص ساقط ہی اسواسطی کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی ہے اسواسطی کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث یہہ
دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہی باپ کا تو جیسی حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولی جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے
مانع ہے قصاص کا کذا فے العینی و مجتبی ثم المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ابا امرأتہ مثلا ولا وارث لہ غیرہا ثم ماتت المرأۃ وان ابنہا
منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفۃ وان اشکل الحکم
فلا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہہ ہو کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوای اوسکی بیٹی کے جو جورو ہی قاتل
کی پہر وہ عورت وارث مر گئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اوس قصاص کا جو واجب ہی اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا
اوس دلیل سی جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اوسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے
واسطے ابتداءً ہی ہوتا ہی نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونو صورتون میں سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ یہہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین
ہے صدر الشریعۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہی اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوہرۃ لو عفا المجروح او وارثہ قبل موتہ صح استحساناً
لانعقاد السبب لہما اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کردے موت زخمی کی موت سی پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد
ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اوسکے وارث دونون کیواسطے ہے قیاس یہہ تہا کہ عفو مجروح صحیح نہو اسواسطی کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا اسی وارثون کیواسطی
ثابت ہی اسواسطی کہ اگر ابتداءً اسی ثابت نہوتا تو موت کے بعد بہی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلیئے کہ حق مجروح کا
ہے اور وارث قائم مقام اوسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی الطحطاوی عن النہر مختصراً لا قود بقتل مسلم مسلماً ظنہ مشرکاً بین الصفین
لما مر انہ من الخطاء وانما اعادہ لیبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہین ہی مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر
مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسواسطی قصاص نہین کہ فصل اول مین مذکور ہو چکا کہ یہہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطی ذکر کیا کہ
اوسکا موجب بیان کریں اس قول سی بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہی یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت ہی قالوا ہذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین
لا یجب شیء لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم فلذا کان مکثر سوادہم منہم وان لم
یکن یرتجیہم فکیف من ترجی قالہ الزاہدی ثم قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتلہ فینبغی الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ جنی
فلا شیء علی القاتل واللہ اعلم علما نے کہا کہ یہہ یعنی مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے مل گئی ہون
تو اگر مسلمان مشرکون کی صف مین ہو تو اوسکی مقتول ہو جانے سی قاتل پر کچہہ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اوسکی عصمت کے ساقط ہونے کے سبب یعنی اوسکا
خون معصوم نرہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑہاوے وہ شخص اوس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا
بڑہانیوالا کافرون مین داخل ہوا اگرچہ اونکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافرونکا سا لباس اختیار کرے اور اونکی مدد کی امید رکہتا ہے
زاہدی نے کہا پہر مصنف نے شرح مین کہا تو اگر ایک جن اوس جانور کی شکل بنجاوے جسکا قتل کرنا مباح ہی چنانچہ اوسکے قتل کرنے پر پیش قدمی لائق ہے پہر جبکہ

ظاہر ہو کہ وہ مناسب حقیقت میں جیسا تھا ویسا شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا يقاد الا بالسيف وان قتله بغيره خلافا للشافعي
اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک
اوسیطرح قتل کیا جاوے جسطرح اوسنے مقتول کو مارا ہے ہمیں حدیث صدیق اکبر رض سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسيف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضی رض سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحديدة یعنی قتل نفس
وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدر عن الکافی المراد بالسيف السلاح قلت وبه صرح في جامع المضمرات
حيث قال والتخصيص باسم الحديد لا يمنع الحاق غيره به الا ترى انا الحقنا الرمح والخنجر بالسيف في قوله عليه الصلوة و
السلام لا قود الا بالسيف فما في السراجية من له قود قاد بالسيف فلو القاه في بئر او قتله بحجر او بنوع آخر عزر وكان
مستوفيا يحمل على ان مراده بالسيف السلاح والله اعلم اور در مختار میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسکی
تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الجامع میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسيف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو
وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اوسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ
شخص اس قتل ناشروع سے قصاص کا پانیوالا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہہ محمول ہو اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم
ولاب المعتوه القود تشفيا للصدر واذا ملكه ملك الصلح بالاولى لا العفو مجانا ويقطع يده اي يد المعتوه وقتل قريبه لانه ابطال حقه
ولا يملكه اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اوسکے قرابتدار کے قتل کے بدلے اوسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر
اور تسکین دل کیواسطے اور جبکہ اوسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کردینے کا یعنے اوسکو قطع اور قتل میں مفت
معاف کردینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کردینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کردینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہے جو
بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو ہندی میں باؤلا اور بھوندو بولتے ہیں اور اوسکے قرابت دار سے مراد اوسکا بیٹا بھائی اور اوسکی ماں
اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اوسکا باپ اوسکے قائم مقام ہوا اسلیئے کہ مزید شفقت کے سبب سے اوسکی تشفی
خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقييد صلحه بقدر الدية او اكثر منه وان وقع باقل منه لم يصح الصلح وتجب الدية كاملة
لانه انظر للمعتوه اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اوس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی
اسلیئے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضي كالاب في جميع ما ذكرنا في الاصح كمن قتل ولا ولي له للحاكم قتله والصلح
لا العفو لانه ضرر للعامة اور قاضی باپ کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اوس شخص کی کہ مارا گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اوسکے قاتل کے قتل کرنیکا اور مال پر صلح کرنیکا اختیار ہے نہ مفت معاف کردینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کردینے میں لاوارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے
والوصي كالاب يصالح عن القتل فقط بقدر الدية وله القود في الاطراف استحسانا لانه يسلك بها مسلك الاموال اور وصی
مدہوش کے حق میں اوسکے بھائی کی برابر ہے کہ فقط صلح کرسکتا ہے اوسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کی اطراف میں قصاص لینا
بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ سلوک ہو والصبي كالمعتوه فيما ذكر اور طفل صغیر معتوہ کی مانند ہے جمیع
احکام مذکورہ میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اوسکے قرابتدار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف
کردینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کرسکتا اور نہ عفو کا اونکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اونکو اختیار ہے وللكبار القود
قبل كبر الصغار خلافا لهما والاصل ان كل ما لا يتجزى اذا وجد سببه كاملا ثبت لكل على الكمال كولاية انكاح وامان اور مقتول
کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک قصاص نہوگا تا کہ صغیر وارث

حوالہ ہوں اور عدم تجزی کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے بوجہ الکمال ثابت ہوتی ہے
جیسے نکاح کر دینے والد کا لڑکی بیاہ دینے کی ولایت ہم نے عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسے قرابت سبب
کامل ہے قصاص میں اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم ملعون علی مرتضی رضی
مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار بھی تھی جو ابھی بالغ ہوئے تھے ان کا انتظار نہیں ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم
اسیر دار الحرب نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی الا اذا كان الكبير اجنبيا عن الصغير فلا يملك القود حتى يبلغ
الصغير اه ما ذكره فليحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کذا فی الزند
تو اسصورت کو یوں کہنا چاہیے ہم بلوغ کوفی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی وجہ سے طحاوی نے کہا لیکن اسمیں خلل
ہے کیونکہ کبیر مراد ہے ایسا جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہوں اور جد اولی ہے یہ وجہ ثانیہ کے ساتھ
ولو قتل العاقل اجنبي وجب القصاص عليه في القتل العمد لانه محقون الدم بالنظر الى الله تعالى اور اگر عاقل کو اوس شخص نے قتل کیا جو
اجنبی ہے مقتول کا یعنی اوسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر الہی قاتل کے جیسا کہ اولی
شخص کے اولیاء غیر کے لیے معصوم ہے یہ قول کا حرج جاری ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اوسکا
قتیل ہے اور ایک یکون الدية على عاقلة [illegible] ہو گا اور ظاہر ہے و لو قال
ولي المقتول قتلته بعد العفو [illegible] صدق قوله لانه [illegible] اور اگر مقتول کے وارث نے
قاتل اجنبی کے بعد کہا کہ میں نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اوسپر کوئی گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی اگر قاتل اجنبی قتل
کیا جاوے گا ہم نے اسمیں جو کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کرا دینا جائز ہے استیفاء قصاص میں صورت ہوگا اور قاتل
مامور پر ضمان لازم ہوگا اسصورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سیاق کہ اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث نے امر کرنیکا دعوی کیا اور وارث سے اوسکی تصدیق کی
تو امر ثابت ہو گیا ہو اور شہادت کے اس صورت شہادت قائم ہے تعاملی لیا جاوے گا بخلاف من حفر بئرا في دار رجل فمات فيها شخص فقال رب الدار
کنت امرته بالحفر صدق حتى لا يضمن لانه يملك استينافه في الحال فصدق بخلاف الاول لان ايجاب الحل بالقتل كما هو القاعدة
بخلاف اوس شخص کے جسنے کنواں کھودا دوسرے کے گھر میں پھر آدمی اوسمیں گر کے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنیکو کہا تھا امر کیا تھا
چاہیے کہ تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا اسکو فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجود محل
سبب ہے لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول کے یعنی ولی مقتول کے اسکلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل
ممکن الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا ہم قاعدہ مذکور یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت
کرے مثلا یوں اقرار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق
کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق
بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و ذكر ان حق الولي يسقط راسا كموت القاتل حتف انفه اور ظاہر متن بالا میں تعلیل فوت
محل سے دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرجاوے بدون قتل کر نیکے
ولو استوفاه بعض الاولياء لم يضمن شيئا اور اگر وارثان مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لے لیا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی قاتل کو
العمد بانی وارثوں کے حصے کا اگرچہ باقی وارث منتظر ہوں کہ ادعی الرمی وفي الدرر والمجتبى دم بين اثنين فعفا احدهما وقتله الآخر ان علم ان عفو
بعضهم يسقط حقه يقاد والا فلا والدية في ماله بخلاف ممسك يحل لمقتل عمدا قتل ولي القتيل الممسك فعليه القود لانه لا يحل

علی الناس اور درر اور مجتبیٰ میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص معاف کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اوسکو یہ معلوم نہیں تو اوس پر قصاص نہیں اور اوسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کر وہ عمداً قتل کیا جا سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا سوا اسکے کہ یہ مجوز اوس قسم کی نہیں ہے جس کا بوجھ لوگوں پر مشکل ہو ھم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اوسمیں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہو اور اسکا کی صورتین فقط قصاص ہے نہ دیت

جرح انسانا و مات الجرح فاقام اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه برئ من الجراحة و مات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحاوی

اقام اولیاء المقتول البینة علی انه جرحه زید و قتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوی ورثہ مقتول نے اس پر گواہ قائم کیے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ھم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں ۱۲ نہی

قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات الجریح لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی او الناس قبلت فیه مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثوں کو زخم لگانیوالے پر اس سبب کا دعوی نہیں پہنچتا مطلقا خواہ آلہ زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہو کذا فی القنیة وفی الدر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا اور در میں مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ھم یہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہو گیا

وفی الوهبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی آخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا پس اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسی نے اسکو مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق ہے مورث کا اور مورث تو گواہونکو یا وارثونکو جھوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی ابن آخر انه جرحه خطاء قبلت لقیامها علی حرمانه الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اوس نے از راہ خطا اوسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اوسکی میراث کے محروم ہونے پر

سقاه سما حتی مات ان دفعه الیه حتی اکله ولم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکی طرف سپرد کر دیا یہانتک کہ اوسنے خود کھا لیا اور وہ زہر کو سمجھتا نہ تھا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره السم اجبارا یجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اوسکے حلق میں زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگاروں پر وان دفعه فی شربة فشرب ومات منه فکالاول لانه شرب باختیاره الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیة اور اگر اوسکو شربت کے اندر ملا کر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتونمیں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے اگرچہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیة

وان قتله بغرز المسلة بما یعمل به فی الطین یقتص ان اصابه حد الحدید او ظهره وسیجیء اجماعا کما نقله المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا بذریعہ اور مسلہ سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اوسکی پیٹھ لگی اور اوسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات سے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے اور شارح نے کہا کہ قرار یہ ہے کہ ہر وہ ہتھیار سے جس سے دھار کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاڑ دے وغیرہ ھم اور اگر پھاوڑے کے واسطے ہو تو
قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ جیسے پتھر سے تو تلوار کی مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کی مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی العمادی میں
الا ان فی ولا یجب به شیء بل قتله بظهره ولو بحرفه لا یقتص فی روایة الطحاوی وظاهر الروایة انه یقتص بلا جرح فی حدید و نحاس
و ذهب و نحوها و عزاه فی الدرر الی قاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصة ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجود العمد وعلیه
جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ یا ہتھیار کی طرف سے اوسکو نہیں لگا بلکہ اوسکو اوسکی پشت کی طرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاتا ہے
طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہو بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے و مانند اوسکی چیزوں سے کہ ہم جنس ہو
اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب
قصاص کے لیے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلے ہیں وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمد فخرق السیف الغمد و قتله فلا قود فیه عند ابی حنیفة
اور مجتبیٰ میں ہے اوس تلوار سے اور اوسکی میان کے اندر ہو سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اوس میں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک ھم لکن
قاتل پر دیت ہو جو محروح ہے [illegible] سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اوسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لهما والشافعی
جیسے گلا دابکر مارنے اور ڈبونے میں قصاص نہیں ہے برخلاف صاحبین اور شافعی کے ھم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبودے تو اگر پانی کم ہو جس سے
ڈوبتا نہیں مرتا اور صورت ممکن ہے تیر کر نکلنے سے غالباً اور وہ مرگیا تو یہ خطا کے حکم ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ
اوسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں لیکن وہ خوب تیراک ہو تو یہ بھی خطا عمد ہے اور اگر معلوم ہو کہ پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطا عمد ہے اور قصاص
نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ من الصید ولو ادخله بیتا فمات فیه جوعا لم یضمن شیئا وقالا یجب
الدیة اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اوس میں گرسنگی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں مذکور ہے
مقتول ہے کہ اوس پر عتاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنه حیا فمات عن محمد یقاد به مجتبی بخلاف قتله بموالاة ضرب السوط کما یجیء اور اگر ایک شخص کو
زندہ دفن کر دیا سو وہ مرگیا امام محمد سے روایت ہے کہ اوس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے پے در پے کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آئیگا الیۃ
میں ہے کہ دیت اسپر ہو کہ قاتل کے برادری پر دیت ہو کذا فی العالمگیریۃ وفیه لو اعتاد الخنق قتل سیاسة ولا تقبل توبته لو بعد مسکه اور مجتبیٰ میں
ہے کہ اگر گلا دابکر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کے واسطے نہ قصاص کی راہ سے اور اوسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد ہو تو ہو کہ جیسے
جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہیں ھم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو لازم سیاست کے وقت ہر گو کہ اوسکو تنہا انسان مارنے کی عادت ہو یعنی بار بار کا
[illegible] وفیه قمط رجلا و طرحه قدام اسد او سبع فقتله فلا قود فیه ولا دیة ویعزر و یحبس الی ان یموت زاد فی البزازیة
عن الامام علی الجلی اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اوس نے اوسکو قتل کیا تو اوس میں قصاص اور دیت
نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجائے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جائے یعنی اوسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں امام سے یہ زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہو ھم اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اوس نے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط
صبیا والقاه فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلته الدیة اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مرگیا
تو قاتل کے برادری پر دیت ہے ھم اور جوان مرد صغیر کی مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیة قمط رجلا و القاه فی البحر فرسب فغرق
کما القاه فعلی عاقلته الدیة عند ابی حنیفة ولو سبح ساعة ثم غرق فلا دیة لانه غرق بعجزه وفی الاول غرق بطرحه الا انه
میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا مجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کی برادری پر

دیت ہے امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تڑپا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں ہے اسلئے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اون صورتوں میں اوسکو پانی میں ڈالدینے سے ڈوبا

قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرہ میں سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمیں روح ہے پھر دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں ہے اسلئے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے م تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا یا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ

ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ م خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ بیان دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے لکہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا

واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا و في البزازية شق بطنه بحديدة وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل قاطع العنق ولا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ باقی رہنا شق سے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاویگا اور اگر اوسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے م قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اور اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار

ذا فراش ومات يقتص له اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والا سرعته اور جس نے کسی مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر سے چپکا ہوکر نہ اوٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کرے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ دی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقد منا انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا ہے کہ مجروح نے یا اوسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا

والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا فعل عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اوسکے برادری والوں پر دیت ہے م صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اوسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل

زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى ياثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوتی ہے کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اوسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہانمیں معتبر ہے اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہیں دو فعل غیر معتبر ہوتی تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوتی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل

الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بھی فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کی مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلئے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث غير عبارة

الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ ای لا یمکن تأ
دفع الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی ما یؤیدہ اور جسنے تلوار مسلمانون پر نکالی تو اوسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب ہے
جیسا ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اوسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یون کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ
دفع اوسکا اوسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ مین جیسے اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم
سے ہے یعنی حملہ کرنیوالے کی دفع کی مانند ہی تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا هم ابن کمال کے کلام سے قتل بے اہمال الظاہر
اشارہ سے نکلتا ہے تصریح اسکی نہین اسواسطے کہ دفع مین توقف نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتلہ بخلاف
الجمل الصائل اور تلوار نکالنے کے قتل مین کچھہ نہین اوسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے
اور وہ اوسکو مار ڈالے تو ہرچند اوسکے قتل مین گناہ نہین لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او
نہارا فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھہ نہین اوسکے مار ڈالنیوالے پر جسنے
لوہے کا ہتھیار نکالا اور اوٹھایا ایکمرد پر رات مین یا دن مین خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل مین یا اوسپر لاٹھی اوٹھائی رات کو شہر مین یا لاٹھی اوٹھائی
دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ مین سو اوسکو مار ڈالا اوسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اوٹھائی هم یہ مسئلہ سابق کے سوا ہے اسواسطے کہ وہان جماعت مسلمین پر تلوار
کھینچی اور یہان ایکمرد پر ہتھیار کھینچنے والیکے قتل مین کچھہ نہین مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن مین ٹہرتا نہین اندر گہس جاتا ہے اور
لاٹھی اوٹھانے والیکے قتل مین رات کو شہر مین یا دنکو جنگل مین کچھہ نہین اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن مین گہس نہین جاتی لیکن شہر مین رات کو اور جنگل مین دنکو
مظلوم کی فریادرسی اور مدد نہین ہوسکتی ہان اگر دنکو شہر مین لاٹھی اوٹھانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن مین نہین
گہستی اور شہر مین دنکو فریادرسی اور مددگاری منقطع نہین کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ المشہور
علیہ عمدا یجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص
نہین ومثلہ الصبی والدابۃ الصائلۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرنیوالا ہے اور شافعی
نے کہا کہ ضمان نہین سب صورتون مین یعنی مجنون اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل مین اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے هم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ
مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل بصفت حرمت نہین تو بغاوت نہ ثابت ہوتی تو اوسکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب سے لہذا اگر مجنون یا صغیر
کسیکو قتل کرین تو قصاص نہین یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کرے تو اوسپر تاوان نہین پس جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا
حیثیت کے سبب سے یعنی دفع شر نے انکا خون مباح کر دیا پس جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف
وکف عنہ علی وجہ لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ او غیرہ کذا عممہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل
بالانصراف عادت عصمتہ قلت فیحرر انہ ما دام شاہرا السیف یضربہ الا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پہر پہر گیا
اور پہر سے باز رہا اسطرح پر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہین رکھتا سو دوسرے نے اوسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تہی اوسنے مارا یا اوسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسیطرح
کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو قصاصا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والیکے خون کی عصمت پہر ثابت ہوگئی پلٹجانے کے سبب سے مین کہتا
ہون تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہے اور نہین تو مارنا درست نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم طحطاوی نے
کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہین اسواسطے کہ کبہی انسان برہنہ شمشیر جیسے سپر ہو بہاگتا جاتا اور عود کا ارادہ نہین رکھتا یعنی تو مطلقا جنگی شمشیر کی اباحت
ضرب کی دلیل نہین ہوسکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شیء علیہ لقولہ علیہ
الصلاۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گہر مین غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گہر سے نکالے اور صاحب خانہ اوسکا پیچہا کر کے مار ڈالے

مار ڈالے تو اوسپر کچھہ نہین نہ قصاص نہ دیت بحکم اوس حدیث کے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے مقاتلہ کرنا اپنے مال کے آس پاس ھ نسائی مین مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیا چاہے فرمایا کہ بنام خدا اوسکو تذکیر کر یعنی خدا کے غضب
سے اوسکو ڈرا سو اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے کمک مانگ وہ بولا کہ اگر
حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وكذا لو قتله قبل الاخذ
اذا قصد اخذ ماله ولم يتمكن من دفعه الا بالقتل صدر الشريعة اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے
کا ارادہ رکہتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سوا مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ وفي الصغرى قصد ماله ان عشرة او اكثر قتله وان اقل قاتله
ولا يقتله اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقاتلہ کرے لیکن
اوسکو قتل نکر ڈالے ھ لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کے من قتل دون ماله فهو شهيد یعنی جو اپنے مال کے ورے پرے مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وهل يقبل قوله انه كابره ان
ببينة نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقة والشر لم يقتص استحسانا والدية في ماله لورثة المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ
اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تہا یعنی پہر بہی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور
ہے تو قاتل سے از راہ استحسان قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ هذا اذا لم يعلم انه لو صاح عليه
طرح ماله وان علم ذلك فقتله مع ذلك وجب عليه القصاص لقتله بغير حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوسوقت ہے جبکہ
صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اوسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چہوڑ بہاگیگا پہر باوجود اوسکے اوسکو
قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے كالمغصوب منه اذا قتل الغاصب فانه يجب القود لقدرته على دفعه
بالاستغاثة بالمسلمين والقاضي مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دفع
پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے ھ اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہرا قتل غاصب جایز ہے بعموم حدیث
مذکور کی دلیل ہے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجأ الى الحرم لم يقتل فيه خلافا للشافعي ولم يخرج عنه للقتل لكن يمنع عنه الطعام و
الشراب حتى يضطر فيخرج من الحرم فحينئذ يقتل خارجه مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی
حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جاویگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کہانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گہبرا جاوے بہوک پیاس
کے مارے سو آپ نکل آوے حرم سے تو اسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فيما دون
النفس فيقتص منه في الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین تو اموال
کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشأ القتل في الحرم قتل فيه اجماعا سراجيه اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی
السراجیہ ولو قتل في البيت لا يقتل فيه ذكره المصنف في الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج
کی شرح مین مذکور کیا ہے ولو قال اقتلني فقتله بسيف فلا قصاص وتجب الدية في الصحيح لان الاباحة لا تجري في النفس وسقط القود
لشبهة الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین بقول صحیح اسواسطے کہ
اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے ھ ہر چند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا
اور قصاص مین شبہہ در حکم حقیقت کے ہے وكذا لو قال اقتل اخي او ابني او ابي فقتله الدية استحسانا كما في البزازية عن الكفاية اور اسیطرح
قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بہائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے ھ طحطاوی نے کہا

ہے جبکہ قاتل مقتول کے سوا کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر القصاص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا
جائیگا ھ یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے یعنی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ
یہ معلول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے دیت ہے کذا فی العتابیۃ وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خزانہ
میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اس نے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جائیگا اسواسطے کہ یہ باطل ہے
اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے
باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کے واسطے وفی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اس نے اوسکا ہاتھ کاٹا تو قصاص
لیا جائیگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لا شیء علیہ وان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اس نے اوسکا سر
پھوڑا تو اوسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وھو الصحیح ذکر الاسلام کما فی العمادیۃ وسقطہ
الطرسوسی لکن ردہ ابن وھبان اور قول صحیح یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل کی دیت بھی قصاص کی مانند واجب نہیں ہوتی اور اس قول کو رکن الاسلام نے
تسلیم کیا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ وہ تصحیح ہے کہ قول اول یعنی
سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہو گیا ہے بسبب اذن کے اور بسبب حرمت مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل
عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اتفاقا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھ کاٹ سو اس نے اوسکو قتل کیا یا اوسکا
ہاتھ کاٹا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق ھ اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں اباحت جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار
ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی فان سری لنفسہ ومات لان الاطراف کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا
ہاتھ یا میرا پانوں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہیں تو امر کرنا اونہیں صحیح ہوگا ھ سرایت الی النفس اور
موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہے تو اس میں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ
علی ان تعطینی ھذا الثوب او ھذہ الدراھم فقطعہ یجب المال لا القود وبطل الصلح من ابیہ اور اگر کہا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ
کپڑا یا یہ درہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطا ہے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیۃ **فروع** مسائل
متعدد شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوا قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اوسمیں
تملیک جاری نہیں ھ اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بلفظ ذکر جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح
افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل ہے اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ھ عفو وارث سے قاتل کی برأت ہوتی
ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برأت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح
اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وھبانیہ صحیح نہیں توبہ
قاتل کی جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکر دے کذا فی الوہبانیۃ ھ یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی
جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام
شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء بینہما امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی حدود کے
مانند یعنی جیسے حدود کی اقامت میں امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہاء نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ھ یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیواسطے امام شرط ہے نہ
قصاص کیواسطے جیسے کہ اگر کوئی مقتول ہوا عمداً اور اسکا ایک وارث ہے تو وارث کو قاتل کا قتل کرنا قصاص کے ارادہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور
اوسکی گردن کاٹ ڈالے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجائیگی مگر اوسپر تاوان نہیں اور اسیطرح قتل کرنے سے مستوفی قصاص ہوگا کذا

نے العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود وتندرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ مین الحدود وتندرأ بالشبہات کے قاعدے مین یہہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہی نہ حدود مین ھ یہہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنی علم پر فیصلہ کرے سوا حد کے لیکن اب فتوی اسپر ہو کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقا جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث بخلاف الحد ۲ قصاص مین میراث جاری ہی اور حد مین نہین ھ دوسرا قول یہہ ہے کہ قصاص بہی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ھ یہہ بعد مرافعہ کے محمول ہی اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل پر شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہی گونگے کے اشارہ سے اور اوسکے لکہنے سے برخلاف حد کے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اوسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کیطرف اشارہ کیا یعنی مین نے اوسکو تلوار سے مارا ہی تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی تجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین المسابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ۷ ساتوین صورت یہہ ہو کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی مافی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہی کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گہر مین جہانکا دروازہ کے اندر سے سو اوس مرد نے اوسکی آنکہہ پہوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جہانکنے والیکا ہٹانا بدون آنکہہ پہوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکہہ پہوڑنے والے پر دونو صورتون تاوان نہین ھ ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جہانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اوسکی آنکہہ پہوڑ دے ٹہیکری مارکر تو کچہہ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہی کہ آنکہہ مین نصف دیت ہی اور یہہ عام ہی ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گہر مین گہس کے کچہہ لے تو بہی ستون قطع مین نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہی اور اگر حدیث مذکور کو اوس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکہہ پہوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاتی لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اوسمین کچہہ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو ادخل رأسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اوسکو پتہر سے مارا سو اوسکی آنکہہ کو پہوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ عن کنز الروس باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اوس صورت مین ہی جبکہ گہر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہہ باب ہی سوای جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ھ قصاص مادون النفس ثابت ہی کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص اور حدیث مین ثابت ہی کہ ربیع نے جاریۃ الانصار کا دانت توڑا تہا سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص مادون النفس ہر ایک اوس مقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہی یعنی جہان برابری اعضای ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہان بدلا لینا جاری ہی اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت یا کچہہ اور جنانچہ معلوم ہوگا ھ پہر جب رعایت مماثلت کی بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتہہ بائین ہاتہہ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتہہ لنجے ہاتہہ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتہہ مرد کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتہہ عورت کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتہہ غلام کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ آزاد کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ دوسری غلام کے ہاتہہ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتہہ مین نصف قیمت واجب ہی اور قیمت غلامونکی مختلف ہوتی ہی اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کہال مین اور رخسارہ اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے عضا کا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹہا بدلے انگوٹہی کے قطع ہوگا

باب القود فیما دون النفس

اور سیاہ ہے جو سیاہی کے اور ہتھیلی جیسے ہتھیلی کے اور ضعیف ہے ضعیف کے اور شل ہے شل کے اور اسیطرح دانت نہیں برابری واجب ہے اور جب ٹوٹ چکی تو پس لیا جاوے بدلہ برابر کے
اور داڑھ ہے داڑھ کے جیسے بالقیاس مساوات اعضا واجب ہے اونکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی فلما وجب حینئذ یقاد

قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑ سے یعنی پہنچے اور سرکا ہاتھ
عمدا کاٹا کہنی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة الانف لم یقد لامتناع
حفظ المماثلة وهي الاصل في جريان القصاص اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا
بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں م مبسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمیں قصاص ہے اور جو
موضع میں نہ ہو اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمیں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ کاہی قاطع کی ہڈی زیادہ وہ کٹتی ہے یا اوسمیں
خلل ہو جاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت ید القاطع اکبر منها لاتحاد المنفعة قصاص میں جوڑ سے
ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے
سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکسان ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل ومارن الانف والاذن اور اسیطرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک
کے نتہنون اور کان میں م مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک میں بانسہ کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں
اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوؤها وهي قائمة غير منخسفة
اور اسیطرح قصاص لیا جاتا ہے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے جیسے نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہو کہ ضارب
کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے م یہہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق
کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت
اوسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی
منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاوے تو اوسکا قصاص نہیں ہے بسبب
متعذر ہونے مساوات کے وفي المجتبى فقأ اليمنى ويسرى الفاقئ ذاهبة اقتص وترك اعمى اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑ دی
اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا وعن الثاني لا قود في فقئ عين حولاء
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگی کے پھوڑنے میں قصاص نہیں م مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں حول مضر لبصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر
ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہیں انتہی تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا نہ
تھا کذا فی الطحطاوی وكذا هو ايضا في كل شجة يراعى ويتحقق فيها المماثلة كالموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر کا
بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے جیسا کہ جراحت موضحہ میں م موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر
کھلجاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود في عظم الا السن وان تفاوتا طولا وكذا المسامح اور قصاص نہیں ہے ہڈی
میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونوں دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت م
اور حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی
ہے کہ ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقيل تبرد الى اللحم موضع اصل السن ويسقط ما سواه لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لهاته وبه اخذ

صاحب الكافي قال المصنف مؤ في المجتبى وبه يفتى تو ظالم کا دانت اوکھاڑا جاتا ہے اگر مظلوم کا دانت اوکھاڑ گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا
جاتا ہو یہانتک کہ گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باوجود گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص لیا جاتا ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلئے کہ
دانت کے اکھاڑنے مین کبھی تالو کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو لیا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
ھ طحطاوی نے کہا کہ بخط زیلعی ایسا ہی لکھا ہوا ہو اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہو گیا ہے اور حق یہ ہے کہ لثة بلثات ہے یعنی بجای تا مدور تا مثلثه ہے لثات
جمع لثة بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اوکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اوکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا مسوڑھون سے چاہیے اسواسطے کہ اوکھاڑنے سے مسوڑھون
مین اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے كما تبرد الى ان يتساويا اور اگر کسر دانت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر
مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ھ ریتنا اوسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو ورنہ الا قصاص نہین خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریة و فی المجتبى ويؤجل
حولا فان لم ينبت يقتص وقيل يؤجل الصبي لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاتی ہے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص
لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ھ منتقی مین ہے جب دانت سے کچھہ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار
کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ بہر جاوے تو اوسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے
تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی زود مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبي في الحول يجب پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو يوسف فيه حكومة عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمین حکومت عدل ہے وكذا الخلاف اذا اجل في تحريكه فلم يسقط فعند ابي يوسف تجب حكومة عدل الالم اي اجرة
القلاع والطبيب ومتحققه اور اسیطرح دانت اوکھاڑنے کی مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکھاڑنے اور طبیب معالجہ کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ھ محیط مین ہے کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھہ نہین اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے مذکور کیا وتؤخذ الثنية بالثنية والناب بالناب ولا يؤخذ الاعلى بالاسفل ولا الاسفل بالاعلى مجتبى والحاصل
انه لا يؤخذ عضو الا بمثله اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا في طرف رجل و
امراة وطرف حر وعبد وطرفي عبدين لتعذر المماثلة بدليل اختلاف ديتهم وقيمتهم والاطراف كالاموال اور قصاص نہین ہم
حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامون کی اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت هذا هو المشهور لكن في الواقعات
لو قطعت امراة يد رجل كان القود لان الناقص يستوفى بالكامل اذا رضي صاحب الحق فلا فرق بين حر وعبد ولا بين عبدين
وأقره القهستاني والبرجندي مین کہتا ہون کہ یہ یعنے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب
مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھہ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفاء ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق
ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھہ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد
اعلی کا مالک عبد ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ھ شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشتبہ ہو گئی ہے یہ قول وَطَرَفُ الْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ سَوَاءٌ يَعْنِي فِي الْأَطْرَافِ اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات
مشہور ہے ہم کا دستے دیت مراد ہوتا کا دیعنی ادستاد کذا في الطحاوي وَقَالَ الشَّافِعِيُّ كُلُّ مَنْ يُقْتَلُ بِهِ يُقْطَعُ بِهِ وَمَا لَا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو
شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اوسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اونکے نزدیک مسلم کافر کے قتل
نہیں ذمی کے مرنے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہیں اوسکے عضو کے بدلے وَلَا فِي قَطْعِ يَدٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ لِمَا مَرَّ اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں
نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے وَلَا فِي جَائِفَةٍ
بُرِئَتْ اور قصاص نہیں اوس جائفہ میں جو اچھا ہو گیا ہے جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہونچ گیا سینہ کیطرف سے یا پشت یا پیٹ کیطرف سے تو گردن اور
حلق اور ہاتھ اور پانو میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن بر طرف اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا في الطحطاوي عن شرح القدوري فَإِنْ لَمْ تَبْرَأْ فَإِنْ سَارِيَةً
يُقْتَصُّ وَلَا يُنْتَظَرُ الْبُرْءُ أَوِ السِّرَايَةُ فَكَمَا هُوَ الظاہر جائفہ جسکا ہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمے سے زخمی مر گیا تو جارح سے قصاص لیا جائیگا
اور اگر برا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہئے کہ امر اس کا ل وَلِسَانٍ وَذَكَرٍ وَلَوْ مِنْ أَصْلِهِمَا بِهِ يُفْتَى شرح وَهْبَانِيَّة وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ لِأَنَّهُ
يَنْقَبِضُ وَيَنْبَسِطُ قُلْتُ لَكِنْ جَزَمَ قَاضِيخَانَ بِلُزُومِ الْقِصَاصِ وَجَعَلَهُ فِي الْمُحِيطِ قَوْلَ الْإِمَامِ وَنَصُّهُ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِنْ قَطَعَ ذَكَرَهُ مِنْ
أَصْلِهِ أَوْ مِنَ الْحَشَفَةِ اقْتُصَّ مِنْهُ إِذْ لَهُ حَدٌّ مَعْلُومٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ فَلْيُحْفَظْ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونو جڑ سے قطع
ہو گئے ہوں اس قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں اسواسطے کہ یہ سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے
میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر
مارا جڑ سے قطع ہوا یا حشفہ سے تو قاطع سے قصاص لیا جائے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرح ملتقی میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد
رکھنا چاہئے ہم فتاوی قاضیخان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اوسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں ہے
اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہوا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے۔ امام کا مذہب
عالمگیریہ میں ظاہر ہے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل میں ہے امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور
ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے منقرات میں ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم إِلَّا أَنْ يُقْطَعَ كُلُّ الْحَشَفَةِ فَيُقْتَصُّ وَلَوْ بَعْضُهَا لَا
مگر یہ کہ ذکر کا سارا سپاری قطع ہو گیا ہو تو اوسکا قصاص لیا جائیگا اور اگر تمام نہیں بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے بعض کی
وَيَجِيءُ أَنَّ قَطْعَ بَعْضِ اللِّسَانِ اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا وَيَجِبُ الْقِصَاصُ فِي الشَّفَةِ إِنِ اسْتَقْصَاهَا بِالْقَطْعِ لِإِمْكَانِ
الْمُمَاثَلَةِ وَإِلَّا يَسْتَقْصِهَا لَا يُقْتَصُّ مُجْتَبَى وَجَوْهَرَةٌ اور قصاص واجب ہوتا ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے رستے لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی جڑ کے
کاٹا جیسا کہ اوپر کہا ہے قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو جڑ سے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص ہوگا
عدم مماثلت کے احتمال سے وَفِي لِسَانِ أَخْرَسَ وَصَبِيٍّ لَا يَتَكَلَّمُ حُكُومَةُ عَدْلٍ اور گونگے اور ایسے صغیر کہ قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت
عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیب دار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جائے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت ہے حکومت عدل سے

وَإِنْ كَانَ الْقَاطِعُ أَشَلَّ أَوْ نَاقِصَ الْأَطْرَافِ أَوْ كَانَ رَأْسُ الشَّاجِّ أَكْبَرَ مِنَ الْمَشْجُوجِ خُيِّرَ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ بَيْنَ الْقَوَدِ وَأَخْذِ الْأَرْشِ وَعَلَى
هَذَا السِّنُّ وَسَائِرُ الْأَطْرَافِ الَّتِي تُقَادُ إِذَا كَانَ طَرَفُ الضَّارِبِ وَالْقَاطِعِ مَعِيبًا يُخَيَّرُ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ بَيْنَ أَخْذِ الْمَعِيبِ
وَالْأَرْشِ كَامِلًا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالے کا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص
لینے اور دیت کے لینے میں وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی اطراف میں جنکا قصاص لیا جاتا ہے جبکہ عضو ضارب یا قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع
عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے عیب دار کو لے چاہے پوری دیت لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ اس صورت میں الحاق کمال حق

موسیٰ نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہہ اوسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کیوقت لنجا ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو جاے تو مقطوع
قصاص نے دیت لیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تہا سو ساقط ہوگیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحطاوی وقال برهان الدين هذا لو
الشلاء ينتفع بها فلو لم ينتفع بها لم تكن محلاً للقود فله دية كاملة بلا اختيار وعليه الفتوى مجتبى برہان الدین نے کہا یہہ حکم
اوس شرط سے ہے کہ لنجے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اوس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کیو پوری دیت ملیگی بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفيه لا تقطع الصحيحة بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ويسقط
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا ويعفو الاولياء اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحهم على مال ولو قليلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو ھ اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اوسمیں عوض کی کچھہ تعیین نہیں کذا
فی المحمودی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش ويجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال نقد حال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کیصورت میں ويصلح احدهم وعفوه ولمن بقي من الورثة حصته من الدية في ثلث سنين على القاتل هو الصحيح وقيل على
العاقلة ملتقى اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھہ نہیں کیا وہ اپنا حصہ
پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور یہہ باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل و
سيد العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذي اشتركا فيه على الف ففعل المامور الصلح عن دمهما فالالف على الحر
والسيد الآمرين نصفان لانه مقابل بالقود وهو عليهما سوية فيدل له كذلك آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونو شریک تہے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں
امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولے پر آدہے ہون آدہے یعنی پانچسو آزاد پر اور پانچسو مولی پر ہونگے اسلیئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص
دونو پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسیطرح دونوں پر برابر ہوگا ويقتل الجمع بمفرد ان جرح كل واحد جرحا مهلكا لان زهوق الروح يتحقق
بالمشاركة لانه غير متجزی بخلاف الاطراف كما سيجيء اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیئے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ھ دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رض
نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعاء اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوک ساتہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تہا اور کسکا کاری نہ تہا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور
یہہ معلوم نہین کہ موت کس سے ہوئی تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والا لا كما في تصحيح العلامة قاسم
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے ھ خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی
کا تو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفي المجتبى انما يقتلون اذا وجد من كل جرح يصلح لزهوق
الروح فاما اذا كانوا نظارة او مغرين او معينين بامساك واحد فلا قود عليهم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اوسیصورت سے
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکہتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہون یا قاتل کو ورغلانے
ہون یا قاتل کے مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کرکے تو اون لوگون پر قصاص نہیں اور نہ اونپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی وللاولی ان یعرف

للجمع بلا مع القتيل فانه لو قتل فرد جمعًا عمدًا اخذ منهم ايّ او جميعهم سقط القود قهستانی دیہہ بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو حرف با ذکر کرتے
کیونکہ اسکو مع کے ساتھ ذکر کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک شخص کو جماعت قتل کرتی ہے کہ ازین سے ایک تابع ہو مقتول کا یا کوئی اونمین دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ہم یعنی
اگر و ہم مجنونہ خارج ہو تو تو غیر قرار دیا جاتا بلا خلاف ویقتل فرد بجمع اکتفاء للباقین خلافًا للشافعی ان حضروا لیکن اور قتل کیا جاتا
ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب جنایت کرنے قصاص میں فرد کے باقیون کیواسطے برخلاف شافعی کے ہم ۔ امام
شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیون کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو قرعہ کے واسطے قتل ہوگا اور دیات
اونکے لیئے بمن حیثیت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے یہ واسطے کہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال اور واسطے قصاص کے اور اسلیئے
کہ قتل اخراج روح کیواسطے سالم ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی احد
قتل له وسقط حق البقیة کموت القاتل حتف انفه لفوات المحل کا ص پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسکے واسطے قتل ہوگا
اور ہم مفتیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے
جیسا کہ ہم نے کہا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس حو ص کو دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا
ہاتھ یا پانو کاٹا یا دونون نے اوسکا دانت اوکہاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذ اسکینا فامراها علی یده
حتی انفصلت فلا قصاص عندنا على واحد منهما ای منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پانو اس طرح کاٹا کہ دو شخصون نے چھری کو پکڑا
سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتھ یا پانو پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر ان دو مین سے یا جماعت پر کسی کے بسبب نہونے
مماثلت اور مساوات کے ہم اسلیئے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد
کیطرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد
کیطرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایة وشروحها لان الشرط فی الاطراف المساواة
فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان الشرط فیها المساواة فی العصمة فقط ورہ کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب
اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص
مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس الاعداء والنفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص
ہوتا ہے وضمنا ای غرما دیتها على عددهم بالسویة اور دونون قاطع بنسبت قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنی شمار کی برابر
وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه ودیة ید بینهما ان حضرا معًا اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو
اوسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدہون آدہ بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتھ ہی حاضر ہون وان حضر احدهما
وقطع له فللآخر علیه ای على القاطع نصف الدیة لما مران الاطراف لیست کالنفوس ہم اور اگر دونون سے ایک مرد حاضر ہوا اور
اوسکے بدلے اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہین ہے ہم
دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار سکا نصف یا پانسو دینار کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بینهما ثم عفا احدهما قبل
[illegible] ثمن ش اور اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص
[illegible] یا ہے امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک مستحق نہین ہوگا المقر اختیار دیتا و عبد اقر بقتل عمد خلافًا لزفر اور قصاص
لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عبد غلام سے قصاص نہین ہم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے
کہ ایسی صورت مین غلام متہم ہو اسواسطے کہ نقصان اوسیکا مقرر ہے ولو اقر بخطأ او بمال لم یصح اقراره على مولاه بل یکون فی

برقبته الی ان یعتق کما نقل المصنف عن الجوھرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہو قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلاً یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللاً بان موجبہ الدفع او الفداء انتھی فتامّلہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہو کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق میں اور اسیکی مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہی یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کر م شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی کیجانب سے ہے نہ اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہی کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھہ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علّلہ القھستانی بانّہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتھی قلت فیہ نظر اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدًا ولا عمدًا ولا صلحًا ولا اعترافًا حتی لو اقر الحرّ بالقتل خطأ لم یکن اقرارہ اقرارًا علی العاقلۃ ای الا ان یصدّقوہ وکذا قررہ القھستانی فی المعاقل فتنبّہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہی سو اس کلام میں تدبر اور غور کرکے منظور فیہ ہی اسلئے کہ علمانے اجماع کیا ہی اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہوگا یعنی اوسصورت میں مددگاروں پر دیت نہی جبتک وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہیو م طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہی جسکو اوسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہی ملاحظہ کرے رمٰی رجلًا عمدًا فنفذ السھم الی اٰخر فماتا یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایکمرد نے عمدا تیر مارا سو اوسکے بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مرگئے تو پہلے مرد کیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادروں پر اسلئے کہ وہ قتل خطا ہے م ہر چند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیّۃ علیہ فدفعھا عن نفسہ فسقطت علی اٰخر فدفعھا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فھلک فعلی من الدیۃ ھٰذا سُئِل ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان الحیۃ لم تضرّ الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطھا فورًا من غیر مھلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ الھالک والا تلسعہ فورًا لا یضمن دافعھا علیہ ایضًا فاستحسنوہ جمیعًا وھٰذا من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرفیہ ومجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اوسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اوسنے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعۃ علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضامن نہوگا اگر تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اوسکا یہہ حال ہی کہ اگر اوسکو سانپ نے گرتے ہی فورًا بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے کے وارثوں کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فورًا نہیں کاٹا یعنی کچھہ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پس سب علماؤں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہی رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی م فورًا کا تیسری ضابطہ یہ ہے کہ ٹھہرا مدت کا تھا (?) اور پر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو وہ تیسرا سبب ہے قال المصنف وبھذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وھی ان کلبًا عقورًا وقع علی اٰخر فالقاہ علی الثانی والثانی

على الثالث والله اعلم۔ مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے ہے جو پایا۔ یا شبہ اور صورتیں جو فتوی طلب ہوا شاید وجہ یہ کہ سنگ گرد
ایک شخص پر گرپڑا اسواسطے دوسرے شخص پر ڈالا آنہ دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی رابع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر
ٹھہرکے اوسنے کاٹا تو اوسپر بھی دیت نہیں **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی آلتوجیه او عقرباً فی الطریق فلدغت رجلاً مکانه او اذا تحولت
ثم لدغته ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ میں ڈالا سو اوسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنیوالے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے
کی جگہ سے سرک گیا پھر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہوگا امام طحاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹا تو ضمان ہے
اور بعد ٹھہر جانے کے سرک کیا مت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں ووضع سیفاً فی الطریق فعثر به انسان ومات وکسر السیف فدیته علی
رب السکین وقیمته علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ میں ہوا ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھاکے گرپڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوسکے
گرنے سے تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہے ثور نطح ثوراً فی المرعی فقتله ثور غیره فمات ان اشهد علیه
ضمن والا لا وقال فی البدایع لا ضمان لان الاشهاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاتارخانیه اور بیل چھوڑا چراگاہ میں
سو اوسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کردیا ہو تو گاؤ
قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں جانور
میں کذا فی التاتارخانیه واعلم انه اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیه القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنه وکاجنبی
شارک الزوج فی قتل زوجته وله منها ولد وکعامد مع مخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشارك حیة وسبع کما فی الملتقی
فلا قود علی احدهما ای لا قصاص علی واحد منهما جاننا چاہیئے کہ جب شریک ہوا قاتل عمداً اوس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہیں
چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی زوجہ کے قتل میں جسکی پیٹ سے زوج کا لڑکا
موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں
میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں ہم پہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتھی سے بھی ساقط
ہوگیا اور دوسری صورت میں زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب وہ ساقط
ہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بھی نہ واجب ہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اسلیے
کہ دونوں قاتل عامد ہیں اور عامد اور مخطی کی شرکت میں نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادروں پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے
برادروں پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادروں پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے ودخل
بیته فرأی رجلاً مع امراته او جاریته فقتله حل له ذلك ولا قصاص علیه هذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح
منسوب لشرح الوهبانیه وقد حققناه فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اوسکو
اوسنے مار ڈالا تو اوسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اوسپر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے
منسوب بشرح وہبانیہ اور ہم نے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں ہم علت قتل میں ظاہراً احصان شرط نہیں اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے
کہ قتل بیان باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے معارف کہا ہے اور حموی نے کہا کہ احصان شرط علت قتل ہے چنانچہ
قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہیں ہے اسلیے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور حموی میں
زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اوسکو حاکم وغیرہ
سچا نہ سمجھینگا اسمیں کہ اوسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ علت قتل اوسوقت ہے جبکہ شور کرنے سے زانی نہ بھاگے

اور زمانہ وباء نہ ہے کذا فی المحیط **فروع** ما بین بعد شمار ہم کے صبی محجور قال لہ رجل شد فرسی فاردشدہا فرفعہ فمات فدیتہ
علی عاقلۃ الآمر صغیر غیر ماذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اوسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو پاؤں سے
کچلا سو وہ مرگیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے عاقلہ پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شیٔ او کسر حطب ولم یاذن
ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے
اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی مم یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا سے گیا اور اوسکی کچھ کہا سو اوسکے
سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو
یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیہ والخلاصہ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ لی کان اور اگر اوسکو
ہتھیار دیا اور یہہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ہم قول مختار یہہ ہے کہ دیت واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ عن
الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل لا تقع فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن یہ ہی کفتے
وقیل لا یضمن مطلقا ایک طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اوسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اوس کو کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا
تو اوسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی التاجیۃ

فصل فی الفعلین یہہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلا قطع ید اور قتل جدا جدا ایک شخص کسے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطعہ

بید رجل ثم قتلہ اخذ بالامرین ای بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا
والآخر خطأ تخلل بینہما برء او لا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو یہ دونون امر یعنی قطع اور قتل یہ دونو فعل میں پکڑا جاویگا یعنی دونو فعل کا
بدلا اوسے لیا جاویگا اگرچہ دونو فعل عمد ہون یا دونو خطا ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونو فعل میں صحت واقع
ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ
واحدۃ وان تخلل برء لم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن میں جنکے
درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونو فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل میں داخل ہوجاویگا باعتبار اتحاد اجزاء کے تو دونون
میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوتی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع
اما عمد او خطأ والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صار ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہہ ہے کہ قطع یا
عمد سے یا خطا ہے اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہہ چار قسمیں ہوگئیں پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوتی یا نہوئی تو آٹھ قسمیں ہوگئیں
اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا مم تو اگر قطع اور قتل دونو عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہے تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر
صحت مابین میں حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزاء قطع قتل کی جزا
میں داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونو خطا ہون تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہے تو قطع اور قتل دونونکی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت
قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد سے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا
جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہو اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی
شرح الوقایۃ کمن ضرب مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لان ما برأ
من تسعین لم یبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر جیسا اوس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور
وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو اونکا مارنا معتبر باقی نرہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ

تیسری شے وکذا کل جراحة اندملت ولم یبق لها اثر عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی مثلها حکومة عدل وعن محمد تجب
اجرة الطبیب وثمن الادویة درر وصدر الشریعة وهدایة وغیرها اور اسیطرح ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نہ
ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دواؤں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا میں ہے وتجب حکومة عدل مع دية النفس فی مائة سوط جرحته وبقی اثرها بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب
الارش باعتبار الاثر هدایه وغیرها اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنہوں نے زخمی کر دیا اور اوسکا نشان باقی
رہگیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی ۱۰۰ کوڑوں کا
زخم چنگا ہوگیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پھر اس کوڑوں کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ
دیت ما دون النفس کی واجب ہوتی ہے عیب ناکی اور بدنمائی سے اور عیب ناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواهر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الكسب يجب على الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمانے سے
عاجز ہوگیا تو زخم لگانے والے پر اوسکا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا اچھا ہو زخم کذا فی السراجیہ وفیها رجل جاء بعوان الی رجل فضربه العوان
فعجز عن الكسب فمداواة المضروب ونفقته على الذی جاء بالعوان انتهی قال المصنف والظاهر انه متفرع على قول محمد
رحمه الله قلت وقدمنا معزيا للمجتبى عن ابی یوسف نحوه وسنحققه فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر مرد حاکم کے
ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا ہے کسب کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کھانا پینا اوس پر واجب
ہے جو ظالم کو لایا انتہی فی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر ایسا ہے یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے هم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدليل ما يأتی وبه صرح فی البرهان
كما فی الشرنبلالية لكن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدية على العاقلة فی الخطأ ومن ظن انها على القاطع
فی الخطاء فقد اخطا وكذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته فمات منه ضمن قاطعه الدية فی ماله
اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا سو اوسنے اوس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر سرایت کر کے قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال میں سے اوسکی دیت کا ضامن ہے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہے برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اوسنے خود خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو
غير القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کیطرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے
اور قطع قتل کا مغایر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجناية او عن القطع وما يحدث منه فهو عفو عن النفس
فلا يضمن شيئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا هم اسواسطے کہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس میں
تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحينئذ فالخطاء يعتبر من ثلث ماله فان خرج من الثلث فيها والا
فعلى العاقلة ثلثا الدية كما فی شرح الطحاوی اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول
کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکے تہائی مال سے نکلا فبہا المقصود اور اگر اوسکے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل

کے برادر مددگارون پر دیت کی۔ وعفا يا ان وجب ہوگی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اوسنے جنایت عفو کردی ہو تو یہہ دیت کی معافی ہے تو عفو لی
کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہر اور متعلق اسکے وارثو نکا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح
ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اوس سے وارثو نکا حق متعلق نہین ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے
صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعاً سو جسنے یہہ گمان کیا ہے کہ دیت اوس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو مثلاً جسکا ہاتھ اوسکا ازراہ قطع
ہوگیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کی مانند چلتا پھرتا رہا اور اوسنے قطع کو عفو کردیا پھر وہ مرگیا اوسکے صدمہ سے نعتا تو یہہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا
نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی بتبت والعمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے
معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثو نکا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکماً وخلافاً
اور سر کا زخم قطع کی مانند ہے حکم مین اور امام اور صاحبین کے خلاف مین قطعت امرأۃ ید رجل عمداً او خطأ لما یأتی فلو اطلق کما سیق
وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتأمل ایکعورتنے ایکمرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹا بوجہ اطلاق اوس تفصیل کی دلیل سے جو بعد اسکے
مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکہا تہا اور جسطرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو
تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلو لم یمت من السرایۃ
فمہرہا الارش ولو عمداً اجماعاً سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اوسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے
نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ
مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین واجب
ہے اگر اوسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہم چونکہ قصاص نے اطراف پر نکاح ہوا تہا اور وہ مال نہ تہا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکہتا تہا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تہی کیونکہ مرد
اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پہر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب تہی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اوسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اوسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا
والا تراد الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونون متساوی ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پہیر دین ہم یعنی
جب مرد پر مہر اور عورت پر اوسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہوگی جتنا دینا تہا اوتنا لینا معاملہ برابر سرابر ہوگیا اور اگر
مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اوتنا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان
اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اوسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ
فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت
تو مددگارون پر واجب ہوتی ہے خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون باہم مجرا ہوکر برابر سرابر ہو جاوینگے
قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضاً لا انما علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس
علی الاطلاق بل فی العجم ولعلہ اطلقہ لاحالتہ علی المحل فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بہی مہر اور دیت برابر سرابر
ہو جاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارونپر بموجب اوس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے
گروہ مین منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارونپر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اوسکے محل پر حوالہ کیا ہے
ایکدوسرے کی مدد کرنا ۱۲

یعنے اطلاق یا بسبب اسکے کہ جو مر جائے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب
فی العمد مہر المثل ولا شیء علیہا ان رضیا بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع
سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پہر وہ مر گیا اوسکے سبب سے تو عمد مین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہین مرد کیواسطے بسبب راضی ہو جانے
مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہین رکہتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ
مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم ای للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تہا تو عورت کے مددگارون سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت سے
ان مددگارون کیواسطے ھم جنایت خطا مین دیت پر نکاح ٹہیرا اور دیت مین مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچہ مال نہین سوا قرد
کے تو مددگارون پر کچہ واجب نہین اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو ترجیح مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہین
اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کثیر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگارون کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ وارث
قاتل نہین کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پہر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلتا تو مددگارون پر سے ساقط ہو
[illegible] ساقط ہوگا ھم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہو تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہین اگر نکل سکتا ہے تو سب مددگارون پر سے ساقط ہو [illegible]
کس لئے کہ وہ وصیت ہے اونکے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہین مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہین سکتا تو بقدر تہائی کے مددگارون پر
سے ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کیواسطے مددگارون پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہین ہوتی کذا فی المنح
ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول قبل الثانی یقتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم
علی القطع فقد ابرأہ عما وراءہ وظاہر الاشکال ان ہذا الکلام یفید تقویۃ قول ابی یوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتہ کاٹا گیا
سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت
یون ہے کہ قتل کا قصاص نہین اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کر دیا ما وراء قطع سے اور ان کلام کا ظاہر اشکال
تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پہر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے
اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص مین کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہان اوسکی برأت معتبر کی اور یہان معتبر نکی بحر ذی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور
شروح کے معارض نہین ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت مذہب نہین ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ خلافا لہما
فان ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ
کما کان یجری او لم نجد فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگارون پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین
کے کہ اونکے نزدیک دیت نہین مین کہتا ہون یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوس وقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفا قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم
کے اور حاکم اور پچھنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کہولنے والا اور نشتر زن سو اونکا فعل تو مقید بشرط سلامتی نہین ہے مزدور کی مانند اور اسکا پورا بیان درر
مین ہے ولا صل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید
بوصف سلامت نہین ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ھم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے
سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اون پر کچہ تاوان نہین بخلاف فعل مباح کہ اوسمین عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا
او الام او الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکہانے کیواسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب
او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب اور قسم اول
سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پہر صغیر مر گیا تو ضمان نہین تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت رہنے کے

سانحہ مشروط ہے اسواسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کیواسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے وهٰذا في
الضرب المعتاد واما غيره فموجب للضمان في الكل وتمامه في الاشباه اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے
سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے ھم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت
اور محل کے سوا اوسمیں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی
ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن مختصر الکبرے وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیة الید لانہ
استوفی غیر حقه لکن لا یقتص للشبهة وقالا لا شیء علیه اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع
کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دیگا اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اوسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلا نہ لیا جاویگا
شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں قصاص نہ دیت وضمان الصبي اذا مات من ضرب ابيه او وصيه تاديبا اي
للتاديب عليهما اي على الاب والوصي لان التاديب يحصل بالزجر والتعريك وقالا لا يضمن لو معتادا واما غير المعتاد ففيه
الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مرجاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطے اونہیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو
جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کما ضرب
معلم صبيا وعبدا بغير اذن ابيه ومولاه لف ونشر مرتب فالضمان على المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے
باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر مرتب ہے وان
الضرب باذنهما لا ضمان على المعلم اجماعا قيل هذا رجوع من ابي حنيفة الى قولهما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق
امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول
کیطرف ھم تتمہ اور کفایہ المجیب میں مذکور ہے کہ اصح یہہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے لیکن اسمیں خلل ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب
تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وكذا يضمن زوج امراته ضربها
تاديبا لان تاديبها للولي كذا عزاه المصنف لشرح المجمع للعيني قلت وهو في الاشباه وغيرها كما قدمنا اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے
اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مر گئی اسواسطے کہ اوسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کیطرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ
وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اسکو متقدم ذکر کر چکے ہیں وفي ديات المجتبى الزوج والوصي كالاب تفصيلا وخلافا فعليهما الدية والكفارة
وقيل رجع الامام الى قولهما وتمامه ثمه اور مجتبی کی باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے
نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کیطرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے
فروع مسائل ملحقہ شارح کی ضرب امراة فافضاها فان كانت تستمسك بولها ففيه ثلث الدية والا فكل الدية کسی نے ایک عورت کو مارا اسو
اوسکے صدمہ سے مسلک پیشاب اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر اوسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اوسمیں تہائی دیت ہے اور اگر نہیں تھم سکتا ہو تو
اوسمیں پوری دیت ہے وان افتض بكرا بالزنا فافضاها فان مطاوعة حد ولا غرم وان مكرهة فعليه الحد وارش الافضاء
لا العقر حاوي القدسي اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اوسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی
سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونو کو حد ماریجاوے اور مرد پر مہر نہیں ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا
چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عينه وكان غير حاذق فعميت فعليه نصف الدية اشباه حجام نے ایک
شخص کی آنکھہ سے گوشت کی گٹھلی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھہ اوسکی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھہ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفی الیتیمیۃ سئل مجد الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ رأسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم رأسہا تموت وقال واحد
منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرأہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق
باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی قلت اتمام
شرط الضمان لما تقرر ان شرط الضمان علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی ۔ اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو
چھت پر سے گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیرو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیرو گے آج تو
وہ مر جاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اوسکو اچھا کر دونگا سو اوسنے اوسکو چیرا تو وہ مرگئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوس پر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے
دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اوس پر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنے رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ
اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مرجاے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوس پر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی
السوال والجواب من القنیۃ میں کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف
نے شرح کذا فی الطحطاوی

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے
میں القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس
باھل لہ قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہے سیدھا بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون
کے حاصل ہونیکے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا ہے امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کیواسطے ابتداءً ہوتا ہے بطریق خلافت
کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہے
اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اوسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول
پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اوسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئے بدون اس امر کے
کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا ہو پھر ملک نے اوس سے وارثوں کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا
طلب قصاص کیواسطے عقلا غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت کے وقولہ تعالی فقد جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حق تعالی کا
یہہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اسمیں یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہہ ہے
اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا وقالا بطریق الارث کالدین انقلب مالا اور صاحبین نے
کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اوس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاے یعنی قتل خطا میں وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ
فلا یصیر احدھم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف
نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کیطرف سے استیفاء قصاص
میں برخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ
الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث
مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم
نہیں ہوتا باقی وارثوں کیجانب سے یعنی اوس خصومت میں سبکو قائم مقام نہیں ہوتا ہے جب یہہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے منکر سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو
سب وارثوں کا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کے اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے منکر پر
سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثوں پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعی کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام

باب الشہادۃ فی القتل

حُجّۃٌ بقتلِ ابیہ عمداً مع غیبۃِ اخیہ یرید القودَ لا یُقیدُ اجماعاً حتی یحضُر الغائبُ لکنّہ یُحبس لانّہ صار مُتّھماً پہر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بہائی نے گواہ قائم کئے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بہائی کی غیبت مین قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ لے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا ف امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فانْ حضر الغائبُ یُعیدُھا ثانیاً لیقتلا القاتلَ وقالا لا یُعیدُ پہر اگر
غائب بہائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کریں دوسری بار تا دونون بہائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ثابت ہونا بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتلِ الخطأ والدینِ لا یُحتاجُ الی اعادۃِ البیّنۃِ بالاجماعِ لما مرّ اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برھنَ القاتلُ علی عفوِ الغائبِ فالحاضرُ خصمٌ لانقلابہ مالاً وسقطَ القودُ تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ف حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوی
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹہرا پہر جب اوسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعاً حکم ہوگیا پہر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا کذا فی الطحاوی وکذا لو قتلَ عبدٌ بینھما عمداً او خطأً والحالُ انّ السیدینِ احدُھما غائبٌ فھو علی التفصیلِ السابقِ اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمداً یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ف یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹہریگا اور قصاص ساقط
ہو جاویگا ولو اخبرَ ولیّا قودٍ بعفوِ اخیھما ای الثالثِ فھو ای اخبارُھما عفوٌ للقصاصِ منھما عملاً بزعمِھما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے
اپنے تیسرے بہائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہین دونون کیطرف سے اونکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ف اسواسطے کہ ایک وارث کے
بہی عفو کیسے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وھی مرباعیّۃ فالاول ان صدقھما ای المخبرینِ القاتلُ والآخرُ الشریکُ
فلا شئ لہ ای للشریکِ عملاً بتصدیقہ ولھما ثلثا الدیۃِ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایکصورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بہائی نے
دونو مخبر بہائیون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچہہ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونو مخبر بہائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ف اسواسطے کہ دونکا حصہ مال ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذّباھما فلا شئ للمخبرینِ وللآخرِ ثلثُ الدیۃِ اور دوسری صورت یہہ ہے
کہ اگر قاتل اور تیسرے بہائی نے دونونکی تکذیب کی تو دونو مخبر بہائیونکا کچہہ حصہ نہین اور تیسرے بہائی کی تہائی دیت ہے والثالثُ ان صدّقھما القاتلُ
وحدَہ کان الدیۃُ بینھم اثلاثاً اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بہائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بہائی نے تکذیب کی تو تینون بہائیون
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابعُ ان صدّقھما الآخرُ فقط فلہ ثلثُھا لانّ اقرارَہ ارتدّ بتکذیبِ القاتلِ ایاہ فوجبَ لہ ثلثُ الدیۃِ اور چوتھی
صورت یہہ ہے کہ مخبر دونو بہائیونکی فقط تیسرے بہائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہو گیا
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بہائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ف شارح نے یہہ جواب سوال
مقدر کا لکہا سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر تہا معاف کر دینے کے سبب سے پہر ثلث دیت کیون
اسکو واسطے ثابت ہوئی تو جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنّہ یُصرفُ ذلکَ الی المخبرینِ
اسبۃً انا وھو الاصحّ زیلعی لانّہ صار مُقِرّاً لھما بما اقرّ لہ القاتلُ ولیکن ثلث مذکور مخبرونکی طرف پہیرا جاویگا استحسان کیوجہ سے اور یہی قول اصح ہے
کہا زیلعی نے اسواسطے کہ تیسرا بہائی دونون مخبر بہائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ف یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے

تحریر مجوی کی تصدیق کی تو تیسرے بھائی کیواسطے ثلث دیت ہوگا اور اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہوگیا مجرین کے دعوی عفو میں تو تیسرے بھائی
کا حصہ منقلب مال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مجرین عفو کی تصدیق کی تو اسنے یہہ گمان کیا کہ مجرین کا حصہ منقلب مال ہوگیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
واقع مقرلہ کردا ہی شرح الوقایہ مطلقا وہی ہے کہا اطلاق اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مسلہ رہنے اقرار کیا کہ تیسرا اور پر حوالہ کے سو دم میں پہر حوالہ کے کہا کہ وہ دونوں عمر
ہیں لیکن مجرین کے مسئلہ میں تو یہہ مال مجرین کے اسطرح بات ہوگا اسیطرح ثلث کا قائل ہے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونوں مجرین سیاہی ہونگا شہر ہوگا **وان شهدا انه**
ضربه بشيء جارح فلم يزل صاحب فراش حتى مات فعليه القصاص لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة ولا يحتاج الشاهدان ان
يقولا انه مات من جراحته دلیل اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنیوالی چیز سے مارا اور وہ ہمیشہ بستر پر رہا یہانتک
کہ مرگیا اور زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے بچشم ثابت ہو اور اسکی حاجت نہیں ہے کہ گواہ یہہ کہیں
کہ مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی البدایہ اسواسطے کہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ ... **وان اختلف شاهدا القتل في**
الزمان او في المكان او في الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتله او شهد احدهما على معاينة القتل
والآخر على اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا يتكرر اور اگر قتل کے دو گواہ اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں
مختلف ہوں یا ایک شاہد یہہ کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا
قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبارہ نہیں ہوسکتا ہے تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگار و بہر نہیں ہوتی **وكذا تبطل الشهادة لو كمل النصاب في كل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين ولا اولوية**
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب تنقیص کی ہر ایک میں پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا یقینا ثابت ہے کسی فریق
کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود **ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض** اور اگر
ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہوگئی اور دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلا زمان قتل میں اختلاف ہو اور ایک طرف
دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہد کی گواہی مقبول ہوگی **ولو شهدا انه قتله وقالا لا ندري باي شيء قتله ففيه الدية في ماله استحسانا**
استحسانا حملا على الادنى وهو الدية وكانت في ماله لان الاصل في الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اوسنے قتل کیا اور یہ
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی البحر شرح البدایہ لیکن استحسانا کمتر پر محمول کرنیکے سبب سے موجب قتل
میں کمتر درجہ ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل میں فاعل کا عمدا کرنا اصل ہے ۔ مطلب یہ تھا کہ شہادت مفسر ہونی
بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہوسکی لیکن بدلیل استحسان اوسکو قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت فعلت پر محمول ہوا کہ اسکو محمول کیا اظہار
حسن ظن کرکے اوسکو تہمت نے عقوبت لگانے پر جو شرعا مستحق ہے کوشش کی **وان اقر كل واحد منهما اي من الرجلين انه قتله وقال الولي قتلتماه جميعا**
له ان يقتلهما اعتمادا باقرارهما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے یہہ اقرار کیا کہ میں نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنیکے سبب سے **ولو كان مكان الاقرار في المسئلة بحالها شهادة**
لبطلت الشهادتان لان التكذيب تفسيق وفسق الشاهد يبطل شهادته اما فسق المقر لا يبطل الاقرار اور اگر مسئلہ مذکور میں بجائے
اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب فسق کہنا ہے گواہ ہونیکا اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا **ولو قال الولي في مسئلة الاقرار السابقة صدقتما فله**
ان يقتل واحدا منهما لان تصديقه بانفراد كل بقتله وبقدرة اقرار الآخر بقتله خلاف قوله قتلتماه لانه دعوى الشركة
فيقتلهما باقرارهما ہیں اور اگر وارث مقتول نے اقرار کیصورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں میں سے ایک کو

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق بہ نسبت کے تنہا قتل کرنیکی اقرار سے اسکا کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہین کیا یعنی تو درحقیقت دونون کا کذب
ٹھہرا بر خلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونون نے اوسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اوس صورت مین
وارث دونونکو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی اٰخر انہ قتلہ وقال الولی
قتلہ کلاہما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہا م اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول
کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونون نے اوسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا
قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذر گیا م موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت
اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور
تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان لہ قتلہ
لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالون مین سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے اوسکو تنہا قتل
کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونون نے اتفاق کیا ہی باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہودہ علیہ وانما کذب الاٰخرین چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح
دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہین کی اوسنے تو اور گواہون
کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ما ذکرنا کذا فی التبیین اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہی
زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوا تھا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شہدوا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود
بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی
فی یدی الولی دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینی کا قاتل کے مددگارون پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تھی
زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے
پھر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کی جو وارث کے ہاتھ مین ہی والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطاء
فاذا جاء حیا یخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجبوا لہ القود
وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اسحکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود
علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض
کے وارث سے گواہونکو دیت کا پھیر لینا جائز نہین اسلیئے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلئے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لین گے قتل خطا کی مانند م مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسلئے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع
ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحطاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی شہادۃ
غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی
الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انہ اخذہا بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا
یا گواہون نے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارون پر دیت دینی کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل
عمد مین کذا فی الطحطاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون
صورتون مین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکو وارث نے مددگارون سے ناحق لیا تھا والمعتبر

حالۃ الرمی وحق الحل والضمان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے میں تیر اندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت معلوم
ہو اسلیکہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا
کچھ اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہریگا تیر اندازی کیحالت سے فقط کذا فی الطحطاوی ویستحسن فتجب الدیۃ فی مالہ وتسقط القود شبہۃ
بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول دفالا لا شئ علیہ اور حکم تیر اندازی کیحالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر انداز کے مال میں اور قصاص
ساقط ہوگا بسبب شبہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے تو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں ہم
صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمر کو تیر پھینکا اور تیر اندازی کیوقت عمر مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہیں اسواسطے کہ تیر اندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوسحالت میں اوسکا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمۃ لعتقہ بعد الرمی قبل الاصابۃ
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر انداز نے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا فیجب الجزاء علی محرم رمی صیدا
فحل ای فصار حلالا لا علی حلال رماہ فاحرم ای فصار محرما بدلا واجب ہے اوس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کیطرف تیر چھوڑا پھر اوسنے احرام کی
پھر اوسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اوسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی
مقضیا علیہ بالرجم فرجع شاہدہ فوصل اور اوس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اوسکے بعد وہ اوسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی
رجوع کرنا حد کو ٹال دیتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا
بعد اوسکے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر مارا
پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اوسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کیحالت معتبر ہوتی ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لغز
مسائل شتیٰ اگر زمین لغیر سبیل کے آنے کا ان لو مات تجب علیہ نصف الدیۃ ولو حاش فالدیۃ بقل ختان قطع الحشفۃ ما دنت
آمیہ کون جنایت کرے کہ اگر جنایت کردہ مر جاتا تو اوسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے منیر کی
سپاری قطع کر ڈالی اوسکے باپ کی اجازت یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا آگے
انسان یقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ ویقطع راسہ نصف عشرہا فقل جنین خرج راسہ فقطعہ ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اوسکو قطع کیا تو اوس میں
غرہ ہوگی یعنی پانسو دینار ہم دیت تمی مراد دیت نفس سے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اور سوت
جسکے بچہ قتل کے بعد غرہ ہوگی کذا فی الطحطاوی آگے شیء یجب بالاتلاف دیۃ وثلثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان الاشباہ
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب یہ کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم آگے
بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا وانت اعلم واستغفر اللہ العلیم الحلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس

کتاب الدیات

لا تسمية للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعية دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ہم لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فيما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو ہم اور گاہے دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو شارح نے بیان کی دية شبه العمد مائة من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقة وجذعة بادخال التاء

اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وهي الدية المغلظة لا غير اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوا اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدية في الخطأ اخماسا منها ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ میں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہے یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پوری یکسالہ کے

او الف دينار من الذهب او عشرة الاف درهم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کی یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعي اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان ازار ورداء هو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے ہے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریاں اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ ہم برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے وكفارتهما اے

الخطأ وشبه العمد عتق رقبة مؤمن فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولا اطعام فيهما اذ لم يرد به النص والمقادير توقيفية اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہیں وصح اعتاق رضيع احد ابويه مسلم لانه مسلم تبعا لا الجنين اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دیکر بچہ شکم کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودية المرأة على النصف من دية الرجل

في دية النفس وما دونها روي ذلك عن علي رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ خبر دی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراهيم النخعي عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه قال عقل المرأة على النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل كذا في شرح الهداية للعيني والذمي

والمستأمن والمسلم في الدية سواء خلافا للشافعي وصحح في الجوهرة انه لا دية في المستأمن واقره في الشرنبلالية لكن بالتسوية جزم في الاختيار وصححه الزيلعي اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفي النفس خبر المبتدا وهو قوله الاتي الدية اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ في النفس اور اسی طرح اوسکے جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی والانف ومارنه وارنبته

وقيل في الأرنبة حكومة عدل والأول الصحيح اور ناک میں اور ناک کے نرم حصہ یعنی اونکی نوک قطع کرڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا سرِ بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذكر والحشفة اور آلہ تناسل یعنی ذکر کے قطع کرڈالنے میں پوری دیت واجب ہے ہم قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا اوپر قیاس سے جو مبسوط میں مذکور ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو منفرد ہو تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق او اداء اكثر الحروف وفي لسان الاخرس حكومة عدل جوهرة وهذا ساقط من نسخ الشرح فتنبه اور زائل عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کرڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جاوے یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں قصاص واجب ہے عمد میں خواہ خطا میں بلکہ اسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اكثر الحروف والا قسمت الدية على عدد حروف الهجاء الثمانية والعشرين او حروف اللسان الستة عشر تصحيحان فما اصاب الفائت يلزمه وتمامه في شرح الوهبانية لعبد البر یعنی قطع زبان میں اوسوقت دیت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہو سکتے ہوں اور بعض نہ ادا ہو سکتے ہوں تو دیت کی تقسیم ہو گی ابجد کے ۲۸ حروف کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہو گی اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جس قدر کہ دیت فوت ہو جانیوالی حروف کو پہنچیگی اوسقدر جانی کو لازم ہو گی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی تھوڑی زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحاوی واللحية حلقت فلم تنبت اور اوس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اوسکے بال نہیں اوگے پوری دیت ہے ہم واضح ہو کہ داڑھی سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ويؤجل سنة فان مات فيها يجب اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا جسکی مونڈی تھی الا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفي نصفها نصف الدية وفيما دونه حكومة عدل كشارب ولحية عبد في الصحيح اور آدھی داڑھی مونڈنے میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں ولا شيء في لحية كوسج على ذقنه شعرات معدودة ولو على خده ايضا ولكنه غير متصل فحكومة عدل ولو متصلا فكل الدية اور کوسج کی لازم نہیں اور کھوسے کی داڑھی مونڈنے میں جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اوسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہوں تو اوسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ اور ٹھڈی کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس كذلك اي اذا حلق ولم ينبت كذا روي عن علي رضي الله عنه وعند الشافعي فيها حكومة عدل اور سر کے بالوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر جمین پوری

دیت واجب ہے جیسے کہ مروی ہے علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اسمین حکومت عدل ہے **واعلموا انہ لا قصاص فی الشعر**
مطلقاً ولو مات قبل تمام السنة ولم ینبت فلا شیء علیہ کشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرو کہ بالون مین مطلقاً قصاص نہین
اگرچہ جنایت عمداً ہو اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورا ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوا تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر
اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالے لیکن قصاص نہین **والعینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین والخصیتین**
وثدیی المرأة وحلمتیہما ولا لیتین اذا استأصلہما ولا تحاکم معدلۃ اور دو آنکھون اور دو ہونٹون اور دو بھوون اور دو پانون
اور دو کانون اور دو فوطون اور عورت کی دو چھاتیون اور چھاتیون کی دو گھنڈیون مین اور دو چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ
چوتڑ ونکو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل لازم ہے **وکذا فرج المرأة من الجانبین الدیة وفی ثدیی الرجل**
حکومة عدل اور اسیطرح عورت کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے ہم
قطع شرمگاہ عورت مین استعمال شرط ہے کہ پیشاب تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی **وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء**
المزدوجة نصف الدیة اور ان دوسری چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹ یا ایک بھون یا ایک
پانون یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے **وفی اشفار العینین الاربعة**
جمع شفرة بضم الشین وفتح الجفن والہدب الدیة اذا قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین یا پلکون کے بالون مین پوری دیت
بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑ گئے اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اوسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک
کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالون پر مجازی ہے اور دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور اونکے
بالونمین پوری دیت ہے کیونکہ دونون سے آنکھ کی منفعت اور جمال حاصل ہے **وفی احدہا ربعہا** اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہے
ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلک ہین **ولو قطع جفون اشفارہا فدیة واحدة لانہما**
کشیء واحد اور اگر قطع ہون پلک اونکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور اونکے بال ایک چیز کی مانند ہین ہم شارح
کو یون کہنا اولیٰ ہے ترتبہا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی **وفی جفن لا شعر علیہ حکومة عدل لکن المعتمد ان فی کل دیة کاملة جفنا**
او شعرا اور وہ پلک جسپر بال نہین حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اوسکے بال ہم طحطاوی
نے کہا غایة البیان مین یون ہے کہ جس پلک مین بال نہین اسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ شوا ہے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے
اور ایک نسخہ مین بجائے شفرہ کے شفرہ بالفاء ہے **وفی کل اصبع من اصابع الیدین او الرجلین عشرہا** اور دونون ہاتھون اور دونون
پانون کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابوداود اور نسائی مین ابو
موسی اشعری رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیان برابر ہین ہر انگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی **وما**
فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیة الاصبع ونصفہا ای نصف دیة الاصبع لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی
مین مفاصل اور جوڑ بند ہین تو ایک مفصل کے قطع مین اونگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اونگلی کی نصف دیت ہے اگر اونگلی مین دو جوڑ ہین جیسا کہ انگوٹھے
مین **وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیة سن المرأة نصف دیة الرجل ہو خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائة**
درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اسواسطے کہ عورت کے
دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے **لقولہ علیہ الصلوٰة والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیتہ لو**
حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہے تو اوسکی دیت کے بیسوین حصے

کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہو تو اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہم کہتے ہیں کہ دیت اوس صورت میں ہے جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمداً ہو تو اوس میں قصاص ہے
اور دیت میں سب دانت برابر ہیں بدلیل اوس حدیث مرقوم کے جو برابر میں ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی العینی فان قلت
تزید حینئذ دیۃ الاسنان کلها علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماسها قلت نعم ولا بأس فیه لانه ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایۃ وغیرها وفی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویته اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پھر اگر تم یہ
کہو جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتوں کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تو میں کہتا ہوں کہ ہاں زیادہ ہوتی
ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور عنایہ میں ہے اور بدن میں
وہ عضو نہیں ہے جسکے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوا دانتوں کے ہم کہتے ہیں کہ آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں ۲۰ اضراس یعنی داڑھ اور چار
انیاب یعنی کچلیاں اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا
نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھ اونٹ وقد توجد فی احد اربعۃ فیکون اسنانه ستا وثلثین ذکره القهستانی قلت وحینئذ یلزمه دیۃ وخمسا
دیۃ ولغیره ثمانیۃ ونصف او ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور کبھی ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی داڑھ جنکو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے
ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قہستانی نے میں کہتا ہوں اور اس صورت میں کہ ہر ایک کے دانتوں میں ایک دیت واجب ہے اور دو خمس
کے اور کبھی کے ہوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے یا تین خمس یا چار خمس دیت کی جب ہیں ہم کہتے ہیں کہ یعنی کبھی ایسا ہے جیسکی
تہول ... اور اصمعی نے کہا کہ یہ وہ ہے جسکے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قہستانی میں ہے کہ یہ کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں
اور یہی شناعت ہے اوسکی تو کہو کسی کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت اوکھاڑ ڈالیں خطا سے
تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اوکھاڑ ڈالیں تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۳۶ دانت اوکھاڑے
جاویں تو دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فیهما اور جب یہ تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف ہے تو خبردار ہو ویجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذهب نفعه بضرب ضارب کید شلت وعین
ذهب ضوءها وصلب انقطع ماؤه اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو میں جسکی منفعت جاتی رہی کسی کے مارنے سے چنانچہ مار سے
ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور پیٹھ پر مارنے کے سبب سے منی کا چشمہ منقطع ہو گیا ولو ...
ولو زالت الحدبۃ بالمعالجۃ فلا شیء علیه ولو بقی اثر الضرب ففیه حکومۃ عدل اور اگر ضرب سے کبڑا ہو گیا تو پوری دیت واجب ہے پھر اگر ضرب سے ایسا اوسکا جاری ہو
نہیں ہوتا اور اسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کبڑا زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کبڑا جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوس میں حکومت
عدل ہے ویجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذهب نفعه ان لم یکن فیه جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے اوس عضو کے
تلف کر ڈالنے میں جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی اور پہلے بشرطیکہ اوس عضو میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ شل ہاتھ یعنی اوسمیں منفعت سے
خوشنمائی تو اوسکے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور شبہ کامل ان کان فیه جمال کالاذن الشاخصۃ هو الطرش ای صمم
مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے میں ہم طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے تا جملہ سے اخذ اور مباحث فارسی سے شخوص بمعنی طرش تذکر نہیں کیا انتہی میں کہتا ہوں واللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یوں کہا ہوگا وهو الاطرش یعنی درحالیکہ لنجا کان والا بہرا ہو سماعت نہیں رکھتا اطرش بروزن افعل بمعنی گران گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں
کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت میں رہگیا ہو والا ہو الطرش کا محصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص یعنی امتناع

کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم و سیجئ بالوصفه فالتحم فی آواخر هذا الفصل اس فصل یعنی فصل شجاج کے آخر میں وہ مسئلہ آویگا کہ اگر
عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا **فصل فی الشجاج** یہ فصل شجاج کے مسائل میں ہے۔ شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجة بما یکون
بالوجه والرأس لغة اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو **م** شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن
موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریۃ جمہور نے کہا حکم مذکور شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جسکا نام شجہ
نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرهما فجراحة ای تسمی جراحة
وفیها حکومة عدل جحتبی و مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہو وہ مسمے بجراحت ہو اور اوسمین دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا
فی المجتبی والمسکین وهی ای الشجاج عشرة اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصة بمهملات وهی التی تحرص
الجلد ای تخدشه پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ و راء مہملہ و صاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمین کہال مخدوش ہو جاوے یعنی چھلجاوے جسکو ہندی
میں اوسکو کہرونچا کہتے ہیں والدامعة بمهملات التی تظهر الدم کالدمع ولا تسیله اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ و عین مہملہ دامعہ وہ
زخم ہے جسمیں آنسو کی مانند خون دار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیة التی تسیله اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعة
التی تبضع الجلد ای تقطعه اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کردے والمتلاحمة التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو
گوشت کو قطع کردے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدة رقیقة بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک
پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہے والموضحة التی توضح العظم ای تظهره اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو
ظاہر کردے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے والهاشمة التی تهشم العظم ای تکسره اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے
والمنقلة التی تنقله بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے اوسکے توڑنیکے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کردے
کذا فی المسکین والآمة التی تصل الی ام الدماغ وهی الجلدة التی فیها الدماغ اور نواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پونہچ جاوے
ام الدماغ اوس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدها الدامغة بغین معجمة وهی التی تخرج الدماغ ولم یذکرها محمد لان بعدها
عادة فتکون قتلا لا شجا فعلم انا لاستقراء بحسب الآثار انها لا تزید علی العشرة اور جراحت آمہ کے بعد گیارہویں جراحت دامغہ ہے
بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل
ٹہری نہ جراحت تو تحقیق آثار سے یہہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتی ویجب فی الموضحة نصف عشر الدیة ای لو عمدا خطأ
ولا قصاص فیها لو عمدا لان ماعداه القصاص زیلعی من غیره قهستانی عن الذخیرة اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا
پانسو درم واجب ہوتے ہیں بشرطیکہ مجروح اچھا نہو یعنی اوسکے سر کے بال پھر اوسی نہج پر جمے ہوں اور نہیں تو اوسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ
اصلع کی کہال غیر اصلع سے کمتر ہوا کرتی ہیں کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الهاشمة عشرها وفی المنقلة عشر ونصف عشرها
اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب
ہیں وفی الآمة والجائفة ثلثها اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوتی ہے **م** جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں
ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو
پیٹ کے اندر تک پونہچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پونہچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہہ
سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پانوؤں اور ران اور گردن اور
سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پونہچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفة فثلثاها لانها اذا

سوى ثلث ... فالثلثين يجب في كل ثلث ثلثها ... بہر حال جب ... بیٹ کا زخم ... نکلا تو دیت کی دو تہائیان واجب
ہیں اور جس وقت کہ جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک جیسا کہ ذات میں دوسرا جیسا کہ بار نکلنے میں پس ان میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفي
الحارصة والدامعة والدامية والباضعة والمتلاحمة والسمحاق حكومة عدل اذ ليس فيها ارش مقدر من جهة السمع و
لا يمكن اهدارها فوجب فيها حكومة عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل
ہے یہ اسلئے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہة السمع یعنی شارع کیطرف سے اور اکارت بیکار چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو ان میں حکومت عدل واجب ہوئی
اور بعض نے محمد اور ابو ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ ان زخموں میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وهي اي حكومة العدل ان يعتبر
ثم يقدر الجرح من الموضحة فيجب بقدر ذلك من نصف عشر الدية قاله الكرخي وصححه شيخ الاسلام اور وہ یعنی
حکومت عدل یہ ہے کہ غور و تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسویں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا
اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ھم چونکہ موضحہ کی دیت شرع سے ثابت ہے اور شجاج بھی ہیں لہذا اوسکو مقیس علیہ ٹھہرایا اور مقدار کی تفہیم
یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو نا پا کہ موضحہ سے کسقدر ہے پس اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ کی تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع
دیت واجب ہوگی یہ ٹھیک القیاس ہے اور یہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ یہی مجمع ہے بسبب میں کیفیت کذا فی العینی وقيل قاله الطحاوي يقوم المشجوج
عبدا بلا هذا الاثر ثم معه فقدر التفاوت بين القيمتين في الحر من الدية وفي العبد من القيمة فان نقص العشر فيه
نصف عشر ديته وكذا في النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم
کے اوسکی قیمت مقرر کیجائے پھر اس زخم کے ساتھ اوسکی قیمت متعین کیجائے پھر جسقدر تفاوت ہو دونو قیمتوں میں اوسیقدر آزاد میں اوسکی دیت سے لیا
جاوے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جائے اور اسیطرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے
قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہوا اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہو اي هذا التفاوت هي اي حكومة
العدل به يفتى كما في الوقاية والنقاية والملتقى والدرر والخانية وغيرها وجزم به في المجمع و یعنی تفاوت بین القیمتین ہی
حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا
ہے ھم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل احسان وغیرہ کذا فی العینی وفي
الخلاصة انما يستقيم قول الكرخي لو الجناية في وجهه وراسه فحينئذ يفتى به ولو في غيرهما او تعسر على المفتي يفتى بقول
الطحاوي مطلقا لانه ايسر اهـ ونحوه في الجوهرة بزيادة اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو صرف اسیصورت میں مستقیم ہے جبکہ
جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل ہو موضحہ پر قیاس کرنا تو
اس قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی اور خلاصہ اور یہی
اسی جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقيل تفسير الحكومة هو ما يحتاج اليه من النفقة واجرة الطبيب والادوية الى
ان يبرء اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی یہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے مثل خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے صحیح ہو جانے
تک ھم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے ولا قصاص في جميع الشجاج الا في الموضحة
عمدا اور قصاص نہیں ہے سب شجاج میں مگر موضحہ عمدا میں ھم شجاج ارش جو الیوم اخیر اور شفتہ اور آنکھ میں بالاتفاق قصاص نہیں ہے اور باقی دو میں موضحہ تک
جیسا کہ دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے تو موضحہ پر مذکور ہوگا وما لا قود فيه يستوي العمد
والخطاء فيه اور جن شجاج میں قصاص نہیں اوسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی ان دونوں صورتوں میں وہ ارش ہی جو خطا میں واجب ہے کذا

سے الشجاج ہی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وھو الاصح درر
ومجتبی وابن الکمال وغیرھا لامکان المساواۃ بان یسبر غورھا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے ان شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین یہہ ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
مین برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخمونکا عمق اور گہراو اول امتحان کیا جاے آلہ امتحان سے مثلا سلائی وغیرہ سے پہر آہنی چیز لیجاے بقدر اوسکی پہر اوتنا
قطع کیا جاے ھم کافی مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنے زخمون مین قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد اجماعا کما لا قود فیما بعدھا کالھاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوھرۃ فلیحفظ
اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنی کیا ہے تو اسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلد راس وبدن ولحم خد وبطن وظہر پہر زاہدی نے
مجتبی مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کہال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹہہ کے گوشت مین ھم شاید کہ یہہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط
سمحاق مراد ہے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین اونمین حکومت عدل ہے جبکہ ہڈی کہلجاے یا
ٹوٹ جاے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اوسمین کچھہ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی لطمۃ ووکزۃ ووجاءۃ اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب بد مین ھم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہین وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کہال اوکہاڑنے مین پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو
مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھہ کی سب اونگلیون کے قطع مین نصف دیت ہے اگرچہ پانچون انگلیان ہتہیلی کے ساتھہ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ
ہتہیلی انگلیون کے تابع ہے ھم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل
لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھہ کے قطع اصابع مع نصف ساعد کے ساتھہ نصف دیت واجب ہے ہتہیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب
ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پانون کی انگلیان آدہی پنڈلی کے ساتھہ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرھا او خمسہا بالف ونشر مرتب اور اوس ہتہیلی کے قطع
مین جسمین ایک اونگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی مین دسوان
حصہ ہے اور دو اونگلیون مین پانچوان حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع
فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھہ واجب نہین قطع کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین
تین اونگلیان ہون تو قطع کف مین کچھہ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے ھم یعنی جسطرح کف مین کچھہ واجب نہین
جبکہ پانچون اونگلیان قطع ہون تو اسیطرح تین اونگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھہ نہین ہے اور یہہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھہ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواھر الفتاوی ضرب ید رجل وبرئ
الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وھکذا واقرہ المصنف
اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھہ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہہ کہ اوسکا ہاتھہ گردن کے پیچھے نہین پونہچتا تو بقدر نقصان وصول کی پوری
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کی ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگی اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح
مین اس قولکو ثابت رکہا ہے رد نہین کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم دیۃ

المقطوع فقط وسقط القصاص فانهمه وان خالف الدرر كذا ذكره الشرنبلالية وسيجي متنا۔ اور اگر انگلی کی ایک پور منفصل سے
کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہ قول
مخالف ہے جیسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں اوسکا ھم بیان ہے شرح مجمع اور کی اجماعی مسئلہ یون مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اوسکی دیت واجب ہے
اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق
انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدة وعين
الصبي وذكره ولسانه ان لم يعلم صحته بنظر في العين وحركة في الذكر وكلام في اللسان حكومة عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی
میں اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے
سے اور زبان میں بولنے سے ھم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پہر جب وجود منافع معلوم نہیں تو
شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فكبالغ في خطأ او عمد اذا ثبت ببينة او باقرار الجاني
وان انكل او قال لا اعرف صحته فحكومة العدل جي هرج پہر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو بالغ وجوان کی مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ
گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اوسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحة
ذهبت عقله او شعر راسه في الدية لدخول الجزء في الكل كمن قطع اصبعا فشلت اليد اور داخل ہے موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے
عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اوس شخص کی جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی
سو اوسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ھم عقل کے فوت ہوجانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ
انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها كاعضاء مختلفة
بخلاف العقل لعود نفعه للكل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی
اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہیں برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہے ھم جب سمع اور
اور گویائی کی منفعت خاص تمام علحدہ علحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہوگئی تو ایکدوسرے میں داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا
واجب ہوگی ولا قود ان ذهبت عيناه بل الدية فيهما خلافا لهما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں
یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ھم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہے ولا بقطع اصبع شل
جارتها خلافا لهما اور قصاص نہیں اوس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصلها الاعلى فشل ما تحته
من الاصابع بل دية المفصل والحكومة فيما بقي اور قصاص واجب نہیں اوس انگلی میں جسکا مفصل اعلے کاٹا گیا سو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں
بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے ھم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تہا کہ متن میں آویگا ولا قود بكسر نصف سن اسود
او اصفر او احمر باقيها بعد كسرها بل كل دية السن اذا فات منفعة المضغ والا فان بدى حالة التكلم فالدية ايضا
والا فالحكومة كذا في الزيلعي فقول الدرر والا فلا شئ فيه فيه ما فيه اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد
سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہوجاوے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت
نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اوسمین
کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ھم خلل یہ ہے کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے

بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما
لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہئے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب
جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقہ جداگانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت
ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ھم زیلعی میں ہے کہ امام
کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو ہیں
باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثم
نبتت بعد ذلک لتبین الخطاء حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جسنے اپنی دانت کا قصاص لیا سال گذرنے
کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والیکا قصاص ساقط ہے
شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی ویستانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ
فتحرکت لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یوجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح
تاجیل البالغ لیبرء لا الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا
چاہئے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی ہو اور وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اوسمیں تاجیل اور انتظار
نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور کاسے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ
کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے ہے نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ھم وجہ توفیق یہہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ
کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوس سے تاجیل اتنے کی صحت ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے
کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہئے ایکسال انتظار کرنا چاہئے مگر مجرد کی تردد میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہے اور
ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت ای ردہا صاحبہا
الی مکانہا ونبتت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اوکھاڑا اسوقت والے نے دانت کو مکانپر پھر اوسکو رکھدیا
اور اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تہیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت
الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لا شیء علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے
منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھہ واجب نہیں جیسے اوس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش
لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکایا یعنی ٹانکے وغیرہ سے گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر
ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تہا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما
مگر یہہ کہ دانت اوکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے
برخلاف صاحبین ھم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم
اوٹھنا یہہ نعمت جدیدہ حق تعالیٰ کیطرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی
النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور اوس ناخن
میں کچھہ دیت نہیں جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تہا ھم اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او التحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر گیا جنکا

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کے ضرب سے چنگا ہوگیا اور اوسکا نشان باقی رہا تو اوسمین کچھ دیت نہین ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا درد تھا
اور زائل منفعت سے سو بچے ہوتے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک بغیر نشان مین اور مشائخ نے زخم مین
لیے دیت نہیں ان تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو يوسف عليه ارش الالم وهي حكومة عدل وقال محمد قدر ما لحقه من النفقة
الى ان يبرأ من اجرة الطبيب والدواء ش اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمد نے کہا جسقدر کہ
خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے قسم سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم
باجرة الطبيب والمداواة فعلى هذا لا خلاف بينهما قاله المصنف وغيره قلت وقد قدمنا نحوه عن المجتبى وذكر هنا عنه روايتين
فتنبه اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہای درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے
قول میں مخالفت باقی نہ رہی اب کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہون اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح میں
ابو یوسف سے دو روایتین ذکر کی ہین سو خبردار ہو ش دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہوا اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے
پھر اوسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاوے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی
ولا يقاد جرح الا بعد برئه خلافا للشافعي ش اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اوسکے چنگے ہو جانیکے بعد برخلاف شافعی کے ہم مستدل ہین
اور دارقطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیه الصلوة والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات مین انجام
ہونا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مر جاوے تو اب یہ جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبي
والمجنون والمعتوه خطأ بخلاف السكران والمغمى عليه اور صغیر اور مجنون اور معتوہ اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے
کہ انکا عمد خطا نہین وعلى عاقلته الدية ان بلغت نصف العشر فاكثر ولم يكن من العجم والا ففي ماله ش اور صغیر یا مجنون کے عمد
مین اوسکے مددگار پر دیت ہے اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پہنچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر عجم
کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا كفارة ولا حرمان ارث خلافا للشافعي ش اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ
کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہوا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور
مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقيل لا وتمامه فيما علقته على الملتقى اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص
مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہے صبي ضرب سن صبي فانتزعها ينتظر بلوغ الصبي
المضروب ان بلغ ولم ينبت فعلى عاقلته الدية ولو من العجم ففي ماله درر وتحقيقه في المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر
مارا سو اوسکو اوکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اوسکے مددگار پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب
عجم کا رہنے والا ہے تو خود اوسکے مال مین دیت ہے اور ہم عنقریب دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین تتمة فائدہ ضروریه حكومة العدل لا تتحملها
العاقلة مطلقا على الصحيح كما في تنوير البصائر معزيا للتتارخانية حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کے مددگار متحمل نہین ہونگے بنا بر قول صحیح کے برابر
یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بتتارخانیہ

فصل في الجنين

یہ فصل پیٹ کے بچہ کے مسائل مین جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز پیٹ ہی مین ہو ضرب بطن امرأة حرة حامل خرج الامة والبهيمة
وسيجي حكمها قلت بل الشرط حرية الجنين دون امه كامة علقت من سيدها او من المغرور ففيه الغرة على العاقلة در عن الملتقى
فالعجب من المصنف كيف لم يذكره اگر کسی نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا
اور دونو کا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ شکم کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اوسکی ماں کا پس جیسے وہ لونڈی جو اپنے آقا سے حاملہ ہوئی یا مغرور سے وہ حاملہ ہوئی تو اوسکے بچہ مر جانے

مین غرہ یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فے الدرر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اونسے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب
اکثر متابعت کرتا ہی یہان اوسکے مخالف بیان کیون کیا ہم ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط
ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشھر
اولہ ھذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ
سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہی ہم شارح
نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم معجمہ و تشدید را عبارت ہی عمدہ مال سے جیسا کہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط
مین ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی
العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منھما خمسمایۃ درھم غرہ عبارت ہی دیت کے بیسوین
حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دسہزار درم
تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ
وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا
تین سال کے اندر دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم معجم طبرانی مین حدیث
طویل سے مروی ہی غرۃ عبد او امۃ او خمسمایۃ اور صحیحین مین ابی بکر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کی جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا
حکم کیا لیکن اسمین سنہ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی ماں کے پیٹ مین
مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی
فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام
فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اوسکی مرگئی تو ماں مین دیت واجب
ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ فعل متعدد ہوجاتا ہی اپنی اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اسواوس سے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو تیرانداز
پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون فعل ازراہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی وصحح فی الذخیرۃ تعدد الغرۃ
لو میتین فاکثر انتھی قلت وظاھرہ تعدد الدیۃ لو اکثر فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچہ مردہ ہوکر ساقط ہون یا
زیادہ انتھی مافی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہئے
ہم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکل کے مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر ماں مرگئی
پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہو اور اگر ماں کے مرنیکے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ
میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں
کی واجب ہی ہم ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ ظاہرا ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکی جینے سے ہے اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سے ہی تو جنین کی موت اوسکی
ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہی اور یہہ احتمال بھی ہی کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ
دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اوس صورت مین دو دیتین
واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون مرگئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہ اور جنین مین جو چیز
قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروث ہی یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی ماں اوسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منھا

فلو ضرب بطن امرأته فالقت ابنه ميتا فعلى عاقلة الاب غرة ولا يرث منها لانه قاتل اور جنین کا مارنے والا مثل الام جنین کی میراث نپاویگا
تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا پس عورت نے باپ کا بیٹا اوسکے پیٹ سے گرا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اوسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ
قاتل ہے یعنی قاتل ہے بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہیں ہے وفي جنين الامة الرقيق الذكر نصف عشر قيمته لو حيا
وعشر قيمته لو انثى لما عرف ان دية الرقيق قيمته اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ
واجب ہے اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اوسکی قیمت ہے ہم تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اوسکی رنگ و صورت
کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکی اس مکان میں کیا قیمت ہوتی اوسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم
آتا ہے کہ جو واجب ہو مونث میں وہ زیادہ ہو مذکر کے واجب سے اسواسطے کہ وہم اکثر ہے بسو اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول سے دیا ولا يلزم زيادة الانثى
لزيادة قيمة الذكر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا ہم یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ
ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اوسکی بصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفيه اشارة الى انه اذا لم يكن الوقوف على كونه ذكرا او انثى فلا شئ عليه اور مذکر اور مونث کی دیت
کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع
ہوگیا ہے قہستانی کا اور شرح میں یون مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثے مشکل کی مانند انتہی عینی میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی خنثے مشکل کو آزاد خطا قتل کیا تو متیقن واجب
اسیطرح یہان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی كالو القى بلا راس لانه انما يجب القيمة اذا نفخ فيه الروح ولا نفخ من غير راس نحره
چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اوسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ قیمت تو اوسصورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی
گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ في مال الضارب للامة حالا جنین مملوک میں اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اوس
شخص کے مالی واجب ہے جس نے اسحال جسنے لونڈی کو مارا ہم ضارب کے مال میں اسواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ جو دیت مملوک کی واجب نہیں اور اسی مال کا مالک لونڈی کا مالک
ہم لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القته حيا وقد نقصتها الولادة فعليه قيمة الجنين لا نقصانها لو بقيمته وفاء به ولا فعليه انما
ذلك وحينئذ اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ
جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہو گا تو ضارب پر اوسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی ہم مثلا لونڈی کی قیمت سو
درم تھی اور بعد ولادت کے ۸۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۲۰ درم ہو یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۱۵
درم ہو تو ضارب پر ۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینا لازم ہونگے وقال ابو يوسف فيه نقصانها كالبهيمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنین میں
لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے کہ نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعي فيه عشر قيمة الام وقال الشافعي
ولا يختلف انتهى الملخص اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اوسکے ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور جنیہ تو مخفی نہیں
ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حرره اي الجنين سيده بعد ضربه بطن الامة فالقته حيا فمات ففيه قيمته حيا للولادة
لا دية وان مات بعد العتق لان المعتبر حالة الضرب پھر اگر جنین کو اوسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا
پھر وہ مرگیا تو اوسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کیواسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اسکا ضرب
سابق سے ہوا اور وقت ضرب حالت رق میں تھا کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثة تجب الدية وهو رواية عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین
کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کہ

نے الطحاوی ولا کفارة فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو
بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی ؎ یعنی عدم وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہی نفس کاملہ میں تو اسکے غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہہ ہو کہ ضارب
مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہو کذا فی الہدایہ وشروحہا وان خرج حیا فمات ففیہ الکفارة کذا
صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیة حینئذ فتجب الکفارة فیہ کما لا یخفے فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ
پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا تو اسمیں ضارب پر کفارہ ہی اسیطرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہی فقہا کے کلام سے اسلئے کہ
فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اوسکو مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہہ امر مخفی نہیں ہو
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدة
ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھہ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پوری بدن والی جنین کی مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہوئے
اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرة عاقلة امرأة حرة فی سنة واحدة وان لم یکن لہا عاقلة
ففی مالہا فی سنة ایضا صدر الشریعة ولا تأثم ما لم یستبن بعض خلقہ ومر فی الحظر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل
کضرب بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے مثل اپنے پیٹ پر مارنے کے
تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بہی غرہ واجب ہے سال کے اندر کذا فی صدر الشریعہ اور
عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہو چکا ؎ شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط
عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہان کلام ہی وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا اگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہون پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء
بدن ظاہر نہوئے ہون تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرة لعدم التعدی پھر اگر عورتکو اوسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا
عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونون صورتون میں عورت کا کچھہ قصور نہیں ؎ زیلعی اور
صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہی لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف پر مبنی ہی نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری
نہیں ہوتی کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المأمورة اور اگر زوجہ نے دوسری عورتکو اسقاط جنین کا امر کیا سو اوسنے
گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالة الدین علی ملکہ ما
لم یستحق فحینئذ یجب للمولی الغرة لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کری تو اوسپر کچہہ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا
دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولی کیواسطے غرہ ثابت ہی اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ
ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنی ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ؎ ولد مغرور کی صورت یہہ ہو کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی
نے پیٹ گرایا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ یہہ لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کیواسطے جاریہ اور اوسکے عقر کا حکم کریگا اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مشتری سے
کہا جاویگا کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تہا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اوسکو دے یا غرہ جنین کا
کذا فی العالمگیریہ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیة والکفارة وان میتا فالغرة
ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہی کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرادے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اوسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہی اور
اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہی اور عورت دونو حالتون میں وارث جنین کی نہوگی وتجب فی جنین البہیمة ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص
الام لا یجب فیہ شیء مجتبی اور جانور کے بچہ گرانے میں مان کا نقصان واجب ہی اگر ولادت سے اوسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر مان میں نقصان نہیں ہوا تو
اسمیں کچھہ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی السراجیہ ف ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیة ضرب بطن امرأة بالسیف فقطع البطن ووقع

احد الولدين حيًّا مجروحا بالسيف والآخر ميتا وبه جراحة السيف وماتت ايضا يقتص لاجل الزوجة لانه عمد وعلى عاقلته دية الولد الحي اذا مات ويجب غرة الولد الميت لانه لما ضرب ولم يعلم بالولدين في بطنها كان الضرب خطاء كذا في الخزانة ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سے دو بچے نکلے ایک تو زندہ تلوار سے زخمی ہوکر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور ایک تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ بالعمد ہوا اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اوسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ابتداءً خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے یہ خزانہ میں ہے۔

باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

یہ باب ہے اُن مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور جو ہو سو لما ذكر القتل مباشرة شرع فيه تسبيبا وقال جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اوس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہو سو اوس اکمل قول کہ اعلم قتل بطریق مباشرت کی یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثلاً دیوار بنائی اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا۔ اخرج الى الطريق العامة كنيفا هو بيت الخلاء او ميزابا او جرصنا كبرج وجذع وممر علو وحوض طاقة ونحوها عيني او دكانا جاز احداثه ان لم يضر بالعامة ولم يمنع منه فان ضر لم يحل كذا في التبيين شارع عام میں پاخانہ اور پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسا کہ برج اور چھجا اور چھپّا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر ایک کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نکرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا ھم جرصن بضم جیم و ضاد و سکون راء مہملہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جرصن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ لیکن شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں گو تفسیر میں کذا فی الطحطاوی۔ ولكل واحد من اهل الخصومة ولو ذميا منعه ابتداء ومطالبته بنقضه ورفعه بعده اى بعد البناء سواء كان فيه ضرر او لا وقيل انما ينقض بخصومته اذا لم يكن مثل ذلك وإلا كان متعنتا زيلعي اور اہل خصومت میں سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روکدینا ابتداءً اور اوسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنجانے کے بعد جائز ہے خواہ اوس میں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اوسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا احق عنا ہے کذا فی الزیلعی ھم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اوّل راہ کے احداث میں ثانی خصومت مع احداث میں اور رفع الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جبتک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگرچہ کسیکو ضرر نہوتا ہو بشرطیکہ اوسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتداء میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر ہوتا ہو تو منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں اوسکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی۔ هذا كله اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام یہ تمام مذکور اوسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ھم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین کی شرح میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی۔ زاد الصفار ولم يكن للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنیوالے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ھم یہ وہی قول ضعیف ہے جو پہلے ہو چکا تو اوسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی۔ او بنى للمسلمين كمسجد ونحوه او بنى باذن الامام لا ينقض اور جبکہ شارع عام میں مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا جیسا کہ مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا ھم فقہا کے کلام سے یہ صریح معلوم

ہوتا ہی کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بھی وارد
ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نرکہا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین
کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی **وَاِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ لَا يَجُوْزُ اِحْدَاثُهٗ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْاِسْلَامِ** اور
اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا
دینا اسلام کا طریقہ نہین ھم یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک
حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہی باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہہ ہے
کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پونہچاوے یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچاکر اور بعضون نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجکو اوسمین
نفع ہو اور ضرار وہ ہی کہ دوسرے کو تو مضرت پونہچاوے اور تجکو اوسمین کچہہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہے اور ضرار دونون طرف سے ہے اور بعضون نے کہا ضرر
اور ضرار متحد المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا لا ضرر ابتداءً ولا ضرار جزاءً یعنی بدلا لینے مین اپنے مقدار حق سے تعدی کرنا
چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہی یعنی تو اوسکو ضرر پونہچاوے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم **وَالْقُعُوْدُ فِي الطَّرِيْقِ لِبَيْعٍ وَشِرَاءٍ يَجُوْزُ اِنْ لَمْ يَضُرَّ بِاَحَدٍ**
وَاِلَّا لَا عَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ السَّابِقِ اور راہ مین بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہی اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل
سابق کے ھم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانے کا **وَهٰذَا فِي النَّافِذِ وَفِيْ غَيْرِ النَّافِذِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَتَصَرَّفَ بِاِحْدَاثٍ مُطْلَقًا**
اَضَرَّ بِهِمْ اَوْ لَا اِلَّا بِاِذْنِهِمْ لِاَنَّهٗ كَالْمِلْكِ الْخَاصِّ بِهِمْ اور یہہ حکم جو ہوا شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہی اور کوچہ غیر نافذہ مین تو
کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ
اونکی ملک خاص کی مانند ہی ھم شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ مین مصرح ہی کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہی **ثُمَّ الْاَصْلُ فِيْمَا جُهِلَ حَالُهٗ**
اَنْ يُجْعَلَ حَدِيْثًا لَوْ فِيْ طَرِيْقِ الْعَامَّةِ وَقَدِيْمًا لَوْ فِيْ طَرِيْقِ الْخَاصَّةِ رَحْمَتِيْ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور
جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہی کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہی اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ھم تو اگر احداث جدید ہی تو امام
کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **فَاِنْ مَاتَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بِسُقُوْطِهَا عَلَيْهِ**
فَدِيَتُهٗ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ اَيْ عَاقِلَةِ الْمُخْرِجِ لِتَسَبُّبِهٖ پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنیوالے کے
عاقلہ پر واجب ہی بسبب اوسکی سببیت کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہی لہذا اوسکے مددگارونپر دیت لازم ہوئی **كَمَا تَدِيْ الْعَاقِلَةُ لَوْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ طَرِيْقٍ**
اَوْ وَضَعَ حَجَرًا اَوْ تُرَابًا اَوْ طِيْنًا مُلْتَقٰى فَتَلِفَ بِهٖ اِنْسَانٌ لِاَنَّهٗ سَبَبٌ جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہی اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا
خاک یا مٹی راہ مین ڈہیر کی کذا فی الملتقی سو اوسکی سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا **فَاِنْ تَلِفَ بِهٖ اَيْ بِوَاحِدٍ مِنَ**
الْمَذْكُوْرَاتِ بَهِيْمَةٌ ضَمِنَ فِيْ مَالِهٖ اِنْ لَمْ يَاْذَنْ بِهِ الْاِمَامُ پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے
کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال مین اوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن ندیا ہو ھم وجہ تاوان تعدی ہی محدث کی اور عالم
پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہی نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم
تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہی خلق اللہ کا تو اوسکا فعل ایسا ہی جیسے مالک کا فعل اپنی ملک مین چنانچہ قہستانی
مین ہی اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہی غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہی اول کلام تک یعنی خارج مات احد تک کذا فی الطحطاوی
فَاِنْ اَذِنَ الْاِمَامُ فِيْ ذٰلِكَ اَوْ مَاتَ وَاقِعٌ فِيْ بِئْرِ طَرِيْقٍ جُوْعًا اَوْ عَطَشًا اَوْ غَمًّا لَا ضَمَانَ بِهٖ يُفْتٰى خِلَافًا لَهُمَا پہر اگر سلطان نے
اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئین کا گر پڑنے والا بہوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتویٰ ہے۔ خلاف محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے ہم سے بیان مراد وہ کام ہے کہ کنوئیں کی ہوا میں آن اشیاء میں ضمان
واسطے نہو اکہ کنوئیں کا گرنیوالا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مرا ہو کذا فی الزیلعی
ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلاً فقتله فلا ضمان اصلاً لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیاً اور اگر پرنالہ ساقط ہو پس
پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اوسکو قتل کیا تو اصلاً ضمان نہیں اسواسطے کہ پرنالہ کا یہ سرا داخلی تو صاحب خانہ کی ملک میں ہے تو مالک کی
تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او قسطر زائدیه فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا
اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا
فی الزیلعی اور لٹکانا پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اسواسطے کہ دیوار میں خصی پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحاوی نے کہا کہ ضمان اوسصورت میں ہے جبکہ سلطان
یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور یہ حکم مسائل
آئندہ میں ہے انتہی ولو مستاجراً او مستعیراً او غاصباً یعنی ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع
لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کا بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہو جاتا اوس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع
کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے
ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہیں ہوگیا اور اوسکی ملک زائل ہو نیسے برخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچ اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو
نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلئے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی
ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن
النصف استحساناً زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفین داخلی اور خارجی پڑیں اور وہ ہلاک ہوگیا اور یہ بھی دونوں طرفوں کا اسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے
والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرفوں سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان
بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی ہم قیاس یہ ہے کہ صورت عدم علم کچھ واجب نہو کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان
نہیں شک سے وجوب ضمان نہیں ہوتا ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال میں پورا ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن
نحی حجراً وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اوس پتھر کو جو دوسرے شخص نے
راہ میں رکھا تھا پھر اوس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں پتھر رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا
دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن حمل علی رأسه او ظهره شیئاً فی الطریق فسقط منه علی آخر او دخل
بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصاة او بوار ی ابن کمال او جلس فیه لا للصلوٰة ولو للقرآن او تعلم
فعطب به احد کالعنت ضمن خلافاً لهما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اوسمیں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا
یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد میں لگیا یعنی مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سواے نماز اور فعل کیواسطے مسجد میں بیٹھا
اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اوسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی میں اولجھکر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مرگیا تو حامل یا جاعل یا جالس
پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا تضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم ہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اوسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ہم حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شی اوسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامۃ
میں اوسپر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامۃ میں اوسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل هذه الاشیاء
المذکورات فی مسجد حیه ای محلته لان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم ففعل الغیر مباح منتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ

یعنے چٹائی یا قندیل یا پتہر یان اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ اونکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا ھم ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونونکا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوۃ یضمن مطلقا خلافا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹھا تو اوسپر ضمان نہین اور نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین ھم زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلئے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ ولو استأجرہ لیبنی او یحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شیء ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علم فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنادے یا اوسکے واسطے کنوان کہودے اوسکی دوکان یا گہر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اوسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہو اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پہر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نتہی تو اوسکا امر کرنا باطل تہا پہر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر جرأت کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الامر ہو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا لعلمہ بفساد الامر فما غرہ وعلی المستأجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی دأب صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتأمل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمین مجکو کنوان کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پہر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فاسد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے بیان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قویتر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنے ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکہنا اور گہوڑا باندہنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑ رکہا راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسیطرح جنکا حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پہر کسی مرد نے اوسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف سے ھم یہہ تعلیل ہے پچہلے دو مسئلونکی زیلعی نے کہا کہ چاہ آبریز باذن امام کہودنا یا اپنے ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنیوالا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبی اور اس کلام سی عدم ضمان تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ متسبب پر اسیصورت مین ضمان لازم ہوتا ہی کہ کنوان کہودنے اور شہر راہ مین رکہنے مین جسکو اوسنے گذر گاہ کے
بالقصد اوس سے مرور کرے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق
فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی میں ہی کہ کہ
معظمہ یا اوسکے سوا میدانونکی راہ مین کنوان کہودا اور اوسمین گرکے کوئی تلف ہو گیا تو کہودنے والے پر ضمان نہین بر خلاف شہرونکے مین کہتا ہون اور اسی سے
معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہر کی راہ ہین نہ بیابان اور جنگلونکی اسواسطے کہ شہر میں راہ سے بچنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانونکی راہ مین

ولو استاجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع
الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعل جنایتہ وغیرہا بما ذکر
فی الجوہرۃ وہذا اذا البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر فینبغی ان لا یجب شیء لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر کسی
نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کہودنے کو سو کنوان ان سب پر پہٹ کر گر پڑا انکے کہودنیکے سبب سے سو اونمین سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر
چوتہائی دیت واجب ہے اور چوتہائی دیت ساقط ہو گی اسواسطے کہ کنوان اونپر گرا اونکے فعل کے سبب سے تو مرنیوالا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتہیوں کی جنایت سے تو اسقدر
دیت ساقط ہو گی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہو گی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہہ حکم اوس شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر
مستاجر کی ملک مین ہو گا تو لائق یون ہے کہ کچھہ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادث ہو گا اوسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرہ قلت وتوضیح منہ
جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض سارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی
یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس وغیرہ فیستاجر ہذا الرجل جماعۃ لحفر قرن لدفن الغرس فیہا اشجار
العنب وغیرہ فتسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیء علی المستاجر
وکذا علی الاجیر کما یفہم من کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون
اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہی مملوک ہوتی ہی اور اوس پر خراج ہی
جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہی صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز تک سے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہی اور اوس زمین کے
نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کہودنے کیواسطے تاکہ اوس مین انگور وغیرہ کے
درخت جماوے سو کنوان پہٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکی مانند مین
عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسیطرح اور مزدور پر کچھہ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی کہ
جو کتب فتاوی مین مذکور ہی بلا قید کہ جو کہودنے مین تلف ہوا اوسکا ضمان ہی سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم
ہم یہہ جو کہا کہ زمین گاہی مملوک ہی اور گاہی وقف اور گاہی تصرف مستاجر مین ہے مدت طویل سو مراد اوس سے یہہ ہی کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہین
کہ ایک زمین گاہی مملوک ہی اور گاہی وقف اور جواب استفتا مین یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہی صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہا دین سے منصوص
نہین تو حکم متحد نہین ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغائر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

فـ و ع مسائل متفرقہ شتی

کے لو استاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن
مسلما الی رب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چہجا یا چہپا نکالنے کیواسطے سو چہجا یا چہپا گر پڑا اور اوسنے کسی آدمی کو قتل کیا اونکے فراغت عمل سے پہلے
تو ضمان کاریگرون پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہین ہوا تو یضمن لو رش الماء بحیث یزلق
وبہ تغیب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چہڑکا اسطرح کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہی اور چہڑکاؤ تمام راہ مین کرے ہے اور اگر چہڑکاؤ تہوڑا ہو یا

تمام راہ میں پہر کہ وہ نہیں ہے تو ضمان نہیں ولو وضع فی فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحساناً وتمامہ فی الملتقی اور اگر
اپنی چیز کو دوکان کے سامنے صاحب دوکان کے اذن سے تو امر کرنیوالے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی میں ہے **فصل**

فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ
من نفس انسان او حیوان او مال جب جھک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ھم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وکالقیم والولی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ھم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اوسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہیں کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی ادا قیمت میں سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسیطرح ناظر وقف کی مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہوں انکی وارث ہوں
باعتبار استحسان کے ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھادیں تو ایک شریک
بقدر اپنی حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ ہے کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہیں نعم فی الظہیریۃ لو مات ربہ
عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہاں ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ ھم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ متعلق بطلب من مکلف مسلم او ذمی یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد
اذن ولیہ ومولاہ بالخصومۃ زیلعی حر او مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکے توڑنے اور ڈھادینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب میں اوسکے مالک کا اذن خصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشہد او وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ھم تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب کا انکار کریں تو اوسکی اثبات پر قدرت حاصل
ہے تو اشہاد واسطے احتیاط کے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اوسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نکرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی
ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھکو دیوار کا ڈھانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی ہے اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے
جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب والحال انہ لم ینقضہ وھو یملک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا تو صاحب دیوار مائل پر ضمان ہے جب
کہ طلب کے بعد اسقدر تامل نہیں کہ اوسنے دیوار کو گرایا اور حالانکہ وہ اوسکے گرانے کا مالک ہے اوسقدر مدت میں جس میں اوسکے ڈھانے پر قادر ہے ھم یعنی طلب

ہے فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پیش ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت پائی کہ گرانی پر قادر ہوتا تو ضمان عائد اسپر
لازم نہوگا بلا مہلت عدم قدرت سے النقض لان دفع الضرر العام وجب صاحب دیوار پر اسواسطی ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے هم اگر ضمان واجب نہو تو تعریض مستمر ہو فوراً بند ہو جاتی گزرنیکے خوف سے فوراً بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہوا اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے اور سبب امر اکراہ ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطی واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور جیسا کہ
ہلاک جان کے خوف سے اوس ہاتہ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی فما تلف به من النفوس فعلى العاقلة وما تلف به من الاموال فعليه
پہر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگار پر
لان العاقلة لا تعقل المال ولا ضمان الا بالاشهاد على ثلثة
ہے اور جو مال تلف ہو تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطی کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے
اشياء على التقدم اليه وعلى الهلاك بالسقوط عليه وعلى كون الجدار ملكا له من وقت الاشهاد الى وقت السقوط
دليلا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب هدم متقدم ہوچکی دوسرا اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنیکے
سبب تیسرا اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہو یعنی اشہاد کیوقت سے سقوط کیوقت تک اوسکی ملک مین باقی ہے لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا
ولو تقدم الى من لا يملك نقضه من سكانها باجارة او اعارة او الى المرتهن او الى المودع لا تعتبر لعدم قدرتهم على
التصرف اور اگر طلب هدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اون لوگون مین سے جو گہر مین رہتا ہو اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا
امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچہ اعتبار نہین اونکی عدم قدرت کے سبب تصرف پر یعنی وہ لوگ هدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں
وحينئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذكر واتلف شيئا فلا ضمان اصلا لا على الساكن ولا على المالك اور اسصورت مین کہ دیوار ساقط ہوئی
اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گہر کے رہنے والے پر نہ مالک پر هم ساکن پر اسواسطی
ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطی نہیں کہ اوسپر اشہاد ہوا نہ طلب كالمخرج الحائط عن ملكه ببيع او غيره كهبة حاوي
القدسي وكذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحكم باللحاق ثم عاد او افاق خانيه چنانچہ اسصورت مین ضمان نہیں کہ دیوار جاتی رہی
اسکی ملک سے بیع یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنیکے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق
یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا پہر وہ دار الاسلام مین آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ هم ظاہر
مین تسلیم مرہون ہے بطلان اشہاد کیواسطی اسواسطی کہ ہبہ کا کچہ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہہ جو شارح نے اگلے قول مین کہا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ غیر ظاہر
ہے کذا فی الطحاوی بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولايته بالبيع ونحوه وان عاد ملكه بعده حاوي وخانيه تو رجع
ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کے بیع اور اوسکی مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پہر عود کری بعد اوسکی کذا فی الحاوی والخانیہ هم ضمان واجب ہوتا ہے ترک هدم سے پہر جب بیع کی تو قادر نہ رہا هدم پر اور اگر بیع کے بعد پہر مالک
ہوگا تو بہی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله كما مر برخلاف مانند جناح کے بسبب باقی
رہنی فعل بانی کے چنانچہ فصل سابق مین پہلی سی مذکور ہوچکا هم اخراج جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے کڑیان راہ کیطرف
باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اوسکو چہجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیست اور میزاب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر راہ کیطرف
اخراج جناح کیا یا مانند اوسکی کچہ بنایا پہر اوسکو بیچا پہر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطی کہ نفس وضع جناح
ہی تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک هدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد هدم پر قدرت نہیں رہی
مال الی هذا دار انسان من مالك وساكن باجارة او غيرها فالاضافة لادنى ملابسة قهستاني فالطلب اليه لان للتق له

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کیطرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اوسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق اوسیکا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثیر تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہی یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا **فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہما** اسیے من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہی یعنے اگر ایک شخص کے گھر کیطرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجہپر ضمان تلف نہین تو یہہ جائز ہے پھر اگر کچھ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی **وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرأ لانہ حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار** اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کیطرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطیکہ شارع عام مین سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام مین نافذ ہی اوسمین جو اونکو نفع کرے نہ اوسمین جو اونکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اوسیکا خاص حق ہو **ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی** اور اگر بعض دیوار راہ کیطرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کیطرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطیکہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی **م** چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار مین جو اوسکی طرف کیطرف مائل ہی اور اوسقدر مین بھی جو راہ کیطرف مائل ہے اسواسطیکہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہین اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہی تو اوسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کیطرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہی یعنی اجمال مخل **فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیرہ کمیزاب لتعدیہ بہ** پھر اگر دیوار مائل بنائی سیرہی نہ تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین چنانچہ میزاب مین ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب اوسکی تعدی کے مائل بنانے سے **حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم** ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارونپر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطیکہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کرکے **م** یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اوسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطیکہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح کہ ہو ہدم پر منحصر نہین **دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ** ایک گہر تین شخصون مین مشترک ہی ایکنے اوسمین کنوان کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکی صدمہ سے ایکمرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائی ہونگا ضامن ہوگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائیونمین یعنی دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا **م** موت کی علت واحد ثقل مہلک ہی تو اوسکی قسمت ہوگی مالکونپر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی **وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وھدر** اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکونکی اور تین شریکونکی مسئلہ مین دیت نصفا نصف ہے اسلیکہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان **م** جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکی حصہ مین تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اوسکی حصہ مین تلف باطل اور رائگان ہے اور کوان کہودنیمین باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہین ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان **لا اشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار** دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہو یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

منفرد کیسے مقتول ہوا ہو تو دیت اوسکی ثابت ہو اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہوئی وحینئذ لو وقع الحائط على الطريق بعد الإشهاد فعثر
انسان بنقضه فمات ضمن لان النقض ملكه فتفريغه عليه اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر تو اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اوس پر
ٹھوکر کھا کے گرا اور مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اوس سے فارغ کرنا اوسی پر واجب
ہے وان عثر رجل بقتيل مات بسقوطها اى الحائط لا يضمنه لان تفريغه للاولياء لا اليه اور اگر کوئی
ٹھوکر کھا گیا اوس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مرگیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ کو فارغ کرنا مقتول کی نعش
سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حيث يضمن دية القتيل الثاني ايضا لبقاء جنايته فيلزمه
تفريغ الطريق عن القتيل ايضا يؤيده انه لو باع الحائط والنقض برئ ولو باع الجناح لا نيلعى برخلاف بازو کے کہ اگر
کوئی اوس سے گرا اور اوسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب اوسکی جنایت اور تعدی کے تو اوسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا یہ مسئلہ
ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر بازو بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا يصح الاشهاد
قبل ان يهي الحائط لانعدام التعدي ابتداء وانتهاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہ ہونے تعدی کے ابتدا
ابتداء اور انتہاء کے وتقبل فيه شهادة رجل وامرأتين لانه شهادة على التقدم لا على القتل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی
گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل متفرقہ حائط بعضه صحيح وبعضه واه فاشهد عليه فسقط كله
وقتل انسانا ضمنه الا ان يكون الحائط طويلا فيضمن ما اصاب الواهي فقط لانه حينئذ كحائطين فالاشهاد يصح على الواهي
لا على الصحيح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ اوس سے بوسیدہ سو اوسپر اشہاد واقع ہوا اور وہ تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اوس نے تلف کیا تو مالک دیوار کا
ضامن ہوگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت بسبب طول کے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوار کے
ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احدهما مائل والآخر صحيح فاشهد على المائل فسقط الصحيح فاتلف شيئا
هدرا خانية دو دیواریں ہیں ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اوسنے کچھ تلف کیا تو وہ باطل اور ایکا
گرانے والے کا ضمان نہیں کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطه فالاشهاد على من بناه والدية على عاقلة من بناه ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہوئی
تو اوسکو بنانے والے پر اشہاد چاہیے اور اوسکے سقوط کا خونبہا اوسکے بانی کے مددگار وں پر ہے وحائط الوقف على عاقلة الوقف اور جو دیوار
کہ مساکین پر وقف ہو تو اوسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے ہم یہ اوسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی
العالمگیریہ وحائط العبد التاجر على عاقلة مولاه ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اوسکے مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ
وہ غلام مستغرق ہو یہ استحسان کی دلیل ہے قال ولي القتيل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا يصح لانه تمليك دل عليه مسئلة الاصل جارية
قتلت رجلا عمدا فزنى بها ولي القتيل قبل ان يقتص لا يحد لانها صارت مملوكة ولو حد مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آ یگی تو میں قصاص کو معاف
کروں گا تو یہ معافی صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ تملیک ہے یعنی گویا اوسنے یوں کہا کہ جب کل آویگی تو میں اوس خون کو جسکے بہا لینے کا شرع نے مجکو اختیار دیا ہے تجکو
بخش دونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہیں تملیک قصاص پر مسئلہ اصل یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمداً قتل
کیا سو مقتول کے وارث نے اوس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو وارث پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الکفایہ ھم
یہ قتل موجب قصاص ہے تو وارث مقتول لونڈی کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اوسپر حد نہیں +

باب جناية البهيمة والجناية عليها

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں الاصل ان المرور في طريق
المسلمين مباح بشرط السلامة فيما يمكن الاحتراز عنه قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے

او سمارمین جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے ھم امر ممکن الاحتراز کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سلامتی کے اطلاق کی شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائیگا اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا اونمین سلامتی مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اوسکو لگجانیکے کہ اوس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کرتو وہ شرط بھی نہیں فضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام مین سوار اوس چیز کا جسکو اوسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پانون یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن ربہا الا فی الوطی وھو راکبہا لانہ مباشر لہ فتقتلہ بثقلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے مین حادث اور پیدا ہون تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے مین ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اوسپر سوار ہوا اسواسطے کہ کچل دالنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ھم ہر چند مقتول جانور کے بوجھ سے ہی تلف ہوتا ہے لیکن اوسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اوسکا چلنا سوار کیطرف منسوب و مضاف ہے چنانچہ بولتے ہین کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک مین برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر غیر کے ملک مین اوسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہون تو غیر کی ملک بمنزلہ اوسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے مین البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہو یعنی راہ مین اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہو گا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن بالکل مطلقا للتعدی اور اگر غیر کی ملک مین جانور کا داخل ہونا مالک کے اذن سے نہو تو مالک پر ضمان لازم آویگا اوسکی تلف کیے ہوئے کا اوسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے مالک سوار ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زخمی ہونے سے کہ اگر جانور غیر کی ملک مین داخل ہوا اور جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں ہے اور اگر جانور کے مالک نے اوسکو داخل کیا تو سبب رہ تو نہیں ضمان اوسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی

ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتی ہوئی جانور کے پانون یا دم کے ارنیکا برخلاف شافعی کے ھم اسواسطے کہ چلنے کیحالت مین اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کہڑا کریگا راہ مین اور ضرب مذکور واقع ہو گی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی السراج وعطب انسان بما راثت او بالت فی الطریق سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کو لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ مین تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے اسلیے کہ بعض جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہین بدون کہڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پہر اگر اوسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کیواسطے ٹہرا لیا اور اوسنے پیشاب کیا یعنی اور اوس سے کچھ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آویگا اوسکے ٹہرانے کے تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اوسمین امر آخر کیواسطے ٹہرایا جاوے تو ٹہرانا تعدی ٹہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن ومنہ سوق الدواب والملباب المسجد کالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اوس مکان مین کہڑے کرنے مین ضمان نہیں جہان سلطان نے جانور کہڑے کرنیکا حکم دیا ہو اور اوسکے متعلق ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان مین مگر جبکہ سلطان نے جانور وغیرہ کے کہڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان وہان مقرر کر دیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پہر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پانون مار کے کنکری یا کہجور کی گٹھلی اوچہالی یا چہوٹا پتھر یا غبار اوڑایا سو اوسنے آنکہ پہوڑی یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کہینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اوس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر مین تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منعکس ہے ھم اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان راکب پر ضمان آتا ہے وہان کہینچنے والے اور ہانکنے والے پر بہی ضمان آتا ہے اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہیں وہان انپر بہی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل

معتبر قدوری کا قول ہی کہ سائق ضامن ہی جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا
والراکب علیه الکفارة فی الوطی کما مرّ اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ حکم
نہیں ہو چکا لا علیهما ای علی السائق والقائد نہ اُن دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہم سائق اور قائد مسبب ہیں اور راکب مباشر اور
کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی الاخ ولو کان
سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافاً لما جزم به القهستانی وغیره لان الاضافة الی المباشر اولیٰ من المتسبب کذا
ای اذا کان سببا لا یعمل بانفراده اما اذا کان سببا یعمل بانفراده فیشترکان کما یاتی فی مسئلة نخس الدابة باذن
راکبها فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اوس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوسپر یقین کیا ہی اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہی متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے اوسوقت ہی جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں ہی یعنی کھینچنے میں لیکن جس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اوسکا جانور کے کونچنے کے مسئلہ میں آویگا اوسکے
راکب کے اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے کو کہ لکڑی سے اس جانور کو کوچ دے اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان
لازم آویگا اسیکو نقل کرکے آئندہ میں حکایت کرتا ہی وضمن عاقلة کل فارس او راجل دیة الآخر ان اصطدما وماتا منه فوقعا علی القفا لو کانا
حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوههما اور ضمان ہے عاقلہ پر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں باہم ٹکر کھا گئے
اور مرگئے ہوں اوس صدمہ سے سو دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں عجمی نہوں اور ٹکر لگانیکے قاصد نہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ
گرے ہوں ہم وجہ ضمان یہ ہی کہ ہر واحد کی موت دوسرے کیطرف مضاف ہی لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل فریقین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں حکم
ایکروسے منتقل کیا جاتا ہے پس دوسرا سوار جو سامنے آیا اور اوسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان مراد یہی
حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عامدین او وقعا علی الوجه ابن کمال فیهدر دمهما فی العمد والخطاء
تنبیه فلیتامل وغیرها اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گر پڑیں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو اونکا خون رایگان ہی عمد اور خطا میں کذا
فی الشرنبلالیة وغیرها ولو کانا من العجم فالدیة فی مالهما کما ترجم لہذا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو دیت اونکے مال میں ہی نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیة اور اگر دونوں نے عمداً ٹکر کھائی ہو اور مرگئے ہوں تو ہر شخص پر نصف
دیت ہی ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنی فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہی کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کا
عاقلہ پر واجب ہی اور خطا میں پوری دیت ہی کذا فی الدر ولو وقع احدهما علی وجهه هدر دمه فقط اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اوسکا
خون رائگان ہی یعنی اوسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدهما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلة الحر قیمة العبد فی الخطاء ونصفها فی
العمد اور اگر دو میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہی خطا میں اور نصف قیمت ہی عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب
مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہی کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا وماتا علی القفا هدر دمهما لموت کل بقوة نفسه چنانچہ اگر دو مرد دونوں باہم ایک رسی کھینچیں سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں
گر پڑے اور مرگئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگان ہی اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجه وجب دیة
کل واحد منهما علی عاقلة الآخر لموته بقوة صاحبه ہم اگر دونوں گر پڑے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرنے
ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدهما علی القفا والآخر علی الوجه فدیة الواقع علی الوجه علی عاقلة الآخر لموته بقوة

صاحبه وهدركم من وقع على القفا لموته بقوة نفسه پھر اگر دونون سے عکس گرے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا مونہہ کے بل گر نیوالے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اوسکے مرنیکے اپنے ساتھی کی قوت سے اور اگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب اوسکے مرنیکے اپنی ذاتی قوت کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بينهما فوقع كل منهما على القفا فماتا فديتهما على عاقلة القاطع للتسبيب بالقطع اور اگر ایک انسان نے رسی کاٹدی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونون شخص چت گرے اور دونون مرگئے تو دونونکی دیت کاٹنے والیکی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنیسے دونونکی موت کا سبب ٹھہرا وعلى سائق دابة وقع اداتها اى آلتها كسرج ونحوه على رجل فمات وقائد قطار بالكسر قطار الابل وطئ بعيرته رجلا الدية اور اوس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسا کہ زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے ہانکنے والے پر جسمین سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان كان معه سائق ضمنا لاستوائهما فى التسبيب لكن ضمان النفس على العاقلة وضمان المال فى ماله هذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطها واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراكب فى وسطها يضمنه فقط لو لم ياخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والیکے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہو گا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب ہونے مین قائد اور سائق دونوں برابر ہین لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اوسکے مال مین ہے یہہ اوس صورت مین ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹونکی ایکجانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ مین ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہو گا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہو گئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑے ہو ھم زیلعی مین ہے کہ اگر ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹونکی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ اونکا ہانکنے والا نہین ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹون کا ضمان اوسپر نہین کیونکہ وہ اونکا کھینچنے والا نہین لیکن اگر پچھلے اونٹون کی نکیل پکڑے ہو گا تو ضمان اوسپر لازم ہو گا ہان جسپر اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہو گا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہو گئی فان قتل بعير ربط على قطار سائر بلا علم قائده رجلا مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدية ورجعوا بها على عاقلة الرابط لانه دية لا خسر انه كان توهمه صدر الشريعة پھر اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اوسکو کھینچنے والیکے بدون علم کے تو کھینچنے والیکی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہو گا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والیکی عاقلہ سے وہ دیت کر پھر لیگی اسلئے کہ اس دیت دینے مین نقصان نہین جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے ھم صدر الشریعۃ نے کہا لائق یون ہے کہ باندھنے والیکے مال مین دیت لازم ہو اسواسطے کہ اوسنے اونکو نقصان مال مین ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تھا کہ قطار مین اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اوسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہہ سبب ہے اور اسمین عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہہ یہہ ہے کہ رابطنے اونکو اس بلا مین ڈالا فلو ربط والقطار واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لتعديه بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہو گا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ھم برخلاف چلتی قطار کے کہ اوسمین اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهيمة او كلبا ملتقى وكان خلفها سائقا فاصابت فى فورها ضمن لانه الحامل لها وان لم يمش خلفها فما دامت فى فورها فسائق حكما وان تراخى انقطع السوق فالمراد بالسوق المشي خلفها والمراد بالبهيمة الكلب زيلعى اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کذا فى الملتقى اور چھوڑنے والا اوسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھہ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہو گا اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنی فور مین ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہین ٹھہرا تو وہ شخص سائق حکماً ہے اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہان مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ھم در المنتقی مین ابو یوسف سے ...

بتیہ جانور در کہتے وہ چھوڑنیوالا ضامن ہے برابر ہے کہ اوسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا اسوقت کیسے کہیت میں گیا اور اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا
اوسکو اور ہانکا یا کہیت کیطرف سیدھا گیا ہو وہ اوسکے پیچھے بھی تھا تو اوسپر ضمان ہے اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کہیت میں جا پڑا اور وہ نشے
یا میں نہیں جہکا جسطرف اوسنے چھوڑا تھا اوسیطرف گیا سو کہیت کو اوسنے خراب کیا تو بھی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر وہ دہنی یا بائیں جھکا پہر کہیت میں جا پڑا تو اگر
وہان کوئی راہ نہ ہو سوا اوسکے تو وہ ضامن ہے اور ایک ہی راہ ہو تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا سو وہ ساعت بہر ٹھہر گیا پہر کہیت کیطرف گیا اور
خراب کیا تو چھوڑنیوالے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کہتے ہیں قائم نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کیا مراد ہو وہ
اگر مناسب ہے کذا فی الحمث وہی المتعدد وان ارسل طیرا وساقه او دابة او کلبا ولم یکن سائقا له او انفلتت دابة بنفسها فاصابت
مالا او آدمیا نهارا او لیلا
چھوڑا ہوا اوسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا
رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہے اوسپر ضمان نہیں ہم
ابو داؤد اور ابن ماجہ میں یہہ حدیث یون مروی ہے کہ العجماء جرحها جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اوسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد
گریختہ جانور ہے تو اوسکا فعل باطل ہے وہ جانور جو چھوڑا گیا اسواسطے کہ افساد متصل کا فور ارسال میں رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر
فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کالو جمحت الدابة به ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر
الراکب علی ردها فانه لا یضمن کالمنفلتة لانه حینئذ لیس بمسیر لها فلا یضاف سیرها الیه حتی لو اتلفت انسانا فدمه هدر عمادیة
اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہوا اوسکو پہیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کی مانند ہو اسواسطے کہ اسوقت میں سوار
اوسکا چلانیوالا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت میں سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہے اوسکا کچھ
ضمان نہیں کذا فی العمادیة ومن ضرب دابة علیها راکب او نخسها بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدها شخصا آخر غیر الطاعن
او نفرت فصدمته وقتلته ضمن هو ای الناخس لا الراکب اور جس نے اس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن
سوار کے سو جانور نے اپنے پانون یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بہڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضامن ہوگا نہ سوار ہم
راکب کی مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گہوڑے کی پیٹہہ پر ہاتھ رکھا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر
ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیة وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابة علی الطریق لتعدیه فی الایقاف
ایضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کہڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کہڑے کرنے سے جیسے کہ کونچنے والے کی تعدی سے ولو کان باذنه ووطئت احدا فی فورها فدمه
علیهما اور جسپر کہ کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھہ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے ہم دونوں پر خون اوس
وقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقی ولو نفحت الناخس فدمه هدر اور اگر
کونچنے والیکو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلته فدیته علی عاقلة الناخس ثم الناخس انما ضمن لو
الوطی بفور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس حرر ذیله اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا
خون کونچنے والیکی عاقلہ پر ہے پہر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اوسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر ضمان
لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیه وضمن فی فقء عین دجاجة او شاة قصاب وغیرها ما نقصها لان المقصود منها اللحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گای کی آنکھ پھوڑنے مین بقدر اوسکی نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہی ھم یعنی قصاب
کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہی تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنیکا یہہ طریقہ ہی کہ تندرست بکری کی قیمت کیجائے
اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجای تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اوتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنیکا
کذا فی الطحطاوی و فی عینیہا یخیر بین ان شاء ترکہا علی الفاقئ و ضمنہ قیمتہا او امسکہا و ضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور
قصاب کی بکری کی دونون آنکھ پھوڑنے مین اوسکی مالک کو اختیار ہی چاہی اوسکو پھوڑنیوالے پر چھوڑ دے یعنی اوسکو دیوے اور اوسکی قیمت کا تاوان لے
چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی و فی عین بقرۃ جزار و جزور ای ابلہ فائدۃ الاضافۃ عدم
اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال و حمار و بغل و فرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنیوالیکی گای بیل اور اوسکی
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے مین اور گدہے اور خچر اور گھوڑی کی آنکھ پھوڑنے مین چوتہائی قیمت کا ضمان ہی شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہہ ہے کہ گوشت کے
لینے کا اعتبار نہین ہی وجوب ربع قیمت کے حکم مین کذا ذکرہ ابن کمال ھم شترکش کی گای بیل اور اونٹ مین اسواسطے یہہ مسئلہ موضوع ہوا کہ کوئی یہہ وہم
نکرے کہ وہ دونون گوشت کیواسطے مقصود ہین تو انکا حکم بکری کی مانند ہی بلکہ خواہ گای بیل اور اونٹ کہیتی کیواسطے ہون یا سواری کیواسطے اونمین چوتہائی
قیمت ہی جسطرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خچر اور گدہے مین چوتہائی قیمت ہی کذا فی المنح من شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع
اعین عیناہا و عینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ و قال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ و الفرق ما
قدمناہ اونٹ اور بیل اور گہوڑی کی آنکھ مین چوتہائی قیمت اسواسطے واجب ہوتی کہ اوس سے کام لینا تو چار آنکھون سے ہوتا ہی دو آنکھین جانور کی اور دو
آنکھین کام لینیوالے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانورونکی چار آنکھین ہوگئین اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونکا حکم بکری کی مانند یعنی بقدر
نقصان ضمان لازم ہی اور فرق بکری اور ان جانورون مین وہ ہی جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کیواسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کہیتی یا سواری
کیواسطے ہین تو حکم مین کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ و لیس کذلک کما عرفتہ فالاولی التمسک بما
روی انہ علیہ الصلوۃ و السلام قضی فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن چار آنکھون کی تعلیل پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر مثلا گدہی کی دونون
آنکھونکو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہین چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونون آنکھین پھوڑنے مین مالک مختار ہی چاہی سب
قیمت لے اور چاہی اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اوس حدیث سے بہتر ہی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جانور کی آنکھ مین
چوتہائی قیمت کا حکم فرمایا ھم معجم طبرانی مین زید بن ثابت سے مروی ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ مین اوسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا
او ذنبہا یضمن نقصانہ و کذا لسان الثور و الحمار و قیل جمیع القیمۃ کما لو قطع رجلہ او فقاء عینیہا فانہ یضمن قیمتہا و علیہ الفتوی
ای لو غیر ماکول و ان ماکولا خیر کما فی العینین لکن فی العیون ان مسئلہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ و علیہ الفتوی و
عرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اوسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسیطرح بیل اور گدہی کی زبان کاٹنے مین ضمان
ہی نقصان کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پانون کاٹے گا جانور کا تو اوسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوے
ہی یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہوا اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہی چنانچہ اوسکی تفصیل دونون آنکھون کے پھوڑ ڈالنے مین مذکور ہوچکی لیکن عیون مین یون
مذکور ہی کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھہ لیگا تو کاٹنے والا اوسکا کچھہ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور جانور
کا لنگڑا ہو جانا پانون کٹ جانیکی مانند ہی یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے مین کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی
نقل المصنف عن الدرر لہ کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب لم یضمن و انما یضمن فیما اشہد

علیه فیما یخاف تلف بنی آدم کالحائط المائل ونطح الثور وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظه انتہی قال المصنف ویمکن
حمل المتلف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب یجب علی صاحبه الضمان ان کان تقدم الیه قبل الاتلاف والا فلا کالحائط
المائل علی الآدمی انتہی فیحصل التوفیق مصنف نے شرح میں زیلعی سے نقل کیا کہ اگر کتا کسی کے درختوں سے انگور کھا جاتا
سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اور کتے کے کھانے میں سو کتے کے مالک کو کتے کی بندش کی تنبیہ کر دی اسکے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر
ضمان لازم نہوگا ضمان تو اوس صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ اشہاد ہوا ہو اور امر میں جسمیں کہ آدمی کے تلف ہو جانیکا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل
کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اوسکی محافظت نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر
زیلعی کے اس قول میں اور اگر کتا تلف کرے تو اوسکے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اوسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل
کی مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونوں قولوں میں تطابق حاصل ہوگا یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نرہا دو قولوں
میں اور یہ جو کہا قوله علی الآدمی متعلق ہے قوله حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل یضعه فی بستانه فیخرج فیأکل
عنب الناس وفی اکلهم هل یضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب ونحوه ام لا وهل یؤمر بتحویله عنهم الی مکان آخر
ام لا وجوابه ان لا یضمن به شیئا مطلقا اشهد علیه ام لا اخذا من مسئلة الکلب بل اولی وکذا ذکره المصنف
فی معینه لکن رأیت فی فتاواه انه افتی بالضمان فی مسئلة النحل فلیحرر عند الفتوی میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتاء ایسے
شخص کے حال سے جسکے شہد کی مکھیاں ہیں وہ اونکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگور اور انکے سوا
کہا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور اونکی آپس سے دوسرے مکان کیطرف مکھیوں کے اوٹھا لیجانیکا حکم ہوگا یا نہیں
اور جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اوسپر اشہاد کیا ہو یا نکیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلہ سے بلکہ
یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسیطرح کا جواب مصنف نے منح المعتی میں ذکر
کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ اونھوں نے مکھیوں کے مسئلہ کے جواب میں ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت ہم
ہے جو در میں مذکور ہے وجود نفع کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویله من ملکه فلا یؤمر بذلک علی ماهو ظاهر المذهب واما صاحب المسائل
فینبغی ان یؤمر بتحویله اذا کان الضرر بینا علیه الفتوی اور مکھیوں کا اوٹھانا اوسکی ملک سے سو مالک کو تو اوسکا حکم نہوگا بنابر ظاہر مذہب کے
اور مسائل کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یون ہے کہ اوسکے اوٹھانیکا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا ضرر ظاہر ہوتا ہو بنابر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیة حمار اکل
حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل الصحیح ضمانه اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کہا گیا ہو سو دیکھنے والے نے اوسکو نروکا یہانتک کہ وہ
کہا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اوسپر ضمان ہے اذا دخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا قیل
یضمن وتمامه فی العمادیة کسی آدمی نے بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان میں اگر اوسنے ہانکا ہو تو جو کچھ
اوسنے تلف کر دیا اوسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور ایک قول نسبت یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان عمادیہ میں ہے **فائدہ**
اپنی زمین یا کھیت میں اگر دوسرے کا جانور پایا اور اوسنے کچھ خراب کر دیا سو اوسکو باندھ رکھا زمین یا کھیت کے مالک نے سو وہ مرگیا تو اوسپر جانور کی قیمت دینا
لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسیکے گھر میں کر دیا بدون اوسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اوسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان
نہیں اور اگر کپڑا کسیکے گھر میں رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اوسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اوسپر ضمان
لازم ہوگا چنانچہ ذخیرہ میں ہے جسنے بجری کی گٹھڑی کھولدی سو بجری اوڑگئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر
ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک تاوان ہے چنانچہ کافی میں ہے ذ الکل من العالمگیری

باب جناية المملوك والجناية عليه

بیہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام مین اعلموا ان جنايات المملوك لا توجب الا دفعا واحدا
لو محلا معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دیدینے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو ھم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعددہ
مین تو سب مقتولون کے وارثون کو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سبکے وارث بقدر جنایات کے اوسمین اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا
محل ہو یعنی جب کہ اوسکی واسطے حریت کے اسباب منعقد نہو گئی ہون جیسا تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ ع اور اگر مملوک
محل دفع نرہا ہو یعنی حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اوسکو بانٹ لینگے
ولو فدى الفن فجنى فكالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اوسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اوسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا
کسیکو قتل کیا تو وہ اول بار کی مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایۃ اسیطرحکا حکم ہے ھم یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر
جنایت کریگا تو مولے اول بار کی مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اوسنے جنایت ہی نہین کی اور
دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائی جنایت ہے بخلاف المدبر وامہ فانه لا تجب الا قيمة واحدة ستتضح بر خلاف مدبر اور ام ولد اور
مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنى عبد خطأ التقييد بالخطأ هنا
فى النفس لان بعمده يقتص وانا فى ما دونها فلا يفيد لاستواء خطائه وعمده فيما دونها ثم انما يثبت الخطأ بالبينة
او اقرار مولاه وعلم القاضى لا باقراره اصلا لا بداء انتهى قلت لكن قوله وعلم القاضى على غير المفتى به فانه لا يعمل بعلم القاضى
فى زماننا شرنبلالية عن الاشباه ودفعه مولاه ان شاء فيملكه وليها او ان شاء فداه بارشها حالا مملوک نے از
راہ خطا جنایت کی یعنی کسیکو قتل کیا تو اوسکا مالک اگر چاہے بعد جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جاویگا مملوک کا اور اگر
مالک چاہے تو فی الحال فدیہ دے اوسکا دیت کا شارح کہتا ہے خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور
جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ ما دون النفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور
اوسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ
قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے ھم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق
ہے دفع مین تو وجہ یہہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنی مملوک کا تو اعیان کی مانند ہوا عدم تاجیل مین لكن
الواجب الاصلى هو الدفع على الصحيح ولذا سقط الواجب بموته بخلاف موت الحر كما ذكره المصنف وغيره لیکن جنایت مملوک
مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کی موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ
مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ھم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنی قتل خطا مین تو واجب ساقط
نہوگا اوسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لكن فى الشرنبلالية عن السراج والجوهرة عن البزدوى ان الصحيح هو الفداء حتى لو اختاره
ولم يقدر عليه اداه متى وجد ولا يدفع بخلاف العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ واجب
اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اوسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اوسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا
غلام قاتل کے مرجانے سے وعلله الزيلعى وغيره بانه اختار الاصل حقهم فبطل حقهم فى العبد عند ابى حنيفة انتهى ومفاده ان الاصل
عنده الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولی نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل
ہوگیا غلام مین ابو حنیفہ کے نزدیک انتہی ما فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع فى تعليل
الامام ان الواجب احدهما وانه متى اختار احدهما تعين اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

صاحب دین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالیت میں وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت مأذونة مدیونة بیعت معہ
ولدها فی الدین ان کانت الولادة بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقها الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابها
پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنے تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہوگا برخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی میں اونکا حق متعلق ہے نہ اوسکے ولد میں ھم یہ مسئلہ اسباب میں مقصود
بالذکر نہیں ہے کیونکہ اسمیں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمیں اور مسئلہ آیندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد الیہ
ای الی ولی الجنایة لتعلقها بذمة المولیٰ لا بذمتها بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم
رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم خطأً فلا شیء للزاعم علیہ لانہ لما زعم عتقہ فقد اقر انہ لا یستحق
العبد بل الدیة لکنہ لا یصدق علی العاقلة الا بحجة ایکمرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اوسکو مالک نے اوسکو آزاد کردیا ہے سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھہ لازم نہیں حرزاعم کیواسطے اسلئے کہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے لا اسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ھم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق رقہ معروف لرجل
قتلت اخاک یخاطب الذی اعتقہ خطأ قبل عتقی فقال الآخر الذی ھو المولی لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر الضمان
پھر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایکمرد کا مشہور ہے یعنی کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بھائی کو ازراہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابون
مین مصرح ہے وان قال لها قطعت یدک وانت امتی وقالت هی لا بل فعلته بعد العتق فالقول لها لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعی
ما یبریه فلا یکون القول له اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کردے تو اوسکا
قول معتبر نہوگا وکذا القول لها فی کل ما اخذہ المولیٰ منها من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلة فالقول له لاسنادہ الی حالة معهودة منافیة
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکو منسوب ہونیکے اوس حالت مقرری کیطرف جو تاوان کے
مخالف ہے ھم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتله فدیته علی عاقلة القاتل لان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایکمرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارونپر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر ہے
حکم مین ورجعوا علی العبد بعد عتقه وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اهلیته اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھیر لینگے اوسکے
آزاد ہونیکے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بھی بقصور اہلیت کی سبب سے وان کان
المأمور العبد عبدا فمثله دفع السید القاتل او فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے
حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین ولا رجوع له علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمة العبد لانه مختار
فی دفع الزیادة لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو وہ مالک لے

اسواسطے کہ مالک نے نیت زیادت بیا مختار سے نہیں ہوا ہے یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جبکہ اوسنے فدیہ زائد اور قیمت اختیار
کیا تو زائد کا تاوان لازم نہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسیطرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام
صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم میں فان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاوےگا وعبد حفر بئرا
فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیہا انسان او اکثر فہلک فلاشیء علیہ لان جنایۃ العبد لم توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا اسکے بعد
اوسکو آزاد کیا پھر اسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسلئے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچھ واجب نہیں کرتی ہم اور مدعی شرع
میں بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ ولو اوقع الفا ربلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دیناواجب ہوگا
اگرچہ ہزار آدمی کنوئین میں گر کے مر گئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما
دفع السید نصفہ الی الحرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وھو دیتان فقد
سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے دو آزاد مرد کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول
کے دو وارث ہیں سو دونو گروہون میں سے ایک ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون کو دیدے جنہون نے معاف نہیں کیا یا تمام
فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنیوالون کے حصے کی دیت
تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثون کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دیدے فان قتل العبد احدہما عمدا
والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فداہ بدیۃ لولیی الخطا وبنصفہا لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل
کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت کا
فدیہ دے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا او دفع الیہما وقسم اثلاثا عولا عندہ واربا عامنازعۃ عندہما یا مالک غلام کو
قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہ ہے
کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درم ہیں اور عمد کے وارثون کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنی پانچ
ہزار درم نصف دیت تو گویا مالک ہوئے تو دو سہام خطا کے وارثون کو ملے اور ایک سہم قتل عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی
کر کے دو تہائیاں خطا کے وارثون کو ملے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں ہے اسیطرح ہر حصہ مرتب ہوا امام کا اور
صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثونکو اور ایک چوتھائی اوسکو جسنے عفو نہیں کیا اسلئے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کیواسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونو فریق کی تو اوسکو نصف نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدا
قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ
انہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الوارث پھر اگر دو شخصون کے غلام نے انکون کے قرابت والے کو قتل
کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دیدے یا اوسکا فدیہ دے چوتھائی دیت
دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہیں اس مسئلہ میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا اور اوسکی
وارث اوسمیں اوسکو خلیفہ نہونگے ہم ظہار وہی ہے کہا مالک تو دو فرزند موجود ہیں تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکرہ فصل فی الجنایۃ
علی العبد یہ فصل ہے اون جنایات کے بیان میں جو عبد پر واقع ہوں ہم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونونکو شامل ہے دیۃ العبد قیمتہ
فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمتہا دیۃ الحرۃ نقص من کل من دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر
وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کی برابر ہو یا زیادہ یعنی قیمت غلام کی دس ہزار

تخریج

درہم ہوا اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پہنچی تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹا دیے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے
ظاہر ہوا اور دس درہم کا معین کرنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہہ ہے کہ لونڈی
کی دیت سے پانچ درہم کم کیے جاوین وتکون حینئذ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل
کے مددگار پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنی امام کے نزدیک نقصان دس درہم کا مستحب نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب
یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اوسکی قیمت تا عتق واجب ہے بالاتفاق جہانتک اوسکی قیمت پہنچی یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ
آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اوسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر میں م یہی قول اختیار کیا ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور مستصفی اور مجتبی میں کذا فی
الطحطاوی ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف
میں تمام قیمت واجب ہے م یہہ اوس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ
ولہ ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتہہ کاٹا پہر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کردیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اوس زخم سے مرگیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بہی ہین مولے کے سوا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے م یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہین یا مالک بہی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بہی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اوسکا کوئی
وارث نہین سواے مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما
بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں سے آزاد ہے پہر دونوں کے سر زخمی ہوئے پہر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنی یوں کہا کہ مین نے اس غلام کو آزاد کیا تہا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشا کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء اور اگر دونوں
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھہ ہی قتل کیا ہوا اور دونوں کی قیمت برابر ہو م وجہ
فرق یہہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہین تو یہان بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا وعلی
التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھہ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہین
تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھہ
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تہا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا
خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء للفاقئ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ
منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکہین
پہوڑین تو اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکہہ پہوٹا غلام آنکہہ پہوڑنے والے کو دیدے اور اوس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے

اور اوس سے نقصان ہوے اور صاحبینؒ نے کہا مالک کو نقصان لیا جاتا ہے اور امام شافعیؒ نے کہا آنکھ پھوڑنیوالے سے غلام کی قیمت کا مطالبہ
اور غلام کا اندھا مدبر اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السيد الاقل من القيمة ومن الارش لقيامها قيمتها
مقامهما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت
کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلئے کہ مدبر او ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے اونکے جسم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور
ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القيمة بقضاء فجنى المدبر او ام الولد جناية اخرى لشارك الثاني الاول اذ ليس
في جناياته كلها الا قيمة واحدة ولا شيء على المولى لانه مجبور على الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر
یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت
اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی ولو دفع القيمة الى ولي الاول بغير قضاء
اتبع المستحق حصته من القيمة ورجع بها على الاول لانه قبضه بغير حق لان المولى لا يجب عليه الا قيمة واحدة اور اگر پہلی
دیبلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث بیچا ہے مالک کا قیمت لینے کیواسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
اوسقدر پہیرلے مقتول اول کے وارث سے اسلئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں
او اتبع ولي الجناية الاولى یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اوس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حق ناحق
لیا وقالا لا شيء على المولى اور صاحبینؒ نے کہا قیمت بلا قضاء دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولى المدبر وقد جنى جنايات
لم تلزمه الا قيمة واحدة لانه علق بالجناية قبل العتق اولا لان حق الولي لم يتعلق بالعبد فلم يكن متلفا بالاعتاق
اسلئے کہ اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اوس سے جنایات متعدد صادر ہوئی تو مولے پر سوا ایک قیمت کے کچھ لازم ہوگا خواہ مالک کو قبل
عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اوسکے حق کا ضائع کرنے والا
نہوا وام الولد كالمدبر فيما مر اور ام ولد مدبر کی مانند ہے حکم مذکور میں یہی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجناية توجب
المال لم يجز اقراره لانه اقرار على المولى بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانه يصح اقراره على نفسه فيقتل به اور اگر
مدبر یا ام ولد نے اوس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اوسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر بخلاف اوسکے کہ
اوسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا ولو جنى المدبر خطأ فمات لم تسقط
قيمته عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اوسکی قیمت اوسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاه
خطأ سعى في قيمته اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک
کے وارث کو دے ولو عمدا قتله الوارث او استسعاه في قيمته ثم قتله اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اوسکو قتل کرے
یا وارث چاہے اوس سے محنت مزدوری کرا دے اور اوسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اوسکو قتل کرے كذا في الدرر فصل
في غصب القن وغيره یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مراد صبی مراد ہے قطع يد عبده فغصبه وسرى
قطعه ودمات منه ضمن الغاصب قيمته اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا اور اوسکو غصب کیا اور پھر زخم
نے سرایت کی سو وہ اوسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دیگا ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع يده وهو في يد الغاصب فمات منه
برئ الغاصب لصيرورته مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اوسی زخم
سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنیوالا تو مالک پھیر لینے والا ٹھیر جاویگا غصب عبدا

محجورٍ مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مؤاخذ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد عتقہ غلام غیر نے دوسرے کا غلام غیر نے دوسرے کا غصب کیا
سو وہ اوسکے قبضہ میں مرگیا تو وہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال میں بھی ماخوذ
ہوگا مدبرٌ جنی عند غاصبہ فردہ ثم جنی عند سیدہ اخری ضمن السید قیمتہ لہما نصفان مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے
اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیگا دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے
وارث کو دیگا اور نصف باقی دوسرے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ
الاولی لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف قیمت بدلے غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسواسطے کہ
اوسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حالمین کہ مزاحم موجود تھا علامہ طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق
تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا
بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہو جاتا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارتمین خلل ہے شارح کو یون کہنا
مناسب تہا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوسوقت واجب ہوا تہا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی بہ علی الغاصب
لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے
پاس ہوا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ لا یرجع المولی علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی ید المالک اور
مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت پھر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت
اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ
کما مر اور غلام خالص دونوں صورتمین یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوا اسبات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور
وہان یعنی جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبرٌ جنی عند غاصبہ فردہ فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع
بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولی بذلک
النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اوسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو
اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھر لے غاصب سے اسلئے کہ دونوں جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور اوسنے نصف قیمت
ماخوذ وجنایت اول کے وارث کو دوسری بار دیا اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتونمین مدبر
کی مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ فالمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات ہذا الحر فی یدہ فجاءۃ او بحمی
لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں
غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکے ولی کے ہم یعنی غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہیں اسلئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اسواسطے ثابت
نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب
استحسانا للتسبیب بنقلہ لمکان الصواعق او الحیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ
قتلا تسبیبا ہدایہ وغیرہا اور اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے
بجلیون یا سانپون کے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو اوس مکانمین لیگیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق رہتی ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمین بھی عاقلہ
پر دیت واجب ہوگی قتل بسبب کا موجب ہونیسے کذا فی الہدایہ وغیرہا قلت بقی لو نقل الحر الکبیر لہذہ الاماکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز
عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ بتقصیرہ فحکمہ صغیر کالکبیر مقیدا میں کہتا ہون باقی رہگئی ایکصورت یہ کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی

شخص اس مکان میں دب کر مرگیا یا زبردستی اگر غصب کرکے اسطرح لیگیا کہ اوسکو بچانا اوس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو اپنی
ذات کی حفاظت سے توقیر ہو لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی النہایۃ ولو غصب صبیا
فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجیئ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا
او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا
فی الخانیہ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ
اوسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی
من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ
ومن ذا الذی ان مات بجنایتہ فما علیہ اذا ما مات بالموت یشطر ختنہ کرنیوالیکو حکم کیا صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا تو اوسکی
سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکہ مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر نہ مرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں
سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے کہ اگر اوسکا مجنی مرے تو اوسپر وہ واجب ہو جبکہ مرے تو نصف اوسکا واجب
ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے کمن حمل صبیا علی
دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منسیرہا کان علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب
مثلہ او لا یرکب وتمامہ فی الخانیہ انتہی اوس شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھیو میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور
جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ
میں ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ انتہی اوس صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکھا
گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ
فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدوں اوسکے ولی کے
اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اوسپر ضمان نہیں ہے اسلئے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور
شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبدا محجورا مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام
محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا
الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا ھم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا
بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال
ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض لینے والا ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان
لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر لا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا
فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیہ عن الشلبی ومسکین خلافا لما
فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اوس صورت میں ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہمیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم
نہیں ہے بالاتفاق اور اوسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م تو معلوم
ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے شرط عقل صغیر اور عدم شرط دونوں میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں **باب القسامۃ** یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں م
قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا ہے کہ اسم ہے قسم کا اور بعضوں نے کہا کہ اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ بمعنی القسم وہو الیمین مطلقا

باب القسامة

قسامہ بلغت عرب مین بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کہا ویا زیادہ وشرعًا الیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص یاتی بیانہٗ اور قسامہ اصطلاح شرع مین قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کی بسبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بنابر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ہم قسامہ عبارت ان قسمون سے ہے جو پچاس آدمیون سے لیجاوین اور قسامہ کا سبب یہ ہے کہ مقتول پایا جاوے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہین ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہین اور یہ بہی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اوسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ مین نے اوسکو نہین قتل کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی مختصراً عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اوسکی مشروعیت مین حکمت یہہ ہے کہ خون ریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجہین اور مفت ضائع ہونے سے خون کے بچین اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے بچا رہے

یا وُسے مَیِّتٌ حُرٌّ وَلَوْ ذِمِّیًّا اَوْ مَجْنُوْنًا شٰی بِلَا بَیِّنَةٍ بِهٖ جُرْحٌ اَوْ اَثَرُ ضَرْبٍ اَوْ خَنْقٍ اَوْ خُرُوْجُ دَمٍ مِّنْ اُذُنِهٖ اَوْ عَیْنِهٖ وُجِدَ فِیْ مَحَلَّةٍ اَوْ وُجِدَ بَدَنُهٗ اَوْ اَکْثَرُهٗ مِنْ اَیِّ جَانِبٍ کَانَ اَوْ نِصْفُهٗ مَعَ رَأْسِهٖ وہ آزاد مرد جسمین زخم ہے یا مار نے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہو اوسکے کان یا آنکہ سے وہ ایک محلہ مین پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پانون کیجانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتہہ ملا اگرچہ میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیہ ہم اگر غلام خالص غیر ملک مولی مین مقتول پایا جاوے تو اوسمین قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سالمین چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت مین نہ لگاتا تو بہتر تہا کذا فی الطحطاوی وَالنِّصْفُ وَاِنْ وُجِدَ فِی الْبَدَنِ لٰکِنْ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ حَتّٰی لَوْ وُجِدَ اَقَلُّ مِنْ نِصْفِهٖ وَلَوْ مَعَ رَأْسِهٖ لَا لِئَلَّا یُؤَدِّیْ اِلٰی تَکْرَارِ الْقَسَامَةِ فِیْ قَتِیْلٍ وَّاحِدٍ وَّهُوَ غَیْرُ مَشْرُوْعٍ اور نصف اگرچہ بدن مین وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اقل کے ساتہہ سر بہی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دو بار قسامہ لازم نہو ایک مقتول مین اور تکرار قسامہ شرع مین ثابت نہین یعنی اگر کمتر از نصف بدن مین قسامہ ہوتا تو ایک شخص مین دو بار قسم کہانیکی نوبت پہونچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہہ شرع مین درست نہین وَلَمْ یُعْلَمْ قَاتِلُهٗ اِذْ لَوْ عُلِمَ کَانَ هُوَ الْخَصْمَ وَسَقَطَ الْقَسَامَةُ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جائیگا وَادَّعٰی وَلِیُّهُ الْقَتْلَ عَلٰی اَهْلِهَا اَیِ الْمَحَلَّةِ کُلِّهِمْ اَوْ اِدَّعٰی عَلٰی بَعْضِهِمْ حَلَفَ خَمْسُوْنَ رَجُلًا مِّنْهُمْ اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والون پر یا دعوی کرے بعضون پر تو ان شرطون سے اونمین سے ۵۰ مرد قسم کہاوین یختارهم الْوَلِیُّ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا لَهٗ قَاتِلًا بِاَنْ یَّحْلِفَ کُلٌّ مِّنْهُمْ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ وَلَا عَلِمْتُ لَهٗ قَاتِلًا قسم لیجاوے اہل محلہ مین سے ۵۰ مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہمنے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہین اسطرح کہ ہر ہر او نمین سے قسم کہاوے کہ واللہ مین نے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون ہم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کہاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو وہ جمع مین وہ سچا ٹہریگا یعنی سب لوگون نے اوسکو نہین مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بہی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹہریگا لَا یُحَلِّفُ الْوَلِیُّ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ اِنْ کَانَ ثَمَّةَ لَوْثٌ اِسْتَحْلَفَ الْاَوْلِیَاءَ خَمْسِیْنَ یَمِیْنًا اَنَّ اَهْلَ الْمَحَلَّةِ قَتَلُوْهُ ثُمَّ یَقْضِیْ بِالدِّیَةِ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ وَقَضٰی مَالِکٌ بِالْقَوَدِ لَوِ الدَّعْوٰی بِالْعَمْدِ نہ قسم کہاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہان لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثون سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے پہر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ہم لوث یہہ ہے کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکہتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عدول گواہی دیتے ہون کہ محلہ والون نے اوسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکہا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاؤ کی کیا صورت ہے سو یہود یون نے لکہا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل مین واقع ہوا تہا سو خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر کچہہ حکم اوتارا تہا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کو دریافت کر دو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکہا کہ خدا نے مجکو بتایا کہ تم مین سے ۵۰ مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کہاوین کہ ہمنے اوسکو قتل نہین کیا ہے اور

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اوسکا خونبہا ادا کرو تو یہود نے یوں کہا کہ نسبے ہم لوگوں نہیں ناموس موسیٰ کی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی یعنی ہے
شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے تو مدعی کی کہ حدیث ثابت علی المدعی والیمین علی من انکر علیہ اگر یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں تمام
موجود ہے بعینہ مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ مدعیہ
مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے تردد کی حدیث قوی ہوگئی انتہی ثم قضی علی اھلھا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت
الدعوٰی بقتل عمد وان وقعت الدعوٰی بخطا فعلی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلھم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ
ونقل ابن الکمال عن المبسوطات فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اھل المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ
القن توخذ فی ثلث سنین شنبلالیہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاویگا لیکن نہ ہر طرحکے دعوی میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا
حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہو ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے
مبسوطات سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہو اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسیطرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا
فی الشرنبلالیۃ وان لم یکمل العدد کرر الحلف علیھم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاویگی تاکہ پچاس
قسمیں پوری ہوجاویں وان تم العدد واراد الولی تکرار لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے مکرر قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہیجاوےگی
ومن نکل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور فما ھذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطا فیقضی بالدیۃ علی عاقلتھم ولا یحبسون
ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص انمیں سے قسم نکھاوے تو قید کیا جاوے تبتک کہ قسم کھاوے اسیطرح جو بیان مذکور ہوچکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل
خطا میں تو انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ و
لو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اھل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر
شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامراۃ وعبد اور قسامہ
نہیں صغیر اور دیوانی اور عورت اور غلام پر ہم اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم موتی ہے مددگار پر
لا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ھو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف
انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اوس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں ہو اسلئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے
جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرنے سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ مکلف کے فعل سے او یسیل دم من فیہ او انفہ
او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منھا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو
قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانوں سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکہہ کے او نصف منہ ای ولا قسامۃ
فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اوسکی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اوس نصف بدن پر جو
طول میں پھاڑا گیا یا نصف سے کمتر میں قسامہ نہیں اگرچہ اوس بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ ھم یعنی ذکر ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او حیۃ فی
رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاھر انہ مات بھا بزازیہ یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر
حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ وما تم خلقہ ککبیر وجنین سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ
وفی الظھیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدایش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا یا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو
قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرھم کان ابرا منہ
لاھل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنھم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سواے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اوسکی طرف سے ابرا ہے محلہ والوں

واسطے اور قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگیا وان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اونسے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہے ھ قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اوس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اوسکے قبضہ اور تصرف مین ہے تو گویا اوسکے گھر مین ہے ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا یجب علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنابر اونکے قبض وتصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ مین وان لم تکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ اون محلے والون پر ہے جسکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانون یا دو قوم کے درمیان تو جو اونمین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانونکی طرف بالشت بھر نزدیک تھا تو اونہین لوگون پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانون برابر ہون بلا کم وکاست تو دونو پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی ھ قرب کا اعتبار اوسوقت ہے جبکہ مباح مین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانونکی زمین مین لیکن وہ متصل ہے دوسری گانون کے گھرون سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیکتر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا اون اعتبار ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی عن الکافی یسمعون صوتہ لانہ حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ اونکی آواز سن پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کو آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یون منقول ہے کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کے وقت فریادرسی لاحق ہوسکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ تقصیر ہونگے ھ طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانو تک پہونچیگی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ پہنچتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بتقصیر نہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھ یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا دیت لازم ہوتی پھر جب وہ ایسی بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز گانو تک نہین پہونچ سکتی تو وجہ عدم نصرت مین متحقق نہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی اونپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی المالک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو کان وقفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجئ التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا حینئذ فالعبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد ولا ید

اور مراد وہ ہوگی اوس مکان کے عیال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامت واجب ہوگا اوسکے مالکو نپر اور دیت واجب ہوگی اونکے
مددگار وہ پر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگونپر وقف ہوگا تو مستحقین پر قسامت ہے اور دیت اونکے مددگار ونپر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا
اختیار انہیں کو ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں در الولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی قتیل میں اور غیرہ کی پیروی سے تو
اسوقت میں قرب مکان کا کچھہ اعتبار نہیں مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح میں پایا جاوے جسمین کسیکی ملک ہے نہ تصرف اور تحفۃ الفقہا میں محیط سرخسی میں
کہ جب مقتول کسی بیابان میں تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامت اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہے اور اگر کسیکی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی
شہر سے تو وہیں قسامت ہے اور اگر ادوار دہشت پڑتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گہاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاوے
اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھہ فائدہ نہیں ہوتا تو اوسکا خون رایگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اوسکے قرب میں آدمی نہ
کذا فی المحیط وغیرہ من العالمگیریہ والاتعلق فی الملک مثلا لیس اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامت صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے
والمراد ما لو لا یعد والید الخصوص ولو لجماعۃ مخصوصین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور ولایت اور قبض پر
جو اوپر مذکور ہوئی ہین ولایت اور قبض خاص مراد ہے اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامت ہے
نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجی وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آویگا سو تامل کرو مصطفی کہتا ہے کہ اگر
بدائع کے نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھہ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک
اخذہا والی ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہہ بہی شرط
کہ قبض اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اونکو چہین لیا ہو تو لائق یون ہے کہ بعد اوسکے
اوسمین مقتول کا خون رایگان ہو اسلیے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے
دارہ مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ العوض
کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اوس وجہہ سے جو ہمنے پہلے ذکر کیا ہے کہ جسطرح ہو
وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو قریہ والوں پر واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہے جہان آواز مسموع
نہوتی ہو تو شارح کی تعلیل بلا وجہہ ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض من
اہل القریۃ فہی علیہ علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت ہذا صریح فی ان القرب
انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہا لاربابہا وسیجی متنا فتنبہ اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر مقتول پایا جاوے
کسی مرد کی اوس زمین میں جو ایک گانون کے پہلو سے متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اوسکی مالک پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ
اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی اور الولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسیصورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں
نہ مملوک اور موقوف میں اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اوسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ میں آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان
فعلیہ القسامۃ ولو ماکث مخصوصا دخول فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گہر میں تو اوسپر قسامت ہے اور
اگر اوسکے مددگار موجود ہین تو وہ بہی قسامت میں داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما
سیجی وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اوس آدمی کے مددگار ونپر ہے اگر ثابت ہو جاوے کہ وہ گہر اوسکا ہے اور وہ شخص مددگار رکہتا ہو اور اگر
اوسکے مددگار نہین ہین تو اوسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہین اور مددگار رکہتا ہو وہی للدیۃ والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذی
خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کہینچ کر ملکیت کا اول

فتح اسلام میں اگرچہ اوس زمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ھ خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئی زمین کے جبکہ
امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو تمام لوگوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ اونکے حصے جدے جدے ہو جاویں کذا فی العینی دون السکان و
المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون نہ واسکے رہنے والے اور خریدار و نیز اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور
قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہاں کے سب لوگوں نے مکانات بیچڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب
ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعة اور اگر مقتول پایا گیا اوس گھر میں
جو شریک ہی درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت اونیوں کی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ھ مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہی اور دوسریکا
دسواں اور تیسریکا باقی تو قسامہ اور دیت اونکی عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہیں کذا فی الطحطاوی
وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلة البائع اور اگر گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ میں نہیں آیا کہ اوسمین مقتول
پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلة ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ
پر دیت اور قسامہ ہی برخلاف صاحبین کے ھ خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلة حتی تشھد الشھود انھا للذی
التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجیء اور عاقلہ یعنی مددگار اونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندیں اسکی کہ جس گھر میں مقتول ہی
وہ قابض اور متصرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک
گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بدلو یدا عاقلته ولا تفسیر اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبض
اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض
مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة بشیء صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ھی
یہہ علت بیان کرکے کہ کچھہ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کیواسطے ممکن نہیں ھ مقتول کا گھر ظہور قتل کیوقت میں وارثوں کا مالک ہوگیا اور وارثوں
کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہی تا وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہوا اور وارثوں کی ملی تو گویا وارثوں کا
ضرر ہوا وارثوں کے نفع کیواسطے اور یہہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثوں کی عاقلہ پر
دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کے طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح میں آیندہ بھی مذکور ہوگا لان الورثة یستوجبونھا لایجاب
علی الورثة للمیت لا للورثة کذا قیل یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ایجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہی میت کی نفع کیواسطے
نہ وارثوں کی نفع کیواسطے چنانچہ بعضوں نے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد یقال لما کان ھھنا لنفسہ فیعتبر بالا ولی
لقوة الشبھة فتامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی
عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامة والدیة علی من فیھا من الرکاب والملاحین
اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق
اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ میں جانور کی مانند ھی ھ وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلة
حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہی یعنی اوسکی مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہے وفی مسجد محلة و
شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو واقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر
مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچہ میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے
ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہی اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہی

قسم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق ہے جیسا کہ شارح سمجھا ہے اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہے
ایک تو شارع محلہ ہے جسمیں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور کبھی اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور دوسرا شارع عام جسمیں سب
طوائف برابر ہوں جیسے بازار کی راہیں اور خارج شہر کی راہیں انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ ہی قرار دیا ہے اور ابن کمال کی اتباع کرنیوالے
کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر
دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہوگئی جسمیں بسا اوقات نماز پڑھی گئی تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بنانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم
نہو تو متصل گھر کے مالک کی عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسُوقٍ مملوكٍ على المُلّاكِ وعند أبي يوسف على السكانِ ملتقى اور اگر مقتول پایا
گیا مملوک بازار میں تو اوسکے مالکوں پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہے کذا فی الملتقى وفی غیرہا لے
غيرِ المملوكِ والشارعِ الأعظمِ هو النافذُ والسجنِ والجامعِ وكلِّ مكانٍ يكونُ التصرفُ فيه لعامةِ المسلمين لا لواحدٍ
منهم ولا لجماعةٍ يحصون لا قسامةَ ولا ديةَ على أحدٍ ابن كمال وإنما الديةُ في بيتِ المالِ لأنَّ الغُرمَ بالغُنمِ اور اگر قتیل
پایا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کے اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان میں جسمیں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے
نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال
میں ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور حبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہیں تو تاوان بھی
اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال
ہے تو سب مسلمان اوسمیں شریک ہیں سو خدا کی لعنت اون ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہیں اور اوسکے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں انتہی قيل تجب
الديةُ فيما ذكر على بيتِ المالِ إن كان نائيًا أي بعيدًا عن المحلاتِ وإلا يكن نائيًا بل قريبًا منها فعلى أقربِ المحلاتِ إليه الديةُ
والقسامةُ لأنه محفوظٌ بحفظِ أهلِ المحلةِ فتكونُ القسامةُ والديةُ على أهلِ المحلةِ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول
کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہ ہے کہ جامع مسجد اور شاہراہ جو عام مملوکہ نہ
ہوں محلوں سے اور اگر دور نہوں بلکہ قریب ہوں اونسے تو جو وہانسے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ
کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السوقِ النائي إذا كان من يسكنها في الليالي اور اسیطرح حکم ہے
بازار بعید میں جبکہ لوگ اوسمیں رات کو رہتے ہوں یعنی وہانکی سکونت کا اعتبار نہیں أو كان لأحدٍ فيها دارٌ مملوكةٌ تكونُ القسامةُ والديةُ
عليه لأنه يلزمه صيانةُ ذلك الموضعِ فيوصفُ بالتقصيرِ فيجبُ عليه موجبُ التقصيرِ كما في العنايةِ معزيًا للنهايةِ قلتُ وبه
أفتى المرحومُ أبو السعودِ مفتي الرومِ واعتمده المصنفُ وإن خلا عنه المتونُ لأنه مصرحٌ به في غالبِ الفتاوى والشروحِ ولله الحمد
پائیگا اوس بازار بعید میں گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر
ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایہ سے منقول میں کہتا ہوں اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت
کا اقرب محلات پر (کذا فی الطحطاوی عن المصنف) فتوی دیا ہے مرحوم ابو سعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہے اسی متن میں اگرچہ متون
قسم کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اسواسطے کہ یہ شرط منصل موجود ہے اکثر فتاوی اور شروح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وكذا لو وجد في
بريةٍ ووسطِ الفراتِ إذا كان يمرُّ به الماءُ لا محتبسًا كالسجنِ إذ لا يدَ لأحدٍ وقيل إذا كان موضعٌ يسمعُ الصوتَ منه
دارُ الإسلامِ تجبُ الديةُ في بيتِ المالِ لأنه في أيدي المسلمين ابن كمال اور بلا وجوب دیت خون رائگاں ہے اگر مقتول پایا
جنگل میں اور دریای فرات کے درمیان بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو اور ساتھ وہ کہیں محتبس نہو جیسا قیدخانہ مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگاں ہوا کہ

وہان کسیکا ملک نہیں اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دارالاسلام مین ہو تو دیت اوسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دارالاسلام مسلمانون کے
قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ھ فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ
وفی نہر صغیر ھو ما یستحق بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصھم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اوس
نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی مخصوصیت کیوجہ سے نہر کے ساتھہ ھ استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چہوٹی کشتی جاری نہو
اور بیشمار نہ کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر وسیجی او کانت قریبۃ من القریۃ
او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی
اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون
سے اسطرحپر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی
الزیلعی ھ عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہی ولایت مین اہل بروشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبہی اس جنگل مین کبہی اوس جنگل مین جیسے ہندوستان
مین کنجر کی قوم ولو وجد فیما بالشط او بالجزیرۃ او محبوسا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی
الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول ترک راہ دریا
کے کنارہ پر پایا یا پل کے کنارہ پر یا وہان بستہ ہو یا کنارہ پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت
واجب ہی خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور قریب تر اراضی پر بہی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہی بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز
پہنچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہنچتی نہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا
عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ
شیء ولا علی اولئک حتی یبرھن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ - اور اگر ایک قوم باہم
ملکر تلوارین کہینچکر پہر ایک مقتول کو چہوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہہ کہ وارث مقتول کا
اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا اونمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھہ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی
گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا ہے بدون حجت کے اور اہل محلہ بہی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ وارث مدعیکا قول اوسکی
ذات پر حجت ہی اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت لہ
قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من زعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہو اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم
کہاوے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہی شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرھم خلافا لہما او بقتل واحد منہم
بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل تہمت کے
سبب سے ھ یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والون کے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین
شخص نے اوسکو قتل کیا ہی اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل
محلہ کے ساتھہ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہی اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالکر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹہیرے تو گواہی انکی
مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اوٹہایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہی برخلاف ابو یوسف

ہے کہ قسامہ اور دیت نہیں ہے ولو معہ جریح بہ رمق فحملہ انسان الی اھلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وقیاس
قول ابی حنیفۃ یضمن۔ اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اوسکو دوسرا شخص لیکے گھر اوٹھالایا سو وہاں ایک دن پھر
مرگیا تو اوٹھانیوالا ضامن نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہوا اوسکو
پاس زخمی کا ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدر وفی رجلین فی بیت بلا ثالث وجد احدھما قتیلا ضمن الآخر لان الظاھر ان
الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد یعنی اگر ایسے گھر میں کہ دو مرد اوس میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا
ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ
شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ امرأۃ کرر الحلف علیھا وتدی عاقلتھا وعند ابی یوسف القسامۃ علی
العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دلائی جاوے گی یعنی پچاس بار اور عورت کی مددگار دیت دیگی اور ابو یوسف کے نزدیک
مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کی مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے
واسطے ہے اور تہمت عورت پر بھی ہوسکتی ہے کذا فی الدر قال المتأخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ وھذہ المسئلۃ کذا فی
الملتقی وھو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہانے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ھم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں
کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد قتیل فی دار نفسہ
فالدیۃ علی عاقلتہ لورثتہ عند ابی حنیفۃ وعندھما وزفر لا شیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ منلا خسرو
وتبعا لحجۃ صدر الشریعۃ وتبعھما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اوسکی وارثوں کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے اور تبع اوس قول کا ہوا
جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفھم ابن الکمال فقال لھما ان الدار فی یدہ حین
وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ھدرا ولہ ان القسامۃ انما تجب بظھور القتل وحال ظھورہ الدار للورثۃ فدیتہ علی عاقلتھم
اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے یوں کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ میں تھا جبکہ زخم پایا ہوا
تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رائگان ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے
اور قتل ظاہر ہوتے وقت گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کی عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما تعقل ما یجب علی الورثۃ
تحمیلا لھم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ
ثم یخلفہ الوارث فیہ وھو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ قلتہ نقول کہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی مال کی
متحمل ہوتی ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے واسطے پھر کیونکر واسطے اسکے کہ اس سوال کا یہ
جواب دیا جاویگا کہ بیان ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں ہے بلکہ مقتول کے واسطے ہے تاکہ اوسی مال سے مقتول کے قرض ادا کیے جاویں اور اوسکی وصیتیں
اوسی سے ادا ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اوس مال میں اور وہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش نے اپنے باپ کو قتل
کیا ہو تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی ولو وجد قتیل فی ارض موقوفۃ او
دار کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابھا لان تدبیرھا الیھم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا
اسیطرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہو تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہیں لوگوں پر ہے وان کانت

الارض او الدار موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اى فى المسجد زيلعي ودرر وسراجيه وغيرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کر دیا ہے م اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد
بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون
فى بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين قاشية الحامد قاله المصنف بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف
علیہم لوگو نکے معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگو نپر جو وقف ہو نکل جاوے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر ایسا ہے کہ حکم
ہے کہ دیت ان کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلئے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہر الیعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد فى معسكر فى فلاة غير مملوكة ففى الخيمة و الفسطاط على من سكنها اور اگر مقتول پایا گیا اوس لشکرگاہ میں جو بیابان
غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال میں مقتول ہو تو اوسکے رہنیوالوں پر قسامہ اور دیت ہو و فى خارجهما اى الخيمة و الفسطاط
ان كانوا اى ساكنوا خارجهما قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر لوگ خارج کے رہنیوالے قوم قوم
ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گانوں کا حکم مذکور ہو چکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر
ہیں تو دونوں پر واجب ہے ولو نزلوا جملة مختلطين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
كانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کافر سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقى
ولو كانت الارض التى فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك فى القسامة والدية برجندى لكن فى
الملتقى خلافا لابى يوسف اور اگر وہ زمین جسمیں لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں
مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی البرجندی لیکن ملتقى میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہ یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں
ولو وجد فى قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهى على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين ملتقى میں ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیموں کے گانو میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ان کی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان كان فيهم
مدرك فعليه لانه من اهل اليمين و لو الدية اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانیکی لیاقت رکھتا ہے گو کہ
او لو الدية فروع ... لو وجد فى دار صبى ومعتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو
اونکے مددگار لوگوں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فى دار ذمى حلف خمسين يمينا ويدى من ماله ولو تعاقلوا فعلى عاقلته اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھاوے اور اپنے مال سے دیت دیوے اور اگر ذمیوں کی عاقلہ ہوتی ہوں تو وہ لوگ یعنی یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی م یہود یوں قسم کھاتا ہے کہ اوس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری ہے میں نے اوسکو نہیں مارا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہوں اور
نصرانی قسم خدا کی کھاتا ہے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحطاوی ولو مر رجل فى محلة فاصابه سهم او حجر ولم يدر من اين ومات منه فعلى
اهل المحلة القسامة والدية سراجية اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ میں سو اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اوسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ و فى الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شئ فيها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا
یا جانور مقتول پایا تو اوسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا فى محلة فالقسامة والقيمة على

في ثلث سنين اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا گیا محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے
تین سال کے اندر ولو وجد السيد قتيلا في دار مولاه فلا شيء فيه لان العبد مادام عبدا فقيمته على مولاه لغرمائه حالة والا فكانما قتله
على مولاه ميتا اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اوسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اوسکی قیمت اوسکے
مالک پر واجب ہے فی الحال اسکے قرضخواہوں کو دیجائیگی اور مکاتب یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اوسکی قیمت اوسکے مالک پر واجب ہے
تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی نسبت یہ بدل کتابت ادا کیا جاوے اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اوسکے وارثوں
کی میراث ہے کذا قال الامام کبرہ ولو وجد المولى قتيلا في دار عبده فلا شيء فيه ولا تعقل عاقلته المولى اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام
ادون کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی مانند پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتيلا في دار ابيه او
امه او المرأة في دار زوجها فالقسامة والدية على العاقلة ولا يحرم من الميراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر
یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ

كتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں هي جمع معقلة بفتح فسكون فضم وہ یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی
بفتح میم سکون عین و ضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وهي الدية وتسمى عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك اي تمسكه
منه العقل لانه يمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل معنی منع ہے اور دیت
خونوں کو بازرکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے یا بمعنی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے بازرکھتی ہے
م جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جس پر دیت واجب
ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں تو بجای کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب نہایہ نے کتاب العواقل کہا ہے بشر نے اسکا یون جواب دیا ہے
کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الکفایہ مختصرا والعاقلة اهل الديوان وهم العسكر وعند
الشافعي اهل العشيرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے
نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں ع دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا مشاہرہ یا ماہیانہ
لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا او نے اہل دیوان پر دیت مقرر کی صحابہ کبار کے سامنے بارہ دیکار
چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اوس سے
مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاوے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی
قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پرواہ نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنی انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار شریک
مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو اونکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو اونہوں نے کیوں محفوظ نہ کیا انکے اعمال سے تو انہیں پر دیت
کا ڈالنا اولی اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا یہ جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر
دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں ہے اسلئے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر
فاروق نے مدون دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے فلي هو
حتى هم اهل الشكر عاقلہ ہیں اسکو جو دفتر میں لکھے ہیں یعنی سپاہی لشکری کے ہر قاتل کے یعنی جب سپاہی اور جس پلٹن میں قاتل ہوگا انہیں پر دیت واجب
ہوگی فيجب عليهم كل دية وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او بشبهة كقتل الاب ابنه عمدا فانه في ماله كما مر في الجنايات

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ
کیوجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی
ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاھم او من ارزاقھم
والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاھرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض
فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل لصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کی عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ
ہے کہ رزق وہ ہی جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت
کے نہیں بلکہ اوسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا لو جنی فی مال
القاتل عمداً بان قتل الاب ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی حالاً لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاویگی تین سالمین قاضی
کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسیطرح ہے دیت واجب قاتل عمد کے مال میں اس
طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالمین دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی م قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریونکو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیون
نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسوان حصہ تین سالمین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی
اکثر من ثلث او اقل توخذ منہ لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلی تو اوسی سے دیت لیجاویگی
مطلب حاصل ہونیکے سبب سے م یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سالمین ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایکسال
کے تین مہینے میں ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوسمین سے لیا جاوے تو اونکو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے
کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اھل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر بہ تنویر الابصار اور اگر قاتل لشکری نہین ہے
تو اسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہین اور جن لوگون سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار م قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسب سے
یعنی ایک جدی لوگ خلاصہ یہہ ہے کہ وجوب دیت مین تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اسطرح ہون کہ جب
اونمین سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہون تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہین اور اگر اوسکے
مددگار چند قسم کے لوگ ہین لشکر والون سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولے ہین پھر اونکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری
لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتین ہین یا اوسکی مقتول کی دیت بیت المال مین ہے یا خود اوسکے مال مین
کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف وتقسم الدیۃ علیھم فی ثلث سنین ثم السنین بمعنی العطیات قہستانی فی المحیط اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ
پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیئے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہے کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت
نہین اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں یہہ مضمون مذکور ہو گیا لا یؤخذ فی کل سنۃ الا درھم او درھم وثلث ولا یزاد علی کل
واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاویگی دیت ہر سال مین مگر ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا
جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت مین چار درم سے بنابر صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو ہوگی تین سال مین تین درم ہوتے
اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہہ قول صحیح تر محیط سرخسی سے منقول ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ
ہر سالمین ہر شخص سے چار درمون سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسباً علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یکجدی برادری اسکی واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نکرے تو جو قبیلہ اونکے ساتھہ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

ترتیب عصبات سے ہے کہ اول بھائی پھر بھتیجے پھر اونکے فرزند پھر چچا پھر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
داخل نہیں و بالا لیا مای عصبات کی ترتیب پر ... تو اوسکے ساتھ قرابت اور نسب اور
بعض نے اختلاف کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مخفی نہیں کہ اسکا اصل استنصار اہل لشکر اظہر ہے تو اوسکے
اولاد اور قریب کسی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور قبیلہ شکر کے لئے مددگاری تو باہر ہیں اگر قاتل عیادیں سے ہو تو اوسکی عاقلہ عیاد میں اور اوسکی
اتباع ہیں اور اسکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الملتقط والقاتل عندنا کاحدهم اور ہمارے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کی مانند ہے ہم یعنی دیت دیتے ہیں وہ بھی شریک ہوگا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی سے ہوئی ہے پس اوسکو خارج عاقلہ سے
کرنا ... ولو القاتل امرأة او صبيا او مجنونا فيشاركهم على الصحيح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو اور نہیں سے ہر ایک عاقلہ
بصورت خلاف الشافعی وعاقلة المعتق قبيلة سيده دیگا اور غلام آزاد کا عاقلہ
اوسکے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الملتقی وتعقل عن مولى الموالاة مولاه وقبيلته اور مولی موالات کیطرف سے اوسکا
مولی اور اوسکے مولی کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انه لا تعقل العاقلة جناية عبد ولا عمد وان سقط قوده بشبهة او قتل ابنه عمدا كما مر
اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ
مذکور ہوگیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدية لقوله صلى الله عليه وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا
ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحة بل الجاني اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کم تر مال کے بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد حسن نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور حدیث کا مرفوع ہونا غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث میں نہیں ہے بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی شرح لانه لا يتهم في اقراره والعقوم حجة وانما تلت البينة هنا مع
الاقرار مع انها لا تعتبر معه لانها تثبت ما ليس بثابت باقرار المدعى عليه وهو الوجوب على العاقلة کیونکہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق نہ کرینگے
اگر گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہاں گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوتی ہے باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو موجود عاقلہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولياء المقتول على ان قاضي بلد كذا
قضى بالدية على عاقلته بالبينة وكذبهما العاقلة فلا شيء عليها اي العاقلة لان تصادقهما ليس بحجة عليهم ولا عليه في ماله
لان تصادقهما حجة في حقهما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت
ہے اوسکے مال میں مگر بقدر اوسکے حصہ کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اون دونون کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال میں عاقلہ
جیسے رشد اقرار اوسکا حجت ہے بشرطیکہ اوسکو عاقلہ میں ہو چنانچہ عالمگیریہ میں ہے کافی سے اور ظاہرا عطا تو اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الملتقط
واعلم ان الخصم في ذلك هو الجاني لان الحق عليه ولو كان صبيا فالخصم ابوه خانية قلت يؤخذ من قوله الخصم هو الجاني لا الع
جواب حادثة الفتوى وهي ان صبيا قتل عين صبية فماتت فاراد ابوها تحليف العاقلة على نفي فعل الصبي والجواب انه لا تحلف
لان ذلك فرع صحة الدعوى وهي غير متوجهة على العاقلة وبقي هنا شيء وهو ان العاقلة لو اقروا بالفعل الجاني
هل يصح اقرارهم بالنسبة اليهم حتى يقضى عليهم بالدية ام لا فان قلت نعم ينبغي ان يجري الحلف في حقهم لظهور فائدة قا
المصنف محشا فليحرر اور معلوم کر کہ اسمین یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسپر ثابت ہوا اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیہ میں کہتا ہوں کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ یا معلوم ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ یہ ہے کہ صغیر

صغیروں کی تائید بھی ہوتی سو وہ مرگئی تو صغیر وغیرہ کے وارثوں پر قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی لغو فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم عاقلہ پر
صحیح ہونیکی زعم سے ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بہ نسبت
اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہاں تو لائق یوں ہے کہ قسم اونکے حق میں جاری ہو
اونکے فائدہ و ظاہر ہونیکے سبب فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تتمیم کرنا چاہیے م
تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو اونپر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب تو بجز کہ یہہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اونپر قسم جاری نہوگی
تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنى حر على نفس عبد خطأ فهي على عاقلته يعني اذا قتله لان العاقلة لا تتحمل اطراف العبد وقال
الشافعي لا تتحمل النفس ايضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اوسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہے کہ آزاد
غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا يدخل صبي و
امرأة ومجنون في العاقلة اذا لم يتناصروا يعني لو القاتل غيرهم والا فيدخلون على الصحيح كما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ
عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ باہم وہ مددگاری نکرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا سو تو
عاقلہ میں داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا م عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو
تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی ولا يعقل كافر عن مسلم ولا بعكسه لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی
طرف سے اور نہ مسلمان کافر کیطرف سے تناصر کی وجہہ سے والكفار يتعاقلون فيما بينهم وان اختلفت مللهم لان الكفر كله ملة واحدة يعني
ان تناصروا والا ففي ماله في ثلاث سنين كالمسلم كما بسطه في المجتبى اور کافر فیما بین خود باہم ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف
ہوں اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی لیکن ملتیں ایکدوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصر اونمیں رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی
واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبے میں اسکو شرح بیان کیا ہے م مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان
نے دوسرے کو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم يكن للقاتل عاقلة كلقيط وحربي اسلم فالدية في بيت المال
في ظاهر الرواية وعليه الفتوى درر وبزازية وجعل الزيلعي رواية وجوبها في ماله رواية شاذة اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار
نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکی مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی
نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر
معتمد کہا ہے قلت وظاهر ما في المجتبى عن خوارزم من ان تناصرهم قد انعدم وبيت المال قد انهدم ترجيح وجوبها في ماله فيؤدى في
كل سنة ثلاثة دراهم او اربعة كما نقله في المجتبى عن الناطفي قال وهذا حسن لا بد من حفظه واقره المصنف فليحفظ فقد وقع
في كثير من المواضع انها في ثلاث سنين فافهم میں کہتا ہوں اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہے کہ وہان کے
لوگوں کی باہم مددگاری نیست نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے کو دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر
سال تین یا چار درہم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی
شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی
تین سالمیں ہے تو اسکو سمجھ لے وهذا اذا كان القاتل مسلما فلو ذميا ففي ماله اجماعا بزازيه اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے
دیت واجب ہے اسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ ومن له وارث
معروف مطلقا ولو بعيدا او محرم او مرتد او كفر لا يعقله بيت المال وهو الصحيح كما بسطه في الخانية اور جس قاتل کا کو

وارث ہو کسیطرحکا وارث ہو اگرچہ وارث قریب ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اوسکو مقتول کی دیت بیت المال سے نہ ملیگا اور
یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں مترجم نے بیان کیا ہے ولا عاقلة للعجم وبه جزم فی الدرر قائلا للضعف لعدم تناصرهم و عجم کا بیٹے
ہر ایک سوا اور ملک کے رشتہ داروں کو بند وقت نہیں سمجھی پر یقین کیا ہے قدوری میں یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اونکو عدم تناصر کے سبب سے وقیل لهم عواقل
لانهم یتناصرون کاهل الصناعة والصیادین والصرافین والسراجین فاهل محلة القاتل وصنعته عاقلته فکذلک طلبة العلم
وبه افتی الحلوانی وغیره خانیه اور بعضوں نے کہا ہے کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں جیسا کہ
کسب گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ ہیں اور اسیطرح طالب العلم باہم گر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور
اسیپر فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی هذا الباب ومعنی التناصر
انه اذا حزبه امر قاموا معه فی کفایته وتمامه فیه مجتبی میں بہت زیادہ کیا ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہہ ہے کہ جب وسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوں اوسکی کارگزاری میں تمت
اوسکو سنبھالیں اوسکی تکلیف ٹال دیں اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفی تنویر الابصار معزیا للحافظیة والتحقیق ان التناصر فهم عاقلته الخ
فهم عاقلته الخ فلیحفظ واقره القهستانی اور تنویر الابصار میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہے کہ مجموع میں تناصر ہے پیشوں کیوجہ سے
تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہم پیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور اسیکو قہستانی نے ثابت رکھا ہے اور ہمکو کرد شیخنا الحانوتی ان التناصر
منتف الان لغلبة الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروه لصاحبه فتنبه یعنی ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تفہیم کی ہے کہ
بالفعل تناصر موجود نہیں ہے حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزو مند ہے تو آگاہ رہو ہم کہتے ہیں یہی قول ہر جزو الخ
صاحب مجتبی نے عرف تواریخ کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلة ولا تناصر فالدیة فی ماله او بیت المال میں کہتا ہوں اور
جہاں نہ قبیلہ اور برادری ہو اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہے وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر
الروایہ مفتی بہ ہوا اور وجوب مال قاتل کے مالیر ہندیہ استاذی چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں تناصر سے جیسا کہ فقہاء نے اوسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور
حمایت کرنا رائج ہو تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم +

کتاب الوصایا

یہہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت
سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ
جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنیسے تاکہ غیر اوسکی نیابت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا
زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ عمرو کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور عمرو موصی لہ نحو الوصیة
والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعله وصیا والاسم منه الوصایة وسیجیئ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکه
بطریق الوصیة وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایة اسم ہے ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کہ ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں
تابع ہے صاحب درر کا فهی شرعا تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اس وقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت ایصا
کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بعد موت کے خواہ تملیک کسی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین
فانه نافذ من کل المال کما سیجیئ میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجاوے اسواسطے کہ

دینا ہو اور یا فذہو تمام مال سے چنانچہ سنہ آویگا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی **م** جنہون نے کہا اور تجارت جو اختیاری فعل ہی
سے نہ تملیک بعد الموت ہی تو وہ تو قوت پاتا ہے نفس سے نافذ ہو جواز وجہان کی کچہ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فتامّلہ
اور تبرع کے منافی نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر **م** یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب
وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب ہو پس جب
واجب ہوئی تو تبرع کہان ہوا اسلئے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہے اور یہ لفظ تامل کر
کو طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور دیون عباد کی مانند تہوا کذا فی الحلبی وہی
علی ما فی المجتبی اربعة اقسام واجبة بالزکوٰة والکفارات وفدیة الصیام والصلوٰة التی فرط فیہا ومباحة لغنی ومکروهة
لاهل الفسق والا فمستحبة اور بنا پر اس کلام کے جو مجتبی مین ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ کے
جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی **م** وجوب زکوٰۃ
وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کیطرف نسبت کرنا مناسب تہا اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار
قسم ہی واجب ہی جیسا کہ زکوٰۃ واپس اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے جیسا کہ کفارات اور فدیہ صلوٰۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی
جیسے اغنیا اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین
والاقربین لان آیة البقرة منسوخة بآیة النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہین ہے اسلئے کہ سورہ بقر کی آیت سورہ نسا
کی آیت سے منسوخ ہی **م** سورہ بقرہ کی یہہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا
کہ مقرر و فرض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچہ مال چہوڑے وصیت کرنا مان باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورہ نسا کی آیت سے آیة المواریث مراد ہی جو
ناسخ ہے سورہ بقرہ کی آیت مذکورہ کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورہ بقرہ
کی آیت منسوخ ہی اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیة لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پہر فرمایا کہ حق
تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ بحث ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الهدایة **سببها ما هو**
سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے **م** حموی نے کہا وصیت کا سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین
مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئی ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اوس حال مین کہ مال کی کچہ حاجت نرہی تاکہ انجام مین کام آوی مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف
دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت
اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیة المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیة توصی بہا
او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور
فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچہلے دن کا ایمان رکہتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکہتا ہو یہ کہ سوئے مگر اوسکی وصیت
اوسکے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے نزع نفیس یاد رکہنے کے لائق نقل کی وہ یہہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار ہے
شیخین نے کہا کہ مال کا چہوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تہوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا اولیٰ نہین اور اگر مال
زیادہ ہو اور وارث غنی ہین تو اوسکو چاہیے کہ وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچہ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین تو

ع حاشیہ [illegible]
عن العلامہ الطحاوی ... البینی شرح الهدایہ

یہ دوسیرون کے واسطے وصیت کرے کرانی المحدریہ وشرطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلو تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافہ
لعتقہ کما سیجی اور وصیت کی شرط یہ ہے کہ موصی کا لائق مالک کرنیکے تو وصیت جائز ہے پس نابالغ اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب
وصیت کرے اپنے آزاد ہو جانے کیطرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجی اور یہ شرط ہے
مال کا دین کے ساتھ مستغرق نہو بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل
الموصی لہ فافہمہ فانہ بہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جسکے لئے وصیت کی گئی اوسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا ہو
یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے سو اسکو سمجھ لے کیونکہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے ۔ صاحب درمختار نے کہا کہ موصی لہ کی
حیات وصیت کیوقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہان حیات کہاں
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کیوقت وارث ہونا شرط ہے ۔ یعنی
موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کیوقت اور اگر وصیت کیوقت وارث ہو اور موت کیوقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک
شخص نے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی
موصی کا وارث نرہا موت کیوقت اور اگر موصی کا بیٹا ہو اور اوسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے
کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کیوقت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نتھا وکا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اوسنے وصیت
قبل از قتل کی ہو پھر اوسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونیکے وصیت کی ہو ہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وہل یشترط کونہ معلوما قلت
نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الاٰتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہون ہان اوسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اوسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ میں ۔ موصی لہ کا علم بالوصیت کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی
وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت
کا موصی بہ یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کی بواسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا
معدوم ۔ معدوم مو بمعنی علی خطر الوجود ہو جیسے آم کے پھلون کی وصیت کرنا فلانے شخص کیواسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ
موصی کا کچھ مال نہیں پھر اوسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اور اوسکی موت کیوقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون
بمقدار الثلث اور شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ۔ طحطاوی نے کہا بعد اسکے وصیت کی شرطے ذکر کیا قولہ اوصیت بکذا لفلان
وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کیواسطے اور جو
قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں ۔ چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لئے ٹھہرایا دفی البدائع
رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن
ہے ۔ غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت
تملیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اوسکے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول ہوا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت والمراد بالقبول ما یعم الصریح
والدلالۃ بان یموت الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو یعنی
اس طرح کہ موصی لہ مرجائے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنیکے چنانچہ آگے آویگا ۔ موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث
ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کی برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اوسکے وارثون کیواسطے خرید یا ادھیکا دینا وغیرہ
کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا

اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا سو یہی ہے کہ ایک جدید ملک موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے سو موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کے جائے
کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبي عند عدم المانع وان لم يجز الوارث ذلك اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کیواسطے
در صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نکرین ش - نفع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور
کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہون ولا بما زاد عليه الا ان يجيزها
ورثته بعد موته ولا تعتبر اجازتهم حال حيوته اصلا بل بعد وفاته وهم كبار نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اوس صورت
مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اوسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثونکی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اوسکی وفات کے بعد معتبر ہے
ش حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز اونکا حق ثابت نہین ہوا اسلئے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث
صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اوسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح
ستہ مین مروی ہے کہ سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے
کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور
تہائی بہت ہے یعنی وصیت کیواسطے يعتبر كونه وارثا او غير وارث وقت الموت لا وقت الوصية على عكس اقرار المريض للوارث
یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کیواسطے ش مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث
ہونا اقرار کیوقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ اوسکا وارث نہین تو اقرار
جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اوسکے اوسکا وارث ہوجاے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کے جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر
اوس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اوس بھائی کیواسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے
فرزند مر گیا کذا فی الطحطاوی وندب بما قل منه ولو عند غنى ورثته او استغنائهم بحصصهم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از
ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے اونکو استغنا حاصل ہوا ہو كتركها اى كما ندب تركها بلا احدهما اى غنى او
استغناء لانه حينئذ صلة وصدقة جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغناء ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے
حصون سے اونکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ش یعنی جب وارث
محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اوسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنیکا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات
کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح كذا في العيني یعنی
بہتر صدقہ اوس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تنبیہ طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث
چار ہزار درم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر واحد دس ہزار درم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدين لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے
یعنی ادای دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ش حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور
زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کی مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالكل عند عدم ورثته
ولو حكما كمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کی عدم مزاحم کے
سبب سے ش یعنی جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اوسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود و در دمین جو تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگی ولمملوكه بثلث ماله اتفاقا وتكون وصية بالعتق فان خرج من الثلث
فيها والا سعى في بقية قيمته وان فضل من الثلث شئ فهو له اور اپنے غلام کیواسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اوسکی آزادی

کی وصیت ہوگی تو اگر غلام تہائی مال سے نکلتا ہو تو وارث اپنی باقی قیمت کے واسطے کوشش کریگا اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ہو تو وہ غلام تمام آزاد ہوگا مگر موصی کا مال سوائے اس غلام کے ایک ہزار درم ہے تو اگر تمام مال تین ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اوسکی قیمت تین سو درم ہو تو سو درم کی کمائی کرکے اوسکو دے تب آزاد ہوگا اور اگر اوسکی قیمت پانچ سو درم ہے تو تین سو درم غلام ادا کریگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اوسکی نصیب کا غلام کو ہیچ نہ کرے جبتک ادا نہ کرے اور درامیر مسئلہ لا تصح الوصیۃ لا یتعلق من اعیان مالہ اور اگر غلام کو اسکے لیے ادا کرنے کو مجبور کیا جائے تو وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی ہم منتقی میں مذکور ہے اگر غلام کو اسکے واسطے ایک جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقا وصیت کی تو صحیح ہے اور بعض کی وصیت جائز ہوگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام ابو یوسف نے کہا کہ اسمیں یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں منتقی میں ایسا ہی لکھا ہے دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم نہ ہو اور تعیین کی صورت میں تو جنس کی مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحسانا لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک یوں کہا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے ہم اور حمل کیواسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درم کی وصیت کی کذا فی الدر ثم انما تصح الوصیۃ للحمل لا بالحمل الا فی من ستۃ اشہر لو زوجھا حیا او میتا وھی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہ یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت حمل کیواسطے صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہو چھہ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا شوہر زندہ ہو یا وہ اگر شوہر اوسکا مردہ ہو اور حالانکہ عدت میں ہو وصیت کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق میں کذا فی الطحطاوی اسمیں ہے دلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار ولا فرق فی ذلک بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ حیوانات یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تاکہ اوسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للادمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیعاب اور مدت حمل یا اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھہ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لئے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کیواسطے ایک سال ہے اور گائے کیواسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے اکیس دن ہیں چنانچہ قہستانی میں یہی منسوب باستیعاب ہے وقیدہا ای وقت الوصیۃ وعلیہ المتون یعنی وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کیوقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکو مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتداء مدت حمل وصیت کیوقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا کذا فی الکفایۃ ولا تصح الہبۃ للحمل لانہ تعقبہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ اور کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کیواسطے اسکو عدم قبض کے سبب سے اور اوسپر کسیکی ولایت نہیں تاکہ ولی اوسکی طرف سے ہبہ پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت علی ما علم انہ لو قبل الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ لاحد علی الجنین ولو ابیہ تو اگر بچہ شکم کا باپ اوسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اوس چیز کے جو بچہ کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکم کے اوپر کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی

وهي انه ليس للوصي ولو مختارًا التصرف فيما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا يلي ولا يولى عليه مین کہتا ہون اور بیان سابق سے
حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اوسمین جو حمل کیواسطے وقف ہوا کیونکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی
بچہ شکمی کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہو وصحت بالامة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر
یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہے لما تقرر ان
كل ما صح افراده بالعقد صح استثناؤه منه والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ
جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد
وصیت مین درست ہے تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمي وبالعكس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے
اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے م دلیل صحت اول کلام الہی ہے لا ینهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في
الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم یعنی نہین روکتا تمکو اللہ تعالی ان کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہین لڑے دین مین اور
نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونو طرف سے
درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر لا حربي في داره اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب
مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالى انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم
في الدين حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے ان کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا في
الدرر عن الجامع الصغير فقيد بداره لان المستأمن كالذمي كما افاده الملا لكنا مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی
اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے م ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر
مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہہ
احتراز ہے اوس حربی سے جو دار الحرب مین ہے نہین یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ
مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبه صرح الحدادي والزيلعي وغيرهما
وسيجي متنا في وصايا الذمي مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن مین آویگا ذمی
کی وصایا مین ولا لوارثه وقاتله مباشرة لا تسببا كما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی
کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین م حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصية للقاتل قتل بسبب جیسے
وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا في المنح الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلوة
والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحديث وسنحققه وارث کیواسطے
وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہہ کہ وصیت
کو وارث جائز رکھین یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب
بیان کرینگے وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی
اجازت جائز نہوگی واجازة المريض كابتداء وصيته اور وارث مریض کی اجازت ابتدا وصیت کی مانند ہے م یعنی اگر وارث بالغ مریض نے
وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت
مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کے بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہے اور یہہ

ثلث مال تک صحیح ہے کذا فی التبیین و لو اجاز البعض ورد البعض تجوز علی المجیز بقدر حصته اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض
نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانهما لیسا
اھلا للعقوبۃ کذا فی الکافی یا قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں او لم یکن له وارث
سواہ کذا فی الکافی اسے سوی الموصی له القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجته او هی له ولم یکن ثمة وارث
اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوائے اوسکے کذا فی الکافیہ یعنی سوائے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ
کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہان کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المحیط ولو اوصت لزوجها
بالنصف کان له الکل یجب حین انتار یا وہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا
کوئی وارث نہو سوائے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قید کا بالوصیۃ لان عندهما
لا یحتاج الی الوصیۃ لانه یرث الکل ردا و حجۃ وقد قدمناه فی الاقرار معزیا للسراج الوہاج میں کہتا ہوں اور فقیہوں نے زوجین
کیساتھ ہی قید لگائی کہ سوا ان کے اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد و میراث کی بابت کیوجہ سے اور اسکو
ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں سراج الوہاج کیطرف نسبت کرتے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل ماله ومات ولم یترک
وارثا الا امراته ولم تجز فلها السدس والباقی للموصی له لان له الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلها ربعهما وهو سدس
الکل ولو کان مکانها زوج ولم یجز فله الثلث والباقی للموصی له اور فتاوی نوازل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے تمام مال
کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے تو زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلئے کہ
موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی رہی دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجائے زوج ہو اور
وصیت کرنیوالی کا سوا اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے م جبکہ زوجہ نے وصیت کی اجازت
نہ دی تو زوجہ کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمین چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے
کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو
سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح
نہیں اوس بچہ سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اوسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں آپکے نزدیک صحیح
ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزه وامر دفنه فیجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اوسکی تجہیز اور
دفن کے امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے م لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن
دیا جاویگا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر
وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وحلیۃ
تحمل اجازۃ عمر رضی الله عنه لوصیۃ یافع یعنی المراهق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنه کی اجازت قریب
البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہے م یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے مطلقا یا
مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک او اضافها الیه کان ادرکت فثلثی لفلان لم تجز
لقصور ولایته فلا یملکه تنجیزا و تعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افاده بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

ہوگی صغیر کی تصرو لایت کے سبب سے تو اسکا مالک ہوگا نہ تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اوسکو ملک نہیں برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے
آیندہ قول میں اوسکو ذکر کیا ہے دلاعن عبد و مکاتب و ان ترك المكاتب وفاء وقیل عندهما تصح فی صورة ترك الوفاء در
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے اوا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت
ترک کرنے اوا ہی مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافها کل منهما وعبارة الدرر الا اذا اضافا فاها الی العتق فتصح لزوال المانع وهو حق
المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے
مولے کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافا ہا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ہو لیعنی غلام اور مکاتب کی
وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولے کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی و لا من معتقل
اللسان بالاشارة الا اذا امتدت عقلته حتی صار له اشارة معهودة فهو كالاخرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ
کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو ابستہ زبان گونگے کی مانند ہے م معتقل اللسان وہ
ہے جو کلام کرنے پر قادر ہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی اور درمین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کی مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کے وصیت اور
نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص میں اور وجہ فرق یہہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے ہی میں تو معلوم ہے
بستہ زبان میں و قدر الامتداد بسنة وقیل اذا امتدت لموته جاز اقراره بالاشارة والاشهاد علیه وكان كالاخرس قالوا
وعلیه الفتوى درر وسیجئ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہوگئی
تو اوسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اوسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کی مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں و انما تصح قبولها بعد موته لان اوان ثبوت حكمها بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر
موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کی ہے م تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت
موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہو کذا فی الاتقانی فبطل
قبولها وردها قبله تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے و انما تملك بالقبول الا اذا مات موصیه
ثم هو بلا قبول فهو ای المال الموصی به لورثته بلا قبول استحسانا كامر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہین ہوتی
مگر جبکہ اوسکا موصی مر گیا پھر موصی لہ مر گیا بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے
چنانچہ گذر گیا م وجہ استحسان یہہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی محتمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے
پھر جب موصی لہ مر گیا تو اوسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اوس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
کذا فی شرح الدرر وكذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملكه بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیه لیقبل عنه كامر اور اسیطرح اگر بچہ
شکم کیواسطے وصیت کی تو وہ اوسکی ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی
طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہو گیا وله ای للموصی الرجوع عنها بقول صریح او فعل یقطع حق المالك عن الغصب بان یزیل اسمه و
اعظم منافعه كما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے
اسطرح پر کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا م چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اوسکو قطع کیا اور
سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہو گیا او فعل یزید فی الموصی به ما یمنع تسلیمه الا به كلت السویق الموصی به بسمن والبناء فی
الدار الموصی بها بخلاف تجصیصها وهدم بنائها لانه تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

او اسکو نیچ ہو یہ دون اوسکو جیسے موصی نے بہشتر کو کتی کیسے ساتھ دن کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی لہ گھر مین برخلاف اوس گھر کی چونہ کاری کے
اور اوسکی عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف عارضی ہے نہ اصل مین وتحصیص عطف علی بقوله صریحا وعطف ابن الکمال تبعا للدرر
او وعلیہ فہو اصل ثالث فی کون فعله یقبل بنحو عندهما کما یقیدہ ماتن الدرر فتدبر تزیل ملکه فانه رجوع عاد الملک باشیاء کالبیع
والهبة اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کردے جیسے بیع اور ہبہ تو بسبب تصرف رجوع سے وصیت ٹوٹ جاوے پھر موصی
کی ملک مین دوسری بار آوے یہ اوسی شارح نے کہا قوله وتصرف عطف ہے بقوله صریحا پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہوکر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اور اسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین جیسا کہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطه بغیره
بحیث لا یمکن تمییزه اور اسیطرح رجوع من الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہین لا یکون
یہ رجوعا بغسل ثوب او وطی بہ لانہ تعہد بنای والتیمم موصی وصیت سے راجع نہوگا اس کپڑے کی دہوب دینے سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلئے کہ
یہ تصرف سے تابع ہین نہ اصلاح ہو واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور جان کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد
ضرر نہین کرتا وصیت مین ولا یجحودها درر وکنز ووقایہ وفی المجمع به یفتی ومثله فی العینی ونقل عن العیون ان الفتوی علی
انه رجوع وفی السراجیۃ وعلیه الفتوی وارتضاه للمصنف اور موصی راجع نہین ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہے درر اور کنز اور وقایہ
کی متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع مین ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین مترجم معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ
اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون
راجعا بقوله کل وصیۃ اوصیت بها فحرام او ربوا او اخرتها اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مینے کی وہ
حرام ہے یا بیاج ہے یا اوس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قوله ترکتها برخلاف اس قول کے کہ مینے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع
ہے وصیت سے مترجم تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہین وبخلاف قوله کل وصیۃ
اوصیت بها فهی باطلۃ او الذی اوصیت به لزید فهو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاولی وتکون لوارثه
بالاجازة کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ مینے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے جیسا کہ مذکور ہوچکا کہ وارث
کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین ولو کان فلان الاخر میتا وقتها فالاولی من الوصیتین
بحالها لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے ولو حیا وقتها فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
تہا وصیت کیوقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کی وجہ سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل
هبۃ المریض ووصیته لمن نکحها بعدهما ای بعد الهبۃ والوصیۃ لما تقرر انه یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی له وارثا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کیواسطے جس سے مریض نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلئے کہ ثابت ہوچکا ہے یہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت مترجم وصیت تو ظاہر ہے

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہین مگر موت کیوقت وارث ہوگئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورۃً لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف الی مابعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا الیسی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہے م اقرار کیوقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کیواسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ وھبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تھمۃ الایثار اور باطل ہے اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کیلئے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد ہا اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہی م ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ اونمین موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہی تو یہہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وھو قرحۃ فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لاقاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اوسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہوگئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہوا اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہے جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑہ کا قرحہ ہے م مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو پانؤنکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنی آدہا دھڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مرجاوے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہی تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین مظنہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا بچ گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین نرہا یہانتک کے علاج کے بھی لائق نرہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنے حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیہ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہے کہ مرض الموت وہی ہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرہ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو م قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیئے اوس فرض کی جو حق العبد ہے پہر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پہر واجب پہر نفل ایسا مروی ہی فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دونہا وفی ضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیجاے کفارہ قتل سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاے خراج پر وفی الدر جنبذی مذہب ابی حنیفۃ ان آخر ان

حج النفل فضل من الصدقة اور رحیمی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پہلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہ مذہب تھا
کہ صدقہ افضل ہے تو جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای بحجة الاسلام احج
عنه راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر
حج فرض تھا اوس وطن سے سوار ہو کر نہ پیدل تو اوسیطرح سے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقة من بلده فقال رجل انا احج عنه
بهذا المال ماشیا لا یجزیه قهستانی منحة بالیتیمة سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سو ایک مرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کیطرف سے
اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول ان کفی نفقته ذلك والا فمن حیث
تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے
وان مات حاج فی طریقه واوصی بالحج عنه یحج من بلده راکبا وقالا من حیث مات استحسانا هدایه ومجتبی وملتقی قلت ومفاده
ان قوله قیاس وعلیه المتون فکان القیاس هنا هو المعتمد فافهم اگر حج کا جانیوالا راہ میں مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے
کی تو حج کروانا چاہئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے حج کراوے استحسانا کیونکہ یہی کذا فی الهدایة والمجتبی والملتقی
میں کہتا ہوں اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ کیونکہ
ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقته ذلك والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا
خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہیں سے سوار کرکے حج کروانا چاہئے بالاتفاق ومن لا وطن له فمن
حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہئے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل
ماله عبد فیعتق عنه عن الموصی ولم تجز الورثة بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے
وارثون نے اسکو جائز نکیا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری له عبد بالف درهم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری
بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اوسکو واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت
باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضه ذلك
وعاش سنین ثم مرض فوصایاه باقیة ان لم یقل ان مت من مرضی هذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیة بیمار نے چند وصیتین
کیں پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتین باقی ہیں اگر اوسنے یون نکہا ہو کہ اگر میں اپنی اس مرض سے
مرگیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصی بوصیة ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستة اشهر بطلت والا لا موصی نے
وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اوسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھ مہینے تک پہنچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ
بالوسوسة فصار معتوها حتی مات بطلت خانیه اور اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ
مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیة اوصی بان تعار بیته من فلان او بان یتصدق عنه الملة شهرا فی الموسم او فی سبیل الله فهو
باطل فی قول ابی حنیفة رحمه الله خانیه یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہ کہ باقی ملا جاوے اوسکی طرف سے ہمیشہ مہینہ
ہر سال موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ کما لو اوصی بهذا التبن لدواب فلان
فان الوصیة باطلة ولو قال یعلف بها دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہ بھوسا فلانے شخص کے جانورون کیلئے خاص
ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یون کہا کہ اس بھوسے سے فلانے کے جانورونکو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی فرس
فلان کل شهر کذا جاز وقتل سیغنیه اور اگر یہ وصیت کی کہ دیا جاوے ہر مہینے اتنا خرچ فلانے کے گھوڑے پر تو جائز ہے اور گھوڑے

کا بیچنا اس وصیت کو باطل کر دیتا ہی م خانیہ مین ہی محمدؒ نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پہر اگر گہوڑا مرگیا یا مالک نے اوسکو بیچا تو وصیت
باطل ہوگی انتہی ولو اَوْصٰی بِسُکنٰی دارِہٖ لرجلٍ ولا مالَ لہ سِواھا جازَ ولہ سُکناھا مادامَ حَیًّا ولیس للوارثِ بیعُ ثُلثَیھا وقالَ
ابو یوسفَ لہ ذٰلکَ ولہ اَن یُقاسِمَ الورثۃَ ایضًا ویُفرِزَ الثلثَ خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچھہ مال نہین سوا ہو اس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اوسکے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کردے کذا فی الخانیۃ ولو اَوْصٰی بقُطنِہٖ لرجلٍ وبحَبِّہٖ لآخرَ واَوْصٰی بلحمِ شاۃٍ معیّنۃٍ لرجلٍ وبجلدِھا لآخرَ و
اَوْصٰی بحِنطۃٍ فی سُنبلِھا لرجلٍ وبالتِّبنِ لآخرَ جازتِ الوصیّۃُ لھما وعلی الموصٰی لھما اَن یَدُوسا ویَسلَخَ الشاۃَ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکے بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہے ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونو پر لازم ہے گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کہال گوشت سے جدا کرنا م اور اسیطرح دونو پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہر ایک کا حصہ جدا ہو جاوے اَوْصٰی بثُلثِ مالِہٖ لبیتِ المقدسِ جازَ ذٰلکَ ویُنفَقُ فی عِمارۃِ بیتِ المقدسِ وفی سِراجِہٖ ونحوِہٖ قالوا و
ھٰذا یُفیدُ جوازَ النفقۃِ مِن وقفِ المسجدِ علی قنادیلِہٖ وسُرُجِہٖ واَن یُشتَرٰی بذٰلکَ الزیتُ والنِّفطُ للقنادیلِ فی رمضانَ خانیہ وصیت
کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکے چراغ مین اور مانند اوسکی علماء نے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکے چراغون پر جائز ہی اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ وفی المجتبی اَوْصٰی بثُلثِ مالِہٖ للکعبۃِ جازَ ویُصرَفُ لفقراءِ الکعبۃِ لا غیرُ وکذا
للمسجدِ والمقدسِ اور مجتبی مین ہی کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوے اور
کام مین اور اسیطرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے م یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی وفی الوصیّۃِ لفقراءِ الکوفۃِ
جازَ لغیرِھم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکے سوای اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے م اور یہہ ہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
وفی الخانیۃ اَوْصٰی بعبدِہٖ یَخدِمُ المسجدَ ویُؤذِّنُ فیہ جازَ ویکونُ کسبُہٗ لوارثِ الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اَوْصٰی بثُلثِ مالِہٖ لاَعمالِ البِرِّ
لا یُصرَفُ ثُلثُہٗ لبِناءِ السِّجنِ لاَنّ اِصلاحَہٗ علی السلطانِ اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اَوْصٰی باَن یُتَّخَذَ الطعامُ بعدَ موتِہٖ للناسِ ثلٰثۃَ ایّامٍ فالوصیّۃُ باطلۃٌ
کما فی الخانیۃ عن ابی بکرٍ البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے چنانچہ
خانیہ مین ابوبکر بلخی سے مروی ہے وفیھا عن ابی جعفرٍ اَوْصٰی باِتّخاذِ الطعامِ بعدَ موتِہٖ ویُطعَمُ الذینَ یَحضُرونَ التعزیۃَ جازَ من الثلثِ ویَحِلُّ
لمن طالَ مقامُہٗ ومسافتُہٗ لا لمن لم یَطُلْ ولو فَضَلَ طعامٌ اِن کثیرًا یَضمَنُ واِلّا لا انتہی اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہی اوسکو جو ماتم
داری مین بہت ٹہرا یا اوسکی مکانکی مسافت دراز ہی نہ اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام ہے اور اگر کہانا بچرہا تو اگر
کثیر ہی تو اوسکا تاوان وصی پر ہی اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلتُ وحَمَلَ المصنفُ الاَوّلَ علی طعامٍ یَجتَمِعُ لہ النائحاتُ
بقیّۃَ ثلٰثۃِ ایّامٍ فتکونُ وصیّۃً لھُنّ فبطلَتْ والثانیَ علی ما کانَ لغیرِھِنّ مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابوبکر بلخی کے

تو اگر بوجہ بطلان وصیت میں پیش محمول کیا ہو اوس کہانی پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتیں جیسے ہوتی ہیں باقی ہیں وہنیں تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل
ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اوس کہانی پر جو سوائے نوحہ گر اور لوگون کے واسطے پکایا جاوے ہم نوحہ گرون کے واسطے وصیت کا باطل
ہونا ظاہر ہے اور تین دن پر منحصر نہیں کیونکہ وہ گناہ ہو جیسے تین دن کے بعد بہی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شتی کے
اوصی بان یصلی علیه فلان او یحمل بعد موته الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبة او لمن
یقرأ عند قبرہ شیئ معین فهی باطلة کذا فی السراجیة تتحقق یہ وصیت کی کہ نماز پڑھاوے اوسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو
اوٹھا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اوسکا کفن فلانے کپڑے میں دیا جاوے یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاوے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاوے یا جو اوسکی قبر کے
پاس قرآن پڑہے اوسکو کچھہ معین مال دیا جاوے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت
بالخدمة کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل کرو وہ نہیں اور قرآن پڑہنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے
شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث
ماله لله تعالی فهی باطلة وقال محمد تصرف الی وجوه البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے تو یہہ باطل ہے امام کے نزدیک اور امام
محمدؒ نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاوے نیک کامون میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہیں تو لام تملیک کی کچھہ وجہ نہیں بدون تاویل اور
توجیہ کے والبر للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وهو عشر مالی لم یکن له الا الالف کہا کہ میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے
شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سواے ہزار درم کے کچھہ نہیں ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج
ہوسکین تو اوسکو ہزار درم ملین گی خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت له بجمیع ما فی هذا الکیس وهو الف
فاذا فیه الفان ودنانیر وجواهر فکله له ان خرج من الثلث مجتبی اور اگر یون کہا کہ میں نے فلانے کیواسطے وصیت کی اوس تمام مال کی جو اس
تہیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پہر جو اوسمین دیکہا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہیں تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہے بشرطیکہ یہ
ثلث مال سے خارج ہو وے کذا فی المجتبی قال لمدیونه اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیته ولو قال ان مت لا تبرأ
للمخاطرة قرضدار سے یون کہا کہ جب میں مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے اوس قرض سے جو تجہپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے
اور اگر یون کہا کہ اگر میں مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہو گا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے
جو ہنوز موجود نہیں لیکن اوسکا ہونا مترقب ہو کذا فی الطحطاوی یدخل الجنون فی الوصیة للمرضی دیوانہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو
بیمارون کیواسطے وصیت میں تسمیہ ہوا تو مجنون پر بہی مشتمل ہوگا اسلیے کہ جنون بہی بیماری ہے ومر فی الوصیة للعلماء یدخل المتکلمون وبلاد
خوارزم دون بلادنا اور خوارزم کے ملک میں علماء کیواسطے وصیت ہو تو متکلمین داخل ہین نہ ہمارے ملک کے ہم متکلم وہ جو
عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اہتمام کرتے ہونگے بلکہ لوگونکو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے
ہونگے اور غیر ملکو کے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے مدون اور انکار کو ترک کرنا مثال اور مشتغل ہوئے انکو علم الہی سے کچھ نصیب نہیں ولو اوصی للعقلاء تصرف
للعلماء الزاهدین لانهم هم العقلاء فی الحقیقة فینبغی اور اگر وصیت کی عقلمندوں کیواسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ فی الحقیقة عقلمند وہی
کذا فی القنیة ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیا ہی ناپائدار کا انجام غور کر کے اسکو چہوڑ دیا طحطاوی نے کہا الدر المختار کے نسخون میں بجائے لفظ قنیہ
کے فتیہ کا لفظ ہے اور صواب یہہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیے کہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے ولیکن اگر ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹہہریگی اسلیے کہ آخر وصایا میں سراج مذکور
واللہ اعلم واعلم ان الوصیة فی ید الموصی وورثته بمنزلة الودیعة سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اوسکے وارثون کے قبضہ میں بمنزلہ امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر
مذکور تلف ہو جاویگا تو اونکو ضمان دینا لازم نہو گا

باب الوصیة بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں

باب الوصیة بثلث المال

اِذَا اَوصٰی بثلث مالِه لن یدٍ ولِاٰخر بثلث مالِه ولم تُجِز فثلثه لھما نصفین اتفاقاً جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے
اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دونو شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین
کے ہم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکھتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور
استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین اور محل شرکت کی قابل ہے لہذا ثلث مال دونومین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصٰی بثلث
مالِه لن یدٍ ولِاٰخر بسُدس مالِه فالثلث بینھما اثلاثاً اتفاقاً اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے
چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا
وان اوصٰی لِاَحدھما بجمیع مالِه ولِاٰخر بثلث مالِه ولم تُجِز الورثة ذٰلك فثلثه بینھما نصفان لانّ الوصیة بالاکثر من الثلث
اذا لم تُجَز تقع باطلة فیُجعل کانّه اوصٰی لکلٍ بالثلث فیُنصّف اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے
تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونومین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جبکہ ورثہ کی
اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹہر گئی تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونومین نصفا نصف ہوگی یہہ
مذہب ہے امام کا وقالا اربعاً لانّ الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکلّ فی الثلث یحصل اربعة یُجعل ثلث المال اور صاحبین نے کہا
کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال
مین قرار دئے جاوینگے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب ظاہر نہین درر کی عبارت یون ہے کہ صاحبین
کے نزدیک چار سہم کئے جاوینگے تین سہم اوسکے واسطے جسکے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اوسکے لئے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ
وصیت زائد ثلث پر بایںمعنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ
اوس زائد کے اسلئے کہ اس طلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام
پر قسمت ہوگیا انتہی مختصراً ولا یَضرِب الموصٰی له بالاکثر من الثلث عند ابی حنیفة المراد بالضرب المصطلح بین الحُسّاب فعدد
سہام الوصیة اثنان فاضرب نصف کلٍ فی الثلث یکون سُدساً فلکلٍ سدس المال وعندھما اربعة کما قدّمنا اور امام کے نزدیک ضرب
واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک
وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام
وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے اونکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یون کہنا اولٰے تہا فاضرب نصفھا او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت
ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہے جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی
ثلث مسائل وھی المحاباة والسعایة والدراھم المرسلة ای المطلقة غیر المقیدة بثلث او نصف او نحوھما اگر ثلث کا
موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلونمین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسری دراہم مرسلہ یعنی مطلق
دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کی ہے اور یہان محابات سے مراد
وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صُوَرِ ذٰلك ان یُوصی لرجلٍ بالف درھم مثلاً او یُحابیه فی بیعٍ بالف
درھم او یُوصی بعتق عبدٍ قیمته الف درھم وھی ثلثا مالِه ولِاٰخر بثلث مالِه ولم تُجِز فالثلث بینھما اثلاثاً اجماعاً اور اوسکے
منجملہ اشکلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے ہزار درم کی مثلاً یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اوس
غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تینون مثالونمین اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نرکہی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم زید کو
کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم اتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہہ ہے کہ اگر کسی کے دو غلام ہین ایک کی قیمت تیس
درہم ہے اور دوسرے کی ساٹھ درہم سو اسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درہم کو بیچا جاوے اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ بیس درہم کو بیچا جاوے اور موصی کا سوا
ان دونو غلامون کے کچھ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین بیس درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہم مین تین
تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ بیس درہم کو بیچا جائیگا اور دس درہم اسکو وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ چالیس درہم کو بیچا جاوے اور بیس درہم
اسکی وصیت ہوئی تو زیادہ نہ تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگرچہ ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد
کیا جنکی قیمت وہی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اسکا کچھ مال سوائے غلامون کے نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث
کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال اسیطرح ان مین تقسیم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا
اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درہم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درہم ہی اور سعایت کریگا چالیس درہم مین
تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد بر ثلث ہو اور دراہم مرسلہ کی یہہ صورت ہے کہ زید کیواسطے وصیت کی بیس درہم کی اور دوسرے کو
وصیت کی ساٹھ درہم کی اور اسکا کل مال نوے درہم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نرکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول سہم
تہائی ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی تہائی مین کذا فی الطحاوی وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنی فرزند کے حصہ
کی مانند کی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا لو لہ ابن موجود اور اپنی فرزند کے حصہ کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو
صحیح نہین اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطے کہ حصہ فرزند کا از روئے شرع ثابت ہے پس جب اسکی وصیت اور شخص کیواسطے کی تو اسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو
صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شی غیر شی ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ
وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کیا ہے اور یہہ ہوگیا
مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی
اور مجتبی مین ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ملے انتہی ما فی المجتبی ہم لیکن زیادہ علی الثلث اجازت ورثہ پر موقوف
ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے ہم یعنی مجتبی مین نصف
مذکور ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی وقولہ فی الصورۃ الاولی ثلث ان اوصی ... اور موصی لہ کیواسطے میان ... تہائی ہے اگر موصی کے دو فرزند ان کے ساتھ
کی ہم یعنی دو فرزندون کیساتھ موصی لہ کے لئے بمثل حصہ فرزند وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن لیان اجاز اور موصی لہ
ایک فرزند کیساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے ومثلہ البنات اور بیٹیون کی مانند بیٹیون کا حکم ہے ہم یعنی اگر مثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکی ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے
اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے اور دو بیٹیون کیساتھ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصیت کرے
وارث کے حصہ کے برابر کسی کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جاتا ہے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ فالبیان الی
الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے
ایک جز یا ایک سہم کی تو اسکا بیان وارثون کیطرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو دو جسقدر تمہارا جی چاہے پھر یہہ جو بیان کیا ہے کہ برابری
درمیان جز اور سہم کے یہہ ہمارا متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے ہم وارثون کا بیان اسواسطے معتبر ہوا کہ جز اور سہم کا لفظ مجمل
ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اسکی قائم مقام مین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت
ہے سدس سے امام کے قول مین بنا بر عرف بعض آدمیون کے متقدمین مین جو کہ لغت مین نصیب اور شقص اور بعض اور حظ اور شیء کا سہم اور جز کی مانند ہین کہ

فی المجلس ورنہ قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ واجازوا لہ ثلث ای حصۃ الثلث فقط وان اجازتہ الورثۃ لدخول
السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اخذا بالمتیقن وبہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال
اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے واسطے ہے اور اوسکو وارثون نے اجازت دی تو موصی
لہ کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ
مؤخر اعتبار متیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا ھم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ثلث اور
سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس مل نصف ہوتا ہے خلاصہ
جواب یہہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہوا اور یہہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول
سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح
ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو و فی سدس مالی مکررا لہ سدس لان المعرفۃ قد اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا
لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہوکر ھم یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکے واسطے ہے پھر یہی کہا
کہ میرا سدس مال اوسکا ہے خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا
اور بیان معرفہ لفظ سے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف و بثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالدراہم
او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بھیڑ بکریون یا اوسکے مختلف
کپڑون کی یا اوسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون یعنی درمون
مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین ھم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم
فلانے کیواسطے ہین پھر درہم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھہ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم
موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف مالہ اخی چلپی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا
کذا ذکرہ اخی چلپی و ثلث الباقی فی الاخیرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون
مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت
ہین اور اونمین سے چھہ کپڑے یا چھہ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اون باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درم اور غنم کے
کہ اونمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہے وکالاول کل متحد الجنس کمکیل و موزون وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا وکالثانی
کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم
کے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ھم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعض
نہ چاہتے ہون تو قاضی اونکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اونمین تقسیم جبری نہوگی و بالف ولہ دین من جنس الالف وعین
فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اوسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے
اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیدیا جاوے ھم یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہو تو اوسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ
کو دیے جاوین والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر
ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاوے یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

ہوسو ہو جاوین م مثلاً نقد متروکہ ۳۰۰ درم ہے تو ایکسو درم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک۔ وثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو تہائی کل زید ہی کی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم جو کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہو گی اور وہ قول اس قول کی مانند ہے کہ وصیت کی زید اور دیوار کیواسطے لھذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للاٰخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ بنی استحقاق کل ثلث کا اوس وقت ہے جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلا ہو اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان کان فقیرا وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کیواسطے ہے اگر یہ دونون اور خالد محتاج ہو پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا م اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہوگیا وصیت میں داخل تھا محتاج ہونے کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو بقسمت زید پوری تہائی نہ پاویگا وکذا لو مات احدھما قبل الموصی ف وجہ کثیرۃ اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی بنائین بہت ہیں م ازانجملہ یہ ہی کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی المنح واصلہا المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادۃ فی حق الاٰخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاھلیۃ کان الکل للاٰخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا بفقدان شرط کے سبب تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانیکا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال ولو لزید ولبکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی اٰخرہ اور بعضون نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے اسکے آخر تک م صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اوسکے محتاج فرزند کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب فقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جاوے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ وھو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقرر ان الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے ہم کہتے ہیں کہ مشائخ نے کہا ہے کہ یہ تقریر کی قید مذکور تہوئی یا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموصی بہ عیناً او نوعاً معیناً ثلث مال مذکور اوسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ کثلث غنمہ فھلکت قبل موتہ بطلت لتعلقھا بالعین فتبطل بفواتھا وان اکتسب غنماً لیکن جبکہ وصیت عین کو یا نوع مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہو گی اوسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اوسنے سوائے اون غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادھا ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقھا بالنوع کتعلقھا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہی ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسفند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اوسکو گوسفند کی قیمت دیجاوے گی بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ یعنی لا شاۃ لہ فانہ باطل برخلاف اس قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسفند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسفند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے ہم یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ اوسکی غرض گوسفند کی وصیت بنظر مالیت ہے اور مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفھا بالمالہ ولا غنم لہ وقیل یصح اور اسیطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہو وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوھا ذیلعی اور اسیطرح گوسفند میں جو حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے جیسے گائے بیل اور کپڑا اور اسیا ہی کذا فی التبیین وبثلثہ لامھات اولادہ وھن ثلث وللفقراء والمساکین یعنی ای امھات الاولاد ثلثۃ اسھم من خمسۃ وسھم للفقراء وسھم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعاً لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان فلما بطل الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام الولد تین ہیں تو اونکے واسطے ہیں سہم میں پانچ سہموں سے اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہو گی سات حصہ ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں امام کیطرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمعیت ہونیکو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ وللمساکین نصفہ وعند محمد اثلاثاً کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کیواسطے تو زید کے لئے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہوویں گے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید والفقراء والمساکین یقسم اثلاثاً عند الامام وانصافاً عند ابی یوسف واخماساً عند محمد کذا فی الاختیار اور اگر وصیت کی اپنی تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہو گی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد وقال محمد لا یصرف الا الی اثنین بناء علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار کما یجیء وقال ثلث مالی لھؤلاء المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقاً اور اگر وصیت کی مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی ثلث وصیت کیو جب ہو اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اوسنے ایکی عیث کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی

يعتبر ابطله فاعطى خيرهما زعند ابى يوسف وعليه الفتوى كذا فى شرح مثلا اليه اور اگر وصيت كى ايك كے فقيرون كو واسطے سو درم كى
سو اور فقير كو دو يا تو ابو يوسف كے نزديك اوسے اوسكو بہتر ہے كذا فى المحيط ولو اوصى لرجل بمائة ولاخر بمائة ثم قال لاخر
اشركتك معهما له ثلث كل مائة لتساوى نصيبهما فامكن المساواة فلكل ثلث المائة اور اگر وصيت كى سو درم كى ايك كے واسطے اور
سو درم كى دوسرے كے واسطے پھر تيسرے شخص سے موصى نے كہا كہ ميں نے تجكو شريك كر ديا ان دو مردون كے ساتھ تو تيسرے مرد كو واسطے ہر ايک كى تہائى
ہے اسواسطے كہ پہلے دو مردون كا حصہ برابر ہے تو ممكن ہو گئى تينو كى برابرى تو ہر مرد كو ہر سو كى دو تہائيان ملينگى ولو اوصى لرجل باربعمائة ولاخر بمائتين
ثم قال لاخر اشركتك معهما له نصف ما لكل منهما لتفاوت نصيبهما فامكن بكل منهما اور اگر مثلاً چارسو درم كى وصيت
كى ايک كے واسطے اور دو سو درم كى وصيت كى دوسرے كے واسطے پھر تيسرے مرد سے موصى نے كہا كہ ميں نے تجكو دونون كے ساتھ شريك كيا تو تيسرے
مرد كو ہر ايک كے حصہ سے نصف مليگا بسبب متفاوت ہونے دونون كے حصون كے تو تيسرا مرد دونون كے برابر ہوگا هم جب دونون كا حصہ متفاوت
ہوا تو تينون شخصون كى برابرى ممكن نہين تو شركت كو حمل كيا ثالث كى مساوات پر دونون كے ساتھ تاكہ لفظ اشتراک كا مفہوم بقدر امكان صحيح ہو جاوے
وبثلث ماله لرجل ثم قال لاخر اشركتك او ادخلتك معه فالثلث بينهما لما ذكرنا اور اگر تہائى مال كى وصيت كى ايک مرد كيواسطے
پھر دوسرے سے كہا كہ ميں نے تجكو شريك كيا اوسكے ساتھ يا تجكو داخل كر ديا اوسكے ساتھ تو تہائى مال دونون ميں نصفا نصف ہوگا بدليل مذكور يعنى شركت
مقتضى ہے مساوات كى اور يہان مساوات ممكن ہے وان قال لورثته لفلان على دين فصدقوه فانه يصدق وجوبا الى الثلث
استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے كہا كہ فلانے شخص كا مجھپر دين ہے تو اوسكى تم تصديق كيجيو تو اوسكى تصديق كيجاويگى باعتبار وجوب كے تہائى مال تک
استحسان كيوجہ سے هم وجہ استحسان يہ ہے كہ اصل حق دين سے اور مقدار اوسكى بطريق وصيت كے ثابت ہو سكتى ہے اور قياس يہ ہے كہ تصديق
نہو اسواسطے كہ مدعى كى تصديق نہين ہوتى بدون حجت كے كذا فى صدر الشريعة بخلاف قوله كل من ادعى على شيئا فاعطوه لانه خلاف
الشرع برخلاف اس قول كے كہ جو شخص مجھپر كسى چيز كا دعوى كرے تو اوسكو ديجيو تو يہ نہين تصديق ہوگى اسلئے كہ يہ خلاف شرع ہے هم يعنى تصديق بغير
حجت خلاف شرع ہے الا ان يقول ان رأى الوصى ان يعطيه فهو من الثلث ويصير وصية مگر يہ كہ قائل مذكور يون كہے كہ اگر وصى
اوسكا دينا مناسب اور مصلحت ديكھے تو تہائى مال سے دينا جائز ہے اور يہ قول وصيت ہو جاويگا هم وصيت ہو جانيكى يہ وجہ ہے كہ اوسنے وصى كو
تعين كيا كذا فى الفصولين ولو قال ما ادعى على فلان من مالى فهو صادق فان سبق منه دعوى شئ معلوم فهو كما قال والا لا يصدق
اور اگر بولا كہ فلانا شخص جو دعوى كرے ميرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اوس شخص سے كوئى دعوى شئ معين ميں سابق ہو چكا ہو تو وہ جيسى مدعى كى ہے اور اگر
تقدم دعوى نہين تو وہ چيز اوسكى نہين كذا فى المجتبى فان اوصى بوصايا مع ذلك اى مع قوله لورثته لفلان على دين فصدقوه
عزل الثلث لاصحاب الوصايا والثلثان للورثة پھر اگر موصى نے چند وصيتين كين اوسكے ساتھ يعنى اس قول كے ساتھ جو اوسنے
اپنے وارثون سے كہا كہ فلانے شخص كا مجھپر دين ہے تو اوسكى تصديق كيجيو تو تہائى مال جدا كيا جاويگا وصيت والون كيواسطے اور دو تہائيان
جدا ہونگى وارثون كيواسطے هم يعنى ايک شخص نے اپنے وارثون سے كہا كہ فلانے شخص كا مجھپر دين ہے تو اگر وہ دعوى كرے تو اوسكى تصديق كرنا
پھر اسى قول كے بعد اوسنے چند شخصون كيواسطے وصيتين كين تو اوسكے مال سے تہائى اہل وصايا كے لئے جدا كرنا چاہيئے اور دو تہائيان وارثون كے
لئے اسواسطے كہ وصيت اور ميراث معلوم ہين اور دين مجہول ہے تو معلوم كا مزاحم ہوگا لہذا معلوم كى تقديم ہوئى مجہول پر وقيل لكل منهما
اصحاب الوصايا والورثة صدقوه فيما شئتم وما بقى من الثلث فللوصايا اور كہا جاويگا اہل وصايا اور وارثون كے ہر فريق كو
كہ جس دين كى تصديق كرو جسقدر ميں كہ تم چاہو اور جو باقى رہے تہائى سے وہ اہل وصايا كا ہے هم پھر جبكہ ہر فريق نے اقرار كيا تو معلوم ہوگا كہ تركہ
ميں دين ہے اور وہ حصے ہين تو ہر فريق كا اقرار اوسكے حصے ميں ہے اور يہ وہ ہے كہ فى العالمگيريہ هو الاولى وان كان مقدما على الحقين لانه

مجہول کی اور دین اگرچہ مقدم ہی وصیت اور میراث سے کے دونوں حقوق پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین ہم یہہ جواب سوال مقدر کا ہی کہ دین تو وصیت
اور میراث پر مقدم ہے پہر اسکی کیا وجہہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ
عدم تقدیم قرض یہان اوسکی عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکر اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانیکا طریقہ وہ ہی جو مذکور ہو گیا
یعنی تصدیق فریقین کی فیؤخذ الورثة بثلثی ما اقروا به والموصی لهم بثلث ما اقروا به وما بقی فلهم پس تصدیق دین کا وارثون نے
اقرار کیا وہ اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین لینے کے وہ وارثون
سے یعنی جو دو تہائیون میں باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم لو ادعی
الزیادة اور ہر فریق قسم کہا ی اپنی دانست پر اگر مدعی کچہہ زیادہ دعوی کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہا ی کہ واللہ ہم اس قدر سے زیادہ نہیں جانتے ہین
قلت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث هل یعزل الثلث کله ام بقدر الوصایا لو ارد گا باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال
سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے میں نے اسکی تصریح کتب فقہ میں نہین دیکہی ویبقی ایضا هل یلزم المصدق ان یصدق
فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال به اور یہہ بہی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہی یہہ کہ مقر لہ کی تصدیق کرین تہائی سے اکثر مین اسکو
واسطی ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور مصنف
نے ضعیف جواب دیا ہی جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارث او قاتله لہ نصف الوصیة وبطل
وصیته للوارث والقاتل لانهما من اهل الوصیة علی ما مر ولذا تصح باجازة الورثة اور اگر وصیت کی اجنبی شخص کیلیے اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہو جاتی ہی وارث کی اجازت
سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق
نہین تو مزاحم بہی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثه ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانه اقر بعقد
سابق بینهما فاذا لغا بعضه لغا باقیه ضرورة برخلاف اوسکی جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح
نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلیے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بہی ضرور
لغو ٹہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہہ ہی کہ وصیت انشاء تصرف ہی یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہے موجود
سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہی وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی خبر
کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتہہ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل هذا
اذا تصادقا فان انکر احدهما شرکة الاخر صح اقراره فی حصة الاجنبی عند محمد وعندهما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون
نے کہا یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرین پہر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار
اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے حصے مین باطل ہی اوسوجہہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی
بثیاب متفاوتة جید ووسط وردی لثلثة انفس لکل منهم ثوب فضاع منها ثوب ولم یدر ای هو والوارث
یقول لکل منهم هلک حقک بطلت الوصیة لجهالة المستحق کوصیته لاحد هذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور
ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پہر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف
ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردون میں کسی

اگر دونوں کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے جس نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل بجہالت کے
سبب ہے یعنی معلوم نہیں ہے کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا ما فی منہا بنفسہم لزوال المانع وھو الخصومۃ
کہ بعد موصی کے وارث باتفاق کریں اور باقی کی ہو نکو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاوے گی اور صحت کے واسطے یہی وارثوں کا انکار مانع تہا سکت
کا تسلیم سے زائل ہو گیا فیقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ
متعذرۃ الا بما قلنا تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کو وسط
دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیا جائے گی سو سب کو برابر کرنا بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین
من دار مشترکۃ قسم فان وقع فی حظہ فھو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ کذا فی صدر الشریعۃ وغیرہ فی
القسمۃ ولو قال قسم فان وقع الی الحرہ لکان اولی اگر گہر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گہر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت
کی اور وہ گہر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہوئی تو موصی لہ کے
واسطے کو ٹھری کی برابر گز دیئے جاوینگے یہ صدر الشریعۃ وغیرہ میں در حرب قسمت کی تفریع کی ہے تو اگر ایسا یوں کہا قسمت کیا جاوے پہر اگر
کوٹھری اسکے حصہ میں ہو الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ کالوصیۃ ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گہر سے وصیت کی مانند ہے حکم مذکور میں ہم یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پہر
اس گہر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصے میں واقع ہوئی تو اوسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اوسکے حصے میں نہ پڑی تو اوسکی برابر زمین دیا
جاوے گی تو بیان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے وبالفی عین ای معین ان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب
المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح ہزار درم معین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت
تہیں وصیت کی پہر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اوسکی جائز رکہی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کر دی تو درست ہو ولہ المنع
بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لتبرعہ تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت
وصیت کے ہزار درم کا دینا جائز ہے اسواسطے کہ اوسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا او سپر واجب نہتہا تو اوسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے
اور تسلیم کرنے کے بعد تو اوسکو پہیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او بالقاتل او لوارثہ
فاجازتھا الورثۃ حیث لا یکون لھم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اوسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پہر اون
وارثوں نے وصیت کو جائز رکہا اسواسطے کہ بہان وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ اونپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ
امر ثابت ہو چکا کہ جسکے لئے اجازت واقع ہوئی موصی لہ کا مالک تو بانی موصی کی جانب سے ہمارے حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اجازت دینے والے
کیطرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنی مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوا اور تہائی تہا اور ورثوں کے حق سے پہر جب وارثوں
نے اجازت دی تو اونکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ
ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہا استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وھی فی ایدیھما فیکون مقرا
بثلث ما معہ وثلث ما مع اخیہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے تہائی مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے
تو اوسکا اقرار اوسکے حصہ کی تہائی میں صحیح ہے اوسکے نصف حصہ میں نہیں استحسانا اسواسطے کہ یہ مقر تمام ترکہ میں تہائی شائع کا اقرار کیا ہے
اور ترکہ دونوں فرزندوں کے قبضے میں ہے تو وہ مقر تہائی اوس مال کی جو اوسکے پاس ہے اور اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے بہائی کے پاس ہے

بیٹے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف ما لو اقر احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم
الدین علی المیراث برخلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے
دین کے میراث پر ھ تو مقرلہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفا دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھہ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے اسلئے
کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھہ نپاویگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی المنح وبامة فی لدت بعد موت الموصی ولدا و
کلاھما یخرجان من الثلث فھما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا
موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا
یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکی ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور
صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا ھ صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اوسنے لونڈی کی وصیت
کی ایکمرد کیواسطے پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری
لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال
کے اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ ماں اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم
نرہی اور یہہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو
بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر
بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہے اوسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے
پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی
اسواسطے کہ وہ وصیت کے تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہے بیماری مین آزاد کرنے مین ھ چونکہ اعتاق مرض مین وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے
اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے ویعتبر
حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال ثابت
کردے ھ اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف
منجز صحت کیحالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کیحالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء
ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مھر المثل من کل
المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا
اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ھ اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی
اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد
موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث والکائن فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہو وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ یون کہنا اپنے
غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاے
وہ صحت کی مانند ہے ھ اسلئے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانیسے ظاہر ہوگیا کہ اوسکا مرض

باب العتق فی المرض

ہوتا مرض الموت ہیں اور المُقعَد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعِدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی تو ہم نے حدّ التطاول سنۃً وفی المرض المعتبر المبیح لصلوتہ قاعدًا اور مابندہ اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اوسکو بستر پر نہ
ڈالدے تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی المجتبے پہر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی حد بر فرمایا ہے کہ ایک سال ہے اور مرض
معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کردے نماز کو بیٹہے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشاء کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی واعتاقہ
ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیتہ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا پس
ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور
یہ تصرفات منجز ہین تنفے الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہوگئے حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ تین سو درم کی چیز سو
درم کو بیچی یا دو سو درم کی چیز سو درم کو خرید کری تو قیمت مثل سے زائد خرید میں اور قیمت مثل سے اقص بیع مین اسیکا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی
فیعتبر من الثلث کالوصیۃ ولا منافی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیحرر ما جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند
ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے
اور تحریر اور تمیم کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور مجابی
اور موہوب لہ اور قیم اور مضمون لہ بضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہوگیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور
قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجملا کہلا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یستسعِ العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقوقہم فیسقط
بالاجازۃ اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اوسکے عتق کی اجازت ہوگئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع عتق تہا وارثون کے حق کے سبب
تو وہ ساقط ہو جاویگا اونکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پہر اگر مریض نے محابات کی پہر غلام کو آزاد
کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر
ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پہر اوس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے
ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے عکس مین یعنی
اول اعتاق کیا پہر محابات کی تو دونو برابر ہین ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پہر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو
درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات
دوسرے غلام کو ۱۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتون مین مقدم ہے
ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد
اور مریض کی وصیت اسطرح پر کہ اوسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایکدرم بہی سو
درمون سے تلف ہووے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت
کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج کیا جاوے پہر اُن درمون سے ایکدرم یا زیادہ تلف ہوگئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا ہما سواء
اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد
موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث
اوسکے غلام کو اوسکے مرنیکے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا جیسے کہ
اوسصورت مین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ

کے حق پر اور اسیطرح دائن کا حق مقدم ہی وان فدی الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی امر الیهم بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اونکے التزام کے سبب سے یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع
ٹھہرین ولو اوصٰی بثلثه ای ثلث ماله لبکرٍ وترک عبدًا فاقرّ کلٌّ من الوارث وبکرٍ انّ المیت اعتق هذا العبد فادّعی
بکرٌ عتقه فی الصحة لینفذ من کل المال وادّعی الوارث عتقه فی المرض لینفذ من الثلث ویقدّم علی بکرٍ فالقول للوارث
مع الیمین لانّه ینکر استحقاق بکرٍ اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چہوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک
شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پہر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت
پر مقدم ہو کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہی اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شیٔ
لزیدٍ کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابه لبکرٍ لانّه المذکور اوّلا وغایة الامر انّ القوم مثّلوا لزیدٍ فغیّره المصنّف اوّلا
ونسیه ثانیا والله اعلم اور زید کیواسطے کچہہ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخون مین لاشے لزید مرقوم ہی مین کہتا ہون یون کہنا ٹہیک ہی ولاشی لبکر
یعنے بکر کیواسطے کچہہ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہی کہ قوم نے یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہے
سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغییر کو بہولگیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثه شیٔ من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث
مال سے کچہہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ھ مثلا ثلث مال سو درم ہی اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے
او تقوم حجة علی دعواه فانّ الموصٰی له خصمٌ لانه یثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت
مین تہا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہی اور اسیطرح غلام بہی مدعی ہے ولو ادّعی رجلٌ دینًا علی المیت وادّعی العبد
عتقًا فی الصحة ولا مال له غیره فصدّقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیٔ۔
اور اگر دعوی کیا ایکمرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچہہ مال نہین ہے سوا ہی اس غلام کے
سو وارث نے دونون مدعیونکی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاے اور صاحبین نے کہا
کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچہہ کوشش قیمت مین نکریگا ھ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام
مین تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع احوال
کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہین ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو
اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنًا والف درهمٍ فادّعاها رجلٌ دینًا واخرُ
ودیعةً وصدّقهما الابن فالالف بینهما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور
ہزار درم چہوڑے سو اون درمون کے دین ہونیکا ایکمرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اونکی ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے
دونونکی تصدیق کی تو ہزار درم دونو مدعیونمین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ھ اس مسئلہ مین
اولیت مین خلاف ہی بر خلاف مسئلہ سابقہ کے تو علے ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الهدایة فقال عنده
الودیعة اقوی وعندهما سواء ولا صحّ ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیة فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین
اوسکے بالعکس کہا ہی سو یون کہا ہی کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہی اور صحیح تر وہ قول ہے
جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہی اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ھ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ صاحب ہدایہ سے

باب الوصية للاقارب وغيرهم

پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی **باب الوصية للاقارب وغيرهم**
یہہ باب ہو وصیت اقارب و غیرہم کے بیان مین جاره من لصق به وقالا من يسكن في محلة ويجمعهم مسجد المحلة وهو استحسان وقال
الشافعي الجار الى اربعين دارا من كل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہو جو اوسکے گہر سے ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا
وہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہو اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہوتا ہو ہر طرف سے هم محمد نے الاصل میں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کیواسطے تو یہہ وصیت اوسکے گہر کے ملاصقین کے
واسطے ہو خواہ اونکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصهره كل ذي رحم محرم من عرسه كابيها واعمامها
واخوالها واخواتها وغيرهم بشرط موته وهي منكوحته او معتدة من رجعي اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کا باپ دادا اور اوسکے چچا اور اوسکے ماموں اور اوسکی بہنین اور انکے سوا اور محرم لوگ بشرطیکہ
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو مبانة لا يستحقها وان ورثت منه سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلبي ان هذا في عرفهم واما في عرفنا فيختص بابوي المرأة
وغيرها واقره القهستاني قلت لكن جزم في البرهان وغيره بالاول واقره في الشرنبلالية حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی الغایہ وغیرہ اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہو مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہو اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہو ثم نقل
عن العيني ان قول الهداية وسرها انه صلى الله عليه وسلم لما تزوج صفية صوابه جويرية بنت الحارث قلت فليحفظ هذه
الفائدة هم پہر شرنبلالیہ مین عینی نے شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا الخ اوسمین ٹہیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیئے هم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ سے
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصے مین واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا اور بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب صحابہ نے یہہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصے مین آئے تھے اونہون نے اونکو آزاد کردیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہین اور وہ سو خاندان تھے انتہی مختصرا وختنه زوج كل ذي رحم كذا
في النسخ قلت الموافق لعامة الكتب ذات رحم محرم منه كازواج بناته وعماته اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہو چنانکہ
اوسکی بیٹیون اور پہوپہیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہو اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وكذا كل
ذي رحم من ازواجهن قيل هذا في عرفهم وفي عرفنا الصهر ابو المرأة وامها والختن زوج المحرم فقط زيلعي وغيره زاد القهستاني
وينبغي في ديارنا ان يختص الصهر بابي الزوجة والختن بزوج البنت لانه المشهود اور اسیطرح ختن عبارت ہو بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے هم یہہ اشارہ اسطرف ہو کہ دیار مو می کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسری ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واهله زوجته وقالا كل من في عياله ونفقته غير مماليكه وقولهما استحسان
شرح تكملة قال ابن الكمال وهو مؤيد بالنص قال الله تعالى فنجيناه واهله الا امرأته انتهى قلت وجوابه في المطول لا يت
اور اہل عبارت ہو اوسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکی عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوائے اوسکی لونڈی غلام کی وہ اوسکے اہل ہین اور قول

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہمنے نجات دی لوط اور اوسکے اہل کو سوائے اوسکی عورت کے انتہی قولہ میں کہتا ہون اور جواب اس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون مین مذکور ہے ھ استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت میں زوجہ کیواسطے بدلیل نصوص و عرف قال تعالی وَسَارَ بِأَهْلِهِ وَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا ومنہ قولہم تاہّل ببلدۃ کذا اور مطلق متصرف ہوتا ہے حقیقت مستعمل کیطرف کذا فی الطحطاوی مختصرًا وآلہ اھل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذٍ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہین اوسکے اہل بیت اور اوسکے اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہو ہر ایک وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے سب سے پچھلے باپ تک بجز اقصی کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ھ پدر اقصی اسلام مین مثلًا علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننہال ہی سادات مین ولا الاقرب ولا الابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار ھ عبارت اختیار کی یون ہے وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن الحلبی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ہے ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لا یرثون اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی شرح التکملۃ یعنی جبکہ وہ اوسکے وارث نہون ھ عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق مین ولا یدخل فیہا اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل مین داخل نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب مین داخل ہوتا ہے نہ مان کے نسب مین وجنسہ اھل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اوسکے باپ کے اہل بیت ہین اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا ھ غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وکذا اھل بیتہ واھل نسبہ کآلہ وجنسہ فی کلمۃ اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہے ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاھل بیتہا لا یدخل ولدھا ای ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اوس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ مان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہا فحینئذٍ یدخل لانہ من جنسہا درر وکافی وغیرہما قلت ویستفاد منہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی لعولہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہہ کہ باپ اوس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اوس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط مان کیطرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوای ابن نجیم کے آواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے ہان یہہ البتہ ہے کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ عزت اور بزرگی ہو اوسپر جسکی مان سیدہ نہین لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ھ فتاوی عالمگیری

ہیں بدائع سے منقول ہو کہ مسئلہ درست مخصوص ہی بدین زمانہ تو جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اوسکو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور اولاد
ہاشمیہ کا کفو وغیرہ سید نہیں اور اسپر وہ مال حلال نہیں جو سادات پر وقف ہو الا نص وارد اور یہہ حدیث ہی کہ کل نسب ابن آدم فہو لابیہ
الا اولاد فاطمۃ فانی ابوہم تو اسمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہہ خصوصیات سے ہی چنانچہ لفظ حدیث میں یہی اسکو مفید ہی کذا فی الطحطاوی ولو
اوصٰی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا فی النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی
رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والون کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہہ وصیت
سے قریب تر کیواسطے پھر اوسکے بعد جو اوس سے قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم کو شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسیطرح لذی قرابتہ
مرقوم ہے میں کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہی م لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہہ مسئلہ معروف بصیغہ جمع ہو لہذا شارح نے صیغہ جمع کو
صواب کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد ولو معتق
یکفیہ الدرق کا یعیدہ عموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ الدین
اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہی بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ عاق
ہے م وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اوسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور یہہ شخص کیواسطے سے اور تقرب والد کا ولدیت
سے ہے لغیرہ کذا فی الرمزیہ واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا
اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضون نے کہا داخل نہیں اور اسیکو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں م فتاوی
عالمگیریہ میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی
المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلئے کہ وصیت میں میراث کی مانند اقل جمع دو ہیں م امام نے
اس وصیت میں چار شرطوں کا اعتبار کیا ہو اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار محرم ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب
معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کی چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فلو کان
لہ للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو
وصیت اوسکی دونوں چچاؤں کیواسطے میراث کی مانند ہو اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کیواسطے اور دو حصے ماموؤں کیواسطے
م شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی
ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے
نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموؤں کیواسطے نصف باقی ہی اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم
واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الاخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور کوئی نہو تو اوسکے
واسطے نصف وصیت ہی اور نصف ثانی اوسکے وارثون کو دیا جاے کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا لاستواء
قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہو تو دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونکی قرابت یکسان برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر
محرم کیلئے وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب میں دادھیال اور ننھیال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولو لولد
فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت
مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونکو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

ولا یدخل ولد ابن مع ولد الصلب اور داخل ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو له بنات لصلبه وبنو ابن فهی للبنات عملا بالحقیقة
اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے
اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرفت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو
کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ھم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اوسکی اولاد صلبی نہیں ہے
تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہ ہوگی
اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثة فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانه اعتبر الوراثة اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کی برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتها ای
الوصیة هنا ای فی الوصیة لورثة فلان وما فی معناها کعقب فلان موت الموصی لورثته او لعقبه قبل موت الموصی لان
الورثة والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکے معنی میں ہو جیسا کہ عقب فلانی کی وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ حادث
نہیں ہوتا مگر اوسکی موت کے بعد ثم ان کان معهم موصی له اخر قسم بینهم وبینه علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثة یقسم بینهم للذکر
کالانثیین کلمه پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو
حصہ ملیگا تو اونکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اوسکا تقسیم ہوگا جیسا کہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصی قبل موته ای الموصی لورثته وعقبه
بطلت الوصیة لورثته او عقبه پھر اگر وصیت کرنیوالا مرگیا اوس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اوسکے وارثوں
اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معهم موصی له اخر کقوله اوصیت لفلان ولورثته وعقبه کانت الوصیة کلها لفلان
الموصی له دون ورثته وعقبه لان الاسم لا یتناولهم الا بعد الموت وتمامه فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص
موصی لہ ہو جیسا کہ موصی کا یہہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کیلئے اور اوسکے وارثوں اور عقب کیلئے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کیلئے ہوگی نہ اوسکے وارثوں اور عقب کیواسطے اسلئے
کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اونکو مگر بعد مرجانے اوس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وقیل عقبه ولده من الذکور والاناث
فان ماتوا فولد ولده کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانهم عقب لاباءهم لا له اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا اوسکا ولد ہے
خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اوسکے فرزند کی اولاد اسیطرح ہے یعنی اونمیں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں
اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب ہیں نہ اوسکی یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو فولد ابنه کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیه ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوه قبل الحلم قال صلی الله علیه وسلم لا یتم
بعد البلوغ وعمیانهم وزمناهم وارامهم لا رمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امرأة ویؤیده قوله دخل فی الوصیة
فقیرهم وغنیهم ذکرهم وانثاهم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اونکے اندھوں اور لنگڑوں اور رانڈوں کے مساکین میں تو وصیت
میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اونکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اوس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہیں اور ارامل جمع ہے ارمل کی آرمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو
یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہہ قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویة ان احصوا بغیر کتاب او حساب
لانه حینئذ یکون تملیکا لهم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنیکے تو وصیت
میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا اونکے واسطے ھم عدم احصاء اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہہ ہے کہ احصا نہو سکیں

دو ون لکھنو اور حساب کریگے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رای پر مفوض ہے اور محمد کا قول اشبہ ہے
کذا فی فتاوی قاضیخان ولا یفتقر الی ان یعطی الوصی من شملہ منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم
وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اونکے محتاجوں کو دیا جائیگا وصی کو اختیار ہے اونمیں سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ سبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت میں تو اوس سے قربت مراد ہوگی ھ وجہ مین ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی سے اور یتیم اور
نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی التبیین وفی بنی فلان یختص بذکورھم لو اغنیاء
اور اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزندوں میں تو یہ اونکے مردوں کیساتھ مخصوص ہے اگرچہ من الدار ہوں الا اذا کان فلان عبارۃ
عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت
ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین
عورتیں بھی داخل ہین ھ جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم
اور اسد بنی اسد کا باپ کہ فلان پر صادق ہے جماعت کثیرہ کا یہ نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ عرب کی ترتیب مختار کی آسامی سے بعد ازاں شعب پھر قبیلہ پھر
عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العنایۃ اور
ولہذا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفاؤھم یعنی وھو مخصوص والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسیواسطے یعنی جبکہ بنی فلان
عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمیں موالی عتاقت اور موالی موالات اور اونکے حلیف جماعت کے ہر قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہو جاتے ہین یعنی جبکہ یہ
لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام بنی فلان تصح
ان لم یحصوا علی ما مر نوعا للہ تعالی وھو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ
فی الاختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہوگی گر
وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنابر تقریر گذشتہ یعنی اسحالتمین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب نام ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت
احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا
پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا
ولا قرینۃ تدل علی احدھما جسکو آزاد کیا ہے اور آزاد کردہ دونو موجود ہین اوسنے وصیت کی اپنی موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
کالفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرے ھ موالی کا لفظ آزاد کنندہ
آزاد کردہ دونوکو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ موالی
آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات ہمارے
اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک
اختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام
ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت میں واقع ہو ھ صاحب فتح نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک مین منافی نہیں اور باقی علمانے اسکا
جواب دیا ہے چنانچہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولھم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل
لان الحامل علی الیمین بغضہ وھو غیر مختلف عنایہ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق
نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی

شامل ہے مولاے اعلے یعنی آزاد کنندہ اور مولا اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ
قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہی اور بغض غیر مختلف ہے ما بین الاعلے والاسفل کذا فی النہایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترکہ کا قرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بغض ہے نفی الا اذا عینہ ای الاعلی او الاسفل
قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے مولاے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت
باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اوسکو بیان ہو ویدخل فیہ ای فی الموالی من
اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات
اولادہ وعن ابی یوسف یدخلان اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور امہات الاولاد ہو
ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہون
کیواسطے تو فقیہون میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا ہے یہانتک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزارہا
مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی میں انتہا درجہ کو
پونہچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اوسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہمارے
زمانے کے عالم پر فقیہ کا اطلاق کیسا ہے الا ما شاء اللہ تو علما رسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی
الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا ایک وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی
قاضی خان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان
یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیت
میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت
وصیت ہو مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ مستند اگر ہو فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانیکا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور
او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہما مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف
میں کہتا ہوں اور اسیطرح مناسب ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قرأت کے قبور پر یا اسوجہ
سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرأۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو وہ دونوں کا جائز ہونا بہتر اور لائق ہے بدلیل مطلقا یعنی
خواہ عدم جواز کی علت قرأۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ
یتعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لما شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط
الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء تلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ المضیئۃ فی
مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکانکو واقف کرنیوالا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا مدرسی کیلئے تو وہ متعین ہو جاتا ہے تو اگر اوس
مکانمیں قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اوس مال کا جو اوسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور
جس مکانکو واقف نے معین کر دیا ہے اوسکے غیر میں پڑہنے یا درس کرنے سے واقف کے غرض فوت ہوتی ہے یعنی اوس مکانکو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ میں ہے جسکا نام الشذوۃ السنیۃ فی مسئلۃ استغراق ہے کیا ہے باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ
والثمرۃ یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں هم جب مصنف وصایا اعیان سے فراغت پا چکے تو اب وصایا منافع کو شروع کیا
صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنیٰ دارہ مدۃ معلومۃ وابدًا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک
اور ہمیشہ کو هم یہ اسلئے کہ تملیک منافع کی بحالت حیات میں صحیح ہوتی ہے اور بلا عوض سو ایسے ہی مرنے کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون
محبوسًا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسط فی الدرر اور غلام و گھر محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں
موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل مذکور ہے هم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے ملک اللہ تعالی پر وتعلیم
اور غلام اور گھر کے علاوہ یعنی اونکے ماحصلات اور کرایہ کی وصیت کا حکم ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لاجل
الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جاویگا وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار
اثلاثًا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنیٰ اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاویگا وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی
لہ اور دو تہائی میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کی ماحصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم ہوگا بنابر ظاہر
مذہب کے هم لیکن ہدایہ اور اوسکی شروح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثًا تقسیم کیا جاویگا اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور
وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایأ العبد فیخدمہم اثلاثًا اور موصی لہ
اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ اونکی خدمت کریگا تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو دن وارثوں کی هم چونکہ اجزاء غلام
کی قسمت ممکن نہیں لہذا تقسیم باری میں معین ہوتی ہے بخلاف گھر کے کہ اوسکے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے هذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد
وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال
بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے هم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوس میں سے غلام
کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوسکتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کریگا اور ایکدن وارثوں کی خدمت کریگا کذا فی الطحطاوی ولیس
للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فیحتاجون الی اخراجہم
عن باقیہا والبیع ینافیہ فیمنعون عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثونکو ان دو تہائی گھر کی جو اونکے قبضہ میں ہیں بنابر ظاہر مذہب کے
بیچنا جائز نہیں کیونکہ موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہوجانے میں تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے
تو اوسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف
سے روایت ہے کہ وارثونکو بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یوجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست
بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکو غلام کی خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام
یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں ہے اسلئے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے مذہب پر تو جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر
تو موصی لہ جس قدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ قدر کا مالک کر دینے والا ٹھہرے گا کیونکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے ولا للموصی لہ
بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان
حقہ فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکو غلہ یعنی محاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہیں خدمت لینا غلام کی یا
گھر کا قول صحیح میں اور اسکی مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا کسی پر وقف ہو تو سکنیٰ کا حق نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ
موصی لہ کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تمکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوچکا هم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ منفعت

ہوا استخدام اور سکنی کا ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلاً الا اذا کان ذلک مکانہ واھلہ فی موضع آخر اِن
خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقھم فیہ اور باہر نہ لیجاوے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اوسکا
مکان ہوا اور موصی لہ کے اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج
نہوتا ہو تو موصی لہ اوسکو باہر نہ لیجاوے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے
خارج ہوسکتا ہے تو موصی لہ اوسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اوسکے اہل وعیال
دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اوسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہیں موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہوا
تو موصی کا مطلب یہی ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہیں لیجاوے طحطاوی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ
اور اسمین اشارہ ادہر جلد ہوتا بصرہ کیطرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نرہتی وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ
کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہوجاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکا مستحق نرہا وبموتہ بعد موتہ یعود العبد الی الورثۃ ای ورثۃ
الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گہر موصی کے وارثوں کی طرف پہر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اوسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتری بھا عبد یقوم مقام الاول
ولھذا یمتنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرھن اور اگر موصی کی موت کے بعد اوسکے وارثوں نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تاوان دینگے اوسکی قیمت کا تاکہ اوس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے اسلیے مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال
سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرھن میں ھم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہو لیکن شارح کی عبارت
میں خلل واقع ہوگیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا قال الطحطاوی الحسا ولو اوصی بھذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وھو یخرج من الثلث صح
وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص کیواسطے اور اوسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ
غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی
الموصی لہ بالرقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ
خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب اوسپر ہے جسکے واسطے اوسکی رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہوجاتے تو اب وہ کبیر کی
مانند ہوجاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اوسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع
المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اوسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اوس غلام کو سپرد کرے اوسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے
ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کیطرف واپس کیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پہر اگر غلام مذکور جنایت کرے
یعنی ازراہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اوسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او دفعہ بطلت الوصیۃ
اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہوگئی یعنی فدیہ یا دفع کیصورت
میں وبثمرۃ بستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ھذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پہل کی وصیت کی پہر موصی مرگیا
اور حالانکہ باغ میں پہل موجود ہے تو موصی لہ کیواسطے فقط یہی پہل ہے نہ آیندہ پہل وان زاد ابداً لہ ھذہ الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کیواسطے یہہ پہل بہی ہے اور زمانہ مستقبل کا بہی پہل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فانہ لہ ھذہ وما یحدث ضم ابداً اولا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کیواسطے یہہ غلہ موجود بہی ہے اور وہ
غلہ بہی ہے جو آیندہ موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت میں ملا دیوے یا نہ ملا دیوے ھم ثمر اور غلہ میں وجہ فرق یہہ ہے کہ عرف میں [illegible]

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو
موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل ہیں بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الرملی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ
بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ دلیلے اور مسئلہ سابقہ میں اگر
باغ میں پھل موجود نہو وصیت کیوقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول میں جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم
یعنی اگر وصیت کیوقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اسنے پھلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہونگے
جاوینگے وہ اوسکو لیا کریگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ
فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ
پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو بوجہ خدمت کے غلام کو نفقہ کی مانند ہو گیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض و
کرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکو کرایہ
سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغۃ ہم قاموس میں بھی غلہ اسیطرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی
الغلۃ فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ میں داخل ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے
ہم یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اوس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے
میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اوس
نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم و زا منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بحاء مہملہ و راء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت خرمہ سے تو اوسکو
دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمیں داخل ہونگے
تہ تیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما بقی فی وقت موتہ
سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی
بھیڑون کے صوف کی اور اونکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے
کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی بخلاف
پھل کے کہ اوسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجدا
لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حال یہ کہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اوسکے وارثوں نے اجازت
دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہو گیا وان لم یجیزوا
یجعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت
دونو جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنی وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ تبطل لان وقف
المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما تجوز اور اگر اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو
جائز ہیں کذا فی الدرر قال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف
ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح
نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانه لا يملك وجوزها محمد قال المصنف وبقول محمد افتى مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہین
اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہین ہے اور محمد نے اسکو جائز کہا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے اوستاد بحر الرائق کے مصنف نے
م مسئلہ وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تا حتے الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان يقول الموصي ينفق عليه
فيجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہین مگر یہہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال
اوصيت بثلثي لفلان او فلان بطلت عند ابي حنيفة لجهالة الموصى له وعند ابي يوسف لهما ان يصطلحا على اخذ الثلث
وعند محمد يخير الورثة فايهما شاؤوا اعطوا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کیواسطے تو
وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپسمین صلح کرلین
تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کرین یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثونکو اختیار ہے اونمین سے جس شخص کو چاہین دین
واللہ تعالیٰ اعلم

فصل في وصايا الذمي وغيره

یہہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی جیسا کہ مستامن اور صاحب
ہوا اور مرتد کی وصایا مین ذمي جعل داره بيعة او كنيسة او بيت نار في صحته فمات فهي ميراث لانه كوقف لم يسجل
کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کیحالتمین پہر وہ مرگیا تو وہ اوسکے وارثونکی میراث ہی اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی
مانند ہے م بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادتخانہ نصاریٰ کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین
جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین واما عندهما فلانه معصية اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہین کہ انکا بنانا
معصیت ہے وليس هو كالمسجد لانهم يسكنون ويدفنون فيه موتاهم حتى لو كان المسجد كذلك يورث قطعا قاله المصنف
وغيره لانه حينئذ لم يصر محررا خالصا لله تعالى اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہین ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاریٰ اوسمین رہتے ہین اور
اپنے مردے اوسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اوسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ
نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرر خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے نہوی م یہہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہین بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا
کہ بیعہ او کنیسہ یہود اور نصاریٰ کے حق مین ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین جسمین بیع اور میراث جاری نہین وان اوصى الذمي ان يبنى
داره بيعة او كنيسة لمعينين فهو جائز من الثلث ويجعل تمليكا اور اگر ذمی نے یہہ وصیت کی کہ اوسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین
لوگون کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہہ تملیک ٹھہریگی اونکو واسطے وان اوصى بداره ان تبنى كنيسة او بيعة في القرى فلو في المصر
لا يجوز اتفاقا لقوم غير مسمين صحت عنده لا عندهما لما مر انه معصية وله انهم يتركون وما يدينون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گہر کی
یہہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہاتمین بنایا جاے قوم غیر معین کیواسطے تو یہہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین
کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہین اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ اہل ذمہ چہوڑ دیجاتے ہین اپنے دین پر تو وصیت صحیح
ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین وصية حربي مستامنا
لا وارث له هنا بكل ماله لمسلم او ذمي كذا في الوقاية ولا عبرة بمن ثمة لانهم اموات في حقنا جیسی وصیت جائز ہے اوس
حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین دار الاسلام اوسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایہ اور کچھ اعتبار نہین اسکا کہ اوسکا وارث
جو دار الحرب مین ہے اسواسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصى بنصفه مثلا نفذ ورد باقيه لورثته لا لبيت المال لانه
لا مستحق له في دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اوسکے وارثون پر رد کیا جائیگا
میراث کی راہ سے نہین بلکہ اسواسطے کہ اوسکا کوئی مستحق نہین ہمارے ملک مین وكذا لو اوصى لمستامن مثله اور اسیطرح جواز وصیت کا حکم

ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کیواسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن
اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکی تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی جو اسلیکہ
اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہین کیونکہ وہ اموات کی مانند ہین کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی اور اگر
مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنابر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فھو بمنزلۃ المسلم
فی الوصیۃ لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت منجر
بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہی وصیت امر مین اسواسطے کہ ہم مامور بنا احکام کے ہین ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتکون وصیتہ
عندہ نافذۃ عندھما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہی اور صاحبین
کے نزدیک نافذ ہی کذا فی شرح المجمع ف اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوای نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ ونمین
سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدای اکبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہی کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت
مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہی قول صحیح تر مین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ
المطلقۃ کقولہ ھذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا یحل للغنی لانہا صدقۃ وھی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل
منہا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یتعین ولا یحصی اور وصیت
مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے الدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام
ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کردیا ہو چنانچہ یون کہا کہ اوسمین کہاوے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہین مگر بطریق تملیک کے
اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہین ف وصیت مطلقہ وہ ہی جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے
جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ھذا القدر من مالی وصیۃ لزید وھو غنی او لقوم اغنیاء
محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے
اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وکذا الحکم فی
الوقف کما حررہ ملا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف مین حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر مین اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے ف یعنی وقف
مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ واقف نے اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کردیا اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیاء محصورین کیواسطے
خاص کردیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکی منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسئلہ ضروریہ کلام سابق سی مفہوم ہوتی تہی ضمنا اور واجب
الحفظ تہے اور اکثر لوگ اوس سے غافل تہے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور
جامع الفصولین مین ہی کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہی ف طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تہا فروع مسائل ملحقہ شارح کی
اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ للورثۃ المحتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف
مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولاحدہم یعنی المحتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر
غیر راض لم یجز ف نمازون کے کفارہ کیواسطے موصی نے اپنی تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ
محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے اُن لوگونمین سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے
ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک وارث پر جائز ہی یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر اونمین سے کوئی
صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہین ف غیر قرابت ولادت کی قید اسلئی لگائی کہ اوسکو واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اوسکو

معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال اپنے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر اونہون نے اتفاق کیا کہ اونکو بواسطے وصیت کے مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاے تو جائز ہے اور اگر وارثون مین صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصٰی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بدلیل تفسد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینی کی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم قضات وغیرہ مین طمع غالب ہے لہذا تغیر وصیت جائز نہین اوصٰی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم یجزہ ولا بد من القبض ثم التصدق علیھم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارے کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پھر اونکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادا کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثھا مثلا واستھلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دی پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلا غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تہا تو وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین وفی الجواھر اوصٰی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصٰی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اوسنے طلب نکیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہو گا اور تاخیر سے دعوی باطل نہو گا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ہم عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصٰی لہ بدار فباعھا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اوسنے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعتہ علی ولدھا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بہی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شراہ دارا واوصٰی بھا لرجل فاخذھا الشفیع من ید الموصٰی لہ بثمنہ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصٰی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصٰی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اوسکی وصیت کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھہ نپاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تہی اور حالانکہ وہ جائز نہین ہم جب گھر شفیع لیگا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پھر لینگے کذا فی المنح ✤

باب الوصی وھو الموصی الیہ

یہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے ہم عرب بولتے ہین اوصٰی الی فلان یعنی اوسکو اپنی مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اوس سے وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین وہ شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصٰی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح فان ردہ عندہ ای بعلمہ یرتد ای زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو

باب الوصی

وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول کیا انکار کے وصی ہونے سے اسکے نزدیک یعنی موصی کی وفات میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہوگی ھ اسواسطے کہ
یہ بعض متبرع ہے اسپر قبول کرنا واجب نہیں چاہیے اوسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع میں
فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہاں اگر اوسکے سامنے دوسری
بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بزازیہ میں ہے کہ کسیکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ رد ہوا اور وہ وصی نہ ٹھہرا پھر اگر
موصی نے اوس سے کہا کہ مجھے توقع نہ تھی کہ تم قبول نکرو گے سو اوسنے کہا میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی المحیط ۔ ولا یصح الرد بغیبته لئلا
یصیر مغرورا من جہته اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اوسکی بے خبری یعنی اوسکی عدم واقفیت میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ
نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجه عنہا ولو فی غیبته عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی
غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں وان سکت الموصی الیه فمات موصیه
فله الرد والقبول ہو اگر وصی نے سکوت کیا پھر اوسکا وصیت کرنیوالا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ھ وصی تصرف للغیر میں متبرع ہے تو
ہو دلیل رد کرنیکے وسپر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کی اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کیا یا اسلئے کہ اوسنے حال دریافت
نکیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد الوصیة ببیع شئ من الترکة وان جہل به ای بکونه وصیا فان علم الوصی بالوصایة لیس بشرط
فی صحة تصرفه اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو
وصایت کا علم شرط نہیں ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمه بالوکالة شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا
معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت فرد بعد موته ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض رده فلا یصح قبوله بعد ذلك پھر اگر وصی نے قبول
وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول
کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیره وکافر وفاسق بدله ای بدلهم القاضی بغیرهم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید
صحة الوصیة فلو تصرفوا قبل الاخراج جاز سراجیه اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل
ڈالا جاوے یعنی قاضی اونکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کرنیکا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور
فاسق کو ان نے تصرف کر دین قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق
مجتبے وفیه ومن ولایة الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجهم القاضی عنها ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان
یکون جبر انما ای اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبے تو قاضی اونکو وصایا سے
خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اوس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنیکا مگر یہ کہ وصی خائن ہوا امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی میں ہے
کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبده والحال ان ورثته صغار صح کایصائه الی مکاتبه او مکاتب
غیره لانه ان عجز رد فی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال یہ کہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اپنے مکاتب کو وصی کرنا اپنے
مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادا بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھر گیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں
تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ہے والا لا وقالا لا یصح مطلقا درر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بها حقیقة لا بمجرد
اخباره ضم القاضی الیه غیره رعایة لحق الموصی والورثة اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقة نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اوسکے ساتھ اور وصی کو ملادے موصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنیکے واسطے ھ وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہیں ہو سکتی

اسواسطے معتبر ہوا کہ شکایت کرنیوالا کاسے کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظهر للقاضي عجزه اصلا استبدل
غيره ۵ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزله الموصي المختار القاضي مع اهليته
لها نفذ عزله وان جار القاضي واثم ۵ اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا في الاشباه ۵ اختلفوا في صحة عزله والاكثر على الصحة كما في شرح
الوهبانية لكن يجب الافتاء بعدم الصحة كما في الفصولين واما عزل الخائن فواجب انتهى قلت وعبارة جامع
الفصولين من الفصل السابع والعشرين الوصي من الميت لو عدلا كافيا لا ينبغي للقاضي ان يعزله فلو عزله
قيل ينعزل اقول الصحيح عندي انه لا ينعزل لان الموصي اشفق بنفسه من القاضي فكيف يعزله وينبغي ان يفتى به
لفساد قضاة الزمان انتهى قال المصنف قال شيخنا فقد ترجح عدم صحة العزل للوصي فكيف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوں
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکی معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر جانکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوی قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہوگی ھم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سی منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہی کہ اوس سی خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ھی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح نہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سی اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
ويبطل فعل احد الوصيين كالمتوليين فانهما في الحكم كالوصيين اشباه ۵ وقف القنية ۵ اور دو وصیوں میں سی ایک وصی کا فعل باطل ہے
جیسے دو متولیوں وقف میں سی ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیہ ق
مفاده ۵ انه لو آجر احدهما ارض الوقف لم تجز بلا رأي الآخر وقد صارت واقعة الفتوى ھم اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دی تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے کی اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ھم یہ صورت اسعاف میں مصرح ہے کہ کسی نے انفراد احد الناظرین
بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہی مفتی ابو سعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وصيهما كان
ايصاء ۵ لكل منهما على الانفراد وقيل ينفرد قال ابو الليث وهو الاصح وبه نأخذ ھم ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنی فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لكن الاول صححه في المبسوط وجزم به في الدرر وفي القهستاني انه
اقرب الى الصواب ۵ لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہی صواب کی طرف ھم یہاں دونو قولونپر فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وهذا اذا كانا
وصيين او متوليين من جهة الميت او الواقف او قاض واحد اما لو كانا من جهة قاضيين من بلدتين فينفرد احدهما
بالتصرف لان كلا من القاضيين لو تصرف جاز تصرفه فكذا نائبه ولو اراد كل من القاضيين عزل منصوب القاضي الآخر

جاز ان رأى فيه المصلحة والا لا وتمامه في وكالة تنوير الابصار معزيا للملتقطات وغيرها فليحفظ ین کتابون اور محیط میں
بطلان فعل احد الوصيين اوسوقت ہے جبکہ دونو وصی یا دونو متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہون اور اگر دونو وصی یا متولی دو شہرون کے
دو قاضیون کیطرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اوسکا تصرف جائز ہے تو ایسا ہی اوسکے نائب کا
تصرف جائز ہے اور اگر دونو قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اوسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو
معزول کرنا جائز نہین اور اوسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہ سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وفي وصايا السراجية
لو لم يعلم القاضي ان للميت وصيا فنصب له وصيا ثم حضر الوصي فاذا قال الدخول في الوصية فله ذلك وبنصب القاضي لم يخرج
الاول اور سراجیہ کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی
آیا سو اوسنے وصیت مین دخل ہونیکا ارادہ کیا تو اوسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء
كفنه وتجهيزه والخصومة في حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معين ورد وديعة وتنفيذ وصية
معينتين دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اوسکی تجہیز مین اور اوسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات
طفل کی خرید مین اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری
کرنے مین ایک ہی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہین زاد في شرح الوهبانية عشرة اخرى متهارد مغصوب ومشترى شراء فاسد وقسمة
كيلي او وزني وطلب دين وقضاء دين بجنس حقه شرح وہبانیہ مین امور عشرہ سوا اون کے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کئے ہین از انجملہ
مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق
کے ہم جنس سے ہو امور عشرہ مین سے امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف سے خیرات
کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کیواسطے وبيع ما يخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اس چیز کے بیچنے مین جسکی تلف ہو جانیکا ڈر ہے
اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو يوسف ينفرد كل بالتصرف في جميع الامور ولو نص على الانفراد
او الاجتماع تبع اتفاقا شرح وهبانية اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح
کر دی تو اوسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وان مات احدهما فان اوصى الى الحي
او الى آخر فله التصرف في التركة وحده ولا يحتاج الى نصب القاضي وصيا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی
کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو تنہا اوسکو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے حلبی نے کہا وصی مذ
کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اوسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اوسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونو کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی
الطحطاوی والا يوص ضم القاضي اليه غيره درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نکی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر
اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اوسکی ترکہ مین دو شخصون کی رای سے انتظام ہو اور یہ امر واقع نہوا سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفي الاشباه
مات احدهما اقام القاضي الآخر مقامه او ضم اليه آخر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اوسکے مقام پر قائم
کر دے یا اوسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصية الا اذا اوصى لهما ان يتصدقا بثلثه حيث شاءا انتهى وتمامه في شرح الوهبانية اور
وصیت باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی ہو دونو وصیون سے کہ اوسکی ثلث مال کو دونو خیرات کرین جہان دونو چاہین انتہی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے
نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلئے کہ ایک موضع مین دونو کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنیکے تو وصیت باطل

ہو گئی کذا فی الطحطاوی لہذا وہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور
بعضون نے کہا خلاف نہین وعنہ ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قدمتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویاتی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت
یہہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا شارح کی شرح ملتقی مین
بعض سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول صحیح یہہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے اور
اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو تمام ہم کا کلام کا مبنی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر کسی نے
دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہہ ہے کہ وصی کا تصرف
بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی منتمرا ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او
فی مال موصیہ وصی فی الترکتین خلافا للشافعی وصی کا وصی دونو ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اوسکو اپنے
مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ ونفذ قسمتہ ای الوصی حال کونہ
نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر
موصی لہ کے ساتھ یعنی جبکہ وہ اسکی تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال الگ
کر دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقتین واما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب او الحاضر بلا اذنہ
مع الورثۃ ولو صغارا فلا ای فلا تنفذ اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن
کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فلہ ای الموصی لہ ثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ
لانہ کالشریک بیت ~ مع الموصی عندہ ای الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ کو ملیگی
جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس ہو اسلئے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہے تو وصی سے تاوان نہ لیگا ہو اسلئے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس
اونکا حصہ ضائع ہو گیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تھا اوسکی تہائی چاہے وارثون سے لے یا ہر وصی سے بھی اوسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور
اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا
شیٔ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے
کچھ نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اوسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہو گیا ہو وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت
ثابت ہے اور نا قصر مین راو لہذا اسکے تلف ہونیکا خوف ہوا اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کے وہذا فی المکیل والموزون لانہ افراز
فی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہے اسواسطے کہ
قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کے بھی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے
مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو ایسی ہی قسمت بھی جائز نہین وان قاسم الوصی الورثۃ فی الوصیۃ بحج عن المیت بثلث
ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ لیحج قال الہمام وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثون کو قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت
کیطرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر ہلاک ہو کر مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اوسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے
اور یہہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث باقیہ لانہ تعینہ
فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اوسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

تباہی سے بچانے کو اسنے فروخت کیا اور اسکے مال کو معین کر دیا تھا پھر سب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء للغرماء لتعلق حقهم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلئے کہ ان کا حق مالیت سے
متعلق ہے۔ مین متروکہ سے رقیق وصی باع ما اوصی ببیعه وتصدق بثمنه فاستحق العبد بعد هلاک ثمنه عنده ضمن لانه العاقد
فالعهدۃ علیه اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوتی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن مسکین کو بطریق تصدق کے دیا پھر وہ غلام
شخص کا مملوک ٹھہرا اور ثمن خرچ ہو جانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیونکہ وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسی کے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی
فی الترکۃ کلها وقال محمد فی الثلث قلنا انه مغرور فکان دینا حتی لو هلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انه یرجع
علی من تصدق علیه لان غنمه لهم فغرمه علیهم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے لیگا اور محمد نے کہا
کہ ثلث متروکہ سے لیگا ہم جواب دیتے ہیں امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوا ہے
ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہو گا اور منتقی میں یون مذکور ہے کہ وصی تاوان بھرا ان فقیرون سے جسپر ثمن کو اوسنے خیرات
دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا اونکو واسطے ہے تو اوسکا نقصان بھی انہین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابه ای الطفل
من الترکۃ وهلک ثمنه معه فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصته لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابه
جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اوسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا
مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے پھیر لیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیاله
بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املأ ولو مثله لم یجز منیۃ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ
دوسرا محتال علیه زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنیہ وصح بیعه وشراؤه
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وهو الفاحش لان ولایته نظریۃ فلو باع به کان فاسدا حتی یملک
المشتری بالقبض قهستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے
یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمین یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو
بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القهستانی وهذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او
اشتری مال الیتیم من نفسه فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانه وکیله اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش ہوتے
ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی
ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہوا یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا
ہے حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاهرۃ للصغیر وهو قدر النصف
زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے
ہو زیادتی یا کمی میں ۔ اور زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درہم کا مال صغیر سے دس درہم کو بیع کرے یا دس درہم کا مال صغیر کا
پندرہ درہم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہو وبیع
الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیه وهو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے
قیمت کی برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وهذا کله فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہ
تفصیل سابق مذکورہ کہ مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علی کفن مثله فی العدد ضمن الزیادة اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے ھ مثلاً میت کے
ہمسر ونکا کفن تین کپڑے ہوتا تہا سو وصی نے چار کپڑے خرید کئے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمة وقع الشراء له و
حینئذ ضمن ما دفعه من مال الیتیم لو الجیه اور اگر وصی نے کفن کی قیمت مین زیادتی کی تو یہہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیه وفیها لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک فضاع ضمن لانه
دفع المال الی من لیس له ان یدفع الیه اور ولوالجیه مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تہا ھ یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی
پر تاوان نہین اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعه ای الوصی
علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف هلاکه ذکره عزمی زاده معزیا للخانیة قلت وفی الزیلعی والقهستانی الاصح
لا لانه نادر ھ اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادای دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اوسکے تلف ہونیکے خوف سے ایسا
ذکر کیا ہی عزمی زاده نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین ہی اسواسطے کہ اوسکا
تلف ہوجانا کمتر ہے ھ اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے
نزدیک بقدر دین جائداد مستغرقہ کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه
بضعف قیمته او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف
خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر واشباه ملخصا اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اوسکی
دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لئے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا
عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اوسکی مصارف سے یا اوسکے ویران ہوجانے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ
مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصاً ھ وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار
کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وهذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور
یہہ یعنی جواز بیع عقار صغیر باشیاء ثمانیه مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا
مالک نہین ہر طرح یعنی نہ اشیاء مستثنے مین نہ اونکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوة اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہین سوای طعام اور لباس
صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سوداگر وہ لوگون کے نزدیک بہتر
اور پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھہ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی ماله ای الیتیم لنفسه فان فعل تصدق
بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے اپنے واسطے اوس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے
وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامه فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا
بیان درر مین ہی ھ درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو
راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہی خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباه لا یملک
الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی
بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص
سے ھ اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

بهای الكلام فی اجر المثل للمتولی بأجر مثل عمله فلو لم يعمل لا اجر له واما وصی الميت فلا اجر له على الصحيح وهذا
اذا عين القاضی للمتولی اجرا فان لم يعين وسعى فيه سنة فلا شئ له وعزاه للقنية ثم ذكر ما يخالفه فافهم وقد مر فی
الوقف واما وصی القاضی فان نصبه باجر مثله جاز استحسانا اشباہ میں ہی اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت ہوگی
ہے سو اگر اوسنے عمل کیا تو اوسکو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنابر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہہ یعنی متولی کو بقدر اجرت مثل کا ثبوت ہو وقتیکہ
جبکہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کردے تو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اوسکو کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ
نے یہی قول قنیہ کیطرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے دو قول ذکر کیا جو اسکو مخالف ہیں یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اسکو مقرر کی
ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہو
استحسانا فی الاستحسان وفی القهستانی معزيا للذخيرة ولو كانوا صغارا وكبارا باع حصة الصغار كالمنقول وكذا الكبار على ما مر من
التفصيل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصہ کو بیچ ڈالے جیسا کہ منقول کے مسائل سے ثابت ہو
مذکور ہو چکے اور ایسا ہی بالغ وارثوں کے حصے کو بیچ کر بنابر تفصیل گذشتہ کے ھم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادای دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز
ہے اسکے سوای میں کذا فی الطحاوی ونقل عن العمادية ان فی بيع العقار وفاء اختلاف المشائخ وصححه صاحب الهداية لان
فيه استبقاء ملكه مع دفع الحاجة وان لغير الوصی المصر ... متعلق ... الفتوى وتمامه فيما علقته على الملتقى
اور قہستانی نے ... حل کیا ہے کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہے اسواسطے کہ
اسمیں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظاہر روایت کے موافق جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں مذکور ہے ولا يجوز اقراره بدين على الميت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا
ھم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی
العمادی ولا بشئ من تركته انه لفلان الا ان يكون المقر وارثا فيصح فی حصته اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ
سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں
ولو اقر الوصی لعين لآخر ثم ادعى انه للصغير لا تسمع دعواه اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پھر دعوی کیا کہ
وہی چیز صغیر کی ہے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا كذا فی الدرر یعنی ناقض کیونکہ ... ووصی ابی الطفل احق بماله من جده وان لم يكن وصية فالجد
كالاب فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر اوسکا وصی نہو تو دادا احق ہے جیسا کہ
کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہے وفی المنية ليس للجد بيع العقار والعروض لقضاء الدين وتنفيذ الوصايا بخلاف الوصی فان له
ذلک اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادای دین کیواسطے اور وصیتوں کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اوسکو
یہہ درست ہے

فصل فی شهادة الاوصياء

یہہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں ھم اس فصل میں شہادت اوصیاء
کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا فصل فی شهادة الاوصياء وغير ذلك وبطلت شهادة الوصيين لوارث
صغير بمال مطلقا وكبير بمال الميت اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا
ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے ھم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور
بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اوسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شهادتهما بغيره
ای بغير مال الميت لانقطاع ولايتهما عنه فلا تهمة حينئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے سبب منقطع ہونے

دونون وصیون کے ولایت کے اوس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین لاخرین بدین الف علی میت وشہادۃ
الاخرین للاولین بمثلہ جیسی صحیح ہے گواہی دو مردونکی اور دو شخصونکے واسطے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہین دو دوسرے
شخصونکی پہلے دونو گواہونکے واسطے مانند اسکی ہزار درم دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کی دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی
گواہی دی تو دونو گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین
یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے اونکو ہزار درم کی وصیت کی ہے سو یہہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل
فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہہ مسئلہ
کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والاخرین بثلث مالہ او الدراھم المرسلۃ لانہ یثبت الشرکۃ
فیبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے
شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ھم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول
شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین
اخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کیواسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی
دی اور مشہود لہما نے شاہدون کیواسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت
بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا و
حینئذ فیضم القاضی الیہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بالاخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کالاقرار دو وصیون نے یہہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان
دونو کے ساتھہ وصی کیا ہے تو یہہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اس صورت مین قاضی ان دونو کی ساتھہ
تیسرا وصی ملا دیگا بنابر وجوب کے کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیونکا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ
ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ
مگر یہہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونونکے ساتھہ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے
کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما
اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہہ گواہی دی کہ ان کی باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو
گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونو نے اپنی واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے ترکہ کیواسطے وھذا لو ھو منکر ولو یدعی تقبل
استحسانا اور یہہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونیکا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار
استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان
القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہہ گواہی دی کہ
اونکے باپ نے زید کو اپنی قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیونکہ یہہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے
اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت
لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کو گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو
گو کہ اوسنے خصومت کی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی در اور وصی نے میت کی وصیت کو
جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سے بہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدر رھم وصی رجوع کرے ہر طرح

خواہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت للہ ہو یا للعباد کذا فی الطحطاوی مختصرا اگر کفن ادی التمن من ماله فان له ان یرجع بما نحو وه
دلیل جیسے ثمن ادا کیا اپنی مال سے سوا اوسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے لکن الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیه
من مال نفسه فانه یرجع اذا اشہد علی ذلک الہ اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال یا وہ چیز خریدی جسکو صغیر پر خرچ
کرنا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال
سے بھر لونگا فی البزازیۃ و انما شرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الاتفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ
قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ له ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین وسیجئ ما یفیدہ فتنبه بزازیہ میں
کہ گواہ کرنا تو اسیواسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق الانفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا
ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نہ کر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے اور انکو رجوع بلا اشہاد جائز
نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا م شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام حرجہ مطلق یا رجوع یا شہادت میں مضطرب ہے
اور یہہ استدراک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی
دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسه یا وصی نے دین میت کا جو شرعا ثابت ہوا ادا کیا
یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت او
قضی دینه من مال نفسه فانه یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن
دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من
مال نفسه قبل قوله فیه قیل هو مستدرک لقوله اولا اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول امین مقبول ہوگا شارح نے
کہا کہ بعضوں نے کہا کہ یہہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ م حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف
کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی
کفن کے مجرا دینے میں متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہہ قول ماتن کے قول سابق سے مغائر ٹھہر گیا
انتہی ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منه باکثر مما باعه رجع القاضی فیه الی اهل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منهم انه
باع بقیمته وان قیمته ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھہ مال بیچا پھر وصی سے اوس مال مبیع کی طلب ہوئی
اوسکو بیچے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی امین اہل البصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر منصدین و انفکار ونمین سے دو شخص اوسکو خبر دیں کہ وصی نے مال
یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اوس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ
یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اهل البصیرۃ فان اجتمع رجلان
منهم علی شیء یؤخذ بقولهما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندهما کما فی الکبری اور اگر مزاودہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہے جسکو
اہل زبان کے عرف میں نیلام گہر بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے
بلکہ رجوع کرے دانشکار لوگوں کیطرف پھر اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انہیں دونوں کا قول لیا جاے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول
کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی هذا قیم الوقف اذا آجر مستغل الوقف ثم جاء آخر
یزید فی الاجر الکل فی الدرر معزیا للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا
زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہہ مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول فس و ع

مسائل لمحقہ شارح کے یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنیکے
دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ذکر ہیں م مسائل مذکورہ کو شارح نے ذکر کیا ہے اذا ادعی قضاء
دین المیت پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنیکا دعوی کیا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے موصی کا دین
اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہے اور ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد
بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا ادائے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے
او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا
م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اوسکی تکذیب
کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بتجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہہ
ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے اونکو ادا کیا یتیم کیطرف سے او ادی خراج
ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہ تھی
م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں موت موصی کیوقت
پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کے انعام دینے کا م یہہ محمد کا قول
ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او
الانفاق علی محرم لہ آٹھواں مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے
تیرے اندھے بھائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اوسکو دس برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہہ حکم
نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہہ ہے
یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے م یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق
وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا
تھا م یہہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادائے دین سے
فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسواں
مسئلہ یہہ ہے اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اوسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی
نے اسپر گواہ نکیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کیواسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او
انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارہواں یہہ مسئلہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اوسکا
مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارہواں مسئلہ یہہ ہے کہ
وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہاں بھی عدم شہادت شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت
پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا او قاعدہ
کلیہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمیں اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اوسمیں اوسکی بلا شہادت
تصدیق نہوگی م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اوسکا مکذب نہو کذا فی الحموی بتنصیب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ

قاضی میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں ھ نصب وصی کا طریقہ یہہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ
فلان شخص مرگیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہوگا نہ قاضی کا وصی
اور نصب وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان له دین او علیه او
لتنفیذ وصیته منحو مواضع سبکے یہہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی
الزواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفله شیأ فوجد به عیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیه اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں
دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہہ کہ باپنے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اوسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اسکو پھیر دے
واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوه غائب غیبة منقطعة ینصب الا فلا وعن اهل المجمع العتاقی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت
ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونو مسئلوں کو
مجمع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہے ھ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطعہ
کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے بعضونے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہان قافلہ پہنچتا ہو مگر سال میں ایکبار یہہ قول قدوری
کا مختار ہے اور بعضونے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضونے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں
نے کہا کہ ۲۵ منزل ہو اور بعضونے کہا ۳۰ منزل اور بعضونے کہا کہ ایک شہر شرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی ووصی القاضی کوصی المیت
الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسه ولا ان یبیع ممن لا تقبل شهادته له قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہے مگر آٹھہ جگہ میں
اوسکی برابر نہیں ہے ایک یہہ ہے کہ وصی قاضی کو خریدنا اپنی ذات کیواسطے ترکہ سے جائز نہیں ہے دوسری صورت یہہ ہے کہ بیچنا اوس شخص سے جسکے حق میں وصی
کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہہ ہے اور جائز نہیں اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے
اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے
برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجر الصغیر لعمل ما
چوتھی صورت یہہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسیکام کی چاکری کروا دے ولا ان یجعل وصیا عند موته پانچویں صورت یہہ ہے اور وصی قاضی کو
جائز نہیں یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کر دے ولو خصصه القاضی تخصص چھٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا ہے
ایک نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپکے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپکے کذا فی الطحطاوی ولو نهاه
عن بعض التصرفات صح نهیه ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روکدے تو رکنا اوسکا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے
کذا فی الاشباہ عن البزازیه وله عزله ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن
القنیه خلافا للبیت بخلاف وصی المیت فی ذلك كله برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانة وصی وصی القاضی
کوصیه لو الوصیة عامة انتهی وبه یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے کہ قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام
ہو انتہی فی الاشباہ اور اسی شرط سے اختلاف دونو قولکا دفع ہوگیا ھ یعنی قنیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہوگیا اشباہ میں پانچوین صورت
قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو
اختلاف رفع ہوگیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعه فی مرضه انما ینفذ من
الثلث عند عدم الاجازة الا فی تبرعه فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرة المثل لانها تبطل بموته فلا اضرار علی الورثة
فی حیاته لا ملك لهم لكن فی العمادیة انها من الثلث فلعله روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین در حال عدم اجازت وارثون کے مگر اوسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ
ہوگا اسطرحپر کہ اوسنے گہر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلا سو درم تہی سو اوسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ
ہے اسلیئے کہ اجارہ مذکورہ مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثونپر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثونکی کچہہ ملکیت نہین لیکن عمادیہ مین ہے
کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین بَاعَ مَالَ الْيَتِيمِ اَوْضَيْعَتَہ وَالْمُشْتَرِیْ مُفْلِسٌ يُؤَجَّلُ ثَلٰثَۃَ اَيَّامٍ فَاِنْ
نَقَدَ وَاِلَّا فَسَخَ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹہراوے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن
حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فَاِنْ اَنْكَرَ الشِّرَاءَ وَقَدْ قَبَضَ يَرْفَعُ الْوَصِیُّ الْاَمْرَ لِلْحَاكِمِ فَيَقُوْلُ اِنْ كَانَ بَيْنَكُمَا بَيْعٌ فَقَدْ
فَسَخْتُہٗ پہر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونو
مین بیع واقع ہوتی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا ھ اس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے
تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قَبِلَ الْوَصَايَۃَ ثُمَّ اَرَادَ عَزْلَ نَفْسِہٖ لَمْ يَجُزْ اِلَّا عِنْدَ الْحَاكِمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پہر اپنی ذات
کو معزول کرنا چاہا تو یہہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ھ حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال
جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرحپر ہے ایک یہہ کہ موصی اوسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہہ ہے
کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ثُمَّ قَسَمَ الْيَتِيْمُ مَالَہٗ
بَعْدَ بُلُوْغِہٖ وَاَشْہَدَ الْيَتِيْمُ عَلٰی نَفْسِہٖ اَنَّہٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ تَرِكَۃِ وَالِدِہٖ لَا قَلِيْلٌ وَلَا كَثِيْرٌ ثُمَّ ادَّعٰی شَيْئًا فِیْ يَدِ الْوَصِیِّ اَنَّہٗ مِنْ تَرِكَۃِ اَبِيْہِ وَبَرْہَنَ
تُسْمَعُ وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکے بالغ ہونیکے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپکے متروکہ سے کچہہ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ
کم نہ زیادہ پہر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپکے متروکہ سے ہے اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہووےگا
ھ یہہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکی دعوی کا مانع نہین برخلاف اوس
ابراء کے جو مجہول ہے معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلا زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہووے اوسکو مجہے حلال اور معاف
کرے سو عمر نے اسیطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہہ ابراء صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ
مختصرا لِلْوَصِیِّ الْاَكْلُ وَالرُّكُوْبُ بِقَدْرِ الْحَاجَۃِ قَالَ تَعَالٰی وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور
اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیئے دستور کے موافق کہاوے ھ کہانا اور سوار ہونا مقید
بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہے اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ وَلَہٗ اَنْ
يُنْفِقَ فِیْ تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَدَبِ اِنْ تَاَهَّلَ لِذٰلِكَ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ھ
شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے انہین علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان
علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دے وَاِلَّا فَلْيُنْفِقْ عَلَيْہِ بِقَدْرِ مَا يَتَعَلَّمُ الْقِرَاءَۃَ الْوَاجِبَۃَ فِی الصَّلٰوۃِ مجتبی
اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیئے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرأت واجبہ نماز کی سیکہہ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر
اوسکو کہا دے کذا فی المجتبی وَفِيْہِ جُعِلَ لِلْوَصِیِّ مُشْرِفٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ بِدُوْنِہٖ وَقِيْلَ لِلْمُشْرِفِ اَنْ يَتَصَرَّفَ مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف
مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکی تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے ھ اس مسئلہ کا بیان باب
الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وَفِيْہِ لِلْاَبِ اِعَارَۃُ طِفْلِہٖ اِتِّفَاقًا لَا مَالِہٖ عَلَی الْاَكْثَرِ اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے
بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وَفِيْہِ يَمْلِكُ الْاَبُ لَا الْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِ الْوَصِیِّ مَا يَمْلِكُہُ الْوَصِیُّ اور مجتبی مین ہے وصی

ہونے کیونکہ باپ مالک ہے اوس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کی برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین
الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہے اوس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہے ابین باپ اور نابالغ صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک
مال کی قسمت کا مالک نہیں ہے قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اوسکی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمیں صغیر کا
نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ بیان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کذا فی الملتقط وہی یملک الاب والجد بیع مال احد طفلیہ للاخر
بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں ہے یعنی
اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو وہ اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونو یتیموں کی خیر خواہی کا مامور ہے سو یہان
ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسیطرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ہو
لو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرأی ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول
روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر
اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما
واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر
کہ میں اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اوتنا پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اوسوقت
میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجب میں رجوع جائز نہیں وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال
او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہی حسن یحفظ اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اوسکا
مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرلینے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم ہم لکھتے ہیں تلخیص قنیہ میں کہ کوئی کسی
وارث نے تجہیز میت میں کچھ خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر یتیم اور شخص غیر کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی
وارثوں کے اوسنے صرف کیا تو اوسکے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الملتقط مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم +

کتاب الخنثیٰ

اس کتاب میں خنثے کے احکام مذکور ہیں ہم خنثیٰ مشتق ہے خنث بفتح خاء معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت میں
عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اوسکا حکم
مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونو وصف متضاد ہیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور
تانیث ہے پھر کا ہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اسطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمین تمیز نہیں ہوتی کذا فی اللمحات وہی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود
جبکہ مصنف غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری
عن الاثنین جمیعا خنثیٰ وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال
من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بمنزلہ شگاف
کے ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت تو اول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونو سے
پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ اقدمیت اسکی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان
استویا فمشکل اگر دونو برابر ہوں اسطرح کہ دونوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے ہم مشکل اوسکو اسلئے کہا کہ اوسکے امر میں کوئی تمیز
نہیں ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت
عضو پر دلیل ہے وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ اونہوں نے ابو یوسف

سے نزدیک ہے اگر میں نے ایسا تو تمہیں نہیں دیکھا پیر جیسا کہ اندازہ کرنا ہو بیانہ سو کذا فی الطحطاوی هٰذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحيته او وصل الى
امرأة او احتلم كما يحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور تمیز از بلوغ کے ہی پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع
کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظهر له ثدى او لبن او حاض او حبل او امكن وطيه فامرأة اور اگر اوسکے
پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ھم ظہور لبن سے مراد یہہ ہی کہ دونوں پستانوں سے
عورتوں کی مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے
کہ ظہور پستان علامت مستقل ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اوسکا جواب یہہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان
ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہیں پھر جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثے نے منی روئی میں لیکر اپنی فرج
میں داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتوں نے اوسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظهر له
علامة اصلاً او تعارضت العلامات فمشكل لعدم المرجح اور اگر اوسکو کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ
خنثے مشکل ہے بعدم مرجح کیونکہ ہے ھم تعارض علامات کی مثال یہہ صورت ہے کہ پستان ابھری اور داڑھی نکلی ایک ساتھہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے
ساتھہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھہ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انه تعد اضلاعه فان ضلع المرأة يزيد
على ضلع الرجل بواحد ذكره الزيلعي اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثے کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ھم اسمیں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور زنکی سترہ
یا مرد کی سترہ ہیں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکا مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت
اضلاع کے وجہ اوسکی یوں مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئی ہیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہی
واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحينئذ يؤخذ في امره بما هو الاحوط في كل الاحكام اور اسوقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے
وقت عمل کیا جاویگا خنثے مشکل کے امر میں اوس چیز کے ساتھہ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام میں قلت لكن قدمنا انه لا يجب الغسل
بالايلاج فيه وانه لا يتعلق التحريم بلبنه فتنبه میں کہتا ہوں لیکن ہمنے اول کتاب میں ذکر کیا کہ خنثی مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور
اوسکے دودھ سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ھم یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان
وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑھی نمودار ہوگئی تو اشکال
ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی فيقف بين صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردوں
اور عورتوں کی صف کے مابین میں ھم یعنی نہ مردونکی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی
صف میں کھڑے ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف میں کھڑی ہونے سے اوسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکی دائیں اور
بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثے بالغ ہے اور عورتونکی صف میں کھڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ
ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد
الشهوة تبتاع له امة تختنه من ماله فتكون امته اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اوسکی
ختنہ کرے سو خرید سے اوسکی وہ لونڈی ٹھہریگی یا اوسکی مانند عورت ہوگی ھم یعنی اگر واقع میں خنثی مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ
کا مطلقا جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ويكره ان يختنه رجل او امرأة احتياطاً ولا
ضرورة لان الختان عندنا سنة اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثی کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک

ست ہی نزعی ہم یہہ مذکورہ ہے منتقی باب الکراہیت کا ختنہ تو مرد اور عورت دونو کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال
ثم تباع اور اگر خنثے کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پھر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاوے اور ثمن اوسکا بیت المال
میں داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی ادیزوج امرأۃ ختانۃ تختنہ لانہ ان کان ذکرا فالنکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقہا وتعتد ان خلا بہا احتیاطا یا خنثے کا مرکرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلئے
کہ اگر خنثے مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کیطرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثے ختنہ کے بعد اوسکو طلاق
دیوے اور ختنہ کرنیوالی عدت میں بیٹھے بنابر احتیاط کے اگر خنثے نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال
کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اوسپر سے خلاص نہیں ہوسکتی اور وجوب
مہر کا عقد سے یقین نہیں ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثے مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق اختیار
کرے لیکن ایسی مشروط کیوجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے میں ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وحمل
الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثے مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم ولا رجل اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سوا اوسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثے مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی ہم
تو جائز نہوگا خنثے کی ماں کو اُس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثے مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہو ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اوسکو سفر درست نہیں وان
قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثے مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اوسکا کچھ اعتبار
نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل تعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسپر سوا اوسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد
ثابت ہوجانے اوسکی اشکال کے قول اوسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق میں القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ہم یعنی عدم قبول کا قول اوسصورت میں ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اوسصورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے محیط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا
سواگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثے نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور جو ہم اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقیناً چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص منقول واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ولم ییمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثے مرگیا قبل
ہوجانے اوسکے حال کے تو غسل دیا جاوے اور اوسکو تیمم کرادیا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ہم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا اسواسطے تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کے تیمم کرادے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اوس مرد کی جو عورتون
میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مراہقا غسل میت ذکرا وانثی اور خنثے مشکل قریب البلوغ ہونے کیحالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثے مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کرلینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم دفعۃ تحلی الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثے مشکل پھر عورت جبکہ اوپر جنازہ

کی نماز پڑہی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ؀ خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکہا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتہہ عذر سے ایک قبر مین دفن ہو تو مرد کے پیچہے رکہا جاوے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبرون کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مُردون کے دفن کا جبکہ ایک قبر مین دفن ہون اور اگر عورت اور خنثے ساتہہ دفن ہون تو خنثے کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثے کا کفن ۵ کپڑے چاہیے عورتکی مانند اور اسکو قبر مین محرم قرابت والا رکہے انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعه فی احکامه من الاشباه بل عندی فیه تالیف مجلد لطیف اور خنثے کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین مذکور ہین بلکہ میرے نزدیک اسمین ایک تالیف مجلد کلان ہے ؀ منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کیواسطے اور اوسکی عبادت عورت کی مانند ہے مشکل ہین اور اخفا مین اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتہہ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً

وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین به یفتی کا مستحق ہے اور خنثے مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ؀ اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہو گا وہ اوسکو دیا جاویگا یہہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے مین کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہو گا وہ خنثے کو ملیگا اور اگر ایک التقدیرین مین خنثے محروم ٹہہریگا تو اوسکو کچہہ نملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتون مین بدتر حالت ہو گی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حالی اوسکی نصیب مین ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونو کو شامل ہے کذا فی الحلبی تبصرۃ وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونو حصون مین سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوه وترك معه ابنا واحدا فللابن سهمان وللخنثى سهم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتہہ ایک بیٹا اوسنے چہوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہین اور خنثے کا ایک سہم ؀ خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم مین ہے میراث مین تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلاثة من سبعة وعند محمد خمسة من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثے کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہین بارہ سہمون سے ؀ صاحبین کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابی حنیفة له سهم من ثلثة لانه الاقل وهو متیقن به فیقتصر علیه لان المال لایجب بالشك اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہو گا کیونکہ مال شک سے واجب نہین ہوتا ؀ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ یہان اثبات مال کی ابتداءً حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثے مشکل مین دونو سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اوسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الهدایة حتی لو کان الاقل علی تقدیره ذکرا قدرناه کزوج وام وشقیقة هی خنثی فله السدس علی انه عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہو اوس تقدیر پر جبکہ خنثے کو مرد فرض کیجیے تو اوسکو ہم مرد ہی ٹہہراوینگے چنانچہ اس صورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چہوڑکر جو خنثے ہے تو اوسکو چہٹا حصہ ملیگا بنابر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ؀ تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثے کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان له النصف وعالت الی ثمانیة اور اگر صورت مذکورہ مین خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور یہہ مسئلہ چہہ سہم کا آٹہہ سہم کیطرف عول کریگا ؀ یہہ مسئلہ دونو تقدیرون مین چہہ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول کی حاجت ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹہہری تو اس مسئلہ مین اوسکو عورت نہ ٹہہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء له کزوج وام وولدیها وشقیق خنثی فلا شیء له لانه عصبة ولو قدر انثی کان له النصف وعالت الی تسعة اور اگر خنثے محروم ٹہہرے دو تقدیر دونون سے ایک تقدیر پر تو اوسکو واسطے کچہہ نہین

چنانچہ اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور مان اور دو اخیافی بہائی اور ایک سگا بہائی خنثے چہوڑ کر تو خنثے کو مرد فرض کرنے مین کچھ حصہ نہین
کیونکہ وہ عصبہ ہی اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا حصہ نصف ہی کیونکہ وہ صاحب فرض ہی اور اسوقت مین یہہ مسئلہ ترسیم کیطرف عول کریگا
ھ اس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا چہٹا اور دونون اخیافی بہائیونکا تہائی اور سگا بہائی جو خنثی ہے وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہی اور عصبہ
اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نرہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اوسکا حصہ نصف ہی تو نقصان
اسوا الحالین کے اوسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوے ولو مات عن عمہ ولد اخیہ خنثی قدر انثی وکان المال کلہ
للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا ایک چچا اور بہائی کا ایک ولد چہوڑ کر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ھ خنثی کو
عورت اسواسطے فرض کیا کہ بہتیجی چچا کے روبرو وارث نہین ہوتی اور اگر اوسکو مرد فرض کرتے تو وہ بہتیجا ٹہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلئے
کہ چچا ود و نو عصبہ مین لیکن بہتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتے

جمع شتیت بمعنی متفرق وھو من داب المصنفین لتدارک ما لا یذکر فیما کان یجئ ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبھا بمحالھا وسوالحمد
یہہ ذکر ہے مسائل شتے مین شتے جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہین اسواسطے تدارک ان مسائل کے جو وہان مذکور نہین ہوئی جہان اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تہا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل
او نکو اونکے مواقع مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہی جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس وھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمھا کلام لہ
وقد ذکرتہ فی اول نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمرۃ خارج ناپاک ہی یہہ مقدمہ صغری ہی جسکی تسلیم مین وہ کلام ہی جسکا بیان تجہہ سے وعدہ کیا
تہا اول نواقض وضو مین ھ اور مدمن کی قید ظاہراً اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا خمر سے یعنی علت اور تاثیر
سے یہہ مسئلہ تنشیدکا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ھذہ مقدمۃ
کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہی یہہ مقدمہ کبری ہے شکل اول میں بہی الانتاج اور
وہ بیشک یہہ مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونو مقدمون سے لکر یہہ نتیجہ حاصل ہوا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ
ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس ا ھ لیکن اس شکل مین صغری
کے ثابت کرنے کی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت بہ مجتبی مذکور ہی اوسکا حاصل کلام یہہ ہے کہ اوس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہی ناپاک ا ھ
اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بہی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاستہ ہی ھ وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ شی رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق
چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اشبہ من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر پہر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا
قبیح اور مذموم ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کی مانند ہی ھ یہہ تقبیح اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن العز فجینئذ ینقض الوضوء
وھو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن العز نے کہا تو اسوقت مین یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو
کو توڑیگا اور یہہ مسئلہ عجیب اور غریب ہی اور اسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
مین اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشھد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی
فظاہر اذ لم یرد عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی اللہ تعالی
اونکو آفات سے محفوظ رکہے کہا ہی کیونکر اسپر اعتماد کیا جاتا ہی اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال عقلی بہرحال
روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہہ مسئلہ معتمد عالمون مین سے ایک عالم سے بہی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہین ھ مقدمہ کو
غیر مسلم کہا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ویشھد ببطلانھا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل حل اکلہ بصیرورتہ مستھلکا

ولا ینتفع له اثر فلذلک تقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ ہے اوسکے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کہ بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اوسکا بچہ سؤر کے دودھ
سے پالا جاوے اسوجہ سے کہ علما نے اوسکی حلت اکل کی علت بیان کی وہ یہ کہ مستہلک ہو جانا ہو جو تبدل سے ہو اسلئے کہ اوسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسیطرح ہم دائم الخمر
کے پسینہ میں کہتے ہیں کہ یعنی شراب اوسکے بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم یہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی کہ یون کہیں کہ عقل اسکی امید کرتی
ہے ولکننا فی ضیق غرابتہ وخروجہ عن الجادۃ فیجب طرحہ عن الشرح من متأنی وشنیع اور ہمکو کفایت کرتا ہے اوسکا ضعیف ہونے میں اسکا نہ
ادا ہونا اور اوسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ہم سرح بفتح سین مہملہ و را مہملہ
ہے طحطاوی نے کہا کہ منجملہ اوسکے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی متبادر ہو بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جاوے یعنی فردہ مذہب سے گرایا جاوے انتہی ملخصا ہم
اور منجملہ معانی شرح کے فنا دار بھی ہے کذا فی القاموس اور فنا دار عبارت ہے کشادگی پیشخانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلئے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور شرح بجائے پیشخانہ ہے لہذا ترجمہ
اسیکا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلالہ خرء فارۃ فان کان الخرء صلبا رمی بہ واکل الخبز ہم ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر
مینگنی سخت ہے تو پھینک دیجاوے اور روٹی کھائی جاوے ولا یفسد خرء الفارۃ الدھن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدھن
ونحوہ لفحشہ وامکان التحرز عنہ حینئذ خانیۃ ہم چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہون کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کیوجہ سے مگر جبکہ اوسکا مزہ یا رنگ تیل اور اوسکی
مانند مسائل چیزون میں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اوسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیۃ ہم خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہون
میں پڑ گئی اور گیہون کے ساتھ پس گئی تو اوسکی آٹے کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اوسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اوسکا تغیر طعم وغیرہ میں ظاہر ہو یعنی اب اسکا کھانا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر ہم رواتب سنتون میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاء استفتاح
یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر
میں یون مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتون کے قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتون میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کے
واسطے اوٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتون میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے
کہ ہر دوگانہ جداگانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول عامۃ مشائخنا اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتار
خانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیون کے نزدیک عصر کیوقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ میں تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے
ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اوسوقت کے تعیین میں اختلاف ہے علمائے حنفیہ کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من
الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کے لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل
رجل فی صلوتہ بعدہ لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مرد مقتدی
اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں داخل نہ ٹھہریگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی
ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر کذا فی النسخ وعبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناہ
قبیل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اوسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اوسکو نچوڑتے
تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخون میں اسیطرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب
الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اوسکی مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اسطرح کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر
نہیں نور الایضاح اور اوسکی شرح منیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اسلئے
کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمین اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول یہی ہے سو یہ مسلم نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اوسصورت میں جبکہ ناپاک

[illegible]

اگر اوپر تر سے سیدھا ٹپکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے صحیح ہوگیا کر بحث تصحیح حلوانی کے فتوی دیا بہ وہ کذا فی الطحطاوی قضا ہر جنکہ تحریر کا مرجع قریب تر ہے طہر رہا لیکن چونکہ حلوانی قول مفتی بہ کے مخالف تھا البتہ مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کالو فُرِشَ الثوب المبلول علی حَبْلٍ نجس یابس او بُسِطَ علیه دَهْن مُشْتَرٍ ارض نجسة او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظهر اثره لا یتنجس ثانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانو نکو دھویا اور ناپاک زمین پر ناپاک فرش پر سویا اوسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑا یا پانون یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہو گا کذا فی الخانیة مم مترجم نے کہا ناپاک زمین پر تر پانو اس طرح چلا کہ زمین تر ہوگئی اور سیاہ ولیکن اثر نجاست کا پانون میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانون سے تو ناپاک ہوگا اور اسطرح میں ہوا اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہوگیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط رطوبت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی فری الزکوٰة الا انه سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرة للقلب لا للسان ادا ہو زکوٰة کی نیت کی مگر اوسکو قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اوسلیے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا مم صحیح تر روایت بھی ہے کہ نیت دل کا اعتبار ہے والکلام ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من له حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بمال وجه لبیت المال فله اخذه دیانة قدّمناه قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں چنانچہ علماء دین سو اونسے بیت المال کا مال پایا تو اوسکو لینا اوسکا باعتبار دیانت کے جائز ہے باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے مم بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور اونکی اولاد اور طالب العلم اور وہ اعلاء دین میں ہو اون سے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرجاوے اور اوسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اوسکی مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیه کفارة واحدة ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناه فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اونسے دو رمضانون کے چند روزے توڑے ہون تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یہ نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہون یا پانچوین کی تو صحیح ہے مم اسلیے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوٰة صح ایضا وان لم ینوِ الصلوٰة اول صلوٰة علیه او آخر صلوٰة علیه کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانون کی قضا کی نیت جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یون نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہون جو مجھپر واجب ادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہون جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے مم مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہہ ہے کہ دو رمضانون سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پہلی تاریخ کی تعیین ضرور نہیں اور یہہ نہیں کہ دو نو رمضان کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنیوالا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہوجاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوٰة وفی رمضانین ایضا قلت وکذا قدمناه فی باب قضاء الفوائت لکن المصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانون میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہون اور اسطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہوکر مم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانون کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانون میں تعیین کی یہہ صورت ہے کہ یون نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہون اور قضاء صلوٰة میں اور اوسکی دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہون اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر بھی جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہوگئی اوسکی متعین کرنے سے اور اسطرح وقت بھی متعین ہوگیا اول یا آخر کہتے ہیں اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اوسکے بعد کی نماز اول اور جو اوسکی پہلی ہے وہ پچھلی نماز ہوگی مصنف نے کہا اور یہہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مخلص ہے اوس شخص کیواسطے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ ہون اور اوسپر مشتبہ ہوگئے

یا اوسنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب لما علیہ لا یمکن مراعاتہ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ انتہی بلفظہ پہر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکہا جسکی عبارت یہہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوگئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلا کفایت کرتی ہے نہ اوسکے سوا اور یہی مذکور ہے محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز مین اسکا یاد رکہنا لائق ہے انتہے بلفظہ ثم رأیتہ نقل عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل لما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ لذلک پہر دیکہا مین نے صاحب بحر الرائق کو کہ اوسنے محیط کی عبارت مذکور نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پہر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا ہے جیسا کہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے جیسا کہ تبیین مین ہے انتہے بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا ۔ وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے مولف کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بہی ولوالجیہ مین صحیح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے ۔ رأس شاۃ متلطخ بدم احرق الرأس وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقدمنا انہ من المطہرات بہیڑ بکری کا سر خون مین لتہڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اوس سے دور ہوگیا پہر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دہونے کی برابر ہے پاک کر دینے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بہی مطہرات مین داخل ہے ۔ آگ نجاست کو فنا کر دیتی ہے بیان تک کہ شی ناپاک مین ناپاکی کا کچہہ اثر نہین رہتا یا جلا کر راکہہ کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے لہذا اگر گوبر جلکر راکہہ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ ہو جاوے یا کہ سور نمک سار مین گر کے نمک ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ۔ سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ۔ یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام اور محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ محل خلاف اوس وقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمتہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بہی مذکور کر دیا ہے ۔ جب عشر زکوۃ ٹہہرا تو وہ فقیر کا حق ہے ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اوسکو بہی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفعہا الامام الارض الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہوگئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصونکو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے فان فضل شیء من اجرتہا دفع لمالکہا رعایۃ للحقین پہر اگر کچہہ فاضل بچے اوسکی اجرت سے کچہہ تو زمین کے مالک کو دیدو دونو حقون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ نے اور بیس روپیہ زمیندار کو دی فان لم یجد الامام مستاجرا یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پہر اگر بادشاہ اوسکو نپاوے جو اجرت پر لے تو اوسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اوسکی ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اوسکی مالکو پہیر دے کذا فی الزیلعی قلت قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اوپر ہمنے کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا

جاوے ہم سقوط بالتداخل کا محل اوس وقت ہے جبکہ الگ ہ جز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محل خوب ہی تکرار
و مفی نہان میں ہے کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نکیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہہ اوسپر ہی ساقط ہوگا
اور یہہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحطاوی غنمٌ مذبوحة ومیتة فان کانت المذبوحة اکثر تحری واکل وان کانت المیتة
اکثر او استویا لا یتحری لو فی حالة الاختیار اما فی حالة الضرورة یحل لہ التحری مطلقا ومن جنسہ بکریاں ذبح ہوا اور مردار ہیں سو اگر مذبوح زیادہ
ہوں تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال و مردار دونو برابر ہوں تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اور مضطر کرے ذبح کی بکری پاوے
اور نہیں تو اٹکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم و زیادہ اور یہہ گنجائش کیا ہم کثرت کا اعتبار اوسواسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ
اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا و نیز حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اوس
سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں رد المحتار میں یون ہی ہو وہی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نرہا جہان اس مسئلہ کو ذکر کرچکا اور بعض نسخو نمین یون ہی کالامر فی الماء والآثار
کذا فی الطحطاوی اور عربی کے لکھی ایک نسخہ صحیحہ میں فقط و ہم سے میں نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ مذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کے خون سے بھری ہوتی ہیں ایماءُ الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکھنا بیان کی مانند ہے یعنی زبان سے بولنے کی برابر ہے ہم یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہے توت احکام میں بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ بہم منتقی سمجھا دیوے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان منہ تات وہ ہے
جو کلام کرنے پر قادر ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ھما سواءٌ اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہیں سے فی
وصیة ونکاح وطلاق وبیع وشراء و قود وغیرھا من الاحکام ای ایماءُ الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ
وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت ومر فی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہے وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص
وغیرہ من الاحکام میں یعنی گونگوں کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے میں کہتا ہوں اور یہہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ ھنا الاکمل وابن الکمال والبلغی وغیرھم بقولہ
مفادکلامھم انہ لو اقر بالاشارة او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا والا لا معتقل اللسان کو بیان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دیوے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہیں تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ہم جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارة
لا یحل وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا زوجہ کا مہر اوسکی متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں لکن ذکر ابنہ فی النہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے نہر میں جہاں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ہم یہہ ہے کہ جو علماء ذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار جیسا کہ انشاء طلاق و
عتاق اور انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت نہیں تھی
علت ہوگی اور استناد یہہ کہ حکم نے ابھی ثابت ہو پر مستند ہو بعینہ منسوب ہوا اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہونی ہر سال

پوری ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جبتک کہ نصاب کا وجود ہوا او وہ تبیین یہہ کرتے الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تہا پہلے سی چنانچہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین
ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ
ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصا آہ قولہم و الضابط للمقتصر و المستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط
یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستندا کما فی البحر من باب التعلیق یخالف ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح
تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہہ قول ور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کو اسطی یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے
واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہے باب التعلیق سی مخالف ہی اوسکی جو مصنف نے اکمل ور ابن کمال اور زیلعی
کیطرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد
کے تو اگا واور بحر دارر مثل اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہی لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرئ بالشبہات
لکونہا حق اللہ تعالی ولا فی شہادۃ ما منیہ نہوگا گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی
جاتی ہین اسلئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم
نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اوسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو
صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر وصرح فی الصوم روزہ دار اپنی معشوق کی رال
نگلیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہوگیا ہم اسواسطے کہ ان دوسرے کی رال سے
گہنتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیر وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہوگئی کذا فی الطحطاوی
قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہو جانا بعضی حاجیونکا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہو چکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا
من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز حکما کما حرر ولہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور
حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی حکما چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ
روکنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا و کنت ولو کان المنزل لہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی حلبیہ
اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت
الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ
زوج سے علحدہ ہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطیکہ حق پر زوجہ ہی اسلئی کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ
کیطور یہہ ہے کہ زوج نے مثلا مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع
امتک وارید بیتا علحدۃ لیس لہا ذلک کذا ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نرہونگی اور
مین علحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نرہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین
مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے مالک یا اپنی لونڈی
سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطیکہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ
کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا اے مولی میرے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنا بر اوس تقریر کے جو اپنی محل مین گذر گئی
یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا مولی کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون
تعلیل مذکور ہے کہ مولی اسکے حقیقی معنی ثبوت ولا علی العبد پر دلالت کرتے مین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہرا اس کلام عدم

استشراء وبیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید لو برهن المدعی علی وفق دعواه بخلاف
المنقول عقار متنازع فیہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی المحیط) گواہ
گذرانے برخلاف منقول کے ھ یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے سے کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں
ہے مواضعت یعنی دونون کے گٹھ جانے کے احتمال کیوجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے
تاکہ حاکم اوسکا حکم دیدے پھر جب اسنے حکم کیا تو اب اوسکے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اوسکا دعوی
مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اوسکے قبضہ سے خارج کرنیکا بسبب ثابت
ہوجانے اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکفی تصدیق
المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول
صحیح میں مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی
زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے ذکر کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں
یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا
یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہے ملک مطلق کے دعوی مین ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید او اقر
بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ
ایضا کما بسط فی البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضے مین ہے سو ذی
الید نے اوسکے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ دعوی فعل کا یعنی
خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ بہ
کمنقول ھو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ یفتی ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی
ولایت اور حکومت مین نہین تو اوسمین قاضی کا حکم اوس عقار مین صحیح ہے جیسے مال منقول مین صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب القضاء مین آگے مذکور ہوچکا کہ وہی
شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہے اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اوس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہے تاکہ وہ اوس زمین کے دلانیکا
امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہے اور اسی قول پر صاحب کنز
اور ملتقی چلے ہین ھ مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ قاضی کا
حکم محدود مین صحیح ہے اگرچہ عقار محدود اوسکی قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او
بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو
المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر آیا سوا ہی اسکی مجکو کچھ اور ظاہر ہوا یعنی مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین
گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکی اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق
ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تلفی کیوجہ سے ھ اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ رای اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رای ثانی سے جو اوسکی برابر ہے منقوض
نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعوی اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھ صحیح دعوی وہ ہے جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اوسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور مطالبہ
جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعوے

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کیصورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کرے اور یہہ
بیان نکرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اسکا
حکم جاری رکہنا لائق نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی لمخالفتہ الا فی ثلث مرت فی القضاء علو بعلمہ او بخلاف مذہبہ او ظہر خطاءہ قاضی
کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتونمین نافذ نہین جو کتاب القضا مین مذکور ہوگئین یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون
گواہون کے حکم کیا یا اپنی برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن
الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر والمنفذ ہو قاض اخر فحینئذ لا یکون القول لہ فی انہ
لو ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تونے
حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے
کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق مین یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم
قضا مین مقبول نہوگا بسبب جود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی مین واقف نہوا اس قید پر سوای صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط
نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرطا نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ مین اسطرحپر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے
حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہین طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق مین جیسا کہ حد و اور عتق اور طلاق مین حادثہ ہونا
شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا
نزاع معتبر نہین انتہے فلو تحاکم اجنبی علی آخر عند قاض فقضی بہ ببرہان بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ قضاءہ
لفقد شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر کما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے
شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین
مین تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ
قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق جیسا کہ ہمنے اسکو کتاب القضا مین ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ
مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک
لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ہی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف
مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضای اپنی مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اوس شرط کے
جو اوسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ
کے جو شرط تہی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل مر فی القضاء قیدہ بالریبۃ فی
حکم الاول فافاد انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اوسکو جائز ہی اصل کے گواہونکو طلب کرنا یہہ
مسئلہ مذکور ہوگیا کتاب القضا مین مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب قاضی کو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض
نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقہ
فللثانی نقضہ فواکہ بدریہ مین کہا کہ فقہانے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اور درستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضاء اوس قاضی کے کہ

تشفی نہین یا جاہل ہو کر اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ مثلاً ظاہر ہوگئی ہو اور اسکی طریقہ منصوص ہے تو دوسرے قاضی کو اوسکا توڑنا
جائز ہے ھم قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کیصورت یہہ ہو کہ وہ تشفی نہین ہو جاتا ہے اور اسکا حکم کر دیتا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہہ صورت ہو کہ ثبوت مجرد دو کا حکم
کیا اور حالانکہ یہہ بیان اوسمین نہین کہ وہ بالغ ہے یا مانند زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اسصورت مین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی واذا امر مکتب
بیع التعاطی بل بیع باطل او فاسد لا ینعقد امر فی اول البیع عن الخلاصة والبزازية والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فا
سد پر تو منعقد نہوگی یہہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ھم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد جیسے بیع بشرط
ہو جو مقتضای بیع نہین اور ترتب کے لفظ سے یہہ اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا
فی الطحطاوی اختبأ قوم ثم سأل رجلا عن شيء فاقر به وهم يرونه ويسمعون كلامه وهو لا يراهم جازت شهادتهم عليه بذلك الاقرار
ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا اوس سے اوس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکھتے ہین اور اوسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر اون کو
نہین دیکھتا ہو تو انکی گواہی اوس شخص کے اِس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا كلامه ولم يروه لا تجوز شهادتهم عليه لان النغمة تشتبه فقط
الا اذا علموا انه ليس فيه غيره بان دخلوا البيت ثم خرجوا وجلسوا على بابه ولا مسلك له غيره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم يروه
اور اگر لوگون نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اوس پر جائز نہین ہے اسلئے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہو گا
مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اوس مکان مین سوای اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہین ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اوسکے دروازہ پر
بیٹھے اور اوس کوٹھری کا سوای اوس دروازے کے کوئی اور راہ نہین ہے پھر ایک مرد اوس کوٹھری مین داخل ہوا سو اون لوگون نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو
نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے باع عقارا او حيوانا او ثوبا وابنه او امرأته او غيرهما من اقاربه حاضر يعلم به
ثم ادعى الابن مثلا انه ملكه لا تسمع دعواه كذا اطلقه في الكنز والملتقى وجعل سكوته كالافصاح قطعا للتزوير والحيل بیچا عقار یا
جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہے اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری
ملک ہے نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہوگا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی مین اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا قطع تزویر
اور قطع حیل فاسد کیواسطے ھم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل
کر کے یہین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ یہہ قید ہی تو قریب ہے اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہہ مخفی نہین ہے جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی
مختصرا وقالوا فيمن زوج بنته وجهزها ان سكوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضى فلا يملك طلب الجهاز بعد سكوته كما مر في باب المهر
اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے عدم جہیز
تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا بخلاف الاجنبي فان سكوته ولو جارا لا يكون رضى برخلاف اجنبی
شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا سكت وقت البيع والتسليم وتصرف المشتري فيه زرعا
وبناء فحينئذ لا تسمع دعواه على ما عليه الفتوى قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری
نے اوسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوین
وبخلاف ما اذا باع الفضولي ملك رجل والمالك ساكت حيث لا يكون سكوته رضى عندنا خلافا لابن ابي ليلى بزازية من الفصل
الخامس وغيرها اور برخلاف اسصورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے اخیر مین مذکور ہے اور اوسکے سوا اور کتاب مین بھی ھم سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا

اوسکے بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونو کا محتمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا او کنت وقفتہا واراد تحلیف المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما تبعہ الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اوسکو وقف کیا تھا اور بایع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہہ اوسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بایع نے اوسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا برصحیح تر قول کے نہ اس سبب سے کہ دعوی بایع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بیدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہوجاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں محقق بیان کیا ہے وھبت مہرھا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الھبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ھذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ تبعا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ ما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکی مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اوسکی صحت میں ہبہ کیا تو وارثونکا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ ان سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ھ باقی کلام قاضی خان کا یہہ ہے کہ ہبہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہہ ہے کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہوں قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراح کالزیلعی وابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکہا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الھمام فی اخر المہر فقال وجہ الظاھر ان الورثۃ لم یکن لھم حق بل لہا وھم یدعونہ لانفسھم والزوج منکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہہ ہے کہ وارثونکا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اوسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثونکا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے ھ یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہہ وکالت اوسی مجلس پر مقصور ہوا ہے برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور اوسمیں زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے کہا کہ میں تجکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ میں نے تجکو معزول کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متے کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فحینئذ ینعزل تو اگر یون کہا کہ ہر بار میں تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکو معزول کرنے میں یون کہیگا کہ میں میرا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہوجاویگا قبض بدل الخلع اشتراط ان کان دینا لا ان صالحہ علی دراھم عن دنانیر

اوعن شیئ اٰخر فی الذمة قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درموں پر صلح کی دینار دیکر یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں ولکن لا یکن دیناً بدین لا یشترط قبضه لان الصلح اذا وقع علی عین تعین لا یبقی دیناً فی الذمة فیجوز الافتراق قبل
اور اگر صلح دین کی دین سے ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نرہی تو اوسمین افتراق جائز ہے
یعنی بر خلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال المدعی لا بینة لی فلو برهن
ولو بعد حلف خصمه جواهر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبه لیمینه اذا حلفت فانت بریٔ من المال الذی لی علیک وحلف ثم برهن علی الحق
قبل وقضی له بالمال خانیه مدعی نے کہا کہ میرے دعویٰ پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اوس مال سے جو تجہپر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پہر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہو گی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ هم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہائے کہ ہزار درم تجہپر ہین تو مین ادا کروں سو اوسنے قسم
کہائی پھر مدعا علیہ نے درم ادا کئے سو اگر ادا بوجہ شرط مذکور ہے ادا کئے تو یہہ باطل ہے اوراگر نے والیکو پہیر لینا اختیار ہے اسواسطے کہ یہہ شرط باطل مطابق ترع کے
نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے مدعی پر نہین اوقال الشاهد لا شهادة لی فشهد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پہر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی بسبب امکان توفیق کے بہولنے سے پہر یاد کرنے سے یعنی یہہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد
نرہی ہو پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قبول کا مانع نہین کما لو قال لیس لی عند فلان شهادة ثم جاء فشهد او قال
لا حجة لی علی فلان ثم اتی بها بالحجة فانها تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض جیسے اگر ایک شخص نے
کہا کہ میرے نزدیک فلان شخص کے سر ایک پیر حق کی گواہی نہین پہر اوسنے حس کرایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میری حق کی فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہین پہر وہ
حجت شرعی لایا یعنی گواہی سے دعویٰ ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہمنے ذکر کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکر بر خلاف اوسکے جبکہ بولا کہ
میرا حق نہین پہر اوسنے حق کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسموع نہو گا مانع کے سبب هم اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اوسکا
جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ مین برات ذمہ مدعا علیہ قول اول اوسے ثابت ہو چکی پہر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہو گی کذا فی الطحطاوی للامام ان یخرج
لیفعل شیئاً من الاقطاع انسان امن طریق الجادة ان لم یضر بالمارة لان للامام ولایة ذلک وکذا نائبه یعنی حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہو اوسکو اختیار ہی کہ قطعہ زمین کو معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اوسقدر زمین دینے سے چلنے پہرنیوالونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہی تو اسیطرح اوسکے نائب کو بہی اختیار ہے شارح نے کہا لیقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہی مجرد نہین صادره السلطان ولم یعین
بیع ماله فلو عینه فمکره الا ان یاخذ الثمن طوعاً فباع ماله بسبب المصادرة صح بیعه لا تخیره لا یکا مر فی الاکراه ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکی مال کا بیچنا مقرر نہین کیا یعنی یون نہین کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دے سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادره سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہی اسواسطے کہ بائع مکره
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراه مین یہہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکره ہی جسلئے
اوسکی بیع اسپر صحیح نہین مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکره نہو گا بیع اوسکی صحیح ہو گی کالدائن اذا حبس بالدین فباع ماله لقضائه
صح اجماعاً جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سو اوسنے اپنا مال بیچا ادای دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفها زوجها
او غیره بالضرب حتی وهبت مهرها لم یصح ان قدر علی الضرب لانها مکرهة علیه زوجہ کو اوسکے زوجنے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہی اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر هم ضرب سے ضرب شدید مراد ہی اسواسطے کہ
ضرب غیر شدید سے اکراه ثابت نہین ہوتا وان اکرهها علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکره واقع ولا یلزم المال به لما قلنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع
ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اوس دلیل سے جو ہمنے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی هم اسمین نظر ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہین طلاق مین کذا فی الطحطاوی
عن النسفی ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وهبت المهر للزوج لم یصح قالوا وهی الحیلة قلت انما لم یصح لو قبله فیفعل حیلة بان
یقال انه یتمکن المحال من مطالبته برفعه الی من لا یشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا
تو درست نہوگا فقیہون نے کہا ہی اور یہی حیلہ ہی مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکے حیلہ کو معلوم کرجاویگا یعنی ترک قبول
کریگا اور حالانکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جواب دیا جاوے کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اوسکی نالش کرکر
اوس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا فی ملکه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحویله لم یجبر علیه
ومفاده انه یؤمر بالرفق دفعا للاذی ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اوس سے اوسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اوسکے
ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیواسطے اور عدم
جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منه لم یضمن لعدم تعدیه اذ حفره فی ملکه فکان تسببا اور اگر دیوار گرگئی
پانی کی تراوش سے تو کہودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کہودا تو یہہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب
ہوا نہ فاعل اوسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہی نہ متسبب ومر فی آخر الاجارة انه لو سقی ارضه سقیا لا تحتمله فتعدی لجاره ضمن اور کتاب الاجارہ کے
آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پونہچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار
زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها لصحة امرها زوج نے اپنی زوجہ کے گہر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ
عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے
دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ویکون غاصبا للعرصة فیؤمر بالتفریغ بطلبها ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت
بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہے زمین کا تو اوسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اوسکی طالب
ہوگی تو حکم ہوگا ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع فی البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو
عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹہریگا تو خرچ کا لینا اوسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمه ولا بینة فالقول
للمنکر بیمینه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور اوسکے گواہ نہین تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارة لها
او له فالقول له لانه هو المتملک کما افاده شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان
زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا قال هذه رضیعتی ثم
اعترف بالخطاء وصدقته فی خطائه فله ان یتزوجها اذ لم یثبت علیه بان قال فاذا انه لا یثبت الا بالقول کقوله هو حق او صدق او کما
قلت او اشهد علیه بذلک شهودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہہ عورت میری شیر خوارہ
یعنی میری زوجہ کا اسنے دودہ پیا ہی پہر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانے کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی بشرطیکہ
شیر خوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہی یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو اسکے معنی مین
ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے هم مصنف نے عدم ثبات قول
کو شرط ٹہرایا اگر یون کہتا کہ اوسکی شیر خوارگی حق یا راست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کئے پہر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا
مقبول نہوگا اگرچہ عورت بہی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح نہوتا کذا فی الطحطاوی وهل یکون تکرار اقراره بذلک ثباتا خلاف فی مبسوط والمبسوط

حاصله ان التکرار لا یثبت به الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہی یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمونکا جو مبسوط میں شرح نکرنے سے اور حاصل یہ ہو
ہی کہ مکرر سے اقرار ثابت نہین ہوتا ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حاصلہ کے یہ ہو کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان من یدہ
لم یضمن لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنی مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ کھینچ لینا
سبب ہی بھاگنے کی ھم وائن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بھاگجانے سے تو ازم کھینچنے والے پر حق تلفی مضاف نہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیرہ او امسک هاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چرایا
یا جو شخص اپنی دشمن سے بھاگا تھا اوسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اوسکو دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اوسی دلیل
سے جو ہمنے ذکر کی یعنی تسبب ہے ھم یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان
فقال لہ سلطان ادفع الی ھذا المال والا اقطع یدک او اضربک خمسین فدفعہ لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ مین
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہ مال مجکو دیدے اور اگر مجکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ ہوا اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ
ای بعد ھذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک غصبہ صح اجازتہ وحینئذ فبرئ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلونکو بھی لاحق ہوتا ہی بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز
رکہا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے ھم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں خلاف
نہین ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو استغلہ فاصر بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظ وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے منفعت
لیلیا پھر مالک نے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اوسکی خوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے ھم
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اوسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی فیکا انفاق اذ لو وجد میتا من ساعتہ لم یحل زیلعی وجد
الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ ولا نہو کالنظیر بھا یا جال جنگل مین ڈالا دوسرے گورخر کا شکار کرے اور اوسپر
بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نکھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہی کہ اوسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہین تو اوس جانور کی مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دنکی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ
والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراہۃ ذلک مکروہ تحریمی ہین بکری کی سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود
اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اس اثر اور خبر کے جو اوسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزونکو مکروہ تحریمی
کہا ہی اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیا کی اقرب بدلیل ہے وجمعہا بعضہم فی بیت واحد فقال ع فقل ذکر والانثیان مثانۃ + کذاک
دم ثم المرارۃ والغدد + اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہی سو تو کہہ کہ ذکر وانثیان اور دونون خصئے
اور پھکنا اسیطرح خون ہی پھر پتہ اور غدود ھم اس بیت مین چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیرہ ع اذا ما ذکیت شاۃ فکلہا + سوی سبع
ففیہن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بکری ذبح کیجاوے تو اوسکو کھا
سوا سات چیزون کے کہ اونکے کھانے مین وبال ہی سو وہ حاء مہملہ ہی پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ھم حاء مہملہ سے

ہیا یعنی جیم مراد ہوا اور خاء معجمہ سے خصیہ اور عین سے غدود اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہی للقاضی
اقراض مال الغائب والطفل واللقطة بشروط تقدمت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہی اُن شرطون کے
ساتھ جو کتاب القضا مین مذکور ہو چکین ھم شروط مذکورہ یہہ ہین کہ یتیم کا وصی نہوا اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہوا اور مستقرض مقدور والا ہو دی
بخلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا اشترها حتی شاع جاز تصدقہ فاقراضہ اولی یعنی برخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانیوالے کے یعنی
باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہین ہے جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگون مین خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہو جاے
تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اوسکو قرض دینا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ھم طحطاوی کے نسخہ مین یون عبارت ہی الا اذا اشہدہا
حتے شاع تصدقہ فاقراضہ اولی دونون عبارتونکا حاصل مطلب ایک ہی قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ
لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیۃ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکونکو عذاب کریگا تو اوسکی عورت مطلقہ ہی اس قائل کی عورت پر
طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکونمین سے بعضون پر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی وظاہرہ توجیہہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک
فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبۃ
جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہی کہ اس بعض غیر معذب سے
لوگ مراد ہین جنپر لفظ مشرک کا اطلاق سنے الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ مین شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرحپر کہ اپنی عمر مین مشرک ہو پہر اوسکا خاتمہ بخیر ہوا ہو کلمہ
توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعا مشرک ہین یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہے پہر جب یہہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب
نہین اور یہہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہی صادق نہ آیا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم منطق مین ثابت ہی کہ صدق
سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہین رہتا موجبہ کلیہ یہان ان کان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہی یعنی کل
مشرکین منتہ اطفال مشرکین مین اختلاف ہی علما کا مشہور یہہ ہے کہ وہ بہشت مین داخل ہونگے وقد اوردہ ہذا اللغز علی غیر ہذا ابن وہبان فقال
وہل قائل لا یدخل النار کافر ۔ ولکنہا بالمؤمنین تعمر اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو ماتن کے مغایر اور طرحپر لایا ہی وہبانیہ مین
سو اوسنے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخمین کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سے معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما
رأوا النار یؤمنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب
یہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکہین گے اللہ تعالی پر اور اوسکے رسول پر ایمان لاوین گے اور اوسوقت کا ایمان اونکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو کافرون
اونکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکہینگے ہمارا عذاب ھم تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات اونکی اس ایمان کے ذریعہ سے ممکن نہین
دیکہو کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر اللہ من ہذا التلفظ ولعجز البیت معنی اٰخر وہو ان عمارہا خزنتہا القائمون بامرہا
وہم مؤمنون ففی البیت سؤالان اور بیت مذکور کے پچہلے مصرع کا ایک مطلب اور بہی ہی وہ یہہ ہی کہ دوزخ کے رہنی والے اور اوسکے موکل فرشتے
ہین جو وہانکے کام پر قائم اور متعین ہین اور وہ مؤمن واقعی ہین تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت مین دو سوال ہین اگرچہ سوال ثانی مین استدراک مستبعد ہی کذا فی الطحطاوی
الابن الشحنۃ وعندی ان ہذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یذکر ویسطر ولا یقبل تأویل قائلہ انتہی قلت ہذا معروضوح وجہ
تکلم فیہ فکیف الاول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اوسکا بولنا جائز نہین اور اسکی لائق نہین ہی کہ
کتاب مین محرر ہو اور مسطور ہو اور مناسب نہین کہ اوسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور یہہ یعنی بیت کا
سوال ثانی یعنی مؤمنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اوسکی وجہ کے اوسمین کلام کیا گیا اور اوسکو مسلم نرکہا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخمین داخل نہوگا
کیونکر مانا جاویگا سو آگاہ رہ کتاب کے دیکہنے والے اس سے غافل نہو جیو ھم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ بعضون نے یہہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام

ابو حنیفہ رحمت پر جیسا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق مین جو کہتا ہی کہ مین بہشت کی امید نہین رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور مردار اور خون کھاتا ہون
اور بن دیکھے گواہی دیتا ہون اور حق سے نہین ڈرتا اور بے رکوع اور سجود کے نماز پڑہتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انہون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہی
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کہاتا ہے اور یہود و نصاری کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہین دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہین
ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑہتا ہے اور حق موت کو مبغوض کہتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت
مین ایک طرح کا استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر
ایسے کلام کو حرام کہتا ہون اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصا اس زمانے مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی مین
پھیل پڑے ہین انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ھم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر بقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے جنہ مین اور بیباکون کا
کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من سوء الادب وفضول الکلام ثم رایت شیخنا قال قد تصدی بنقله علی نفسه بالا یکاد ذاته ماکان ینبغی له
ان یذکره وباللہ التوفیق پھر جنے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی جب نے ایسے
کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہی انتہی مین ھم طحطاوی نے کہا ابن
شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہی اور اوس نظم مین یہہ بیت بھی داخل ہے صبی حشفته ظاهر بحیث لو راه انسان ظنه مختونا ولا تقطع
جلدة ذکره لا یتسن بدا الا بحرج ترک علی حاله ایک لڑکا ہی جسکی سپاری اسطرح نمودار ہی کہ اگر آدمی اوسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہوچکا ہی اور اوسکے
نازے کی کھال قطع نہین ہوسکتی مگر سخت دردرسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چھوڑا جاوے ھم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع
کرنے کی حاجت نہ رہی کیتیجا سلو وقال الفعل النظر ولا یطیق الختان ترک ایضا اس بوڑہے کی جو مسلمان ہوگیا اور واقفکار لوگونے کہا کہ یہہ ختنے کی طاقت
نہین رکھتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاوے ولو ختن ولم تقطع الجلدة کلها ینظر فان قطع الاکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما
دونه لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقة وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیئے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو
ختنہ ثابت ہوگیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلئے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ھم ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ
وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة
علی ترکه حاربهم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیق ظاهر اور اصل یہہ ہی کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ
علامات اسلام اور اوسکی خصوصیات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہین
ہوسکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہین رکھتا ہی تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقته غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی
الملتقی اور ختنہ کرنیکا وقت غیر معلوم ہی یعنی کس عمر مین ختنہ کرنا چاہیئے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس مین کذا فی
الملتقی ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ سات برس کی لڑکی کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر مین اوسکا ختنہ کرنا چاہیئے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہہ قول ما فی متن مذکور ہوا
خزانة الاکمل مین اتنا زیادہ کہا ہی کہ اگر اس سے کم عمر ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا حتی بالغ نہو ختنہ کرلے
اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہے اور قبل بلوغ کے اوسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہے
ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاه اثنا عشرة سنة وقیل العبرة
بالطاقة وهو الاشبه اور بعضون نے کہا انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہی اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب تر ہی الاشبه
وقال ابو حنیفة لا علم لی بوقته ولم یرد عنهما فیه شیء ولذا اختلف المشائخ فیه اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنیکے وقت کا اور

اماموں سے بھی اسمین کوئی روایت وارد نہیں تو اسوا سطے عالمونکا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ
سنت نہیں ہے بلکہ عورتونکا مردون کے واسطے تکریم ہے ھ یعنی حق تعالی نے شرعیت ختان نساسی مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ انکی جلاوٹ
کذا فی الطحطاوی وقیل سنۃ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورتونکا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام
فقال ؎ وفی الرسل مختونا لعمرک خلقۃ + ثمان وتسعۃ طیبون اکارم + وھم زکریا شیث ادریس یوسف + وحنظلۃ عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح + سلیمان یحیی ھود یس خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ہے ان انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو
جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہہ ہین حضرت زکریا اور حضرت
شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام
اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلوۃ والسلام
ھ طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحتہ وغیرہ من المداواۃ للمصلحۃ
اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اوسکے قرحہ کو چیرنا پھاڑنا اور اوسکی سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھ اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کی
واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعۃ لہا اور جانورونکی فصد کہولنا اور اونکو داغنا اور جس علاج مین کہ اونکی
واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وھرۃ تضر ویذبحہا ای الھرۃ ذبحا ولا یضر بہا لانہ لا یفید ولا یحرق قہا اور
جانورون مین اوس جانور کا مار ڈالنا جائز ہے جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر دالے اور اوسکو نہ مارے
اسلئے کہ مارا اوسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اوسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل ق
والقاء القملۃ لیس بادب اور مبتغی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین ان لکڑیون کے جلانیکا جنمین چیونٹیان ہین
اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے ھ اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور صورت نسیان ہے اور گرسنگی سے اوسکی ناحق تعذیب ہے
تو اوسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی شبت وجازت المسابقۃ بالفرس والابل والارجل والرمی للریاض للجہاد اور مسابقت یعنی
باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گہوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کیواسطے ھ مسابقت کی شرط یہہ ہے
کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گہوڑا وہان تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گہوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہہ معلوم ہو کہ ایک گہوڑا سبقت نکر سکیگا بالضرور تو جائز
نہین اسلئے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اسصورتمین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اور اس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز
ہوگا کذا فی النہر ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہو اور دل بہلانا تو ایسا مسابقت کروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط
الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے
کہ اگر زید کا گہوڑا نکلجاے تو مال شرط خالد دے اور اگر خالد کا گہوڑا آگے بڑھجاے تو زید مال دے یہہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا
بشرطہ کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہے جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کر لین اوسکی شرط کے ساتھ
چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ھ صورت ادخال محلل کی یہہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون کے
دونون مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجہپر سبقت کرجاوین تو ہم تجہ سے کچھ نہ لین ولیکن جو زید اور خالد مین مال شرط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو اونمین سے بڑھجاے وہ دوسرے
سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کرگئے تو انکو کچھہ
نہین لیکن محلل کی شرط یہہ ہے کہ اوسکا گہوڑا زید اور خالد کے گہوڑونکی برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو یقینا
یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب

استحسان کی دلیل سے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھجاے تو میں
کچھ تجھکو نہ دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہیں اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دو نوطرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہاں دو نوطرف اسکا احتمال نہیں
بلکہ ایک طرف ہارنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کی مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المسلم اور اگر ایک شخص نے سواروں کی جماعت سے
کہا کہ تم میں سے آگے بڑھجاوے وہ مجھ سے یہہ مال لے یا دستی تیر اندازوں سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر لگے وہ اتنا لے تو یہہ جائز ہے اور مسابقت کی اصل حد
مین اگر کسی مسئلہ مین تعارض واقع ہوا دو شخص کے بیچ مال مقرر ہوا ایکجانب سے یا دونو جانب سے شرط ہوا و محلل ثالث محلل کے اسلیے کہ حلت کیوجہ سے
شامل ہے کیونکہ دونوں بابوں میں سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی
غیر ھذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیء وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور
تیر اندازی کے سوا اور چیز میں جیسا کہ خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور
پورا بیان زیلعی مین ہے ھم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت
جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کا اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلی
علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات ملائکہ کے اوروں پر نبولا جاوے
بطریق پیروی کے ھم یعنی یوں کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللھم صل علی آل محمد و صل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہے
اللھم صل علی محمد وعلی آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ
حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ھو الذی یصلی علیکم) و (ان صلاتک
سکن لھم) لیکن جمہور علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا اونکے ساتھہ شریک نہونگے اور جو آیات
حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ آیا یہہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے
صحیح قول یہہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمیں تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلی
اللہ علیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اوپر رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ کی دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہہ بہتر ہے اقوال سے اور مراد
صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور مراد اسی ثنا کرنے کی ملائکہ کی رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الترحم علی النبی قولان
قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ مین ہے کہ
یہ لفظ مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللھم ترحم علی محمد جائز نہیں ھم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اسلیے کہ صلوۃ کی مانند تعظیم پر دلالت نہیں
کرتا ہے ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہیں یقینا اور بعضوں نے کہا کہ اللھم ترحم علی محمد کہنا
جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے حموی نے کہا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا ساتھہ
مغفرت کے واجب ہے تو مغفرت [illegible] کہنا جائز نہیں اور حرمت کی تعظیم واجب ہے [illegible]
انصار کی اولاد کی و مقدم تعظیم اوپر علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے میں رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وجوزہ السیوطی تبعا لا استقلالا
قلت یکفی التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعا نہ استقلالا تو دونو قولوں کا ضعف مرتفع ہوگیا اور حاصل ہم توفیق خیر کی مانگ
ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ھم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب مرضات الہی میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی خدا
کے واسطے جانفشانی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہوں اونکا اولی مرتبہ والیکی برابر نہیں ہوسکتا
جیسے [illegible] احادیث صحیحہ سے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اور

لوگوں کو جنکی نبوت میں اختلاف ہے جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یُقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور بعضوں نے کہا جنکی نبوت میں اختلاف ہے انکا نام لیتے وقت یوں کہے صلے اللہ علے الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ میں مذکور ہے والترحم للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہے اور جو انکے بعد ہیں از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ھ تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد کے صالحین کیواسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے کرمانی نے ھ ولہذا اکثر فقہ میں اماموں کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ صحابہ کیواسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگوں کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ھ مغفرت اور تجاوز کی اسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام میں قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام ھ اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنی تحائف رسانی ان دونوں دنوں کے نام سے حرام ہے ھ نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنیسے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ ہے مہرماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی الی مشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور اسکا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولو اھدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اوسدن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکی تحفہ رسانی کرے شبہ رفع کرنیکے واسطے نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی جا بجا ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہئے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی کہ جو اسکے قبل خرید نکی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر او کرباس علیہا ابریسم فوق اربع اصابع مہر اجید اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سوای ریشمی کے اور سوای اس کپڑے کے جسپر ریشم ہے چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیۃ ھ قلانس جمع ہے قلنسوۃ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکھتے ہیں کذا فی الجوہرۃ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصحح انہ یحرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر چار انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکی پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونوں مونڈھوں کے آدھی پیٹھ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت وکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردوں کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکراہیۃ میں گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ

او مستحب ہی کہ انگشت او حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالی کے کہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کیواسطے نکالی
ہی اظہار نعمت مرد کو مستحب ہی کہ اچھے لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۂ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الآیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو یہہ پسند کرتا ہی کہ اوسکی نعمت کا اثر
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنی جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت
چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہی امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسی اور ایسی پیوند تھی امام نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عامل انہین کی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ ترک اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود ولِلشَّابِّ الْعَالِمِ
اَنْ يَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّيْخِ الْجَاهِلِ ولو قرشیا قال اللہ تعالى وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ فالرافع هو اللہ فمن يضعه يضعه اللہ فی جهنم وهو
على الاصح ورثة الانبياء بالاختلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا بڑے جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالی ہی سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوالامر جنکی
اطاعت کا قران مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنابر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت یون ہے
وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی جب کہا جاوے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات اونکے جو ایمان لائے تم مین سے اور اونکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم اور دانا ہی تفسیر بیضاوی
مین ہی کہ حق تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کئے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اُس عمل کا مقتضی ہی جو مقرون
بمدرمت ہو اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر جیسی چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت اور ستارون پر اسیطرح طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قران مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس مین رفعت
اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسیطرح حضرت کے بعد بھی علما کی تعظیم کرنا چاہئے ابن عباس
نے کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اوستاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہی برابر وہ یہہ کہ عالم اور اوستاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اوسکی کلام کہنے اوبی سے رد نکرے
اور چلنے مین اوسکے آگے نہ بڑھے اور زوجہ کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب علم و عاکرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انہین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین
اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہئے تو وہ خوش ہو جاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہئے تو خفا
ہو جاتا ہی اختضب لاجل التزين للنساء والجواری جاز فی الاصح ويكره بالسواد وقيل لا ومر فی الحظر ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور یہہ
مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسف سے مروی ہی کہ جیسی مجکو یہہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہہ ہی کہ نہین ذکرہ الحمید مین ہی کہ منیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤن مین لگانا لائق
نہین کہ یہہ آرائش ہی اور وہ عورتونکو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہین انس رض نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا اونکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت

کا زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا
مقام یہہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہی اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھی اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھی چنانچہ یہہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے
سیاہ خضاب کرتے تھی چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیونکا مذہب یہہ ہی
کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی یا
سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغیر کرو اور بچو سیاہی سے انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت
غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیونکو حرام نہین کافرونپر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا بھی محل ہے قالہ الحموی
کذا فی الطحطاوی ھم مین نے اپنے اوستاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون
سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح
لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوے جیسے جائز ہے کہانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ سلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اذا نزلت الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گہر مین سو وہ بہاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بہاگنا
مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جہکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بھا طاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی
فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ
وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی سو اگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر کر
سے ہے تو کچھہ مضائقہ نہین اوسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر
وبا کے شہر مین گیا تو اوسمین مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہی تو وہان نجاوے اور نہ وہان سے نکلے تا کہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور
دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ لیس لہ ان یغزو لیس لہ ذلک بزازیہ
وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اُسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہے ھم یہہ قول محمول ہی اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ
من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتأخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم
وعللہ بالرفق للجانبین وقد قدمتہ قبیل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے
دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نلے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹہہر گئی مگر بقدر
ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابوسعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت
جانبین کو اُسکی وجہ مذکور کی ہی اور مقرر مین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید
کی اور دوسرے کے ہاتھہ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پہر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیئے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چہوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ محمد شارح کافی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن
فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قران کو لائق یہہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قران مجید کو ختم کرے ھم

اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالی افلا یتدبرون القرآن **خاتمہ** قران خوان پر سلام کرنا منع ہے اور قاری کو سلام کا جواب دینا
نہ دینا درست ہے قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن مین آوے تو اسپر صلوۃ واجب
نہین امام سے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال مین دو بار ختم کیا تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ مین ہے کہ بہتر یہ ہے
ہر ہفتہ مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اسکے واسطے نظیف اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حشرف ادا کرنا اور اوس مکان کو تعادیل اور شمعون سے روشن
کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور دعا کرنا اسلئے کہ وہ وقت برکت اور مغفرت کی دعا کا ہے اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب
ہے کہ تین دن سے کم مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اسکو تمام پڑھے اور جو اس سے زیادہ تر جانتا ہے وہ بہتر ہے اور اوقات قرآن کیواسطے
مبارک رمضان ہے اور بازار مین اور سوالی کیواسطے اور ناپاک مکان مین قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو کچھ چھوڑ دے تا کہ وہ مبہم اور
شرک نٹھہرے اور اگر آدمی مصحف کو اپنے گھر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف
ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمین پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر مثل قبر کی مانند کھود کر دفن کر دے یا اوسکو دھو ڈالے یا ایسی پاک جگہ مین رکھدے جہان
نجاست اور لوگون کے اقدام نپہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب بیشتر لپیٹ کر یا نہ پھیلا نوے یا غیر قوم مین کر دے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا
افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو مین نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا
سورت سیکھ کر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہے کہ اوسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونون
پاؤن سمیٹ لے اگر لڑکا گھر مین قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام مین مشغول ہون تو ترک استماع مین معذور ہین اگر انہون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے
اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہوگیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطا واللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل مین ہم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت مین
بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا
سہام متعدد معلوم مبین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون جمع ہوگئے کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار یہ علم
یا اصول مین فقہ و حساب کے تعرف بہا حق کل من له حق فی الترکۃ علم فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے
موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط
تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم
استخراج کی تین اصول مین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل ثالث اجماع امت ہے چنانچہ
کی ارث عمر فاروق رضہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا اور قیاس کو فرائض مین کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق
خمسۃ بالاستقراء اور حقوق بیان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان
الحق اما للمیت او علیہ اولا ولا اسواسطے کہ حق متعلق ترکۂ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان
ما للذمۃ وهو الدین المطلق اولا وهو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا
یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وهو الوصیۃ او اضطراری وهو
اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمین اختیار کو کچھ دخل نہین وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وسمّی فرائضا لانہ
تعالی قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار تتمہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلئے کہ حق تعالی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور
اور روشن کیا ایسے دن کی روشن کیا ہے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اوسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی

مقرر نہیں کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہ
سے کہ ان میں نصوص مجمل ہیں سنت نبویہ میں انکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر
واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخریٰ میں کہتا ہوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ھ بیان اسکا یہ ہے کہ علم
یا فقط نص سے ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہیں وقیل لتعلقہ بالموت
وغیرہ بالحیوٰۃ اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ھ یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کی
دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا یہ کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے ھ یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھل ارث الحی من الحی ام من المیت
للمعتمد الثانی شرح الوھبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سے ہوتی یا مردہ سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردہ کا کذا فی شرح الوھبانیہ
ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم
آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ویبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینھا کالرھن والعبد الجانی والمأذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرۃ ابتدا کیجاوے میت کے اس ترکہ سے جو
خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہو اور اجارہ کا گھر ھ ترکہ لغت میں
بمعنے متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہوگیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے جیسا کہ رہن وغیرہ
رہن کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً بائع کر رکھا پھر راہن مرگیا اور بائع مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے بائع کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز وتکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین بائع سے متعلق ہو گیا سو اگر ادائے دین کے بعد کچھہ باقی رہیگا تو تجہیز میں صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہے کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات میں کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچھہ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہے مولی سے ہاں اگر دیت دیکر کچھہ باقی رہے تو اس سے مولے کی تجہیز وتکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہے کہ اوسپر لوگوں کے دین ہیں مالک کی
زندگی میں پھر مالک مرگیا اور اوسکا کچھہ مال نہیں سوائے اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہیں تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن
معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھہ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ
فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھہ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقھا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوتی تکفین پر مگر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے
مال کے ساتھہ مال کے ترکہ ہوجانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہو گئی تھی بتجہیزہ وتکفینہ
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکے جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے ھ ضوء السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح

شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین اور عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑون سے زیادہ تو یہہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑون سے زیادہ کیا تو یہہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مردہ زندگی مین وسط درجہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے یہی اوسکی شرح کی عبارت مین لکھا ہے اور بعضی راؤن کے سے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا کفن مسنون اوسوقت دیا جائیگا جبکہ ادای دین مین قصور نہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے قرض نہ ادا ہوا اسی دین مین تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہین چادر یا جبہ ہون یا منسول اور عورت کے اسطرح تین کپڑے ہین کذا فی الطحطاوی ولو ھلک کفنه فلو قبل تفسخه کفن مرة بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہوگیا تو اگر میت کے پہوٹنے اور بھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار ہم توضیح اوسکی یہہ ہے کہ جب قبر کہود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت دفن سے قبر مین تر و تازہ تو پہر اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر پڑا ہے تو اول بار کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن پہٹا ہوا اور اگر بدن ٹوٹا ہو تو اوسکو ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چرایا گیا ہو ادای دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثون مین ترکہ قسمت ہوگیا اور قضاء دیون اور ادای وصیت ہوچکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بلکہ آنکی میراث کے اندازہ سے کفن دیا جاویگا اسیطرح برابر ہوگا ابتداء مال میراث کذا فی الطحطاوی وکذلک من کل ماله اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا ثلث مال سے نہین ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد یعنی میت کی تجہیز کے بعد آن دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہوگیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہو چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحة علی دین المرض ان جهل سببه اور صحت کا دین مقدم ہو مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اوسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو مرض کیحالت مین یا جو مرض کی مانند ہے چنانچہ قتل کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فیستویان کما بسطه السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونو حالتون کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح بیان کیا ہے ہم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض مین اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھ خرید کیا تہا یا کسیکا مال تلف کیا تہا تو یہہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکے اقرار کے سوای اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی برابر ہوگیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی وسط ضعیف - قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا ہے اور وسط وہ ہے جو گواہون سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض مین معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہے تو اوسمین وارثون کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہے کہ تصرف نافذ نہین علی قیاس المرہون شرح ملتقی مین ہے ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اسصورت مین مالک اوسکے نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا واما دین الله فان اوصی به وجب تنفیذه من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضون کے نزدیک نماز میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ کہنا مرتبط ہو اور بعضون نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہان تو گنجایش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہہ تو وصیت اور تبرع دونو کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے سے تو خراج دین سے اسواسطے کہ منافع خدمت کا بدل ہے برخلاف زکوۃ کے اسواسطے کہ اوسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجا ہی اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہی ھم وصیت مطلقہ عبارت ہی ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سی اور وصیت معینہ وہ ہے
جو شے معین سی متعلق ہو چنانچہ گہر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہی وہ یہہ ہی کہ بعینہ ثلث مال کی
وصیت کری اسطرح کہ مثلا تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہی نہ مقدم مین ثلث ما بقی بعد تجہیزہ و دیونہ وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سی
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ھم وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سی بشرط وقوع تجہیز اور ادای دیون کے یا بشرط وجود
ایک کی جبکہ دوسرا مرتبا یا جاتا ہو اور اگر تجہیز اور دیون دونون نپائی گئے اسطرح پر کہ ایکشخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندہ نے اوسکو کھالیا اور وہ کسیکا مدیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سی وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہی مگر تمام مال کے ثلث سی تنفیذ وصیت کو جائز رکہتا ہی تو بھی کل مال کے
ثلث سی وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہہ ہی کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال تحریر قسمت سی ساقط کیا جای نہ اوسقدر کو
جدا کرنا مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الایۃ اھتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی
مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے کہ وصیت مظنہ تفریط کا ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پہ مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا بمظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سی کمتر ہے اور
اسواسطیکہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہی اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہین تو اوسکے ادا کرنے مین احتمال تہا تفریط
کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادای وصیت کی ترغیب کیواسطے فقد رابعا
بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکور قسمت کیا جای میت کے وارثون مین
ھم صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتہا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سی متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا متقدم کرنا چاہیئے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہی جہان
حقوق متعددہ باہم جمع ہون اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سی ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہی جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہی سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتی روح الشروح مین ہی کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علمای فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اُس شخص کے حسب باقی کا نسب یا سبب ثابت ہی وبایں معنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فنای خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سی پاک اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب مراد وارثون سی وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سی ثابت ہی ھم کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث ثابت ہی او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سی ثابت ہی چنانچہ یہہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ اونکو دو ھم جدہ
کی ارث سنت سی ثابت ہی اسیطرح سگی بہن کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قولا یا فعلا مروی ہو اور حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہی کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے دین کا طریقہ مراد ہی خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع کجعل
الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سی ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹھہرانا

ھ اجماع امت سے مراد اتفاق ہے مجتہدین امت محمدی کا کسی حکم شرعی پر جس زمانہ میں کہ واقع ہوا ہو اور مراد اتفاق سے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد
کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وتستحق الارث ولو بالمصحف بہ یفتی و
قیل لا یورث وانما ھو للقاری من ولدیہ صبیہ فیثبت باحدی ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور
وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولاء سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق وارث ہر چند
ہیں نسبے اگرچہ متروک مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند
کا ہے کذا فی التیسیر فیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ھ نکاح فاسد وہ جسمیں شرط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو
اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے اسند حق موصیٰ
لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلا کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثونکو دے مگر اونکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء
دین البتہ ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسواسطے وارثونکو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی والمستحقون
للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کا افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں سے الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اوسکو بیان کیا ہے
فیبدا بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاوے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں ھ سہام مقدرہ وہ ہیں
ہو حصے کہ معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ چھ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث
اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ ھ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من
النساء واثنان من السبب وہما الزوجان ھ تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جنمیں تین مرد ہیں اور سات عورتیں اور دو سببی راہ سے شوہر و جورو اور دس میں
ھ تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی [illegible]
یہ وارث نسبی ہیں اور زوج و زوجہ وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ای الجنس فیستوی فیہ [illegible]
پہر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو واحد میں و اعداد اور
جمیع برابر ہیں اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ھ عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنے معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ
سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ہے ثم بالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پہر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاوے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت
ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پہر آزاد کرنیوالیکے بعد ارث شروع کیجاوے آزاد کرنیوالیکے
عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولاسے کچھ حق نہیں سوا اوسکی ولاکے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنے اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی
اور اگر اوسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اوسکی میراث
فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہے ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پہر اگر عصبات ذکورین سے کوئی
نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب
ربع کو ربع کذا افادہ ابن الکمال ھ اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق
اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الغنادی نے کہا کہ اس زمانے میں رد علی الزوجین
پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے
کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کیطرف من جہۃ السبب بسبب اور شخصوں کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی شروح الشروح اور حاشیہ چلپی زادہ میں قنیہ
سے ہے کہ بنات معتق کے اور اوسکی ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جبکہ معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے زمانے میں

زوجین پر ردّ میراث ہوگا اور اوسنے مرصا دسے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی انتہے پھر عجم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوے نہو کہ ہمارے زمانے مین بیت المال نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور قرۃ العین عبد الرحیم شہید مین بھی اسیطرح ردّ علے الزوجین تعلیل مذکور مسطور ہی اور رد المحتار شرح الدرّ المختار مین قنیہ سے مذکور ہی کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی حاکم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ملخصا **ثُمَّ ذَوِی الْاَرْحَامِ** ۔ پھر ذوی الارحام **ھم** یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل ردّ سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہی اوسیطرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے اونکو دیا جاتا ہی قالہ الاکمل آبن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف سے قرابت دار ہون یا اوسکے باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب من جہۃ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی **ثُمَّ بَعْدَھُمْ مَوْلَی الْمُوَالَاۃِ کَمَا مَرَّ فِی کِتَابِ الْوَلَاءِ** پھر بعد اصناف مذکورین کے مولای موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا **ھم** یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولای موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت مین بمعنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع مین یہہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولے یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جبکہ مین مرون اور میری طرف سے خونبہا اگر مین کسیکو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اوسکا مولے ہوا اوسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونو طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہی ابن کمال نے کہا شرائط ولاء یہہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولای موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اوسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہی اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصا **وَلَہُ الْبَاقِیْ بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَیْنِ ذَکَرَہُ السَّیِّدُ** اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولای موالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے **ھم** وارث ہونا مولای موالاۃ مروی ہی حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہماری علمانے عمل کیا ہی اور اوسپر دلیل ہے قولہ تعالی **وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ** یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر سے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت اونکی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فَاٰتُوْھُمْ نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ اوس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صفقہ بالیمین ہے بنابر عادت کے اسطرح کہ ہر واحد متعاقدین سے دوسریکا ہاتھ پکڑتا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اوسکی زندگی اور موت مین انتہے یعنی زندگی مین اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اوسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصا عن ضوء السراج وشرح الاکمل **ثُمَّ الْمُقَرُّ لَہٗ بِنَسَبٍ عَلٰی غَیْرِہٖ لَمْ یَثْبُتْ** پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا **ھم** صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بھائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اوسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن میت کے باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مرجاے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہہ میرا بھائی ہی یا بہن اور مانند اسکی انتہے **فَلَوْ ثَبَتَ بِاَنْ صَدَّقَہُ الْمُقَرُّ عَلَیْہِ اَوْ اَقَرَّ مِثْلَ اِقْرَارِہٖ اَوْ شَھِدَ رَجُلٌ اٰخَرُ ثَبَتَ نَسَبُہٗ حَقِیْقَۃً وَزَاحَمَ الْوَرَثَۃَ وَاِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ**

تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک دو نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا
نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقر لہ میت کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے هم مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً
زید کا باپ کہے کہ فلان خالد میرا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً زید کی اولاد یون
کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے برخیلاف رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے
لیکن مقر بہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وَکَذَا لَوْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ قَبْل
رُجُوعِهٖ وَتَمَامُهٗ فِی شُرُوحِ السِّرَاجِیَّةِ سِیَّمَا شَرحِ الشَّرِیفِ وَقَدْ لَخَّصْتُهٗ فِیْمَا عَلَّقْتُهٗ عَلَیْهَا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی
تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً شرح سید شریف مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہے شرحیہ
کی شرح مین هم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے اسمین یعنے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ
کیطرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی آخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ
تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہے ملخصاً ثُمَّ بَعْدَهُمُ الْمُوْصٰی لَهٗ بِمَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ وَلَوْ بِالْکُلِّ پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے
تہائی مال سے زیادہ وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو هم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اعتراض شخص معین کیا تو یہہ جائز ہے برخلاف اسکے
کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی
پھر جبکہ ایک بھی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے موصی معین کر دیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وَاِنَّمَا قُدِّمَ عَلَیْهِ الْمُقَرُّ لَهٗ لِاَنَّهٗ نَوْعُ قَرَابَةٍ
بِخِلَافِ الْمُوْصٰی لَهٗ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ مگر اسی وجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ
کے کہ اوسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین هم یعنی حال مقر لہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ
اسی اقرار پر مصر رہ گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثُمَّ یُوْضَعُ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ لَا اِرْثًا بَلْ فَیْئًا لِلْمُسْلِمِیْنَ پھر مراتب نسعہ کے بعد میت کا
ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے وارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے اور فی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے هم در مختار مین ہے کہ علی مرتضی سے
مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت مین دو سو دیا ہے اگر
وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال علاج مریضان کا اور الخ کفن میت اور نفقہ لقیط ... ہے
پس یہی ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وَمَوَانِعُهٗ عَلٰی مَا هٰهُنَا اَرْبَعَةٌ اور موانع ارث کے باب اس مقام کے چار ہین هم جب اسباب ارث کے ذکر ہو چکے تو اب موانع ارث
کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضا سبب کا منتفی ہو
ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولا کی
خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہوئے یا حکمی اور خلافت یہہ ہے کہ شخص باقی شخص اول کی مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بھی کہ بعد اوسکی
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ ... وہ نسب اور نکاح اور ولا
جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی مختصراً اَلرِّقُّ وَلَوْ نَاقِصًا کَالْمُکَاتَبِ وَکَذَا الْمُبَعَّضُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمَالِکٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ موانع ارث سے پہلا
مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو جو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ
کے نزدیک میراث سے محروم ہے وَقَالَا هُوَ حُرٌّ یَرِثُ وَیَحْجُبُ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ لَا یَرِثُ بَلْ یُوْرَثُ وَقَالَ اَحْمَدُ یَرِثُ وَیُوْرَثُ وَیَحْجُبُ بِقَدْرِ مَا فِیْهِ مِن
الْحُرِّیَّةِ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث ہوگا بلکہ اوسکا
مال اوسکا وارث کو لیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث

فیما ان رقیق سعر قتلہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیتہ لورثتہ ولم ارہ
لائمتنا فیحرر اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ ذکر کیا ہے جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہین ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ
ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام مین جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہو کر غلام ہوا اور اوسی غلامی کیحالت مین
اوسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اوسکا خونبہا اوسکے وارثون کا ہے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام مین نہین دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے والقتل
الموجب للقود او الکفارۃ وان سقطا بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب
حرمت پدری کے ساقط ہوجاوے چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہوچکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا
کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کہود دیا یا پتہر رکہا اور اوسکا مورث اوسمین
گرکے مرگیا تو کنوان کہودنیوالا اور پتہر کا رکہنیوالا اوسکی میراث سے محروم نہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقا وارث
نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول
قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف المتباینین اسلاما وکفرا اور تیسرا
مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اوسکا تو ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر
کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور
امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے
مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہے مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث
مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کیطرف کیونکہ ارتداد سے وہ ہالک ٹہر گیا کہ مقصود زندگی سے ایمان تہا سو اوس سے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم
کی مانند ہے بدلیل قولہ تعالے اومن کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تہا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار اور تدارک اور جبر علی الاسلام
متعلق کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہو جاوے اور اوسکو قتل یا موت یا قضا بالالحاق سے پہر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹہریگا ارتداد
کیوقت سے تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال
وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کا مال
بیت المال مین رکہا جاویگا کذا فی الطحطاوی ملتقطا قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجتہ حاملا ووقفنا میراث
الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جسمین کافر کے مال کا مسلمان
وارث ہوتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چہوڑکر اور ہمنے حمل کی میراث اوٹہا رکہی سو اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پہر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ
لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام مین صریحا نہین دیکہا ہم اسلام مین لڑکا اپنی مان کا تابع ہوا واختلاف الدارین
فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتہا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکون کا اختلاف فیمابین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے
ہم اختلاف دار ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہوجاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریۃ
عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم سے اول یہہ کہ حقیقۃ اور حکما دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین
اور ثانی یہہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر طیار ہے ساتھ اوس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے
دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اوس حربی
کے جو دار الحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اوسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہو اور امام شافعی کے نزدیک اسکا حکمی تو ذمی اور مستامن میں باہم انکے نزدیک توارث ہی اور قسم ثالث میں توارث نہین انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃً نکر ہم ذمی اختلاف دار کا حقیقۃً ہو چنانچہ حربی مرگیا دار الحرب میں ہم یعنی حربی اور ذمی میں اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی البحر الرائق او حکما کمستامن وذمی وکحربیین من دارین مختلفین کترکی وھندی لانقطاع العصمۃ فیما بینھم یا اختلاف دار کا حکما ہو جیسے مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا جیسے دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم تو جیہہ اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہین تو یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہہ من قبیل اختلاف دارین کے ہی حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کی مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہین تو وہ ایک ملک میں ہین حقیقۃً اور دو ملک مختلف میں ہین حکماً تو بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای حربیین کے مستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے یہی منظور ہو کہ ہر ایک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہی اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہے تو اسمین اس کلام کیطرف اشارہ ہو کہ جب دو ملکون کے بادشاہو نمین عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہین ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہی نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیونکا لشکر اور سلطنت علحدہ ہو اور اہل عدل کا علحدہ ہو اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہی تو اسلام کا حکم ان سبکو شامل ہے تو انمین تباین نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہین بلکہ دار قہر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہی انتہی اور درر و غرر اور شرح درر میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہین اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں دار ایک ہی دار ہی شارع کی نظر میں چنانچہ کافر تکی دین باوجودیکہ نفس الامر میں کثرت سے ہین ایک دین ہی شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والھدمی والقتلی کما سیجیئ مین کہتا ہون از انجملہ موانع ارث کے باقی رہ گیا تینون میں مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو ان مین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہین اسواسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے تو وہ مانع میں داخل نہین تو جسنے اشتباہ تاریخ موت کو مانع کہا اوسنے خطا کی انتہی مختصراً ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل اوآکد مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجھل ولدھا فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہی وارث کا اور یہہ جہالت پانچ مسئلون میں یا زیادہ منفصل مذکور ہے مجتبی میں از انجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنی لڑکے کے ساتھ اور دو دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکون مین سے اوسکا لڑکا کون سا ہے تو دونون لڑکون مین سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا ولکن لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فھما مسلمان ولا یرثان من ابویھما اذا لم یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینھما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاوے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور وہ دونو لڑکے بالغ ہون تو وہ دونو مسلمان ہین اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی تتمہ مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی گر یہہ کہ دونون لڑکے آپسمین صلح کرلین تو انکو میراث لینا جائز ہے آپسمین نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ہم دونو کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمین کسی ایک کی ہے کسی متجاوز نہین مگر عدم تعین مانع ہی ہر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہنچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کیجانب سے ثم بذی الفروض مقدما للزوجۃ لانھا اصل الولادۃ لانھا تنمی ولادۃ ہم مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا تو زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولادۃ ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن

وَلَدٍ اَوْ وَلَدِ ابْنٍ وَاِنْ سَفَلَ سو کہا مصنف نے ترغیر فرض اور مسین سے ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پڑپوتا سرپوتا ہم ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھوان حصہ آپسمین برابر بانٹ لین گی عدم اولویت کیوجہ سے کذا فی الطحاوی وَالرُّبُعُ لَهَا عِنْدَ عَدَمِهِمَا
فَلِلزَّوْجَاتِ حَالَتَانِ الرُّبُعُ بِلَا وَلَدٍ وَالثُّمُنُ مَعَ الْوَلَدِ اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد وَالرُّبُعُ لِلزَّوْجِ فَالْكَثْرَةُ كَمَا لَوِ ادَّعَى رَجُلَانِ فَاَكْثَرُ نِكَاحَ مَيِّتَةٍ وَبَرْهَنَا وَلَمْ تَكُنْ فِي بَيْتِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَلَا دَخَلَ بِهَا فَاِنَّهُمْ
يَقْتَسِمُونَ مِيرَاثَ زَوْجٍ لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ مَعَ اَحَدِهِمَا اَيِ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ اور زوجہ کا حصہ چوتھائی ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردون نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیون مین سے کسیکے گھر مین نتھی
اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوجہ کو مدعی آپسمین بانٹ لین گی برابر عدم اولویت کیوجہ سے ہم اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کرین
اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور اوسنے
قربت بھی کی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس وپیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے کذا فی الطحاوی وَالنِّصْفُ لَهُ عِنْدَ عَدَمِهِمَا فَلِلزَّوْجِ حَالَتَانِ النِّصْفُ
وَالرُّبُعُ اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجکے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وَلِلْاَبِ وَالْجَدِّ ثَلٰثُ اَحْوَالٍ الْفَرْضُ
الْمُطْلَقُ وَهُوَ السُّدُسُ وَذٰلِكَ مَعَ وَلَدٍ اَوْ وَلَدِ ابْنٍ اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنی خالی تعصیب اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا
ولد الابن کے ساتھ وَالتَّعْصِيبُ الْمُطْلَقُ عِنْدَ عَدَمِهِمَا اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونون کے نہونے کے وقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيبُ مَعَ الْبِنْتِ اَوْ بِنْتِ الْاِبْنِ اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قُلْتُ وَفِي الْاَشْبَاهِ الْجَدُّ كَالْاَبِ اِلَّا فِي ثَلٰثَ عَشَرَ مَسْئَلَةً خَمْسٌ فِي الْفَرَائِضِ وَبَاقِيهَا فِي غَيْرِهَا مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کی مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے
یہہ ہین پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ دادی باپکے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں اسکی مابقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجای باپکے دادا ہو تو ماں اوسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہہ کہ بنی
عیانی اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپکے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتی ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہہ
کہ آزاد کرنیوالیکا باپ اوسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھہ
نملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵ یہہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالیکا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہے اور صاحبین
نے کہا کہ دونون مشترک ہین اور اگر دادا کی بجای باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھہ مسئلونکی یہہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر میت
کی اقربا زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا اور دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲ یہہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی ولد کی ولا کو اپنی موالی کیطرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے
باپکے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپکو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجای
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کی ہونیسے اوسکی یتیمی زائل نہین ہوتی ۸ یہہ کہ
اگر میت مر گیا اور اوسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

ان پرہے اور دو تہائیان دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ و مراد ابن المصنف فی زواہرہ
اخرجہ من الفصولین حیث قال الاب مہر صبیہ فادی ثم یرجع لو شرط والا لا والولی ولو غیرہ ای وصیا رجع مطلقا انتہی بقولہ او ولیا غیرہ
یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف اپنی حاشیہ اشباہ میں جسکا زواہر الجواہر نام ہے اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہہ ہے کہ باپ نے اپنی طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر ادا کیا اوسکا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بعوض
اوسکے اوسوقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپکے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے
مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنی شرطا اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقا رجوع کریگا بخلاف باپکے وللام ثلثة احوال السدس مع احدہما او مع اثنین من الاخوة او من الاخوات فصاعدا
من ای جہة کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ھم اگر ایک شخص مرگیا ماں اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی ماں کا حصہ
سدس ہے قال اللہ تعالی (ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد) سو اسلیے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونونکو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہے اور اسپر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے توریث ام مین اور اسیطرح ماں کا حصہ میت کے دو بھائیون کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری والثلث الکل عند عدمہم اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہون یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث
الباقی مع الاب واحد الزوجین اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ ھم یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایک عورت زوج کو اور ماں باپ کو چھوڑکر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور باقی دو
سہم باپکے دوسری صورت یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتہائی اور باقی مال کی تہائی
ماں کی یعنی تین سہم اور باقی چھہ سہم باپکے ہر چند ماتن نے ان دونو حالتونکو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ماں کے تینون حالات ایکجگہہ
متصل ذکر کرنا بہتر تہا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجای باپکے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ ماں کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہی والسدس للجدة مطلقا کانت ام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ ہین اپنے ناتی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدة اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدة
من ذوی الارحام کما سیجیٴ متحاذیات فی الدرجة لان القربی تحجب البعدی مطلقا کما سیجیٴ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے ہے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ اوسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ سب جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ قریبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ھم اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی
طرح اوسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی نسبت الی المیت مین ایک
دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤن کے ابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ نانا کہتا ہو بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کے ماں اور نانا کے ماں مین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی

بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجکو دیجیے صدیق نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھہ نہین سنا ولیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پہر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پہر اوس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی مان آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھہ حصہ نہین پاتا ولیکن مجکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا والسدس لبنات الابن فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ھ جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اون لوگونکو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورتین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھہ حالات ہین تین حال تو بیٹیون کی مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہو تو بھائی اونکو عصبہ کردیگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیونکو مخصوص ہین ازانجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس اونکو بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ ہے کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تو اونکو عصبہ کردیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو اونمین سے اور تیسرا حال یہہ ہے کہ فرزند صلبی سے یہ پوتیان ساقط ہو جاتی ہین اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پہر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاے کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنے کیواسطے ھ یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ ہو تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال ہین اور یہی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کردیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات عصبۃ پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو جاتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اوسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو اونکو عصبہ کردیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورھم کاناثھم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے مان کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے مان کی اولاد سے مرد اونکی عورتونکی برابر ہین حصے مین ھ اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی مان ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پہر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اوس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ و حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیف کیوجہ سے ہے والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کا حق اور تہائی مان کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ مان کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ انسے نہونگی تب مان کو تہائی ملیگی ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا اور مان کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الی الربع اور یہہ یعنی تہائی مان کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت مان کیواسطے چوتھائی ہے ھ

ام کا لفظ بیان زیادہ کرنا اور اسکے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ
نہیں کیا ثلث مابقی بعد ہے کس ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوجہ مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اوسکی قسمت بارہ سہم سے ہوگی کل مال کی چوتھائی
یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل ترکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور ترفیح فہ ابوین
ام فلہا حینئذ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوجہ اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کو اسطرح سدس ہے ہم یہہ سو نیز ترجمہ میں کہ
ہو چکی کہ اگر زوجہ مرگئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم
تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اوسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب قول
آیندہ میں دیا وسمی ثلثا تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس
قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنی اگر میت کا ولد نہو اور اوسکے والدین اوسکے وارث ہوں تو اوسکی ماں کو ایک تہائی ہے اور باپ کا حصہ اسواسطے
ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے و علی ہذا یوں ہے کہ ان کا حصہ جب کہ
والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی اوس ذکر پر لازم آتی ہے جو
اوسکے برابر جہت اور قرب میں ہے اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف و
ہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب الا الزوج لانہ لا یتعدد ش ثلثین یعنی دو تہائیاں ان دو شخصوں یا
زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہیں اسواسطے کہ اوسمیں تعدد اور کثرت نہیں
یعنی زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کیحالت میں نصف کے وارث ہوتے ہیں **فائدہ جلیلہ**
معلوم کرنا چاہیئے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا
فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن
ہو اور ایک زوجہ یا چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار صنفوں کا فرض ہے
دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور
ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بہنیں اور بھائی نہوں اور ماں کی اولاد کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ مذکر ہوں یا اناث اور سدس
سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو یا دو بھائی بہن یا
دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جبکہ برابر ہوں اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ
تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد ام سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریہ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں ہم عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ لغت میں عبارت ہے محیط الشی سے اور معنی احاطہ کے شرعی میں بھی موجود ہیں کیونکہ
عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ
وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ ش عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور متن نے عصبہ نسبی کو عصبہ
سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت میں غیر کے
ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود وبلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں یہہ غیر بھی اسکا
شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اوسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے فیعوز العصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانثی لاتکون
عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ ذو فرض وکاب الام و

ابن البنت فانہ ما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ مرد ہی ہو سکتا ہے جسکے رشتہ میں میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی
لیکہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ صورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب
فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور ناتی ہو اسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا تو بس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ
چند اہل فروض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند
الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کیحالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ
بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح الغفار میں ہے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی
مال لیتا ہے جبکہ اوسکے ساتھ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کے ہے تو ایک جہت سے
اوسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے بر خلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء
المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ عصبہ نفس کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جز پھر میت کی اصل پھر میت کے باپ
کا جز پھر میت کے دادا کا جز یعنی میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور
میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم
ہوگی پھر اوسکے بعد اوس سے جو قریب تر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت
کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پرپوتے کا پوتا اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث
میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت
کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا
اسکا یہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اوسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے بقدر حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال
میں اوسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پھر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک
بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا
کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجد الصحیح وھو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد
جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا اسکر دادا اسلئے بخلاف ذلک واما ابو الام ففاسد
من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین
ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنی سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم
لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بھتیجے کا
بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وھو المختار للفتوی خلافا لہما والشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیوں کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
یعنی بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا
مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر بھتیجے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا سے ثم
ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد ثم
پھر اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذالک وان سفل پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھ اور اگر ایکدرجہ کے عصبات
کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور بہن یا ایک
بھتیجا ہے اور دس چچیرے بھائی اور بہن تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا
اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد الترجیح
بقرب الدرجۃ یرجح عند التفاوت بابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت
تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اونمیں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا
ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کیوجہ سے سو عصبات میں سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ھ درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر
ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنی سگا اور سوتیلا
اعتبار نہیں ہوسکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہوسکتا ہے کہ اسکا بھائی اگر نہیں ہے تو اوسکی دلیل میں بہن کی بھی قوت قرابت کو ذکر کردیا
کذا فی الطحطاوی ملخصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھ یہہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائیکا والحاصل انہ عند الاستواء
فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والیکی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے کی حالت یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ھ برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو
طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کیطرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کیطرف سے ان کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ لغیرہ فقال والعصبۃ لغیرہ
البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ لغیرہ میں شروع کیا سو کہا کہ اور عصبہ لغیرہ ہوجاتی
ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ لغیرہ ہوجاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ھ بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونیکا کلام مجید
میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسیطرح ہیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیئے والاخوات
لابوین او لاب باخوتہن اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ لغیرہ ہوجاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ھ اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائیوں کی ہمراہی

حق تعالےٰ کے کلام سے ثابت ہے وَاِن کَانُوا اِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَیْنِ فَهُنَّ اَربَعُ ذَوَاتُ النِّصفِ وَالثُّلُثَینِ یَصِرنَ عَصَبَةً
باخواتهن تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین نصف اور ثلثین کے حصے والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور
اوسکا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگے ہون یا سوتیلے تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھہ نہ ملیگا اور یہی حال ہے
ابن العم کا بنت العم کے ساتھہ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی ولو حکمًا کابنِ ابنِ الابنِ یُعَصِّبُ مَن مِثلَهُ اَو فَوقَهُ اگرچہ بہنوں کا
بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچے درجہ والی ہے ہم
عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہے بنت صلبی اپنی بھائی کے ساتھہ اور سگی بہن اپنے
بھائی کے ساتھہ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھہ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیری بہنوں کو جو درجے
مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اوس سے اسفل ہے درجہ مین تو ثانین سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھہ حصہ نہین
چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبة مع غیرہ فقال وَمَعَ غَیرِهِ الاَخَوَاتُ مَعَ البَنَاتِ اَو بَنَاتِ الاِبنِ لِقَولِ
الفَرَضِیِّینَ اِجعَلُوا الاَخَوَاتِ مَعَ البَنَاتِ عَصَبَةً وَالمُرَادُ مِنَ الجَمعَینِ هُنَا الجِنسُ ہم مصنف نے عصبہ مع غیرہ کی بحث شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع
غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھہ یا پوتیون کے ساتھہ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھہ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات
کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ہم سراجیہ اور اوسکی شروح مین اِجعَلُوا الاَخَوَاتِ مَعَ البَنَاتِ عَصَبَةً کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک
بیٹی کے ساتھہ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکی خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع مراد الف لام جنس
کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وَعَصَبَةُ وَلَدِ الزِّنَا وَوَلَدِ المُلَاعَنَةِ مَولَی الاُمِّ اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی مان کا
مولی ہے ہم ولد الملاعنہ یہہ کہ ایکعورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہو گیا
تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ولد الملاعنہ کو اوسکی مان کے ساتھہ ملایا تو وہ اوس
شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کیجانب سے کچھہ قرابت نہین تو اب یہہ واجب ہوا کہ اوسکی مان کے موالی اوسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر
ولد الملاعنہ مر گیا اور اوسنے ایک بیٹی اور مان اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور مان کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور مان کو دیا جاویگا بطور رد
اور گویا کہ اوسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون
مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی طرف سے
ہین اور اگر مولے مر گیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المُرَادُ بِالمَولیٰ
مَا یَعُمُّ المُعتِقَ وَالعَصَبَةَ لِیَعُمَّ مَا لَو کَانَتِ الاُمُّ حُرَّةَ الاَصلِ کَمَا بَسَطَهُ العَلَّامَةُ قَاسِمٌ لِاَنَّهُ لَا اَبَ لَهُمَا اور متن مین مولی سے مراد وہ شخص ہے
آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونونکو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی مان حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل ہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح
بیان کیا ہے مان کا مولے اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعًا اونکا کوئی باپ نہین ہے جس سے اونکا نسب
ثابت ہوا اور وہ اوسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت وَیَفتَرِقَانِ فِی مَسئَلَةٍ وَاحِدَةٍ
هِیَ اَنَّ وَلَدَ الزِّنَا یَرِثُ مِن تَوأَمِهِ مِیرَاثَ اَخٍ لِاُمٍّ وَوَلَدُ المُلَاعَنَةِ یَرِثُ مِن تَوأَمِهِ مِیرَاثَ اَخٍ لِاَبَوَینِ اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ
ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین وہ مسئلہ یہہ ہے کہ ولد الزنا اپنی توأم سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنی توأم سے سگے بھائی
کی میراث پاتا ہے وَیُختَمُ العَصَبَاتُ بِالعَصَبَةِ السَّبَبِیَّةِ اَیِ المُعتِقِ پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی کرتی ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے
غلام کا آزاد کرنیوالا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

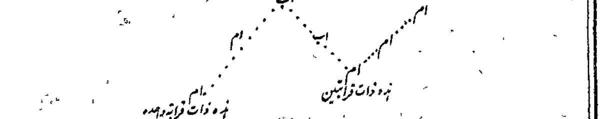
مین واقع ہوا تو اوسمین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور ذوی الفروض پر بھی مقدم ہوا اور یہی قول ہی علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور مسئلہ جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبته بنفسه على الترتيب المقدم لقوله صلى الله عليه وسلم الولاء لحمة كلحمة النسب پھر موالے العتاقہ کے بعد اوسکا عصبہ بنفسہ ہی بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند هم عصبہ بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی ہی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہوا اوسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہی عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہوا ہے اخر التفصیل پھر معتق کا معتق علے الترتیب المذکور پھر اوسکے عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمة كلحمة النسب ولا سے مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا واذا ترک المعتق ابا مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چھوڑکر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کو واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جده ای جد المولى واخاه فهو للجد على الترتيب المتقدم وقالا بينهما كالميراث یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور اوس کا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اوس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے ابین مال مقسوم ہوگا میراث کی مانند وليس هنا عصبة بغيره ولا مع غيره لقوله عليه الصلوة والسلام ليس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحديث اور بیان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتونکو ولا مین کچھ حصہ نہین مگر اوس غلام کا ولا ہی جسکو عورتون نے آزاد کیا اسے آخر الحدیث هم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہ حدیث ٹکڑا ہی حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے وهو وان كان فيه شذوذ لكنه تاكد بكلام كبار الصحابة فصار بمنزلة المشهور كاتبسط السيد قدس سره المصنف اور یہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اوسکو مشرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی هم شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی منفرد ہو تو اوسکو نظر کرنا چاہیئے اگر اوسکی روایت اوس راوی کے مخالف ہو جو اوس سے زیادہ تر حفظا و ضبطا ہے تو اوسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنیکے لائق نہین ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اوس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہی اوسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اوسکی حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول مین آحاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اونکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولا مین کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا يحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ هم باپ کیواسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہین اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفريق يرثون بحال ويحجبون حجب الحرمان بحال اخرى وهم غيرهم الا الستة سواء كانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہین جو ایک حالمین تو وارث ہوتے ہین اور دوسری حالمین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض هم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین

[illegible]

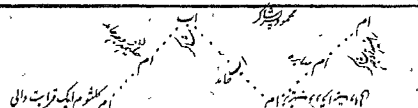
وهو مبني على اصلين اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبون مین دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوگی والا وارث ہوگی احدهما ان يحجب الاقرب من سواهم الابعد لما مر انه يقدم الاقرب فالاقرب
اتحدا في السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوای جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونون قرابتین سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ف یعنی حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہے چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب
ہے وعلی ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثاني ان من ادلى بشخص لا يرث معه كابن الابن لا يرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فيرثون معها لعدم استغراقها التركة بجهة واحدة مگر ماں جائی بھائی سو ماں کے
ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے ف یعنی ہر چند میت کی قرابت ماں جائی بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضای اصل ثانی یہہ تھا
کہ ماں جائی بھائی ان کے ساتھ وارث نہوتا مگر اونکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوای ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضا وردا والمحروم كابن كافر او قاتل لا يحجب
عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ف جب محروم مین صلاحیت میراث کی
نرہی تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہے بوجہ فوات اہلیت کیوجہ سے ويحجب المحجوب اتفاقا كالام اذا يحجب
بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعودؓ کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے
سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وكالاخوة والاخوات فانهم يحجبون بالاب حجب حرمان ويحجبون الام من الثلث الى السدس حجب
نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونے سے حجب حرمان کہ یعنی بالکل محجوب ہو جاتی ہین اور بھائی بہنین ماں کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کہ یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے
اور دوسری حجب نقصان کی ويختص حجب النقصان بخمسة بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجين اور حجب نقصان پانچ شخصون کو خاص
ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کہ ماں محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک لڑکا یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے
سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
کذا فی الطحطاوی ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة والاخوات لاب وام بثلثة بالابن وابنه وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند
ابی حنيفة رحمه الله تعالى اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہو جاتی ہین تین شخصون کے ہونے سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ف برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند فروض کو اور اونکے مستحقون کو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکے ذکر کیوقت بیان کر دئی تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھہ حاجت نرہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا يقاسمهم على اصول زيد ويفتى بالاول وهو السقوط كما هو مذهب ابي حنيفة و
اصول زيد مبسوطة في المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین ف منح الغفار مین اصول زید یون

ذکر ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر ہے اور نسے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر
ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مقرر تین ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو ترکہ
اثنین نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی
مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیون مین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اسصورت مین مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد
اور بھائیون کیساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جائیگا پھر تامل کیا جاویگا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث باقی یا سدس
تو جو انمین سے اوسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الملتقا و ہی مختصرا وفق الوہبانیہ
واستقطاد لا ادخال و حلۃ * وقد اسقط النعمان ہو الحبر اور وہ بہائیہ تین ہو اور صاحبین نے سگے بہائیون اور سوتیلے بہائیونکو دادا کے ساتھ شامل
بہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور معتمد ہے هم قولہ ذ ملّیہ کا واو بمعنی أو ہے یعنی اسواسطے کہ یعنی
کے بعد تلاقی وارث ہوتا ہے نہ اوسکے ساتھ وعلیہا الفتوے کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سگے یا بنی
اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
ویسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بجمیع ما یسقط بنی الاعیان ایضا وہؤلاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا
بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمت اور بنو العلات سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بہائیون سے بہی اور ان شخصون سے
یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہوجاتی بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کرچکا ہے هم چونکہ بنی
اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا اونکی موجودگی مین وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے
بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے
کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالۃ کما تسقط بہؤلاء اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ
اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح
بیان کیا ہے هم بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر
وتسقط الجدات مطلقا ابویات ام امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور
نانیان سب ساقط ہوجاتی ہین والابویات بالاب او جد پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث معہ
لا نہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ کما لا بوین یا جد اور اسیطرح سے جدات ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلئے کہ
وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جد کی زوجہ ہے جد کی تو وہ دونون باپ کی مانند ہوئی اصلی قرابت مین
یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام
محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے
خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح مین هم تو چار صورتین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسری یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسری یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو
محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعتا وکانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب
کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقا فہم ولا اخری

ذات قرابتین او الذکا تم ام الام وھی ایضا ام اب الاب بھذہ الصورۃ ٭



اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون میں اسیطرح ام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہا کی موافق ام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقا تو بوجہ اسی خطا کے مصنف کو ہم شارح نے ہر کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قریب ہونیکے دو قرابت والی کی حاجب ہوا سکے بعید ہونے کیوجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہا کے مخالف ہے دوسرا خلل یہہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہان وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نکیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فھذہ المرأۃ جدتہ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتی کا نکاح کیا اپنی ناتن سے تو اوسسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہہ عورت اس لڑکی کی والدین کی جدہ ہے یعنی اوسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ھم اور یہان ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اوسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہہ ہے کہ مثلا دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی ناتن یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اوسکی باپ کی دادی ہے اور اوسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اوسسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اوسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی ناتن یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا ان سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوتی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرحکی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ھم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دی اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس کی دین اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

تو جسمیں ایک قرابت کی جہت ہوئی اوسکو ایک حصہ دیا اور جسمیں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہی اور حقیقت میں متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے ملے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی وهما ای ابوحنیفة وابو یوسف انما قسما باعتبار الابدان وبه قال مالک و
الشافعی وبه جزم فی الکنز فقال وذات جهتین کذا ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے نصا نصف قسمت کی ہی باعتبار بدن کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز میں سو کنز میں یون کہا ہو کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی م قولکا جسمیں کو وہ جہتیں
کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحد کی مانند ہی اور بیان
اسطرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ بولتی ہیں ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہو گی ایک قرابت والیکے ساتھ تو شیخین کے
نزدیک انھین بھی سدس نصا نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملینگے
طحاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ میں ابو یوسف کے ساتھ امام ابوحنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجدتین میں کچھ روایت نہیں ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
میں یون مذکور ہی کہ ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہی انتھے واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضهن وهو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورة الاولی او اخ فی الثانیة موازیا ای مساویا
او نازلا ای سافلا فحینئذ یعصبهن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قاله المصنف فی شرحه اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیاں پورا بھر لین تو پوتیان ساقط ہو جاویگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینی سی پہلی صورتمین اور بھائی کے عصبہ کر دینی سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اوسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بھائی اپنی بہنو نکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں م بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سی ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسا میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقه نظر
ظاهر لتصریحهم بان ابن الاخ لا یعصب اخته کالعم لا یعصب اخته وابن العم لا یعصب اخته وابن المعتق لا یعصب بل المال للذکر دون الانثی
لانها من ذوی الارحام قال فی الرحبیة ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثله او فوقه فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف
مطلق بولنی میں ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتو نمین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورتیں چاروں
صورتو نمین ذوی الارحام سے ہے رحبیہ میں کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب میں یعنی عمہ کو م
صورت مذکورہ میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ میں تو اوسکا بھائی اوسکو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازیا یا
نازلا فقط ابن الابن کی صفت ہو نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قوله او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازیا یا نازلا اوسکی صفت نہیں پڑ سکتا
ان یہ البتہ ہو کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا فی الطحاوی لمحشا تبعت بخلاف ابن الابن وان سفل فانه یعصب مثله او فوقه
ممن لم تکن ذات سهم ویسقط من دونه برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی ان عورتو نکو جو اوس سے نیچے درجے والیاں ہیں م یعنی اگر
وہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اور سگا بھتیجا اوسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے میں نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی
چنانچہ اوسی مثال سے واضح ہوگا جو تشبیہ کے طور پر ہے ثلث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک لهذه الصورة

الفريق الاول	الفريق الثاني	الفريق الثالث
ابن	ابن	ابن
علیا ابن بنت	ابن	ابن
وسطی ابن بنت	ابن بنت علیا	ابن
سفلی ابن بنت	ابن بنت وسطی	ابن بنت علیا
	ابن بنت سفلی	ابن بنت وسطی
		ابن بنت سفلی

سواگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین بسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اسکے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے ھم توضیح اسکی یہہ ہو کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اوسکے بیتجہ نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اوسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علیٰ ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پردتے نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مرگئے تمام طبقات کے اور لڑکیان اونکی باقی رہین اور میت جد ملتے ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا فالعُلیا من الفریق الاول لا یوازیھا احدٌ فلھا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کی برابر کوئی عورت نہین توجد اعلی کے متروکہ سے اوسکو نصف ترکہ ملیگا ھم چونکہ اوسمین اور میت مین ایک واسطہ برخلاف اور بنات کے لہذا اوسکی برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہے والوُسطیٰ من الفریق الاول توازیھا العُلیا من الفریق الثانی فیکون لھما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونو سدس پائینگی ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ھم یعنی دونو پوتیان ہمواسطے ہمدرجہ ہوتین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نے نصف پایا تو ثلثین مین سدس باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شیٔ للسُّفلیات اور کچھہ نہین ہے نیچی پوتیون کیواسطے ھم نیچی پوتیون سے تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی جو یہہ سفلیات پوتیون انکو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہوا ور عصوبت انکی نظما ثابت نہین تو اسلئے اونکو میراث نملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون معہ واحدۃ منہن غلامٌ فیعصبھا ومن بحاذیھا ومن فوقھا ممن لا تکون صاحبۃ فرضٍ وتسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھہ نہین مگر یہہ کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھہ بھائی ہو تو بھائی اوس بہن کو اور اوسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اوسکے اوپر والی کو جو صاحب فرض نہین ہے عصبہ کردیگا اور باقی سفلیا ساقط ہو جاوینگی ھم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھہ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اوسکو بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھہ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور چھہ سفلیات مین آٹھہ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھہ مفروض ہو تو تمام مال اوسمین اور اوسکی بہن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھہ سفلیات کو کچھہ نملیگا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھہ ہو تو فریق اول کے علیا نصف لیگی اور باقی اوسمین اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھہ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی ویأخذ ابن مسعودؓ کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ فیاخذ احدا بنی عمہ

هما أخ لأم المشكل من بالغرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسیطرح ہے وما خذ ابن حجر فرقوم ہے اور سعید وغیرہ کی عبارت یہ ہے احدهما
عصبتہ ہو یعنی دو چچیرے بھائی ہیں جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اور اسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑ کر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحاوی بتغییر وكذا لو كان
الآخر زوجا فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو یعنی چچیری بہن کا تو اسکو نصف حصہ لیگا فرضیت کے اعتبار سے ويقتسمان الباقي
بينهما نصفين بالعصوبة حيث لا مانع كما يرثه بما ذكر بجهتي فرض وتعصيب اور دونوں چچیرے بھائی باقی کو آپس میں نصفا نصف بانٹ لینگے عصبت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں انکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دو نوع جہتوں سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے ہم پہلی صورت میں باقی مال انہیں سدس میں اسے
اور دوسری صورت میں نصف اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم تو کیونکہ بہ سبب زوجیت کیونکہ ہے اور اخیافیت کیونکہ یہی بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
الطحاوی وأما الفرض والتعصيب معا بجهة واحدة فليس إلا للأب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہونا ایک ہی جہت سے یہہ تو پایا نہیں
جاتا کسی وارث میں سوا باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہاں أبوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد يجتمع جهتا تعصيب كابن هو
ابن ابن عم بأن تنكح ابن عمها فتلد ابنا میں کہتا ہوں اور کبھی عصوبت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال میں خلل یہہ ہے کہ یہاں میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاوے کہ اجتماع جہتین یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحاوی وكابن هو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
يجتمع جهتا فرض وإنما يتصور في المجوس لنكاحهم المحارم ويتوارثون بهما جميعا عندنا وعند الشافعي بأقوى الجهتين وتمامه في كتب
الفرائض وتأتي الإشارة إليه في الغرقى اور کبھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہہ تو متصور نہیں مگر مجوسیوں میں اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرموں
سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہونگے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اسکی طرف غرقیٰ کی فصل میں اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا فرزند ہی صورت
کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مرگیا تو اسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اسکی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی

جہت سے بھی ولو تركت زوجا وأما أو جدة وإخوة لأم وإخوة لأبوين أخذ الزوج النصف والأم أو الجدة السدس وولد الأم
الثلث ولا شيء للإخوة لأبوين لأنهم عصبة ولم يبق لهم شيء اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا
تو زوج نصف ترکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لیں گے اور سگے بھائیوں کو اسلئے کچھ نہیں اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور انکے
اسلئے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فروض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالك والشافعي
يشترك بين الصنفين لأخوتهم كأن الكل أولاد أم اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پچھلی دونوں قسموں میں یعنی اخیافی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہیں ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی مختصرا وكذلك بعض مالك والشافعي للأخت لأبوين أو لأب
النصف وللجد السدس معزوا ويحتم فتعول إلى تسعة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی کی بھی ہیں اصول یہی ہیں کہ اسطرح نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا

کیو اسطے چہٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو چہ سے عول کریگا نو سہم کیطرف ﻫ اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین تو تسمیہ اوسکی یہہ ہی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اوسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اوسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہین صورت اکدریہ کی یہہ ہی کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور ایک سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیو اسطے نصف ہوا اور ماں کیو اسطے ثلث اور دادا کیو اسطے سدس اور بہن کیو اسطے نصف پہر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین اسو اسطے کہ مقاسمہ دادا کیو اسطے بہتر ہی سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چہ سہم ہیے سے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کیطرف تو چہ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیو اسطے کچہہ نہ رہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونون حصون کا چار سہم ہوئے اونکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصون پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ ستائیس سہم زوج کے ۹ سہم اور ماں کے ۶ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پہر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتہہ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو اونکو دونون للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا مین اوسکو عصبہ کر دیا تاکہ اوسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہو جاوے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسو اسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہہ واقعہ ہی یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایکعورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چہوڑ کر تو زید بن ثابت کا مذہب اوپر اونکا مذہب اس مسئلہ مین مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ وشرحہا الشریفی ملتقطاً وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ﻫ تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چہ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہی دادا کے حاجب ہونے سے باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما حررین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حنفیون کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ باتفاق علما اور صاحبین کے ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہی امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب مین عند قولہ وتسقط بنو الاعیان بالابن ولابن والاب والجد ﻫ امام کے نزدیک دادا باپ کی برابر ہی تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کی برابر نہین ہر حالمین تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہہ باب ہی عول کے مسائل مین ﻫ عول بفتح اول وسکون ثانی لغت مین بمعنی جور وغلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہی معنی اصطلاحی سی اسو اسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اوسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جاوے وہذا ضد الرد کما سیجئی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ﻫ اسو اسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گہٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑہ جاتا ہی اور رد سے سہام بڑہ جاتے ہین اور اصل مسئلہ گہٹتا ہے یا یون تقریر کیجئے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور رد مین مخرج فاضل ہو جاتا ہی سہام پر کذا فی الطحطاوی وھو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فریضتہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین عبارت ہی سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اوسکی فرض حصہ کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہی ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہی علے قدر حصہ متروکہ کے تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور دادا سہا ہی پاتے ہین ﻫ الحاصل کہ عول اس سی عبارت ہی کہ جب مخرج اداے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچہہ اوسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے جیسے سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہہ ہی کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اوس عدد کیطرف مرتفع کرنا چاہیئے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پہر قسمت کرنا چاہیئے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثون کے حصون مین ایک نسبت پر یعنی یکسان کمی ہو بقدر حصون کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہی اوسکا اندازہ معلوم ہوتا ہی کسر زائد کے نسبت کرنے سے عدد اکثر کیطرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چہ سے ہے اور عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم میں سبع یعنی ساتویں حصے کا تو دو چھہ میں سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاویگی انتہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھہ کا سدس تھا جب چھہ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہو گئے تو ایک کو سات کے ساتھہ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہو گئی وَاَوَّلُ مَنْ حَكَمَ بِالْعَوْلِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ھ فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے ادای فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا عہد خلافت فاروقی میں وہ یہہ تہا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھہ سے ہوا پھر اوسنے عول کیا آٹھہ کیطرف ثُمَّ الْمَخَارِجُ سَبْعَةٌ پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں ھ وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھہ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو اکثر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اوسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھہ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھہ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جبکہ نوع اول میں نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبکے ساتھہ مختلط ہو یا بعض کے ساتھہ تو مسئلہ چھہ سے ہوگا تو یہہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہوا اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھہ چھہ بارہ چوبیس اَرْبَعَةٌ لَا تَعُوْلُ الْاِثْنَانِ وَالثَّلٰثَةُ وَالْاَرْبَعَةُ وَالثَّمَانِيَةُ مخارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتی یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھہ ھ یہہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجموعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھہ زیادہ باقی رہتا ہے تو پہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اوسوقت ہوگا جو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی رہے قیاس علی ہذا البواقی کذا فی الشریفیہ وَثَلٰثَةٌ قَدْ تَعُوْلُ بِالْاِخْتِلَاطِ كَمَا سَيَجِیْءُ فِیْ بَابِ الْمَخَارِجِ اور تین مخرج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کیوجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ھ شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فَسِتَّةٌ تَعُوْلُ اَرْبَعَ عَوْلَاتٍ اِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَشَفْعًا تو چھہ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سے یعنی چھہ عول کرتا ہے سات کیطرف اور آٹھہ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فَتَعُوْلُ السِّتَّةُ اِلٰى سَبْعَةٍ كَزَوْجٍ وَشَقِيْقَتَيْنِ تو چھہ کا عول ہوتا ہے سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہوتے ہیں ھ تو اس صورت میں سدس کے ساتھہ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنے سے سات ہو گئے اور بقدر نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحاوی سے مذکور ہو گئی وَاِلٰى ثَمَانِيَةٍ كَهُمْ وَاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے آٹھہ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں ہیں ھ تو اس صورت میں ثلث کے ساتھہ عول ہوا یعنی چھہ کی تہائی دو سے جب اوسکو چھہ پر زیادہ کیا تو آٹھہ ہو گئے تو ہر سہم وارث میں ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھہ کا وَاِلٰى تِسْعَةٍ كَهُمْ وَاَخٍ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی ہیں ھ تو اس صورت میں نصف کے ساتھہ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھہ کا جب اوسکو چھہ پر زیادہ کیا تو نو ہو گئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اوسنے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علمار حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حق ہے وَاِلٰى عَشَرَةٍ كَهُمْ وَاَخٍ اٰخَرَ لِاُمٍّ اور چھہ کا عول ہوتا ہے دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں ھ تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھہ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھہ کے جب انکو چھہ پر زیادہ کیا تو دس ہو گئے طحاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کیواسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہر میں

ابو منا بہرتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا اسو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے نصف سے
تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ کچہ تیرا لہو باقی ہے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا
تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور واجبی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجہہ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے
یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہے مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہتا تہا لہذا اس حکم کو حق نجانتا تہا
فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جسکہ چہہ دس یا نو یا آٹھ کیطرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کیطرف عول کرے تو احتمال ہے
کہ میت عورت ہو یا مرد انتہے وَاِثنا عشر تعولُ ثلثاً الی سبعۃ عشر وِترًا لا شفعاً فتعولُ لثلثۃ عشر کزوجۃٍ وشقیقتینِ واُمٍّ ولخمسۃ عشر کہم
واخٍ لاُمٍّ ولسبعۃ عشر کہم واخٍ آخر لاُمٍّ اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عددون مین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان مین اور پندرہ
کیطرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور دو اخیافی بہائی مین ھم
جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونو کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون تعولُ
الی سبعۃٍ وعشرین فقط کامرأۃٍ وبنتینِ وابوینِ وتُسمّی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو
بیٹیون اور مان اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین ھم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تھے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ
صار ثمنہا تسعًا یعنی اوسکا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطنت اور ذکاوت کا اور شنشوری نے شرح
ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعًا و
یجزی کل نفسٍ بما تسعٰی والیہ المآب والرجعٰی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعًا انتہے خواہرزادہ کی شرح مین ہے کہ علی مرتضی
کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قران مین پڑہتے ہو ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین
وازدادوا تسعًا اور ہماری کتاب مین ثلث مائۃ سنین مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری
کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حسابکے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہے
اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا اسنے البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہے کہ
علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حرب مین منقاد
اور مطیع تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علماء نے کہا کہ امام ابوحنیفہ معجزہ تھے معجزات
نبوی سے کذا فی الطحطاوی وَالرَّدُّ ضِدُّہٗ کما مرّ اور رد ضد ہے عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ھم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور
فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھہ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور
دو سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیونکا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام
سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ
اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور مان کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین
اور مان کا سدس ہے اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انہین وارثونکو پہیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ
ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہوچکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذٍ فان
فضل عنہا ای عن الفروض والحال انہ لا عصبۃ ثمّہ یُرَدُّ ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعًا لفساد بیت المال اور اسوقت

میں یعنی جسکے درمیان کوئی محرمیت ہو قرابت ثابت ہو اور محروم فاضل ہو تو رد ہی ہو تو اسی اختصار سے مصنف کی یہ تعریف صحیح ہوئی سو اگر فروع مذکورہ پر رد ہو اور جہاں
وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر اونکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانیکے سبب سے ہم فاضل مال کو رد
کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضے اور اونکے تابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال
کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم
حنفیوں کی بہت دلائل میں از انجملہ یہہ آیت قرآنی ہے (وَ اُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ) یعنی بعض اہل قرابت اولی ہیں میراث میں
بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق تمام میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیات مواریث نے مال کے جز معین کا استحقاق واجب کردیا
ہر وارث کیواسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاوے آیت مواریث کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جاوے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے
اور یہہ جو شارح نے رد فاضل کی فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال
منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل رد وصیں اور سات معتق اور اونکے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سوای بیت المال کے تو یہہ لوگ مقدم ہیں
بیت المال پر علت مذکورہ کیوجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجئے تو بھی ظاہر درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول
ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال کا ہے اگرچہ وہ منتظم ہو کذا فی الطحطاوی کَالْاِ علی الرد تجانس فلا یرد علیهما فاضل مال
جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے جیسا کہ آیت
مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو انپر قرابت کیوجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کیوجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد
علیهما ایضا قاله المصنف وغیره قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی فرجعته اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ
زوجین پر بھی رد کیا جاوے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کیطرف اس قول کا
نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اوسکی طرف مراجعت کر میں طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو
نقل کرتے ہیں اور مجمع الشروح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اوسکا جواب بھی انتہے واللہ اعلم وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا
لفساد بیت المال وقدمناه فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے
میں کتاب الولاء میں ہم کہتے ہیں کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتعریم تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعة اقسام لان
المردود علیه اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیه او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم میں اسواسطے
کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا اونکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں
فالاول ان اتحد الجنس المردود علیه کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلة من عدد رؤسهم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم
یہہ ہے کہ اگر وہ بارہ پانیوالوں کی جنس متحد ہو جیسا کہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو بہری سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل
قطع ہو جاوے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں اونکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث
کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اوسکی فرض کے دیا جاوے پھر دوسری بار باقی مال اونکو بقدر اونکے سہام کے دیا جاوے تو دوبار قسمت
کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان ہے والثانی ان کان المردود علیه جنسین او ثلثة لا اکثر بالاستقراء
فمن عدد سهامهم اور قسم ثانی اگر رد پانیوالے دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو اونکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے
زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثنین
لو سدسان وثلثة لو ثلث وسدس واربعة لو نصف وسدس وخمسة لو ثلثان وسدس لتقصیر المسافة تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین ہی قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سی قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس
ہو سافت گہٹانے کیواسطی یہہ طریقہ اختیار کیا اسم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہی کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چہہ سی ہی اور ادہمین اونکی دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سی تو اصل مسئلہ دو سی قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی بیفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہی کہ دو اخیافی بہائی اور ماں وارث ہی تو اس تقدیر مین بہی مسئلہ
چہہ سے ہے اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام تین تہائی کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بہائیونکو دو ثلث
مال کی اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کیصورت یہہ ہی کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہی یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہی تو یہاں بہی مسئلہ چہہ سی ہی
اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سی قرار دئے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ
تین ربع اوسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہی یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ
بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون
صور تو نمین بہی مسئلہ چہہ سی تہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کی پانچ
حصے کئے اونمین سی چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین تین جنسین وارثونکی جمع ہوتین اور منجملہ چہہ کے سہام ماخوذہ بہی پانچ ہین
انمین سی تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا بقدر اونکی سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور
پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بہی چہہ سی پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم
اور اسطرح ماں کی سگی بہن کے ساتھہ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سی قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطی یعنے دو
قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وھو الزوجان اعطی
من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فھی من اربعۃ للزوج واحد یبقی
ثلثۃ وھی تستقیم علیھن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھہ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو
جسپر رد نہین ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاوے اوسکی کمتر مخارج سی اور باقی رد کیا جاوے اونکی ذاتونپر جنپر رد کیا جاتا ہی چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں ہون
تو مسئلہ چار سی ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہی تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچہہ حاجت نہین ہم زوج کا فرض ولاد
کے ساتھہ چوتہائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پہر جب زوج کو چار مین سی ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیونپر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچہہ حاجت
نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسھم ای رؤس من یرد علیھم کزوج وست بنات ضرب وفقھا وھو ھنا اثنان فی مخرج
فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی
مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہی توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چہہ بیٹیان ہین تو اونکا وفق جو کہ یہاں دو ہی اوسکی مخرج مین
ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کی دو اور بیٹیون کے چہہ ہم اقل مخرج
زوج چار ہے پہر جب زوج کو چار سی ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چہہ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چہہ مین توافق بالثلث ہی
تو رؤس بنات کی وفق کو جو یہاں دو ہی چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی اب قسمت صحیح ہوگئی والا ای وان لم یوافق بل باین ضرب کل عدد
رؤسھم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ
تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فھی لہ والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ
اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے اوسمین سے زوج کا فرض ایک ہو باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض
ایک تہا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہو اوسکو بھی مضروب مین
یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم یہہ صورت بھی سوتین سابقین کی اتحے اصل اسکی بارہ ہے اجتماع ربع
او ثلثین کیوجہ سے لیکن اسکو چار کیطرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پہر جب اوسمین سے زوجہ کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر
مستقیم نہین بلکہ تین ہین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا
لهذا بما نقسم الشريفي والرابع لو كان مع الثانی ای الجنسين فقط لا اكثر هذا الحكم الاستقراء اذ لا يرد مع اربع طوائف اصلا الاستقراء
اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھہ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھہ دو جنسون سے زیادہ نہین ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد کرنا چار
جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھم یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور
ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین
ہوئی جاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھہ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل هذا نکتة اقتصاره فيما مر منا على الجنسين ارشاد
کرنیمین نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ھم یعنی مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس
ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے
اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فيراد بالثانی بعضه لا كله فتامله اور اگر اقتصار علی الجنسين کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو
مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اور کاسو اسکو تامل کر ھم یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جسمین دو جنسین مجتمع ہون
مراد ہو نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ
علی مسئلة من يرد عليه ان استقام كزوج وجدة واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین
ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اوسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جاوے چنانچہ زوجہ
اور چار دادیان اور چھہ اخیافی بہنین وارث ہون ھم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا
فمخرج من لا يرد عليه اربعة للزوجة واحد يبقى ثلثة تستقيم على سهم الجدات والاخوات لكنه منكسر على احاد كل فريق كما سيجي
تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اوسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہم پر مستقیم ہین لیکن
وہ ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ھم چار دادیون کا حصہ ایک تہا وہ اون پر قسمت نہین ہوتا اور
اسیطرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ اون پر بٹ نہین سکتا وان لم يستقم فاضرب جميع مسئلة من يرد عليه فی مخرج من لا يرد عليه فالمبلغ الحاصل
من هذا الضرب مخرج فروض الفريقين اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل
ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات و
تسع بنات وست جدات فمخرج من لا يرد عليه ثمانية للزوجات الثمن واحد يبقى سبعة لا تستقيم على مسئلة من يرد عليه وهي هنا
خمسة لان الفرضين ثلثان وسدس فاضرب الخمسة فی الثمانية تبلغ اربعين فهی مخرج فرض الفريقين چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھہ دادیان وارث ہون تو
مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھہ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہو باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے بیٹیون اور دادیون کے دو فرض
ثلث اور ایک سدس ہی تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھہ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل چالیس ہونگے تو یہی مخرج ہو دونون فریق کے فرض کا ھم من یرد علیہ

سے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھہ ہے تو اوسکے دو ثلث چار ہوے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوے جب پانچ کو آٹھہ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوے یہہ مخرج ہے فرد فرض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے
ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وھو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فھی حق الزوجات الاربع من الاربعین یعنی من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وھی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی ای فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الاتیۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر اُن سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوے انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر اُن سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہی اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہی اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وتصح الاولیٰ من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ھنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ہم ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ہم مترجم کہتے ہین کہ رحم اصل مین منبت ہی ولد کا اور اوسکا ظرف پہر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد سے بہ رحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فھو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ہم یہہ اصطلاح شرعی کا بیان ہی اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو دردا اور ابن عباس بروایت مشہور رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اور صاحبین اور اونکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس بروایت شاذہ میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اونکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاتا ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچھہ مذکور نہین کیا اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہی واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیھما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھہ سواے زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم اونکے ساتھہ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اونپر رد کرنا فرض کا نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہ سے ہم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہی اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب گاہی ہوتا ہی قرب درجہ سے اور گاہی قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اوسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہونا اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربھم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اوسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہیں ہوتا فهم اربعة اصناف جزء الميت ثم اصله ثم جزء ابيه ثم جزء جدّيه او جدّتيه ترجمہ: ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری جیسے نواسی اور نواسے پوتیان اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجے اور بہانجی پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد جیسا کہ تفصیل اسکی آگے آویگی شن ابکے شرح مین وحینئذ یقدم جزء الميت وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہہ قاعدہ ٹہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد وسے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچند درجہ سافل اور نازل ہوں ھم تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی کو کچہ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثم اصله وهو الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پہر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ بچند درجہ عالی اور اونچے ہوں ھم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہہ ہے کہ اس قسم مین بہی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ثم جزء ابويه وهم اولاد الاخوات لابوين او لاب واولاد الاخوة والاخوات لام وبنات الاخوة لابوين او لاب وان نزلوا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بہائیوں یا سوتیلے بہائیوں کی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہوں ھم یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بہانجے اور بہانجیاں ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیوں کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بہتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بہتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا نواسا تمام مال کو بہائی کی پوتی لیگی بہن کا نواسا نہ لیگا اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویقدم الجد علیهم خلافا لهما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوة پر برخلاف صاحبین کے ھم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور اسپر فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیوں اور بہتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین کے روبرو بہانجے اور بہانجیاں اور بہتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کی قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بہائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدّيه او جدّتيه پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ھم یہہ ذوی الارحام کی چوتہی قسم ہے لیلے اخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وهم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہین ھم یہہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اوسکی تو اگر ماں کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا کیطرف منسوب ہین اور اگر ماں کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی ماں کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والسراجی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمّات اور پہوپہیان ہین ذوی الارحام سے مطلقا سگی ہوں یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اوسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری جب مین برابر ہین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور اونہین حکم یہہ ہے کہ انہین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکہنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی بہن بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی
جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا
و بنات الاعمام و اولاد ھولاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور
عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الآباء والامھات و اخوالھم و خالاتھم و اعمام الآباء
لام و اعمام الامھات کلھم و اولاد ھولاء وان بعدوا ای العاق والسفلو پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور
اونکے ماموں اور خالائیں اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون
اور نیچے ہو کر ھم یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور اونکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات
اور اخوال اور اوسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر اونمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص
مجتمع ہونگے اور قرابت اونکی متحد ہوگی تو اونمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت اونکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت اونکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی قرابت والونکو ایک تہائی اسلئے آخر ما قر پھر اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا
حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کیطرف پھر اونکے بعد انکی اولاد
کیطرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں ھم
قسم رابع میں یہہ حکم ظاہر نہیں اسواسطے کہ اونمین کوئی اقرب نہیں ہان اونکی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہے کذا فی
الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحد الجھۃ تقدیم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ میں برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی
متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ھم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ
کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہہ نہیں ہوتا ہان اونکی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے
وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے
واسطے دو تہائیاں ہیں متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہے ھم طحطاوی نے کہا یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور
اونکی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع
اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر اونکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان
کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ھم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سبکا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ھھنا البطن الثانی وھو ابن بنت و بنت بنت
فمحمد اعتبر صفتا الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیھم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثاہ لبنت
ابن البنت نصیب ابیھا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت
میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور
انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی ناتی اور ناتن میں تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی میں
ہماری مفروض مسئلہ میں تو اونپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی
ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

شرح میں ہے یعنی یہاں نہایت مختصر ذکر ہوا ہے جبکہ اصل میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور جہات
اصول کو کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعداد بطون مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کو اسطرح مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب
کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام بہ اکمال معدودی اور شرح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے منہ موڑا ہمو فس
شاذ استیفصا تبصرتہ ایبا وھما اعتبر الفروع فقط ادر ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا ہم یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہیں ہے بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتویٰ
کذا فی شرح السراجیۃ المصنفہ لیکن محمد کا قول مشہر تر ہر دو روایتوں سے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اوسی قول پر فتویٰ ہے
ایسا ہی شرح سراجیہ کے مصنف کی شرح میں ہے وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول
صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا
اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئلت عمن ترک بنت شقیقہ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم
ذی جہت باہم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فجعلنا نصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا
اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے مجھسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت میں
سگی بہن دو سگی بہنوں کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں
کے ہو گئی نصف نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر منقسم ہوگا ہم یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اونکا مذہب یہہ ہے
کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری
اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب
سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کی دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو
بہنوں کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اوسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک
تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین **فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم** یہہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام
میں ہم غرقے جمع ہے غریق کی اور حرقے جمع ہے حریق کی جیسے قتلے جمع ہے قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے
لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی آگ سے جل گئے یا اونپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ فرض
دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھی ایک ہی آن میں مر گئے ولا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتأخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں
باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مُردوں کا معلوم ہو جائے اسطرح پر کہ تعیین کے بعد شبہ واقع نہو تو اب پچھلا
مُردہ وارث ہوگا پہلے مُردے کا ہم غرقے اور اونکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ ہے کہ اونمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم
صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اوسمیں شبہ پڑ گیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی
میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہ زائل ہو کر تعیین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اسواسطے کہ یاد آجائے یا نہ آوے تیسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق
بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہے کہ سبکی موت ساتھ ہو پانچویں صورت یہہ ہے کہ سبقت اور معیت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا
وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشریفی قولہ مجہول عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ ہو مجہول ہو جاوے یعنی اوسکی تعیین کے بعد اشتباہ

اور اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات مین اور یہہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہو چکین کذا فی الطحطاوی واعطی کل ما لیقین ووقف المشکوک فیہ
حتی یتبین او یصطلحوا شرح مجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھہ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہوجاوے یعنی یاد پڑجاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا للمجمع انہ لو مات احدہما ولم
یدر ایہما هو یجعل کانہما ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وهو مخالف لما مر فتدبر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکہا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمجمع اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصون مین سے ایک شخص اول مر گیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون
مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہ ہی مر گئے ثبوت تعارض کیوجہ سے دونون مین اور یہہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے
جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ھم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہوگیا
کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ مین علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی
نرہا واذا لم یعلم ترتیبہم قسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک
میت کا مال ان لوگون مین سے اوسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ھم یعنی استحقاق
میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن
نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین
مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندونکو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سے لوگ مر گئے تو عمر فاروق
نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین مین بھی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور
کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت اور سبب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کی طریق
سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب
احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا
حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ھم چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اوس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی
بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے
وان لم یحجب احدہما الاخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون
کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
سو اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دو نوجہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی
متروکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم ای یستحلونہا کتزوج محرم لان النکاح الفاسد
لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما اقرا علیہ یتوارثان بہ لانہ صحیح فی الظہیریۃ
اور کفار وارث نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحون کی جہت سے جو اونکے نزدیک حلال ہین یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اوسکے
مصنف نے کہا کہ کافر وہ نکاح جو ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر
بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاوین تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام
فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے

بیان مین ذکر کردیا ہے کہ اُن دونو کا باپ نہین تھی احکام شرعی مین نہ واقع مین هم تو اگر ولدالزنا کا اخیافی بھائی ہو تحاج سے یا زانی سے تو بھی بھائی اسکا
عصبہ نہوگا بلکہ اوری بھائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولدالزنا کی ارث اوسکی ان لیگی فرضا وردّا اور اگر ماں نہو تو ماں سکے ذوی الارحام وارث
اوسکو ہونگے کذا فی الطحطاوی وموقف للحمل حظ ابن واحد وبنت واحدة ايهما كان اكثر وعليه الفتوى لانه الغالب ويكفلون احتياطا
اور اختیار کیا جاوی حمل کیواسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ اونمین سے جسکا حصہ زیادہ ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ
ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اوسقدر حصے کا ضامن لیا جاتا ہے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامن لے تاکہ وارث اوسکو پھیرت کر لیوین
هم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹون کا حصہ یا چار بیٹیونکا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اختیار کیا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک
ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد مین بیٹا پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پیدا ہوگا جبتک
اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیة وشرحها للسيد كما ترك ابوين وبنتا وزوجة حبلى فان المسئلة من اربعة وعشرين ان فرض الحمل ذكرا وتعول
لسبعة وعشرين ان فرض انثى لان للبنتين الثلثين چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس
سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور ستائیس عول کریگی ۲۷ کیطرف اگر اوسکو عورت فرض کیجئے اسواسطے کہ دو بیٹیون کیواسطے دو تہائیان فرض ہیں
هم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ہوا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم مین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ
سہم ہین چار ان کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثيين اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو دو تہائیان بیٹیونکا آٹھ سہم چار بیٹیون اتو مسئلہ عول کریگا ۲۷
طرف قلت هذا على كون الحمل من الميت والامثلة كثيرة مین کہتا ہون یہہ مثال اوس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہوا اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اوسکی
مثالین بہت کثرت سے ہین هم مثل تقسیم سہام وتارمتعلقہ ہیم سے مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے
جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی كالو تركت زوجا وأما حبلى فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذكر
السدس لانه عصبة فيقدر انثى ليفرض له النصف وتعول لثمانية كا لیے چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ
نصف ہوا اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجئے تو سدس ملیگا اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ ذی فرض
ہوا اور اسکے واسطے نصف مقرر ہوا اور عول کریگا یہہ مسئلہ آٹھ کیطرف چنانچہ مخفی نہین ہے هم یہہ مسئلہ چھ سے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے
اور عول کریگا آٹھ کیطرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو كان على احد التقديرين يرث وعلى الاخر لا كهذا
اخوين لام فان قدر ذكرا لم يرث اى شيئا فينبغي ان يقدر انثى وتعول لتسعة احتياطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکہا اوس مسئلہ کا حکم کہ اگر میت
کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہوا اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو
اخیافی بھائیو کو چھوڑکر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجئے تو اوسکو واسطے کچہہ باقی نہ رہیگا تو لائق بقواعد یہہ ہے کہ اوسکو عورت فرض کیجئے احتیاط کی راہ سے اور
عول کریگا مسئلہ نو کی طرف هم یہہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کیواسطے کچہہ باقی نہ رہیگا کہ زوج
کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور اگر
حمل کو عورت فرض کیجئے تو مسئلہ چھہ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کیطرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس
ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کیواسطے تین سہم او شمار کہین گے نو مین سے کذا فی الطحطاوی تعبیر دف الوهبانية قال حاملة
تاتت بابن فلو برث وان ولدت بنتا لها الثلث يقدر اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنی تو اوسکی
واسطے تہائی مقرر ہے هم یہہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابہی ذکر کیا ثلث نصف علیہ عائل ہے اسواسطے کہ تین نہائی نو کی کذا فی الطحطاوی **فصل**
في المناسخات یہہ فصل ہے مناسخات مین هم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین

مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام اونکی پہلون کیطرف منقول ہوجاوین بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارثونکو دیجاوین کذا فی الطحطاوی
یعنی ترکہ ہنوز قسمت نہوا تہا کہ وارث مرگیا تو اوسکے حصے کو اوسکے وارث کیطرف نقل کرنا اسیکا نام مناسخہ ہو **مَاتَ بعضُ الوَرثةِ قبلَ القسمةِ**
فَلِلّٰہِ صُحِّحَتِ المسئلةُ الاولٰی وَاُعْطِیَتْ سِہامَ کُلِّ وَارِثٍ بعض وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونیسے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث
کے سہام دیجاوینگے ھم تصحیح مسئلہ اوس سے عبارت ہو کہ سہام لیجاوین کہ عدد سے اسطرح کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل
کے سات قاعدے ہین آگے معلوم ہونگے **ثُمَّ الثانیةُ** پہر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ھم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے
مافی الید مین نظر کرینگے تو یہہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی
الّا اِذَا اتّحد کَانْ مَاتَ عَنْ عَشَرةِ بَنِیْنَ ثُمَّ مَاتَ اَحَدُ ہم مگر جبکہ دونون مسئلونکی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچہہ حاجت
نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چہوڑکر پہر اوسکے بعد اونمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بہائی چہوڑکر ھم دس بہائی سگے ہون یا سوتیلے تمام ترکہ نو بہائیون پر
تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تہا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجئے پہر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلاطائل ہے **فَاِنِ استقامَ**
نصیبُ المیتِ الثانی علٰی ترکتہٖ فَبِہَا وَنِعْمَتْ پہر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اوسکے ترکہ پر یعنی اوسکے وارثون پر بلا کسر منقسم ہوگیا
تو بہت خوب اور بہتر ہوا ھم اور ہم ایک مثال ذکر کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہہ ہو کہ ایکعورت زوجہ اور بیٹی اور
مان کو چہوڑکر مرگئی پہر زوج قبل از قسمت ترکہ ایک زوجہ اور والدین کو چہوڑکر مرگیا پہر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اوس جدہ کو چہوڑکر مرگئی جو میت اول
کی مان ہے پہر وہ جدہ یعنی نانی زوجہ اور دو بہائیونکو چہوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع
مباینت کی مثال ہے پہر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اوسکے سہام دئے پہر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت
ثانی اور اوسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے جتماع سے اور اوس مسئلے مین فرض کرنا ہوگا زوج کے
تین سہم اور بنت کے چہہ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اوسکو بیٹی اور مان پر بقدر اونکے سہام کے رد کیا تو اب اوس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروع
مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کی دو جنسونکے ساتھ من لایرد علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہو تو زوج کا حصہ
اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا او مسئلہ من یرد علیہ بہی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ چہہ سے ہو نصف اسکا تین سو بنت
کا فرض ہو اور سدس اوسکا ایک ہی سو ام کا حصہ ہی تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصیب زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے
مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بہی چار ہے تو
چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنی چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کی تین مین ضرب کیا گیا تو ان کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو تین مین جو باقی ہی مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل
ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تہا جب اوسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوجکو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پہر جب ہمنے
میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اوسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اوسکی زوجہ کا ربع ہے اور اوسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی
ہے اور اوسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پہر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اوسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین اونمین سے
زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ
سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفی **وَاِنْ لَمْ یَسْتَقِمْ فَاِنْ کَانَ بَیْنَ سِہَامِہٖ وَمَسْئَلَتِہٖ مُوَافَقَةٌ ضُرِبَ وَفْقُ التصحیحِ فِی کُلِّ التصحیحِ الاول**
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اوسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین
تو ضرب کریگا ھم مثال اسکی وہ بنت ہی صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چہوڑکر مرگئی تو یہہ مسئلہ چہہ سے ہو جدہ کا ایک سہم

ہے یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ روس کے ہین یعنی چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اوسکی مافی الید مین جو تین ہین اور اوسکے مسئلے
مین جو چھہ ہین تو اون مین موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اوسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہہ ہین تو حاصل ہوئی ۳۲ جسکے
سہام سولہہ سے تھی یعنی میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جسکی سہام چھہ سے ہین
یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سو
جب اوسکو دو مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئی تو چھہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سو اوسکو دو مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی تو یہہ زوج کا حصہ ہوا اور
پھر آٹھہ کی تقسیم زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہے اسمین سے زوجہ کے دو سہم اور اوسکے باپ کے چار سہم اور اسکی ماں کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے بیٹی کا ایک سہم تھا
اوسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے اونکو تین مین ضرب کیا تو حاصل ہوئے پندرہ انمین سے ہر پسر کا حصہ چھہ ہوا اور بیٹی کا
تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی لملتقطا والا یکن بینہما موافقۃ بل مباینۃ ضربت کل الثانی فی کل الاول فالحاصل
مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول مین
حاصل ہوگا دونو مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علے تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول مین تو تمت
اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین دو جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیونکو چھوڑکر مرگئی اور
اوسکے ہاتھہ مین نو سہم مین چھہ سہم اوسکو اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا
اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اور سکا نصف زوج کو یا یعنی ایک سے تو باقی رہا ایک وہ بھائیون پر قسمت نہین ہوسکتا
مباینت کیوجہ سے تو بھائیونکے روس کو اصل مسئلے مین یعنی دو مین ضرب کیا حاصل ہوئی چار اوسمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ
کے ہاتھہ مین نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئی ۱۲۸ تو جسکا حصہ
۳۲ مین تہا وہ حصہ چار مین یعنی مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنی نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت
ثانی جو زوج ہے میت اول کا اوسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تہا ۳۲ سے اوسکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے اب اسکا یہہ حصہ ہوا اور میت ثانی
کی ماں کا بھی حصہ دو تہا اسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھہ ہوئے یہہ اوسکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب اونکو چار مین ضرب کیا
سولہہ حاصل ہوئے یہہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونو فرزندون کا حصہ چھہ تہا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس
حاصل ہوئے یہہ حصہ ٹھہرا ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تہا اوسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ ہوا
اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مافی الیہ یعنی نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئی یہہ اوسکا حصہ
ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تہا اوسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی ملتقطا
فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او وفقہ بعد حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب
کریگا تو مضروب مین یعنی تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ھم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بالا تفاق ضرب مذکور سے مفصل مذکور ہوگیا اشلہ سابقہ مین
وسہام ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول ق ی اور میت ثانی کے وارثونکے سہام کو ضرب کریگا میت ثانی
کے تمام مافی الیدین علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کریگا علی تقدیر الموافقۃ ھم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما تعلمت
سابقا وان کان فیہم من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ
اور اگر وارثون مین وہ وارث ہو جو دونون میت سے میراث پاتا ہو تو اوسکے حصے کو اول سے ضرب کریگا تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق مین اگر

موافقت ہو اور ضرب کرے تو اوسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی ما فی الیدین اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق مین اگر موافقت ہو ھ پہلی صورت کی مثال یہہ ہے
کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چہوڑ کے ایکعورت سے اور تین بیٹیان چہوڑکے دوسری عورت سے پہر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بہائی چہوڑکر تو پہلا
مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھہ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوے
تو پہر اس کا اول سے ایک سہم ہے اوسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنی تین مین تو تین ہی حاصل ہوے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے اونکو ایک مین ضرب کیا
دو ہی حاصل ہوتے اور بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی
اور باپ کو چہوڑکر پہر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا چہوڑکر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بہی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن ملا ہے سدس
سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پہر جبکہ
بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چہوڑکر تو اوسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اوسکے ہاتھہ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو
تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر کے ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولے مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ
مسئلہ ثانیہ مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی ما فی الیدین کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولے مین زوجہ کے تین تھے اونکو
ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے اُن کو بہی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین ماں
کا ایک سہم تہا منجملہ تین سہم کے اوسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل
ہوئے تو یہہ اوسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ولو ماتت ثالث قبل القسمة یجعل المبلغ الثاني مقام الاولى ويجعل الثالثة مقام الثانية وتعمل
وهكذا كلما مات واحد ثقيه مقام الثانية والمبلغ الذي قبله مقام الاولى الى ما لا يتناهى اور اگر وارثون مین سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو
مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاوے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاوے عمل کرنے مین اور اسیطرح جبکہ ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ
ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اوسکے پہلے حاصل ہوچکا ہے اوسکو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ھ یعنی ثالث کی موت قبل
القسمۃ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا وہ بجاے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ
کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پہر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے
اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مرد ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک
ہوگئی چارون مردے میت رابع ہوگئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلے ہذا القیاس الے لا نہایۃ پہر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ
واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچہہ فرق نہین پہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وهذا اعلم العمل
فلا تغفل اور یہہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا اسمین غفلت نکیجیو ھ شارح نے اسکلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری
لازم ہے اسواسطے کہ یہہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی باب المخارج یہہ باب ہے مخارج مین ھ
مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جاے خروج فروض ستہ اب اُن قاعدونکا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور مین تو انکی
مخارج بہی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہہ کسر صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو
تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پہر تصحیح کو پہر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین
العددین کو پہر معرفت حصہ ہر فریق کو پہر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرماء الفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج كل كسر
سمية كالربع من اربعة الا النصف فانه من اثنين فرض ستہ جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر
کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلے اربعہ سے سوا ہے نصف کے کہ اوسکا مخرج اوسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی اوسی ھ ہمنام سے مراد ہے

ہوگا مخرج اور کسر حروف میں شریک ہیں اور اسیطرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہمنام ہیں چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھی کے کہ وہ
ہمنام نہیں ہے کیونکہ اوسکا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر
ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثاني الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة و
السدس من ستة از انجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہیں تو دونوں نکلی ہیں ثلثہ سے اور
سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسة ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدلا گیا اور اسیطرح
دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے میں مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا حل التضعیف والتنصیف فنقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه او نقل
النصف ونصفه ونصف نصفه فرض مذکورہ کا دو قسم ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلا تو یون کہہ کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکے دونے
کا دونا یا تو یون کہہ کہ نصف اور اوسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اسکلام سے مراد یہہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا
کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے
اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف میں ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اوسکا سبب یہہ ہے کہ
انہوں نے ان فروض میں سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں
تو انہوں نے ان تینوں فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اوسمین سے بلا کسر
نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفه میں کہتا ہوں اور جمیع فروض
میں سب عبارتوں سے مختصر یہہ عبارت ہے کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت میں فروض ستہ جمع ہو گئے
بشرط اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء
فی المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیه الا النصف پھر جبکہ مسئلہ فرائض میں ان چہہ فرضوں سے ایک ایک فرض آوے
تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہمنام ہے سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو انکا
مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد
ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه کالستة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے میں فروض مذکورہ سے دو یا تین فرض آئیں
اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جزو کا مخرج ہے سو وہی عدد اوسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنی چھہ سدس کا اور اوسکے دوچند
یعنی ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند یعنی ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض جنس ایک نوع سے ہوں
چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہہ ہے کہ اکثر کا مخرج
اقل میں موجود ہے بلا کسر تو اقل کے مخرج میں استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہہ سدس کی مخرج میں یعنی ستہ میں موجود ہے
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج میں داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضه
فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبها من ضرب اثنین فی ثلثة
پھر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینون فرضوں سے یا بعض سے مختلط ہو تو جس وقت کہ مسئلے میں نصف اور ثلثین
اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج ہے اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چہہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب
کرنے سے تین میں حاصل ہوا ہے ہم یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کی بعض کی اختلاط کی مثال نہیں ذکر کی سو
فرائض شریفی میں اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنوں کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا

[illegible]

فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور
ثلثین سے ساتھی اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی
بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون او اختلط الربع من
النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلة زوجة ومن ذکر فمن اثنی عشر لان کلیہما من ضرب الاربعة فی ثلثة لموافقة بینہما بالنصف
یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اوسکا بارہ سے ہوگا بسبب
مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چہہ کو چار کے ساتھہ توافق بالنصف ہے ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط
نصف کے ساتھہ بیان کئے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور
کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور
اختلاط ربع کا سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی
بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس
کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہی سے اسواسطے کہ چہہ تمام نوع ثانی کا مخرج
ہے پھر ہمنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چہہ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چہہ مین یا تین کو چار
مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی واما بکلہ فغیر متصور الا علی رأی ابن مسعود او فی الوصایا
فلیحفظ فمن اربعة وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھہ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ
سو متصور نہین ہے مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم ابن مسعود رضہ کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے حجب
نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کیطرف
اور ہمارے مذہب مین یہہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جد
تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اوسکی اولاد اور ماں یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کیطرف اور اسکی
اولاد تو جمیع ترکہ سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھہ ہوگا نہ ثلث کے ساتھہ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین
اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنی
۲۴ کو اسکے کیطرف عول کرکے تقسیم کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصراً کزوجة وبنتین وام لان کلیہما من ضرب الثمانیة فی ثلثة لما قدمنا من
موافقة الستة بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھہ کی ضرب کرنیسے
تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چہہ مین توافق بالنصف ہے ہم بیان اوسکا یہہ ہے کہ اقل جزو ثانی کا مخرج چہہ ہے اور اوسمین ثلث اور ثلثین کا
بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چہہ مین اور آٹھہ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے
کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھہ مین یا آٹھہ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا یجتمع اکثر من اربعة فروض فی مسئلة واحدة
اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہہ اعتراض ہے کہ کاہے پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین
چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کاہے چہہ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھہ زوجہ
بھی ہو اسطرح کہ خنثی مشکل پر ایکمرد نے دعوی کیا کہ یہہ میری زوجہ ہے اور ایکعورت نے اوسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے
اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہہ ہے کہ اوسمین سدس مکرر ہوگیا اور کلام ہے فرد غیر مکرر

ہین اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہوا اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من أصحابها اکثر من خمسۃ طوائف
اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ پر
واقع نہین ہوتی ہم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض
سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح سہام نکلین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثون کے سہام پورے ہون کسیکا سہم تہائی
چوتھائی نہو انتہی تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدون کیطرف حاجت ہے اون مین سے تین قاعدے تو ابین سہام مخارج اور روس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے
بین روس اور روس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ جسکو استقامت کہتے ہین یہہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر بلا کسر منقسم ہو جاوین ہو ان کسر پڑنیکے
تو یہان ضرب کی کچھہ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک
ایک اور بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنی چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے روس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ
کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن اونکے سہام اور روس مین موافقت ہو تو یہان عدد روس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا
تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے
سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن اونکے سہام اور روس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہو تو یہان تمام عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ
بہن اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہو تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے جیسا کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو ابین
روس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف اون اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدے ذکر کریگا اور استقامت
کو اوسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہین اور یہہ پچھلے چار ون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جن مسائل مین دو گروہ ورثہ یا زیادہ
پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلفا وإذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی أصل المسألۃ وعولہا إن کانت
کامرأۃ وأخوین للمرأۃ الربع یبقی لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر
ٹوٹ پھوٹ جاوین تو اونکے عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول تینون مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ
اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہی تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو
کو یعنی عدد روس کو چار مین یعنی اصل مسئلے مین ضرب کیا تو مسئلہ آٹھہ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی
بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اوسکے ثلثین یعنی چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور
یہان فقط بہنون کے سہام اوپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور روس یعنی چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد روس یعنی پانچ کو اصل مسئلے
اور اوسکے عول یعنی سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ مین
ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو بیس ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین
قاعدون کے وإن وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی أصل المسألۃ وعولہا کامرأۃ وست إخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم
بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثون کے سہام مین اور اونکے عدد روس مین توافق ہو تو اونکے عدد روس کے
وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کر اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین ضرب کر چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہون یہان بھائیون
کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد روس یعنی چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھہ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال
مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس
اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنی آٹھہ سہم تو مسئلے نے عول

بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ فقط اونکے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے
تو ہمنے اونکے رؤس کو نصف کیطرف پھیرا یعنے تین کیطرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ
مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اوسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور
والدین کا حصہ اوسمین سے چار سہم کا تھا اوسکو اوسی مضروب مین یعنی تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ
سہم کا تھا اوسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام
ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین
مذکور ہے اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین موافقت ہے یا
نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فَاِذَا انْكَسَرَ سِهَامُ فَرِيْقَيْنِ اَوْ
اَكْثَرَ وَعَدَدُ رُؤُسِهِمْ مُتَمَاثِلَةٌ ضُرِبَتْ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہون اور وارثون کے
رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایکعدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اوسکے عول مین یعنی اگر عول نہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ
عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اوسکے عول کے ساتھ ضرب کر ؏ یہان سے اول چار قاعدونکا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ
اور اوسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اوس سے زیادہ و انکسار کی یہہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی
بہنین وارث ہون كَثَلٰثِ بَنَاتٍ وَثَلٰثَةِ اَعْمَامٍ فَنَكْتَفِيْ بِاَحَدِ الْمُتَمَاثِلَيْنِ فَاضْرِبْ ثَلٰثَةً فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَتَكُوْنُ تِسْعَةً مِنْهَا تَصِحُّ چنانچہ اگر تین
بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ؏ اصل مسئلہ
تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اوسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس
ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت
صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اوسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیونکو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اوسکو تین مین ضرب
کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وَاِنِ انْكَسَرَ عَلٰى ثَلٰثِ فِرَقٍ اَوْ اَرْبَعٍ فَاطْلُبِ الْمُشَارَكَةَ اَوَّلًا بَيْنَ السِّهَامِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ بَيْنَ
الْاَعْدَادِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ افْعَلْ كَمَا فَعَلْتَ فِي الْفَرِيْقَيْنِ فِي الْمُدَاخَلَةِ وَالْمُمَاثَلَةِ وَالْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةِ فَمَا حَصَلَ يُسَمّٰى جُزْءَ السَّهْمِ فَاضْرِبْهُ
فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَاِنْ دَخَلَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ فِي بَعْضٍ كَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَيْ عَشَرَ عَمًّا ضُرِبَتْ اَكْثَرُ الْاَعْدَادِ
لِتَدَاخُلِهَا فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَهُوَ اثْنَا عَشَرَ تَكُوْنُ مِائَةً وَاَرْبَعَةً وَاَرْبَعِيْنَ مِنْهَا تَصِحُّ اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مشارکت
یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تو نے کیا ہے دونو فریق کے
اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہوا اوسکا نام جزء سہم ہے اور اوسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی
سو اوسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کیطرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اونکے تداخل کے اصل مسئلے مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہی تو اوس ضرب سے ۱۴۴ حاصل
ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ؏ اصل مسئلہ ہے بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین
مباینت ہے تو اونکے تمام رؤس کو یعنی تین کو ہمنے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اوسمین بھی استقامت نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین
بھی مباینت ہے تو اونکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچونکا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون تباین ہے تو اونکے بھی
اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے

تو اسی بارہ کو اصل مسئلے مین کہ وہ بہی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی پہر جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق
کی مانند ہر کہ دو فریقین مین فقط مماثلت ذکر ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین ذکر ہوچکے سو اونکا موقع ہر فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی
العینی وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدهما ای احد الاعداد
فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعه ثم الی الرابع کذلک ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون
فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون لیحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون منه تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق
کی نسبت ہو جیسا چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چہہ چچا تو ایک عدد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے
اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اوسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام مین ضرب کرے پہر
چوتھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق مین ورنہ کل مین ضرب کرے پہر مجتمع کو جو سہم یعنی جزو سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہے
اصل مسئلے مین جو یہاں ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگی ف اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ
اونپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہی تو تمام عدد رؤس کو ہمنے یاد رکہا اور اٹھارہ بیٹیونکی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین توافق بالنصف ہی تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنی چار وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین تباین ہی تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکہا اور چہہ چچون کا حصہ باقی ہی یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہین اور
اونمین اور اونکے عدد رؤس مین تباین ہی تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکہا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چہہ اور نو اور پندرہ پہر ہمنے
اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چہہ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون مین سے ایک کو اوسکے نصف کی نسبت سے پہیرا اور اوسکو دوسرے مین ضرب کیا
تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور
پندرہ مین بہی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پہر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین تین تہا اوسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیونکا حصہ سولہ تہا اوسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ
۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تہا اوسکو بہی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چہہ چچون کا حصہ
ایک تہا اوسکو بہی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد الرؤس من الکسر علیهم سهامهم
کامرأتین وستة جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدهما ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع ثم المجتمع فی
جزء السهم وهو هنا ثمان عشرة لتوافق رؤس البنات والجدات لسهامهم بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعون
ومنها تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون اونکی جنس پر انکے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور چہہ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو اعداد
کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزو سہم یعنی مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے
بسبب توافق بالنصف عدد رؤس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہاں ۲۴ ہی حاصل ہونگے پانچہزار اور ۴۰
اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ف اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین تباین
ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکہا اور چہہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے عدد رؤس اور
عدد سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے اونکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکہا اور دس بیٹیونکا حصہ دو ثلث ہی یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم
نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے اونکے نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ باقی ہی یعنی ایک اور یہ

مستقیم نہین اور ایک مین اور سات مین مباینت ہی تو ہمنے ان کے تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ رؤس سی دو اور تین
اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہہ سب عدد متباین ہین تو ہمنے دو کو تین مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے
پھر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزر سہم اور مضروب ہے پھر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنی ۲۴ مین ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰
ہوئے انہین سی مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقون پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سی تین سہم تھے اوسکو مضروب مین یعنی ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے
تو ہر زوجہ کو اونمین سی ۳۱۵ سہم ملے اور چھہ دادیون کا حصہ چار سہم کا تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو
۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون
کا حصہ ایک تھا اوسکو بھی اوسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہی کذا فی الشریفی و طحطاوی
نے کہا جزر سہم یہان عبارت ہی مبلغ ثالث سی کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سی ایک مبلغ حاصل ہوا اور اوس مبلغ کے ضرب کرنے سی عدد ثالث مین مبلغ
ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سی عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزر سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سی ظاہر
ہو گیا شارح نے یہہ تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہہ مقدمہ نہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور
تباین کا قاعدہ ذکر کرتا ہے وَإِذَا أَرَدْتَ مَعْرِفَةَ التَّمَاثُلِ وَالتَّوَافُقِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ هٰذِهِ مُقَدِّمَةٌ يُحْتَاجُ إِلَيْهَا فِي تَقْسِيمِ
التَّرِكَةِ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کو کوئی سی دو عدد و نمین شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہی ترکہ کی تقسیم
مین یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہین ہو سکتا فَتَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ كَوْنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْآخَرِ كَثَلَاثَةٍ وَثَلَاثَةٍ سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے جیسا کہ تین اور تین ھ اور ایسی دو نو عدد و نکو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہی کہ
دونون عدد دو محل مین واقع ہون جیسا کہ رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نکیجئے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو نسبت بمساوات نہون گے
قطعا کذا فی الشریفی والطحطاوی وَتَدَاخُلُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ عَلَى مَا هُنَا إِمَّا أَنْ يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ أَيْ يُفْنِيهِ أَوْ يَكُونَ الْأَكْثَرُ الْعَدَدَيْنِ
مُنْقَسِمًا عَلَى الْأَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيحَةً بِلَا كَسْرٍ كَالسِّتَّةِ عَلَى الثَّلَاثَةِ وَالِاثْنَيْنِ اور عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہی احد الامرین سے
یا اسطرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جاوے تقسیم صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھہ کا تین یا دو پر ھ اقل اکثر
کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیے تو اکثر سے کچھہ باقی نرہے چنانچہ تین اور چھہ تو اگر تین کو چھہ سے دو بار گرائیے تو چھہ بالکل فانی ہو جاوے اور
اسیطرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائیے تو کچھہ باقی نرہے تو ایسی عدد و نکو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف آٹھہ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہین ہوتا
اور سراجیہ مین تداخل کی تعریف مین دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہین ایک یہہ ہی کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجئے تو اکثر کی برابر
ہو جاوے دوسری یہہ ہی کہ اقل جزو ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہہ مذکورین بسبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہین وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ أَيْ لَا يُفْنِيَ
أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ لَكِنْ يَعُدُّهُمَا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِينَ يَعُدُّهُمَا أَرْبَعَةٌ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ اور توافق عددین کا یہہ ہی کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نکرے لیکن
اقل اور اکثر دونو نکو تیسرا عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھہ بیس کے ساتھہ کہ ان دونو نکو چار فنا کر دیتا ہی تو آٹھہ اور چار مین توافق بالربع ہے ھ توافق عددین
یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزو مین یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیئے کہ قول اصح مین واحد عدد مین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت ہے
کمیت متالفہ عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہی تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجئے کہ مراتب عدد مین واقع ہو یا کم ہو کے
جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہی تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہو گی کہ توافق العددین وہ ہی کہ اقل اکثر کو فنا نکرے ولیکن اونکو عدد ثالث جو واحد
کے سوا ہو ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہی اور اصطلاح مین مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہین بلکہ تباین ہی کذا فی الشریفی والطحطاوی
وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ أَصْلًا كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ اور دو عدد و نکا تباین اسطرح ہوتا ہی کہ

ف یعنی تمام تین نو کے تین میں جیسے نصف اور تہائی کسر ہے اور تین نو کے دو کے درمیان تباین ہے جبکہ تقسیم کی طرف نظر ہو سے یعنی اسکا مصدر

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلا فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوای ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علے الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت مین پوشیدگی نہتی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت مین البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی واذا اردت معرفۃ التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من الجانبین مرارا حتی اذا اتفقا فی درجۃ واحدۃ اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اسکا کر یہانتک کہ دونون عدد ایک درجہ مین متفق ہو جاوین ہم مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد مین یعنی ایک ہی باقی رہا تو عدد دونین سے اسقاط کے درجات مین فان توافقا فی واحد فلا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہو جاوین واحد مین تو وہ دونون عدد متباین ہین اور ان دونون مین وفق نہین وان توافقا فی اثنین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو مین تو وہ دونون عدد متوافقین بالنصف ہین ہم مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھہ کو دو بار ساقط کیجئے تو دو باقی رہین گے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھہ سے گرائیے تو بھی دو ہی باقی رہین گے تو یہہ دونون عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھہ متوافقین بالنصف ہین کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث وغیرہا کا مطلب یہہ ہی کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونون عدد ونکو فنا کر دیتا ہے وفی ثلثۃ فبالثلث ھکذا الی العشرۃ وتسمی الکسور المنطقۃ یا عددین تین مین باہم متفق ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین ہم یعنی اگر عددین دو مین توافق کرین چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہین اور اگر تین مین توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ مین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اور اگر چار مین توافق کرین چنانچہ آٹھہ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہین اور پانچ کے توافق مین متوافقین بالخمس ہین چنانچہ دس اور پندرہ اور چھہ مین بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات مین بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھہ مین بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو مین بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق مین متوافقین بالعشر ہین چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اوسکے مخرج کیطرف ممکن ہے چنانچہ یون کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الے اخر الکسور التسعۃ بخلاف کسر اصم کے کہ اوس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اوسکو مخرج کے ممکن نہین چنانچہ یون کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنی گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہین کذا فی الطحطاوی اوا احد عشر فبجزء من احد عشر وھکذا ویسمی الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ مین تو وہ دونو عدد گیارہ کے ایک جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح بارہ و باتیرہ کا ایک جزء اور یہہ باہم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہی اور گیارہ گیارہوین جزء کا مخرج ہے تو دونون عدد گیارہوین جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح توافق ہونا بارہوین جزء مین چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ مین اور تیرہوین مین چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ مین اور اسیطرح انیسوین جزء مین توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ مین کذا فی الطحطاوی ملخصا تتمہ خلاصہ مقام یہہ ہی کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہون اگر دونو برابر ہین تو عددین متماثلین ہین والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہین والا اگر دونونکو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہین اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونون عدد ونکا وفق ہے اور اگر عدد ثالث اونکو فنا نکرے تو وہ متباینین ہین اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جانے مین عدد اکثر کی قسمت کرنیسے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھہ باقی نرہے تو وہ متداخلین ہین اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاے اسیطرح چند بار کیا جاے یہانتک کہ کچھہ باقی نرہے تو وہ عددین متوافقین ہین اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونونکا فنا کرنے والا ہی یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہین کذا فی خلاصۃ الحساب واذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق کالبنات والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی استقام علی الکل فاضرب ما کان لہ ای لکل فریق من اصل المسئلۃ فیما ای فی ذلک السھم الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یخرج نصیبہ ای ذلک الفریق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات

اور اعمام و غیرہم کے اُس تصحیح سے جو تقسیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اوسکو ضرب کر اوس جزء سہم اور مضروب مین جسکو
تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے مین تو اُس فریق کا حصہ نکل آویگا ھم مثلاً تباین کی مثال مذکور مین جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا
اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ مین تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس
معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام ثم اذا اردت معرفة نصیب کل واحد من احاد ذلك الفریق ضربت سہام کل وارث فی جزء
السہم المضروب بخرج نصیبہ پہر جبکہ تو ارادہ کرے اُس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب مین
ضرب کر اوسکا حصہ نکل آویگا ھم تو مسئلہ مذکورہ مین تباین اعداد رؤس کیوجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے مین تین سہم کا تہا پہر جب تین کو
دو زوجہ پر قسمت کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اوسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو
یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تہا پہر جب اسکو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اوسکو
جبکہ اوسی مضروب مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تہا پہر جب اوسکو چہہ دادیون پر قسمت کیا تو
ایک سہم کی دو تہائیان حاصل ہوئین سو اوسکو جبکہ مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا
تہا پہر جب اوسکو سات چچون پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتوان حصہ حاصل ہوا سو اوسکو جب مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا وللاوجہ
طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصّہ کی شناخت مین واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق مین نسبت اور ضرب کیطرف حاجت نہین پڑتی برخلاف اور
طریقون کے وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلك النسبۃ من المضروب لکل واحد
من آحاد ذلك الفریق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط اونکی عدد رؤس کیطرف پہر اسی نسبت کی
مانند دے تو مضروب سے اُس فریق کے ہر ایک شخص کو ھم تو مسئلہ مذکورہ مین جب کہ تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی تین کی دو کیطرف تو
مثل اور نصف یعنی ڈیوڑہی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کی مانند دیا تو ۳۱۵ ہوسکے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑہا کیجئے تو
۳۱۵ ہوتے ہین اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکی عدد رؤس یعنی دس کیطرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پہر جبکہ ہر بیٹی کو مثل
مضروب اور اوسکے تین خمس کی مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہنچے اور جبکہ سہام جدات کو اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی چار کو چہہ کیطرف نسبت کیا تو دو ثلث
کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیان دین تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو اونکے عدد رؤس کیطرف یعنی ایک کو سات
کیطرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتوین حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتوان حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے **فائدہ** چونکہ مواریث سے
مقصود یہہ ہے کہ ہر وارث کو اُسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کیواسطے علمانے اسکے تین طریقے مذکور کئے ہین دو طریقے تو مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا وہ یہہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پہر خارج قسمت کو اُسی
فریق متعدد علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اوس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکورہ مین جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت
۱۰۵ ہوا پہر جبکہ اس خارج کو دونون زوجہ کے نصیب مین جو اصل مسئلے مین تہا یعنی تین مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو دس بیٹیون پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پہر جب اسکو اونکی اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی سولہ مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا
اور جبکہ اوسی مضروب کو چہہ دادیون پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پہر جب اونکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی چار مین ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ
ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پہر جبکہ اس خارج کو اونکا اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی ایک مین ضرب کیا ۳۰
حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا وحدہ لا معا لتقدم الغرماء علی قسمۃ
المواریث کما فی شرح السراجیۃ للسید اور جبکہ تو چاہے درثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثونمین یا فقط دائنونمین نہ ایک ساتہہ دونونمین

بسبب متقدم ہونے ارباب دیون کے موارث کی نسبت پر چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ میں یہہ مطلب مصرح مذکور ہے م وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب ترکہ پورا پورا ادا ہوا جیسے دیون میں اور کچھ باقی نہ رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی اور تو یہیں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادا ہو دیون کو کافی ہوا تو وارثان کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو ان میں ورثہ کے قسمت بھی نہو گی حاشیہ عجم زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں با احسان قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر م اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت یعنی برابری ہو تو ظاہر ہے م چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہیں اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہو گیا او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی شرح المتن والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ م اگر ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہو تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح متن کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کیوقت م سراجیہ وغیرہا کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کرکے چند محل مین مذکور کیا ہے یہہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیجاتی ہین ہر وارث کے سہام تصحیح میں جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیجاوین ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کو وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اوس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تمکو اختیار ہے اگر تم چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کرو اور چاہے ہر ایک میں اونکا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہی ہے اور مباینت کی صورت کا بیان یہہ ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیان ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کر گیا آٹھ کیطرف تو زوج کو تین سہم ملے تین ہیں اور ماں کو ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباین ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب زوج کا تصحیح سے ہے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر پچھتر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی کی تین ثمن خارج ہونگے تو یہہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگی پھر جب اونکو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور ہر بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگی پھر جب اونکو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیان اور ۱/۴ اشرفی خارج ہوئی سو یہہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونون صورتوں میں تمکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اوس میں ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے اور بسط کا طریقہ یہہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکور کو زیادہ کر دے پھر اوس عدد کو بھی جس سے مسئلہ تصحیح ہوگیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اوس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ یہی مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیوں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ پھر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وھذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے وتفعل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم اور اسیطرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں م یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین صورتوں تباین اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابقہ میں تمکو معلوم ہو چکا اور تمکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف

سے وارث کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہر فریق کے حصہ سے بیان پا یہ مدارکہ ترتیب بطیں یا مکمت ہے واسطے تاکہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا
واما قضاء الدیون فذلک الی آخرہ اور ادا ہو دیون کی تو یہ تفصیل ہو کہ اگر مال متروکہ پورا پڑا اور کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہو و ان لم یف ولعدم الفراغ
اور اگر پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں هم یعنی اگر قرضدار نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا یدل التصحیح الدین
کالتصحیح للمسئلة ویجعل کل دین کرکه سهام وارث ونتعمل کما مر یعنی صورت عددالیا اور تعدد ارباب دیون کے اوتار ہی تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے
اور ہر واحد کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دیا اور وہ عمل کرو جو قسمت بین الورثہ میں تال کر چکا ضرب اور قسمت سے هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا
نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑ کر اور اوسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ
کے قرار دیا اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو جیسا کہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی
والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پہر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ اوسکا حصہ ہوا
نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پہر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
ہوئے تین یہہ پانچ اشرفیوں والیکا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو
ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو بمجموع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ
میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پہر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے
دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پہر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں
اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والی دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق
بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل
کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کی دین کو
بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی خفی نہ رہے
کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی
والشریفی ثم شرع فی مسئلة التخارج پہر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم
صلح کرلیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصہ سے کمتر ہے اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمة اللہ علیہ نے کتاب الصلح
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو
اپنی مرض موت میں طلاق دی پہر وہ عدت میں مرگئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اونکی وارثوں
نے اس عورت سے صلح کرلی اوسکی ربع ثمن یعنی آٹھویں حصہ کی چوتھائی سے اوسکو نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ
اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف للہ تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل
ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھہ مضایقہ نہیں یعنی بشرطادای حقوق واجبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح
یعنی نیک مال نیکمرد کیواسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی فقال ومن صالح من الورثة والغرماء علی شیء معلوم منها طرح ای طرح سهامه من التصحیح
وتجعل کانه استوفی نصیبه سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرلے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اوس وارث کے سہام یا
اوس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ پہر پایا هم یعنی مع وجود مصالح بین الورثہ اولا مسئلہ کی تصحیح کرنا چاہیے پہر
اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی والطحطاوی کہا شے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ

اس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کر زوج دم ہم پر قسمت کیا جاوے باقی تصحیح اور ان
اونکے سہام جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہوگئے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہیں تو مسئلہ ہم وجود زوج کے چھ سے ہے اور تصحیح
سے وارثوں پر اونمیں سے زوج کے سہام تین ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالحت الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر وخرج من البین اخرج
سہامہ من التصحیح وھی ثلثۃ واقسم الباقی فی الترکۃ وھی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون
سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اوس مہر جو اوسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثوں کے درمیان
سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دیے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کرکے بقدر اونکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کر دو اور اس
وقت میں دو سہم ماں کے ہوں اور ایک سہم چچا کا ہوا ہم یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے پر
سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی
اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا کہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل جاوے ہم
اصل مال چھ سہم تھے اوسکی تہائی دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو زوج کا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہیں گے اوسکی تہائی ایک سہم
ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وھذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ھذہ
المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع
اس واسطے کہ اوس وقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں
کہتا ہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نفرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہیں
بموجب ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اس واسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ان کا ایک سہم
اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے ہم اور یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ اوسکا باپ مختلف
ہو تا ہو اور اوسکا وجود اور اوسکو فرض عدم سے اور جبکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اوسکے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں
ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونو تقدیروں میں اور اگر یوں فرض کیجئے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم
گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے
اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی
ترکہ چار حصے ہوگا اسمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرح الکنز وقولہ
کان لم یکن فیہ نظر فتدبر کذا فی البحر بعد یہ علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دیں کہ گویا
تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح کتنے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کرلے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین
ابن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ وقد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ
احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف احقر یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصنی کا
بیٹا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں میں شہر محرم الحرام سن
ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والی رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہم قاموس میں ہے کہ حصنی ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہیں سے کسی موضع کیطرف منسوب
ہیں امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اوسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے وقد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ میں نے اس شرح کی تلخیص اور
اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ اکہ ابو

اختصار یعنی واحد میں یعنی اقلال لفظ مع توسیم المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مخل بمبانی وابتعاد مبانی یا تو اکثیر اے التعلیل و نیل غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت
اسکی تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اسکی اعتاق سے اور تنقیح شعر عبارت ہے اسکی تہذیب سے کذا فی الطحطاوی مختصرا علامہ حموی نے شرح اشباہ میں کہا تحریر
کلام عبارت ہے بیان بالکتابۃ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامہ مذکور نے
کہا ہے کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہے فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت
تنقیح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول عنہا کیطرف رجوع کریگا وہ اسکا یقین لاویگا اور شارح کے کمال کا معتقد ہو جاویگا کوزے میں دریا بند کرنا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء
وتبعت المصنف فی تغییرہ لمواضع کثیرۃ من متنہ وتصحیح ونبہت علیہ غالبا علی مواضع سہو اخر وبالجملۃ فالسلامۃ من ہذا الخطر أمر عسیر
علی البشر فستر اللہ علی من ستر وعفا عمن عفا میں نے پیروی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ بدلنے میں اور اسکی تصحیح میں اور میں نے اسپر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعضے
مواضع میں مصنف کی سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر میں میں نے عرقریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کی سہو اور خطا
سے وہ امر ہے جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر پس حق تعالی پردہ پوشی کرے اسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اسکو جو اوروں کی خطا معاف کرے ع یعنی
انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف میں امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہیں اسلئے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناسی اول الناس ع
وان تجد عیبا فسد الخللا جل من لا فیہ عیب وعلا اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنی ظاہر نکر بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جسمیں عیب اور زوال
نہیں ع یعنی اگر اکابر کے کلام میں کچھ سہوا سہو کو تو پاوے تو عیب گوئی اور بحث چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سوا حضرت معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کے نقصان سے منزہ
نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے جل وعلا کیف لا وقد تصدّر فی قلبی من نار البعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد
ما یفتت الاکباد کیونکر بھول چوک نہو اور البتہ میں نے در المختار کو مسودہ سے اوراق سادہ میں صاف کیا اُس حالت میں جبکہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیوں
اور پوتوں سے اسقدر کہ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی رحم اللہ التفتازانی حیث اعتذر واجاد حیث قال نظما ع یوما تجدنی ویوما بالعقیق وبال +
متذبذبا یوما ویوما بالخلیصاء رحمت کرے اللہ تعالی ملا سعد الدین تفتازانی پر جہان انہوں نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح میں ... کا عذر بیان کیا ہے
اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایکدن تو جزوی میں اور ایکدن عقیق میں اور کسیدن عذیب میں اور کسیدن خلیصا میں ہم جیدو ہے اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیوں کے
نام ہیں یعنی جو شخص مبتلا حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریح معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن میں تفتازانی
کے حال کی مانند تھا لہذا انکے کلام کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور انکے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولا واخرا ظاہرا وباطنا قد تعلق مما ابتدیت بتبییضہ تجاہ
وجہ صاحب الرسالۃ والعقد المنیف وختمتہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن المشرف فلعلہ علامۃ القبول بعموم التشریف لیکن ستائش اور شکر ہے خدا کو اول
اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں سو البتہ اسنے احسان کیا کہ ابتدا تبییض در المختار کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور شریعت کے کہ ... فہم اور بیان ہے اور سبب ختم
ہونے اس کتاب کو مقابل قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے انکے قبول اور تشریف کی ع یعنی مدینہ طیبہ میں روضہ مقدسہ کی نقل سودہ کی
ابتدا ہوا اور غزہ ہاشم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہوا ظاہر النسائی سے مقبولیت کی قال مؤلفہ ع فیا شرفی ان کنت زین قبولہ + وان کان کل الناس عنہ ردوہ
عن حسدہ کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میرے شرف حاصل ہو اگر تو نے اسیر کی پرورش کرنیوالے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اسکو حسد سے رد کریں
ع فتقبلنی معترفا واسأل + ویحشرنا جمعا مع المصطفی احمد سو مقبول کر لیجیو مجکو اور اوستادوں کے ساتھ اور ہمارا سبکا حشر کیجیو احمد مصطفی کے
ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ع واخواننا المسدی لنا الخیر دائما + ووالدنا داع لنا طالب الرقی اور الہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کا جو
ہمیشہ ہمارے لئے دعا خیر پہنچاتے ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہماری استقامت دینی کا +

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی ونعم النصیر

اور حسبنا ہمارا کافی اور کیا اچھا کارساز ہے اور پلٹنا نہیں خدا کی معصیت سے اور طاقت نہیں اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور وہ کیا اچھا آقا ہے اور کیا اچھا مددگار +

خاتمۃ الطبع

حامداً و مصلیاً و مسلماً فقیر سراپا تقصیر محمد احسن صدیقی ارباب شریعت اور اہل علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شہر محرم الحرام ۱۲۹۳ ہجری علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام میں یہ جلد چہارم کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی اسکے مترجم مولوی خرم علی صاحب بلہوری مرحوم نے اسکے ترجمہ میں کمال محنت و جانفشانی کی ہے جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء ہر جلد کے ابتدا میں مترجم مرحوم نے ایک عبارت عربی جس سے شروع ترجمہ اور اسکے اختتام کی تاریخ معلوم ہو لکھی ہے چنانچہ ہم اُسکا ترجمہ کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ کتنی مدت میں یہ ذرہ بجامعت مگر مترجم سے نمود ہوا اس جلد کے آخر میں مترجم مرحوم نے یہ لکھا ہے کہ اس جلد کا ترجمہ سوم ذیقعدہ ۱۲۵۸ کو شروع ہوا اور ۷ ماہ رجب ۱۲۶۱ روز یکشنبہ کو تمام ہوا جسکی کل مدت چھ برس اور آٹھ مہینے ہوتی اور پہلی جلد کتاب الطہارۃ کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ شروع ترجمہ چوتھی ذیقعدہ ۱۲۵۸ کو ہوا اور اختتام نہم ذیقعدہ ۱۲۶۱ میں جسکی مدت پوری تین سال ہوتی اور دوسری جلد کے شروع لکھا ہے کہ ابتدا ترجمہ کتاب النکاح سے ربیع الثانی ۱۲۵۸ میں ہوا اور اس جلد کے آخر میں یہ عبارت اردو دستخط مترجم حرف بحرف مرقوم ہے ہزار ہزار شکر خداوند کریم کارساز کو جسکی توفیق سے در المختار کے نصف اول کا ترجمہ ذیقعدہ کی چوتھی تاریخ ۱۲۶۰ ہجری میں مجھ سے عاجز قلیل البضاعت کے ہاتھ پر تمام ہوا اب اُس کریم عاجز نواز کی جناب اقدس میں یہ دعا ہے کہ بعافیت اسلام نصف اخیر کا بھی ترجمہ میرے ہاتھ سے تمام کرا دیوے اور تمام کتاب کو مقبول فرما کر موجب ہدایت ٹھہرا دیوے آمین — اس حساب سے یہ جلد دوم کی مدت دو سال اور آٹھ مہینے ہوئی اور جلد اول کے شروع میں تو یہ ہے کہ دوسری محرم الحرام ۱۲۵۵ کو میں نے ترجمہ شروع کیا اسکو مترجم مرحوم تمام نہ کرنے پائے تھے کہ خود دار بقا کی عالم بقا ہوئے اور چونکہ کتاب الحج کتاب النکاح تک کا ترجمہ بھی مترجم مرحوم کا لکھا ہوا موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ رجب ۱۲۶۱ سے آخر ذی الحجہ سنہ مذکور تک یہ ترجمہ ہوا ہوگا جسکی مدت پانچ مہینے ہوتے ہیں اور غالباً شروع سے باب الاذان تک چار مہینے سے کم میں ترجمہ نہوا ہوگا پس کل مدت ترجمہ کی تیرہ برس ہوتی اور باب الاذان سے کتاب الحج تک کا ترجمہ اس عاجز نے مدت چھ مہینے میں کیا تو ساری کتاب کا ترجمہ ساڑھے تیرہ برس میں ہوا ہر چند میں نے اس کتاب کی تصحیح اور تحشیہ میں بہت خون جگر کھایا ہے گرفن طبع سے واقفکاروں پر ظاہر ہے کہ بعض اغلاط اس قسم کی ہو جاتی ہیں کہ آدمی اسمیں مجبور کا کچھ اختیار نہیں ہوتا اور باوجود اسکے میں اپنی بے بضاعتی اور اس فن سے نابلدی پر معترف ہوں نظر برین اگر ناظرین بالانصاف کہیں غلطی پائیں تو تصحیح فرما کر عاجز کو دعاء خیر سے یاد کریں ع بپوش گر بخطائی رسی و طعنہ مزن ✤ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ✤ ترتیب طبع اس کتاب کی اس طور پر ہوئی کہ سب سے اول جلد چوتھی طبع ہوئی اور اسکے بعد تیسری اور اسکے بعد دوسری اور سب سے پیچھے اوّل چنانچہ ہر جلد کے خاتمہ پر اسکی تمامی طبع کا مہینا لکھدیا گیا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ✤

اب قطعات تاریخ اختتام ہدیہ ناظرین ہیں

قطعہ تاریخ در فارسی از مہتمم

بیرنگ گلزار چو گردید طبع این نسخہ	سال ختمش زدہ فکر بحستم ہیہم	از دل غیب ندا داد سروش تم آگاہ	بے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

ایضاً در اردو

جب ہو چکی یہ کتاب مطبوع ع	ہر رنگ بہار تازہ گلشن ✤	پایا سر حسن سے حسن طبیع	خرم ہے یہ یادگار احسن

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر مداح نبی خوش طبیعت میر ہدایت علی صاحب متخلص بہ ہدایت بریلوی

اہتمام مولوی صاحب سے جب	ہوئے آساں دو مشکل چھپ گئے	سال یہ دل سے ہدایت کہ لا	دین اعظم کے مسائل چھپ گئے

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر با جوش و خرد مش مولوی نواب نیاز احمد خانصا

مسائل در مختار کا ترجمہ … جو صدیقی مطبع مین اسس طور کا … کہ مثل اسکا عالم مین دیکھا نہین … وہ چھپ کر کا

سنا ئی ہر اک کو جب وہ کتاب … تو ہاتف نے مژ

قطعہ تاریخ فارسی طبعزاد منشی سید سمیع علی متخلص بہ خواہان بریلوی

در سلک طبع آمد این دُرِ مکنون … کہ شلش ندیدہ کسی دیدۂ خلق … یکایک سروشی پئے سال طبعش … بگفتا کتاب پسندیدہ

ایضاً در فارسے

طبع این کتاب در مختار … رسید از دست کلبا عان بہ آخر … پئے تاریخ سالش گفت خواہان … شدہ بیمثل مطبوع و چ

ایضاً در فارسے

مطبوع عالم در مختار … بہر جانب ز طبعش رفت شہرت … اگر پرسی ز من از رو ہ ایمان … بگوییم سال او برا شریعت

ایضاً در اردو

جناب مولوی صاحب مکرم … سلامت انکو رکھے رب اکبر … انہون نے طبع فرمائی تصحیح … کتاب در مختار ای برادر

روایت مستند اسکی مسائل … ملی جس سی ہمین راہ پیمبر … کہو خواہان سے خواہان اسکی تاریخ … ارچھاپی یہہ کتاب فقہ بہتر

قطعہ تاریخ از شیرین مقال منشی متھولال کاتب نسخہ ہذا

بشکر کہ شد طبع این کتاب عجیب … کمال بہجت و فرحت بعالمان افزود … زجوش طبع پی سال گفتم این مصراع … ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری بود

ایضاً در اردو

چھپ گیا جب یہہ نسخہ نادر … فکر تاریخ تب ہوئی پیدا … سر دین سی یہہ پایا سال طبع … دُرِ نایاب ہے شریعت کا

اشتہار

بہ قانون ایکٹ سنہ ۱۸۶۷ء داخل بھی رجسٹری گورنمنٹ ہو چکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مہری عاجز کے قصد طبع نہ فرمائیں

اطلاع

جس کتاب پر ناظرین مہر طغرای احقر نہ پائیں اوسکو مسروقہ تصور کریں اور ہرگز قصد خریداری مسروقہ نہ فرمائیں +

تنبیہ

واسطے سہو اِسباب کے کہ یہ کتاب مطبع صدیقی میں مطبوعہ ہوئی سطر عنوان لوح متضمن مادہ تاریخ لکھی گئی + +

